www.KitaboSunnat.com

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ شانزدہم (۱۶)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات (۱)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شانزدہم (۱۶) تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی کی خدمات (۱)
مؤلف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۶۹
سال اشاعت	۲۰۱۲ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عناوین

شیخ الاسلام کی تحریکی خدمات پر ایک طائرانہ نظر	۵
براہین احمدیہ	۶۴
شیخ الاسلام بٹالوی اور براہین احمدیہ	۶۹
براہین احمدیہ معاصرین کی نظر میں	۷۷
نشان نمائی کا قادیانی چیلنج	۸۰
چند قادیانی خطوط	۸۵
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا	۹۳
قادیانی اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء	۱۲۰
فتنہ قادیانی	۱۲۳
اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء پر تبصرہ	۱۲۷
شیخ الاسلامؒ اور حکیم نور الدین کا مباحثہ ۱۸۹۱ء	۱۳۲
حصہ دوم مباحثہ شیخ الاسلامؒ و حکیم نور الدین	۱۵۴
مراسلت مابین شیخ الاسلامؒ و قادیانی	۱۶۳
مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء	۱۹۵
شیخ الاسلام اور قادیانی کی پہلی اور دوسری تحریریں	۲۰۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام اور قادیانی کی تیسری تحریریں	۲۰۷
شیخ الاسلام کی تحریر چہارم	۲۱۱
قادیانی کی تحریر چہارم	۲۱۲
شیخ الاسلام کی تحریر پنجم	۲۲۲
قادیانی کی تحریر پنجم	۲۲۴
شیخ الاسلام کی تحریر ششم	۲۴۴
قادیانی کی تحریر ششم	۲۴۵
شیخ الاسلام کی تحریر ہفتم	۲۵۴
قادیانی کی تحریر ہفتم	۲۵۹
شیخ الاسلام کی تحریر ہشتم	۲۸۰
قادیانی کی تحریر ہشتم، اور شیخ الاسلام کا تبصرہ بمنزلہ جواب	۳۳۷
متفرقات	
پنڈت لیکھ رام اور تردید قادیانیت	۴۱۴
قادیانی کے مالی معاملات	۴۶۲
قادیانی اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء	۴۶۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

شیخ الاسلام کی تحریکی خدمات پر ایک طائرانہ نظر

آپ کا اسم گرامی محمد حسین، کنیت ابوسعید، اور والد کا نام عبدالرحیم عرف رحیم بخش تھا آپ کی ولادت ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء کو بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب میں ہوئی، آپ کے والد بٹالہ کے رؤساء میں شمار ہوتے تھے۔ مجاہد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری مرحوم نے لکھا ہے:

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین کا خاندان اسلام سے قبل پوری ہندو قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد یہ لوگ پوری شیخ مشہور ہوئے۔ بٹالہ شہر کے پوری دروازہ کے اندرون محلّہ میں آپ کے خاندان کی وسیع جائیداد تھی اور اس دروازے اور محلے کا نام اسی خاندان کے نام پر تھا۔ مولانا کے والد نے اپنے مکان سے ملحق ایک عظیم الشان مسجد بنوائی تھی اور مسجد کے ساتھ مہمانوں کے لیے کمرے بھی تعمیر کرائے تھے۔ حضرت میاں صاحب محدث دہلویؒ نے ورود بٹالہ کے موقع پر اسی مسجد میں نماز فجر کے بعد درس قرآن دیا تھا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء صفحہ ۲۴)

مولانا محمد حسینؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی، ان میں مولوی گل علی شاہ بھی شامل تھے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بھی استاد ہیں۔ یوں ایک عرصہ تک دونوں ہم مکتب رہے۔ بعد میں آپ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے علی گڈھ لکھنؤ اور دہلی گئے۔ مفتی صدرالدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ) مولانا گلشن علی جون پوری اور مولانا نورالحسن کاندھلوی سے علوم معقول ومنقول، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مفتی صدرالدین آزردہ، جناب نواب صدیق حسن کے بھی استاد ہیں، گویا مولانا محمد حسینؒ اور نواب صدیق حسن بھوپالیؒ آپس میں استاد بھائی ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں سب سے نامور شخصیت حضرت سید محمد نذیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین محدث دہلوی کی ہے جن سے آپ نے مؤطا اور کتب صحاح پڑھ کر ۱۲۸۲ھ میں سند فراغ حاصل کی۔

حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا محمد حسین بٹالویؒ، حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم کے شاگردوں میں ممتاز ترین شاگرد ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۷ محرم ۱۲۵۶ ہجری کی ہے اور انتقال ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۳۸ ہجری کو ہوا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر قمری حساب سے ۸۲ سال چار ماہ ہوئی۔ آپ نے علوم اصول و معقول مختلف اساتذہ سے حاصل کیے اور ان کے دو مشہور اساتذہ کی سندیں ہم کو آپ کے کاغذات میں ملی ہیں یعنی مولانا نواب صدرالدین خان صاحب دہلوی مرحوم اور مولانا گلشن علی جونپوری۔ اول الذکر کی سند پر تاریخ مرقوم نہیں۔ دوم پر ۱۲۸۱ ہجری مرقوم ہے۔ دونوں سندوں میں آپ کی لیاقت، ذہانت کا ذکر اچھے لفظوں میں ہے۔ حدیث کی سند حضرت مولانا سید نذیر حسین المعروف میاں صاحب دہلوی مرحوم سے آپ کو حاصل ہے۔ اس سند پر ۱۲۸۲ ہجری مرقوم ہے۔ میاں صاحب کی سند میں علاوہ سند علمی کے ایک فقرہ خاص مذکور ہے: ان لہ زیادۃ صحبۃ معی مزید اختصاص بی علی غیرہ من الطلبۃ یعنی آپ کو اور طلبہ سے یہ خصوصیت مزید ہے کہ آپ میرے ساتھ صحبت میں بہت رہتے ہیں۔ واقعات اس کی تفصیل بتاتے ہیں کہ سب سے پہلے کتاب جو مسائل اختلافیہ میں نکلی ہے وہ ''معیار الحق'' مصنفہ حضرت میاں صاحب ہے۔ اس کی تصنیف میں مولانا محمد حسین مرحوم کا رکن بلکہ پورے محرر تھے۔ بعد واپسی وطن آپ نے لاہور مسجد چینیانوالی میں درس شروع کیا۔ درس کے علاوہ ذریعہ اشاعت تحریر کو سمجھا۔ شروع شروع میں تحریر کا طریق یہ تھا کہ امرتسر سے ایک اخبار ''سفیر ہند'' پادری رجب علی عیسائی کا نکلتا تھا' اس میں بطور ضمیمہ ہفتہ وار دو ورق نکالا کرتے۔ ازاں بعد شدہ شدہ تحریک ہوئی کہ ایک ماہوار رسالہ نکالا جائے چنانچہ رسالہ ''اشاعت السنۃ'' جاری کیا گیا۔ رسالہ ماہوار کے علاوہ مستقل رسائل بھی آپ نے لکھے۔ مثلاً اقتصاد وغیرہ۔ مرحوم کی تصانیف دیکھنے سے آپ کی استعداد اور تبحر علمی معلوم ہوتا ہے۔ کیسا کوئی مضمون جواب یا جواب الجواب ہو، ایسا صاف لکھتے کہ پڑھنے والے کو خوب سمجھ میں آ جاتا۔ آپ کے رسالہ ''اشاعت السنۃ'' سے مسائل حدیثیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔ ابتدا میں آپ کا روئے سخن زیادہ تر احناف کی طرف تھا۔ درمیان میں سر سید احمد خان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل نیچریہ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ ازاں بعد فتنہ قادیانیت اٹھا اور اس میں آپ نے بہت وقت لگایا۔ اس کی وجہ بھی معقول تھی کیونکہ قادیان آپ کے وطن بٹالہ سے صرف گیارہ میل پر ہے اور مرزا صاحب سے ابتدا میں آپ کے دوستانہ مراسم بھی تھے۔ ایک دوسرے سے حسن ظن رکھتے تھے۔ قادیانی تعاقب میں آپ نے علماء کرام سے مرزا صاحب پر ایک متفقہ فتویٰ حاصل کر کے شائع کیا۔ اس کے بعد امرتسر میں تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن' مصنفہ خاکسار کی بابت نزاع پیدا ہوگئی تو آپ نے فریق مخالف کی جانب اختیار کی۔ لیکن علماء آرہ (مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری' مولانا شمس الحق عظیم آبادی' مولانا شاہ عین الحق پھلواروی) کے فیصلے کو آپ نے بھی تسلیم کرنے کا اقرار کیا۔ (اشاعۃ السنۃ' جلد ۲۱' صفحہ ۶۱) آپ کی خدمات بہت ہیں۔ من جملہ ایک خدمت خاص قابل ذکر ہے کہ سرکاری کاغذات میں اہل حدیث کو وہابی لکھا جاتا تھا جس کے اصطلاحی معنی باغی تھے۔ مولانا نے اعیان اہل حدیث کی دستخطی ایک درخواست وائسرائے کے نام بھیجی کہ ہم کو وہابی نہ لکھا جائے بلکہ ہم اہل حدیث ہیں۔ چنانچہ وائسرائے نے یہ درخواست منظور کر کے تمام صوبوں میں حکم جاری کر دیا کہ ہندوستان کے اہل حدیث کو سرکاری کاغذات میں وہابی نہ لکھا جائے ان کا نام اہل حدیث ہے۔ مختصر یہ کہ آپ علماء پنجاب میں بہت بڑے عالم تھے۔ مرحوم نے اپنی اراضی کو وقف علی الاولاد کیا تھا جس میں کچھ حصہ تعلیمی مصرف کے لیے بھی تھا۔ مگر اولاد کے خیال میں شروط وقف پیچیدہ، ناقابل عمل تھیں اس لیے انہوں نے بالاتفاق فی روپیہ دو آنے کے حساب سے تھوڑا سا حصہ الگ کر کے باقی کو حصے بخرے کر لیا۔ اس تھوڑے سے حصہ سے بٹالہ میں ایک مسجد کا انتظام چل رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب جمعہ کی جماعت کراتے اور درس دیتے ہیں جس کا خرچ تقریباً پچاس روپیہ ماہوار ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی یادگار قائم رکھے۔ آمین۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اگست ۱۹۲۱ء)

ایک مرزائی عبدالقادر (سابق سوداگرمل) نے لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی' مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے نئے نئے تحصیل علم کر کے واپس بٹالہ آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گئے تو ایک شخص اصرار کے ساتھ ان کو تبادلہ خیالات کے لیے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب بھی موجود تھے اور سامعین کا ایک ہجوم مباحثہ سننے کے لیے بے تاب تھا۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کے سامنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹھ گئے اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے اور اس کے بعد اقوال رسول ؐ کا درجہ ہے اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ؐ کے مقابل کسی انسان کی بات قابل حجت نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ سن کر بے ساختہ کہا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور نا قابل اعتراض ہے۔ لہٰذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ان کا یہ فرمانا تھا کہ لوگوں نے دیوانہ وار یہ شور مچا دیا کہ ہار گئے ہار گئے۔ (سوداگر مل۔ حیاۃ طیبہ لاہور ۱۹۵۹ء صفحہ ۴۰-۴۱)

امرتسر، بٹالہ اور لاہور میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے علوم قرآن وسنت کی بے پناہ خدمت کی۔ ایک مدت تک آپ مولانا سید عبداللہ غزنوی کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ لاہور میں چینیا نوالی مسجد میں مدتوں خطیب اور شیخ الحدیث کی منصب پر فائز رہے۔ اور مدۃ العمر ایک ماہنامہ رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور ، بٹالہ وغیرہ سے نکالتے رہے۔

حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلویؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ بعد نماز فجر عوام (اور اہل علم) کیلئے قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ مقصود یہ تھا کہ وہ لوگ جو مدارس میں باقاعدہ داخلہ لے کر طویل نصاب نہیں پڑھ سکتے ، وہ نماز فجر کے بعد بیس تیس منٹ وقت نکال کر علوم قرآن سے فیض یاب ہوسکیں۔ اس درس میں دین کے ضروری مسائل بیان ہوتے اور عوام کی دینی معلومات میں اضافہ ہوتا۔ میاں صاحب کے اکثر وبیشتر شاگردوں نے تحصیل علم کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اپنے استاد کے اس معمول کو جاری کیا، مولانا محمد حسین بٹالویؒ لاہور اور بٹالہ میں تا عمر یہ دینی خدمت سرانجام دیتے رہے (والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری، جو حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے واسطے سے حضرت میاں صاحب کے پوتے شاگرد ہیں، نے بوریوالہ ضلع وہاڑی، پاکستان میں ۱۹۴۹ء سے لے کر ۲۰۱۲ء تک یعنی ۶۳ سال تک درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور چار دفعہ قرآن کریم کا درس مکمل کیا، اور پانچویں دفعہ تکمیل کی مہلت نہ ملی کہ ۷ مئی ۲۰۱۲ء کو انتقال فرما گئے۔ کسی ایک مسجد میں اتنے طویل عرصے تک باقاعدہ درس قرآن دینے کی سعادت شائد برصغیر میں کسی اور اہل علم کو تا حال حاصل نہیں ہوسکی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔ بہاء)

قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۷۷ء۔ ۱۸۷۸ء میں ایک ماہنامہ رسالہ اشاعۃ السنہ النبویہ نکالنا شروع کیا۔ جب ۱۸۹۱ء میں قادیانیت کا فتنہ نمودار ہوا تو انہوں نے اپنی تمام توانائیاں اس فتنہ کے سدباب کے لئے وقف فرمائیں اور اشاعۃ السنہ کو رد قادیانیت کے محاذ پر کھڑا کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ جلال الدین شمس آنجہانی، مرتب قادیانی روحانی خزائن لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان رسائل (فتح اسلام، توضیح مرام) کو پڑھ کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ وہ (مرزا) اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر قرآن وحدیث میں ہے میں ہوں، اور حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں، اس صورت میں اشاعۃ السنہ کا خصوصیت سے فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابقہ کو چھوڑ کر ہمہ تن اسی کے دعاوی کے درپئے ہو، اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے، اس کی موجودہ جماعت وجمیعت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے۔ (مقدمہ روحانی خزائن جلد۳ص ۵-۶)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا مقام تحریک ختم نبوت میں اہم ہے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے دعوے کے آغاز ہی سے ردقادیانیت کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا اور پھر آپ نے دامے درمے قدمے سخنے غرض ہر قسم کے وسائل کے ساتھ قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ اس دور میں پورے ہندوستان میں آپ کے علم وفضل کا شہرہ تھا اور مرزا صاحب کو بھی اس کا اعتراف تھا' جیسا کہ وہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خدائے تعالیٰ نے پورے طور پر جلوہ قدرت دکھلانے کے لیے ایک ایسے نامی مولوی صاحب سے ہمیں ٹکرا دیا جن کی لیاقت علمی، جن کی طاقت فہمی' جن کی طلاقت لسانی' جن کی فصاحت بیانی کا شہرہ پنجاب و ہندوستان میں ہے۔ اور خدائے حکیم وعلیم کی مصلحت نے اس ناکارہ کے مقابل پر ایسا انہیں جوش بخشا اور اس درجہ کی بدظنی میں انہیں ڈال دیا کہ کوئی دقیقہ بدگمانی اور مخالفانہ حملہ کا انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ مولوی صاحب نوراللہ کے بجھانے کے لیے بہت زور سے پھونکیں مار رہے ہیں''۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی' جلدا' صفحہ ۲۹۰)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ساتھ رفتہ رفتہ دیگر علماء بھی کاروان ختم نبوت میں شامل ہو گئے جیسا کہ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

ایک بزرگ اپنے ایک واجب التعظیم مرشد کی ایک خواب جس کو اس زمانہ کا قطب الاقطاب اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام الابدال خیال کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور گرداگرد تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان گویا بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور تب یہ شخص جو مسیح موعود کہلاتا ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا جو نہایت کریہہ شکل اور میلے کچیلے کپڑوں میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ تب ایک عالم ربانی اٹھا (شائد محمود شاہ واعظ یا محمد علی بھوپڑی) اور اس نے عرض کیا کہ یا حضرت یہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو دجال ہے تب آپ ﷺ کے فرمانے سے اسی وقت اس کے سر پر جوتے لگنے شروع ہوئے جن کا کچھ حساب اور اندازہ نہ رہا۔ اور آپ نے ان تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان کی بہت تعریف کی جنھوں نے اس شخص کو کافر اور دجال ٹھہرایا تھا اور آپ بار بار پیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے علمائے ربانی ہیں جن کے وجود سے مجھے فخر ہے۔ اس جگہ کرسی نشینوں کی ترتیب کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ مگر میں گمان کرتا ہوں کہ اس کی ترتیب شائد یوں ہوگی۔ کہ وہ غیر مرئی نورانی وجود جس نے اپنے تئیں اپنی قدیم طاقت کی وجہ سے خواب میں ظاہر کیا تھا کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں جو ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اس سونے کے تخت کیقریب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی ہوگی۔ اور ساتھ ہی میاں عبدالحق غزنوی کی اور اس کے پہلو پر مولوی عبدالجبار (غزنوی) صاحب کی کرسی اور اس کرسی سے ملی ہوئی ایک اور کرسی جس پر زینت بخش مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی تھے۔ اور کچھ فاصلہ سے مولوی رسل بابا امرتسری کی کرسی تھی۔ اور ان دونوں کرسیوں کے درمیان ایک اور کرسی تھی جس کا اندر سے کچھ اور رنگ تھا اور باہر سے کچھ اور تھوڑی سی تحریک سے ہل بھی جاتی تھی اور کچھ ٹوٹی ہوئی بھی تھی۔ یہ کرسی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی کرسی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی بنچ پر میاں چٹو لاہوری بیٹھے ہوئے تھے جو اسی دربار کے شریک تھے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی کے پاس ایک اور کرسی تھی جس پر ایک بڈھا نود سالہ بیٹھا ہوا تھا جس کو لوگ نذیر حسین کہتے تھے۔ اس کی کرسی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ایک بچہ کی طرح اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد مولوی محمد اور عبدالعزیز لدھیانوی کی کرسیاں تھیں۔ جن کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ آواز آ رہی تھی کہ پنجاب کے تمام مولویوں میں سے تکفیر میں بڑے بہادر ہیں اور پیغمبر صاحب اس آواز سے بڑے خوش ہو رہے تھے اور بار بار پیار سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے ہاتھ اور نیز مولوی محمد حسین (بٹالوی) کے ہاتھ چوم کر کہہ رہے تھے کہ یہ ہاتھ مجھے پیارے معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ابھی تھوڑے دنوں میں میری امت میں سے تیس ہزار آدمی کا نام کافر اور دجال رکھا اور فرماتے تھے کہ یہ سخت غلطی تھی جو لوگوں نے ایسا سمجھا ہوا تھا کہ اگر سو میں ننانوے کفر کے آثار پائے جائیں اور ایک ایمان کا نشان پایا تو پھر اس کو مومن سمجھو اور ایک نشان کفر کا خیال کیا جائے یا ظن کیا جائے۔ یا بے تحقیق شہرت دی جائے تو اس کو بلاشبہ کافر سمجھنا چاہیے۔ یہ فرمایا اور پھر مولوی محمد حسین (بٹالوی) کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا یہ عالم ربانی ہے جس نے میرے اس منشا کو سمجھا۔ تب مولوی محمد علی بھوپڑی کھڑا ہوا اور کہا میں تو سب سے زیادہ مسجدوں اور گلیوں اور کوچوں اور لوگوں کے گھروں میں اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں گالیاں دیا کرتا ہوں۔ اور لعنت بھیجا کرتا ہوں۔ اور ہر ایک وقت میرا کام ہے کہ ہر مجلس میں لوگوں کو اس شخص کی توہین وتحقیر و لعن طعن کرنے کے لیے کہتا رہتا ہوں اور ہمیشہ انہی کاموں کے لیے سفر بھی کر کے ترغیب دیتا رہتا ہوں۔ اور کوئی گالی نہیں کہ میں نے اٹھا نہیں رکھی اور کوئی توہین نہیں جو میں نے نہیں کی۔ پس میرا کیا اجر ہے۔ تب اس پیغمبر صاحب نے بہت پیار کے جوش سے اٹھ کر بھوپڑی کو اپنے گلے لگا لیا اور کہا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے اور تو نے میرا منشا سمجھا۔ غرض جیسا کہ حضرت خواب بین صاحب بیان فرماتے ہیں پنجاب کے تمام مولویوں کی کرسیاں اس دربار میں موجود تھیں۔ اور ہر ایک فاخرہ لباس پہنے ہوئے نوابوں کی طرح بیٹھا تھا اور وہ پیغمبر صاحب ہر وقت ان کے ہاتھ چومتے تھے کہ یہ ہیں میرے علمائے ربانی خیر الناس علی ظهر الارض۔ اور پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اس پر ایک اور مولوی صاحب کرسی پر کچھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آرہی تھی کہ یہی ہیں خلیفہ شیخ بٹالوی، محمد حسن لدھیانوی۔ اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن (لدھیانوی) کے ساتھ بچھائی گئی۔ اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا جس کو عبدالمنان کہتے تھے اور اس کی کرسی سے انا المکفر کی زور سے آواز آرہی تھی۔ غرض یہ خواب ہے جس میں ان تمام کرسی نشین مولوی صاحبوں کا ذکر ہے۔ مگر یہ کرسیوں کی ترتیب میری طرف سے ہے جو اس خواب کے مناسب حال کیگئی۔ لیکن خواب میں یہ حصہ داخل ہے کہ علمائے پنجاب اس پیغمبر صاحب کے دربار میں بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے اور تمام عالم امرتسری بٹالوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہوری لدھیانوی دہلوی وزیر آبادی بوپڑی گولڑوی وغیرہ اس دربار میں کرسیوں پر زینت بخش تھے۔اور پیغمبر صاحب نے میری تکفیر اور ایذا اور توہین کی وجہ سے بڑا پیار ان سے ظاہر کیا تھا۔

(تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۱۷۶۔۱۷۹۔روحانی خزائن جلد ۱۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے قادیانیت کے خلاف موزوں وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود چومکھی لڑائی لڑی ہے۔وسائل کی قلت کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ فرماتے لیکن وسائل کی عدم دستیابی آڑے آجاتی۔مثلاً ۱۸۹۳ء میں آپ نے ارادہ کیا کہ مرزا صاحب کے رد میں ایک مستقل رسالہ ''ردقادیانی'' کے نام سے جاری کیا جائے تاکہ مرزا صاحب کے روز بروز کے احوال وافعال کا تعاقب ورد کیا جاسکے۔لیکن یہ رسالہ جاری کرنا ممکن نہ ہوسکا پھر انہوں نے ارادہ فرمایا کہ اپنے ''اشاعۃ السنہ'' کو کاملاً ردقادیانیت'' کے لیے وقف کر دیا جائے۔جب قارئین سے اس بارے میں رائے لی گئی تو وہ نہ مانے کیونکہ قاری اپنے خرید کردہ رسالے میں ایک ہی موضوع پر مضامین پڑھ پڑھ کر اکتا جاتے ہیں۔اس پر آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ''اشاعۃ السنہ'' کا کم از کم ایک تہائی حصہ ردقادیانیت کے لیے وقف کر دیا جائے۔پھر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ہر ماہ اس رسالے میں مرزا صاحب کے تازہ الہامات فرامین اور سرگرمیوں میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تبصرہ ہوتا اور مرزا صاحب کے دعوے کے جواب دیئے جاتے۔خود مولانا کے بقول ۱۹۰۰ء تک وہ مرزا صاحب کے رد میں دو ہزار صفحات لکھ چکے تھے۔دیکھئے ''اشاعۃ السنۃ'' جلد ۱۹ نمبر ۴' صفحہ ۱۱۲ پر مولانا کا ایک اعلان جس پر ۳۱ جنوری ۱۹۰۰ء کی تاریخ اور مقام بٹالہ درج ہے۔

حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے دستخط سے مرزا غلام احمد قادیانی پر جاری ہونے والے سب سے پہلے متفقہ فتوی تکفیر کی تیاری میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی کاوشوں کا بڑا دخل ہے۔

خود مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

و من المعتر ضین المذکو رین شیخ ضال بطالوی و جا رغوی یقا ل له محمد حسین و قد سبق الکل فی الکذ ب و المین و انه ابی و استکبر و اشاع الکبر و اظهر حتی قیل انه امام المتکبر ین و رئیس المعتدین و رأس الغا وین ، هو الذی کفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نی قبل ان یکفر الآخرون۔ ویکے از اعتراض کنندگا شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست او را محمد حسین مہ گویند، واز ہمہ در دروغ و نا راستی سبقت بردہ است و او انکار کرد و تکبر نمود و تکبر را شائع کردہ وظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبراں است و رئیس تجاوز کنندگان، سر گمراہان است، او ہماں است کہ پیش از ہمہ مرا کافر گفت (روحانی خزائن۔ جلد ۱۱۔ انجام آتھم۔ ص ۲۴۱)

اور یہ بھی مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

مولوی محمد حسین جو بارہ برس بعد اول المکفرین بنے، بانی تکفیر کے وہی تھے، اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین دہلوی تھے (قادیانی تذکرہ۔ برحاشیہ ص ۵۷۔۵۸)

اپنی تالیف، سراج منیر میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

دوسرا فتنہ وہ ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے و اذ یمکر بك الذی کفر ...یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کریگا اور تیرے ایمان سے انکاری ہے اور کہے گا، اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا۔ ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسی کے خدا پر اطلاع پاؤں، کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے (پھر حاشیہ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ خدا تعالی کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت بہ بنو اسرائیل، یا پرہیز گار لوگوں کی طرح۔ واللہ اعلم (روحانی خزائن۔ جلد ۱۲۔ سراج منیر۔ ص ۱۳۰)

اپنی تالیف، تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں مرزا غلام احمد نے لکھا:

اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتوی دیگا (یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی کہ ایک زمانہ آتا ہے جب کہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ طیار کرے گا) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال، کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے، اور تو اپنے فتوی سے سب کو برافروختہ کر سکتا ہے، سو تو سب سے پہلے اس کفرنامہ پر مہر لگا، تا سب علماء بھڑک اٹھیں، اور تیری مہر کو دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں، اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں، کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

)ابولہب ہلاک ہوگیا اور اسکے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے ۔ جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے، جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے گا تو بڑا فتنہ ہوگا...اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتاء لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتوی دینے والے کا نام جس نے اول فتوی دیا ہامان، پس تعجب نہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہامان اپنے کفر پر مریگا لیکن فرعون کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہے گا آمنت بالذی آمنت به بنو اسرائیل (روحانی خزائن جلد ۱۷۔ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ص ۶۴۔۷۴)

اور تحفہ گولڑویہ ہی میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

آج سے بیس سال قبل براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ پر یہی آیت (تبت یداء) بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے.... اذ یمکر بك الذی کفر اوقد لی یا ھا ما ن لعلی ا طلع الی اله موسی و انی لا ظنه من الکا ذبین تبت یدا ابی لھب ـ....یعنی یاد کرو وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتوی لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ کو بھڑکا...یعنی جب کہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے یہ فتوی تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتوی دے دے، اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے، سو اس فتوی اور میاں صاحب مذکور کی مہر سے پہلے یہ کتاب (براہین) تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس بعد اول المکفرین بنے بانی تکفیر وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔ (روحانی خزائن۔ج ۱۷۔تحفہ گولڑویہ۔ص ۲۱۵)

دوست محمد قادیانی آنجہانی مورخ قادیانیت، تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولوی محمد حسین اور ان کے ہم نوا علماء نے فتویٰ تکفیر پر ہی اکتفا نہ کرتے ہوئے مخالفت کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مولوی محمد حسین نے ابتدا میں قادیان کی ناکہ بندی کے لیے بٹالہ اسٹیشن سے قادیان والی نہر تک اپنے ایجنٹوں کا گویا ایک جال بچھا رکھا تھا جو اسٹیشن سے اترتے ہی قادیان جانے والوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روکتے تھے۔ ان ایجنٹوں نے ایک کیمپ بھی لگا رکھا تھا جہاں جانے والوں کے لیے حقہ کا انتظام بھی ہوتا تھا۔ (مرزا قادیانی کے) بعض صحابہ کا بیان ہے کہ شروع شروع میں جب ہم قادیان جایا کرتے تھے تو بٹالہ کے اسٹیشن پر اور پھر قادیان کی سڑک پر میل میل کے فاصلے پر مولوی محمد حسین بٹالوی آدمی بٹھا دیا کرتے تھے (وہ لوگوں کو) ہر ممکن کوشش سے روکا کرتے اور واپس جانے کے لیے کہتے۔ کئی آدمی انہوں نے واپس بھی کیے' اس زمانہ میں عوام مولوی محمد حسین کی وجہ سے بھی (قادیان) جانے سے ڈرتے تھے''۔ (تاریخ احمدیت' جلد ۳' صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

ایک اور قادیانی نے لکھا ہے کہ جب ان کے:

سیٹھ عبدالرحمٰن مدراسی مرزا صاحب سے غائبانہ متاثر ہو کر ان سے ملنے کے لیے قادیان جا رہے تھے تو امرتسر میں مولوی محمد حسین کا کوئی چیلہ مل گیا اور اس نے (قادیان جانے سے) بہت روکا اور بلائے بد کی طرح دور تک پیچھا کیا اور جھڑک کھا کر دفع ہوا۔ صبح بٹالہ پہنچے تو وہاں بھی ایک سدراہ تھی''۔

(الفضل انٹرنیشنل۔ ۱۴ فروری ۱۹۹۷ء۔ صفحہ ۱۴)

اور قادیانیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد فرماتے ہیں کہ محمد حسین نے:

''ایک بہت سخت مضمون شائع کیا جس میں اس نے لکھا کہ میں مشرق و مغرب' شمال و جنوب جاؤں گا اور ساری دنیا کو بتاؤں گا (کہ مرزا جھوٹا ہے) اور اس نے واقعتاً ایسا کیا بھی۔ وہ عرب علماء سے ملا' وہ مکہ گیا اور مدینہ پہنچا اور ہندوستان کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کیا اور آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے خلاف فتاویٰ حاصل کیے کہ اس شخص کا وجود اسلام کے لیے شدید خطرہ ہے۔ اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ہر کسی کا فرض ہے کہ اسے قتل کر دے (اور) مولوی محمد حسین نے اپنا روزمرہ کا دستور بنا رکھا تھا کہ وہ بٹالہ ریلوے سٹیشن پر جاتا جو گاڑیوں کا آخری سٹاپ تھا۔ اس زمانہ میں کوئی گاڑی قادیان نہیں جاتی تھی۔ بٹالہ اسٹیشن سے قادیان مغرب کی جانب ۱۲ میل کے فاصلے پر تھا۔ بٹالہ سے لوگ یا تو پیدل قادیان جاتے تھے یا اگر کسی کو تانگہ میسر آ جاتا تو تانگہ پر قادیان حضرت مسیح موعود کو ملنے چلا جاتا تھا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بلاناغہ روزانہ جب گاڑی آنے کا وقت ہوتا تو سٹیشن پر پہنچ جاتا اور لوگوں سے پوچھتا پھرتا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہتے کہ ہم قادیان جا رہے ہیں تو وہ انہیں روکتا اور کہتا کہ وہاں مت جانا۔ وہ (مرزا) دجال ہے وہ کذاب ہے وہ کافر ہے' اس قابل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ اس کی صورت بھی دیکھی جائے۔‘‘ (الفضل انٹرنیشنل۔۲۰۔اگست ۱۹۹۹ء۔صفحہ ۱۱)

اور مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

’’خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیرا ایک پہاڑی ملازم تھا اور بالکل جاہل اور نیم پاگل تھا مگر بعض اوقات پتہ کی بات بھی کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس سے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے بٹالہ کے سٹیشن پر کہا کہ تمہارے مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو جھوٹا ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ پیرے نے جواب دیا مولوی صاحب! میں تو کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ لوگوں کو بھگانے کے لیے آپ بٹالہ کے سٹیشن پر آ آ کر جوتیاں بھی گھس گئی ہیں۔ مگر پھر بھی دنیا مرزا صاحب کی طرف کھینچی چلی آتی ہے‘‘۔ (سیرۃ المہدی‘ حصہ سوم‘ صفحہ ۲۲۸)

اور مشہور قادیانی عالم، مولوی غلام رسول راجیکی قادیانی، بایں الفاظ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں:

’’حافظ آباد (پنجاب) کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے وہاں ایک شخص الٰہی بخش رہا کرتا تھا اسے ایک دفعہ بعض احمدیوں نے قادیان لانے کے لیے تیار کیا‘ وہ تیار ہو گیا‘ بٹالہ اترنے سے پہلے ہی اسے بخار آ گیا‘ بخار کی حالت میں ہی وہ بٹالہ سٹیشن پر اترا‘ آگے محمد حسین بٹالوی ملا اس نے دیکھا کہ یہ شخص بخار کی حالت میں قادیان جا رہا ہے اس نے اسکے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو تجھے رستہ ہی میں بخار نہ ہو جاتا اور کہا کہ وہاں تو دکانداری ہے وہاں ہرگز نہ جانا‘‘۔

(رجسٹر روایات نمبر ۱۲‘ صفحہ ۱۴۰۔ منقول از الفضل انٹرنیشنل ۱۷ نومبر ۲۰۰۰ صفحہ ۷)

اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ یہ بھی جانتے تھے کہ قادیانیت کے قلع قمع کے لیے قلب اور زبان سے آگے بڑھ کر قوت بازو کے استعمال کی بھی ضرورت ہے جیسا کہ ۱۸۹۷ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

’’حکومت وسلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر کاٹ کر آپ کو مردار کرتے‘ سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایک ایسا کفر وارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نہیں مگر کیا کریں مجبور ہیں سلطنت غیر اسلامی ہے اس کے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اس امر کی پرواہ نہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت و حمایت کے صدقہ و طفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں سو (وہ) بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیت و غیرت مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہیں"۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنۃ، جلد ۱۸، نمبر ۳، صفحہ ۹۵-۹۶، تاریخ احمدیت جلد ۳، صفحہ ۲۲۲)

شاید اسی لیے مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ سے اس قدر ڈرتے تھے کہ آپ کے سایہ سے بھی دور رہنا چاہتے تھے جیسا کہ ۲۶ جنوری ۱۸۹۹ء کی ڈیٹ لائن کے تحت ایڈیٹر، الحکم لکھتے ہیں:

جب لئل (دھاریوال کے پاس ایک گاؤں ہے جہاں حضرت اقدس نے بغرض پیروی مقدمہ برائے حفظ امن منجانب مولوی محمد حسین بٹالوی دھاریوال تشریف لے جاتے ہوئے قیام فرمایا تھا) سے روانہ ہو کر کھنڈہ آ پہنچے تو حضرت اقدس (مرزا) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں مصلحت ہے۔ چونکہ سنا گیا ہے کہ محمد حسین بھی وہیں (لئل) اترنے والا تھا اس لیے اچھا ہوا کہ ہم وہاں نہیں ٹھہرے۔ ایسے لوگوں سے دور ہی رہنا اچھا ہے"۔ (قادیانی ملفوظات، جلد ۱، صفحہ ۲۹۱)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی مساعی کے اثر کا بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو اعتراف تھا جیسا کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

"ان الشیخ الذی ھو للطالبین کسد" کہ "شیخ بٹالہ کہ برائے طالبان مثل دیوار مانع است"، اور "شیخ بٹالہ جو طالبوں کے لیے ایک روک ہے"۔ (روحانی خزائن جلد ۱۲ (حجۃ اللہ) صفحہ ۱۴۲)،

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا ذکر اپنے ایک عربی مکتوب میں بھی کیا ہے جس سے تحریک ختم نبوت میں آپ کے مقام و مرتبے پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

وكان فى هذه الديار تسعة رهط من الاشرار وكانوا مفسدين فى الارض ولا ينتهجون مهجة الخيار وما كانوا صالحين و وجدتهم فى الكبر والاباء كالجملة المتناسبه الاجزا او كامراض متشابهة فى الخبث والايذاء ورئيت كانهم من المعادين المعتدين فمنهم رجل امر تسرى يقال له رسل بابا انه امرء لا يعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذين اشرت اليهم رجيل يقال له اصغر۔ وانه يزعم فی محافل واملاء فسيعلم كيف يجعل من الاصغرين ....ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوی و جارغوی يقال له محمد حسين وقد سبق الكل فی الكذب والمين وانه ابی واستكبر واشاع الكبر واظهر حتی قيل انه امام المستكبرين ورئيس المعتدين ورائس الغاوين هو الذی كفرنی قبل ان يكفر الآخرون.... فيا ايها الشيخ والمفتری البطال الم يان لك ان تتوب وتلين البال.... ثم اعلم ايها الشيخ الضال والدجال البطال ان الثمانية الذين هم ثمار عودك و وقود وقودك الذين ادخلوا فی التسعة المخاطبين فمنهم شيخك الضال الكاذب نذير المبشرين ثم الدهلوی عبد الحق رئيس المتصلفين ثم عبد الله التونكی ثم احمد علی السهارنپوری من المقلدين ثم سلطان المتكبرين الذی اضاع دينه بالكبر و التوهين ثم الحسن الامروهی الذی اقبل علی اقبال من لبس الصفافة وخلع الصداقة واعتلقت اظفاره بعرضی كالذئاب۔ وآخرهم الشيطان الاعمی والغول الاغوی يقال له رشيد الجنجوهی وهو شقی كالامروهی ومن الملعونين فهولاء تسعة رهط كفرونا او سبونا وكانوا مفسدين۔ فايها الشيخ انی اعلم انك رئيس هذه الثمانية وكمثل امام لتلك الفئة الباغية وهم لك كالتلا ميذ فی الغواية او كالمسحورين۔

(مکتوب احمد طبع خامس ربوہ ۱۹۶۳ء' صفحہ ۹۱-۱۰۵' روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) صفحہ ۲۳۶)

اس تحریر میں مرزا قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں اپنے نامی مخالفین کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں: مولوی غلام رسول عرف رسل بابا' مولوی اصغر' مولوی محمد حسین بٹالوی' سید نذیر حسین دہلوی' مولوی عبدالحق حقانی' پروفیسر محمد عبداللہ ٹونکی' مولوی احمد علی سہارنپوری' مولوی سلطان الدین جے پوری' مولوی محمد حسن امروہی' مولوی رشید احمد گنگوہی۔ اور ان بزرگوں کو مرزا صاحب نے ''تسعۃ اشرار'' کہنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت میں تم ان سب کے امام ہو تم ان کے رئیس ہو۔ اور اس فہرست کے باقی لوگ تحریک میں گویا تمہارے شاگرد ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے ان پر جادو کر رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کیے بغیر تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے اور تمہارے پاؤں پر پاؤں رکھے جاتے ہیں۔تم امام متکبراں ہوں تم رئیس تجاوز کنندگان ہو،تم گمراہوں کے سردار ہو اور تم ہی وہ شخص ہو جس نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے۔

مرزا قادیانی آپ کے بارے میں کہتے تھے:

یکفرنی شیخ و تبعوہ امۃ وما ان اراہ کعاقل یتدبر ''شیخ نے میری تکفیر کی اور لوگوں نے اس کا اتباع کیا۔میں تو اس کو بے عقل اور بے سمجھ پاتا ہوں''۔(درثمین)۔

اور مرزا قادیانی نے یہ بھی کہا ہے:

ابوجہل اس امت (مسلمہ) کا فرعون تھا کہ کیونکہ اس نے بھی نبی کریمؐ کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی پرورش کی تھی اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتداء میں براہین پر ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی''۔(ملفوظات قادیانی' جلد۳' صفحہ۲۷)

یعنی مرزا غلام احمد قادیانی،مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو اپنی امت کا فرعون قرار دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی تعزیریں بھی انسان کی سمجھ میں کبھی مشکل سے ہی آتی ہیں۔یہاں جس تحریر میں مرزا صاحب،مولانا بٹالوی کو ذلیل کرنے کے لیے فرعون کے خطاب سے نواز رہے ہیں اسی تحریر میں وہ اپنے علم و فضل اور عالم کان وما یکون ہونے کا مذاق بھی اڑوا رہے ہیں۔ان کا کہنا کہ ابوجہل نے چند یوم تک آنحضرت ﷺ کی پرورش کی تھی جو ایک غلط بات ہے۔نہ جانے یہ بات مرزا صاحب نے کس تاریخ میں پڑھی ہے یا سیرت کی کس کتاب میں یہ بات ان کی نظر سے گزری ہے کہ ابوجہل نے بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش میں حصہ لیا ہے۔اگر یہ بات مرزا صاحب کو الہام سے معلوم ہوئی تھی تو ان کی طرف الہامی پیغامات بھیجنے والے کے علم کا حدود اربعہ بھی واضح ہو جاتا ہے اور ہم قادیانیوں سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اس بات کا ثبوت مہیا کریں کہ ابوجہل نے بھی آنحضرت ﷺ کی چند یوم تک پرورش کی تھی۔اگر ثبوت نہ دے سکیں تو تسلیم کریں کہ مرزا صاحب کا علم ناقص تھا اور چونکہ مرزا صاحب تاحین حیات اس غلطی کا ازالہ نہیں کر سکے اس لیے یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نہیں ہوتا تھا۔اگر اللہ علیم و خبیر کی الہامی رہنمائی مرزا صاحب کو حاصل ہوتی تو انہیں اس غلطی پر باقی نہ رکھا جاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک دفعہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے فرعون قرار دیا، تاہم انہوں نے قادیانی کے مقابل خود کو موسیٰ نہیں کہا تھا۔ لیکن جب مولانا لکھوی دیار حرم میں ۱۳۱۴ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو مرزا قادیانی نے کہنا شروع کر دیا کہ لکھوی صاحب انہیں فرعون اور خود کو موسیٰ قرار دے کر مجھ سے پہلے مر گئے ہیں، حالانکہ اگر وہ موسیٰ تھے تو انہیں میرے بعد مرنا چاہیے تھا۔ یہ کیا ہوا کہ فرعون تو زندہ ہے اور موسیٰ مر گیا۔ اس بات کا انہوں نے خوب پروپیگنڈہ کیا اور لکھا:

تعجب یہ ہے کہ (لکھوی کے) الہام کی رو سے میں تو فرعون ٹھہرا اور محی الدین صاحب قائم مقام موسیٰ ہوئے۔ پس چاہیے تھا کہ موسیٰ کی زندگی میں، میں مر جاتا۔ نہ کہ موسیٰ ہی ہلاک ہو جاتا... کیا یہ عجیب نہیں کہ جس کو انہوں نے فرعون قرار دیا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے، بول رہا ہے... مگر وہ جو موسیٰ کے مشابہ اپنے تئیں سمجھتا تھا، وہ کئی سال ہو گئے کہ اس دنیا سے گذر گیا اور اب اس کا زمین پر نام و نشان نہیں۔ یہ کیسا موسیٰ تھا کہ فرعون کے سامنے ہی اس جہان کو چھوڑ گیا۔ غرض یہ الہام ان کا بھی جو مباہلہ کے رنگ میں تھا انہیں پر پڑا، اور جو معنی واقعات نے ظاہر کئے ہیں وہ یہی ہیں کہ جو پہلے ہلاک ہونے والا ہے وہی فرعون ہے... حج کرنا بھی اس کو مفید نہ ہوا اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں ہی فوت ہو گیا۔ سو چونکہ عبدالرحمٰن محی الدین نے میرے ذلیل کرنے کے لئے تمام مسلمانان پنجاب کی طرف ایک عام سرکلر جاری کیا اور کہا کہ یہ مفتری ہے، کذاب ہے، منافق ہے، کافر ہے، فرعون ہے... سو (اس کی) اس سے زیادہ کیا ذلت ہوگی کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا، اگر میں اس کے الہام کے مطابق فرعون تھا تو چاہیے تھا کہ میں اس کے سامنے ہلاک ہوتا نہ کہ وہ۔

(روحانی خزائن۔ ج ۲۲۔ حقیقۃ الوحی، ص ۳۷۰۔۳۷۳)

ایک دوسرے مقام پر مرزا قادیانی نے یوں ارشاد فرمایا:

مولوی محی الدین صاحب کے خط میں بتصریح موجود ہے کہ انہوں نے مجھے فرعون قرار دیا ہے، اور اخویم حکیم نورالدین کو ہامان قرار دیا ہے۔ آپ موسیٰ صفات بنے ہیں مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ فرعون و ہامان تو اب تک زندہ ہیں اور موسیٰ اس جہان سے گذر گیا۔ چاہیے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لئے ہمیں ہلاک کر کے مرتے، مگر یہ کیا ہے کہ آپ ہی ہلاک ہو گئے۔ کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(روحانی خزائن۔ج ۲۲۔حقیقۃ الوحی،ص ۳۶۹)

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تعلّی کا جواب اسی خط میں موجود ہے جس کو بنیاد بنا کر انہوں نے درج بالا عبارات لکھی ہیں کیونکہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ کے مکتوب گرامی میں کہیں اس بات کا اشارہ تک موجود نہیں ہے کہ وہ خود کو موسیٰ سمجھتے ہوں۔خط یوں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم... حامداً و مصلیاً۔

یا خبیر اخبرنی مرزا کا کیا حال ہے۔خواب میں یہ الہام ہوا:ان فرعون و ھامان و جنودھما کانوا خاطئین ... و ان شانئك ھو الابتر۔مرزا صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ یہ الہام محتمل المعانی ہیں اور اس میں میرا نام نہیں،اور بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ میرے نام سے الہام نہ بخشا جائے گا اور ہر دو الہام مذکور ماہ صفر کو ہوئے جب مرزا کا جواب آ گیا،بعدازاں ماہ صفر کو یہ الہام خواب میں ہوا:مرزا صاحب فرعون... الحمد للہ علی ذلك۔اب مرزا کا دعویٰ بھی غلط ہو گیا اور مرزا صاحب مراد کو پہنچ گئے۔ اور جس وقت مجھ کو پہلا الہام ہوا تھا بیدار ہوتے ہی یہ تعبیر دل میں آئی کہ فرعون مرزا صاحب ہیں اور ہامان نور دین۔مجھے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لئے اطلاع دینی ضرور تھی۔

العبد عبدالرحمٰن محی الدین لکھوی بقلمہ بتاریخ ۲۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ۔(روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۳۶۷۔۳۶۸)

اس خط میں مرزا غلام احمد کے فرعون اور حکیم نورالدین کے ہامان ہونے کا ذکر تو ملتا ہے لیکن یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ مولانا لکھوی خود بمنزلہ موسیٰ ہیں۔اور جب انہوں نے خود کو موسیٰ قرار ہی نہیں دیا تو ان کی وفات سے وہ نتیجہ نکالنا جو مرزا قادیانی نے نکالا ہے،سراسر غلط ہے۔تاہم اس بحث میں مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ جب جب کسی کے موسیٰ وفرعون ہونے کی بحث چھڑے گی،تو فیصلہ اس بات پر ہوگا کہ پہلے کون مرزا؟ان کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح اصل فرعون کی موت اصل موسیٰ کی زندگی میں ہوئی،اسی طرح ہر وہ شخص جو بمنزلہ فرعون ہوگا،اس شخص کی زندگی میں مرے گا جو بمنزلہ موسیٰ ہوگا،اسی لئے وہ مولانا لکھوی کی وفات کے بعد للکار للکار کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو وہ لاش کس کی پڑی ہے اور ادھر یہ کون بول رہا ہے۔دیکھو جو فرعون تھا،وہ تو مرزا پڑا ہے اور ادھر میں جو بمنزلہ موسیٰ ہوں تا حال زندہ ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ یئے مرزا صاحب مرزا صاحب کے اس اصول کہ، موسی وفرعن کی کشمکش میں فرعون پہلے مرتا ہے اورموسی بعد میں، کی روشنی میں ان عبارات کو دیکھیں جن میں وہ خود اپنے آپ کو بمنزلہ موسی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کوفرعون قرار دے رہے ہیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

و اذ یمکر بك الذی کفر اوقد لی یا ھا ما ن لعلی اطلع الی الہ موسی و انی لاظنہ من الکا ذبین . ..اورہ زمانہ یادکر کہ جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بھڑکا، اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بطالوی ہے اور ہامان سے مرادنومسلم سعد اللہ ہے...اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہوگیا اوردوں ہاتھ اس کے ہلاک ہو گئے یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا۔

(روحانی خزائن ۔ج ۱۱۔انجام آتھم ضمیمہ۔ص ۳۴۰)

مرزا قادیانی نے ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ کو صبح کی سیر کے موقع پر کہا:

خدا تعالی نے ایک الہام میں محمد حسین کا نام فرعون رکھا ہے۔ ہامان، نذیر حسین تھا جو نامراد مر گیا، مگر فرعون آخر ایمان لایا تھا۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ فرعون کا ایمان قرآن سے ثابت ہے اور وہ جہنم میں نہیں جائے گا کہ اس نے حضرت موسیؑ کی پرورش بطور باپ کے کی تھی شاید یہی وجہ ہو جس سے اس کو ایمان نصیب ہوا ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۶)..

(مرزا قادیانی نے اپنی امت کا فرعون، محمد حسین کو قرار دے کر اپنی امت کو امت مسلمہ سے الگ کرلیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ان کی امت کا فرعون، ابوجہل ہے۔ جس طرح حضرت موسی کی امت کا فرعون، فرعون مصر تھا۔
تاہم مرزا صاحب فرماتے ہیں فرعون اس نیکی کی وجہ سے ایمان لے آیا تھا جو اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کر کے کی تھی، اور چونکہ محمد حسین نے بھی ابتداء میں ان کے سلسلہ کی پرورش کی ہے اس لئے اس نیکی کے بدلے میں اسے بھی ایمان لانے یعنی قادیانیت اختیار کرنے کی جزاء دی جائے گی۔
اور جس طرح بقول شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، فرعون جنتی ہے، محمد حسین بھی جنت میں جائے گا)۔

یہاں معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب، مولانا محمد حسین کو فرعون قرار دیتے ہیں، اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ فرعون موسی سے پہلے مرا کرتا ہے، لیکن مولانا محمد حسین بٹالوی تو مرزا صاحب قادیانی کے بعد فوت ہوئے ہیں، فرعون کیسے ہوگئے، موت وحیات کے اس کلیہ کے مطابق تو فرعون مرزا صاحب ہوتے ہیں جو مولانا محمد حسین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی زندگی میں مر گئے تھے۔

پھر مرزا قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس نیکی کی وجہ سے جو اس نے سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی صورت میں کی تھی، محمد حسین کو وقت آخر ایمان نصیب ہو جائے گا یعنی وہ قادیانی ہو جائیں گے۔ اور یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ قادیانی نہیں ہوئے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ براہین کی حمایت اور سلسلہ کی پرورش نیکی شمار نہ ہوئی کہ اس کے بدلے میں انہیں قادیانیت والا نام نہاد ایمان نصیب ہوتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ملفوظات میں ان کا یہ فرمان موجود ہے:

محمد حسین کو فرعون کہا گیا اور نذیر حسین کو ہامان۔ ہامان کو ایمان نصیب نہ ہوا، اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا، اور میرا استنباط ہے کہ جس طرح فرعون نے آمنت انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل کہا تھا ویسے ہی یہ (محمد حسین) بھی کہے گا۔ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جائے گا، یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا، شاید یہ رعایت اس کے ساتھ اس لئے ہے کہ اس نے موسیٰ کو پالا، پرورش کیا، تعلیم دلوائی، تربیت کی۔ (قادیانی ملفوظات۔ جلد ۴ ص ۲۴۴۔۲۴۵)

نزول المسیح میں مرزا قادیانی نے واضح طور پر خود کو موسیٰ قرار دیا، لکھا ہے:

اور یاد کر وہ زمانہ جب کہ ایک شخص تجھ سے مکر کرے کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا، یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین کو) کہ اے ہامان! میرے لئے آگ بھڑکا، یعنی کافر بنانے کے لئے فتویٰ دے میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس جگہ خدا نے میرا نام موسیٰ رکھا، تا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسیٰ کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کرونگا، اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسیٰ کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی۔ (روحانی خزائن۔ ج ۱۸۔ نزول المسیح ص ۵۳۰)

ان عبارات میں خود کو موسیٰ اور مولانا بٹالوی کو فرعون قرار دے کر ہوا یہ کہ مرزا قادیانی خود ۱۹۰۸ء میں چل بسے جب کہ مولانا بٹالوی ان کے بعد بھی کم و بیش ۱۲ برس زندہ رہے۔ اس تاریخی حقیقت کی روشنی آپ مرزا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی کی وہ عبارات دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جوانہوں نے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کی وفات کے بعد بڑے زور شور سے لکھی تھیں کہ دیکھو کون مرا پڑا ہے؟ اور کون زندہ ہے؟ مولانا لکھوی نے خود کو کبھی موسیٰ قرار ہی نہیں دیا جب کہ مرزا قادیانی نے واضح طور پر خود کو موسیٰ اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون کہا تھا۔ اب اگر مرزا صاحب خود اپنے الہام کے مطابق موسیٰ تھے اور مولانا بٹالوی فرعون، تو الہامی تشبیہہ کو پورا کرنے کے لئے مرزا صاحب کی مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی وفات (۱۹۲۰ء) کے بعد مرتے۔ مگر یہ کیا کہ مولانا بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ تو زندہ تھے اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء ہی میں چل بسے۔ ہم مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں پوچھتے ہیں: کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟

دراصل مرزا قادیانی کے الہامات کہ وہ بمنزلہ موسیٰ اور مولانا بٹالوی فرعون ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تو مرزا صاحب خود اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق بعد میں مرتے اور مولانا بٹالوی پہلے۔ مرزا صاحب پہلے مر کر نہ صرف یہ ثابت کر گئے کہ ان کا الہام کنندہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے بلکہ یہ بھی ثابت کر گئے کہ وہ خود فرعون تھے اور مولانا بٹالوی بمنزلہ موسیٰ۔

جہاں تک مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ کا تعلق ہے ہم بتا چکے ہیں کہ انہوں نے کبھی خود کو بمنزلہ موسیٰ قرار نہیں دیا بلکہ وہ اپنے فرمان میں جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھیجا تھا اس جانب اشارہ کر چکے تھے کہ وہ مولانا بٹالوی کو بمنزلہ موسیٰ سمجھتے ہیں جیسا کہ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

آپ (مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی) نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں (قادیانیوں) کے مقابلہ میں تیرے قائم دائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے الہام ہوا ہے لکل فرعون موسیٰ۔ یعنی ہر فرعونے راموسیٰ۔ لہٰذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں، ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔

(روحانی خزائن۔ جلد ۳) (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳)

مئی ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان، شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیش گوئی، شائع فرمایا۔ یہ اشتہار ان کے ایک خواب کی بنیاد پر شائع کیا تھا جس کے مطابق مولانا بٹالوی (معاذ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

)ارتداد اختیار کر کے مرزائی ہو گئے تھے۔ مرزا قادیانی نے لکھا:

شیخ محمد حسین ابوسعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے، یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے، اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے۔ سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کیلئے اس بیچارے نے کیا کچھ افتراء کئے ہیں۔ انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کس طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے۔ اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو، کچھ خدا سے ڈرو، تو دیوانہ کی طرح ان کے گرد ہو جاتا ہے اور بہت سی گالیاں اس عاجز (مرزا) کو نکال کر کہتا ہے کہ وہ ضرور کافر ہے اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دعا کریں، اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال ہے و انی رأیت ان ھذا الرجل یؤمن بایمانی قبل موتہ، و رأیت کانہ ترک قول التکفیر و تاب و ھذہ رؤیائی و ارجو ان یجعلھا ربی حقاً، و السلام علی من اتبع الھدی۔

راقم خاکسار غلام احمد از قادیان گورداسپور۔ ۴ مئی ۱۸۹۳ء

(روحانی خزائن۔ جلد ۶، حجۃ الاسلام ص ۵۸۔۵۹) (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۴۱۵۔۴۱۶)

اس اشتہار کی عربی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ میں (مرزا) نے دیکھا کہ محمد حسین بٹالویؒ نے میری تکفیر ترک کر دی ہے اور یہ اپنی موت سے پہلے مجھ پر ایمان لے آئے گا، یہ میرا خواب ہے اور مجھے امید ہے کہ میرا رب اس خواب کو سچا کرے گا۔

اس خواب کے ۱۹ ماہ بعد مرزا قادیانی کو اسی مضمون کا ایک اور خواب آیا جو قادیانی کے تذکرہ میں ۱۳ دسمبر ۱۸۹۴ء کے تحت درج ہوا ہے۔ اس کے مطابق مرزا قادیانی نے کہا:

ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں محمد حسین کے مکان پر گیا ہوں اور میرے ساتھ ایک جماعت ہے ہم نے وہیں نماز پڑھی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھتا ہوں کہ محمد حسین ہمارے مقابل پر بیٹھا ہے، اس وقت مجھے اس کا سیاہ رنگ معلوم ہوتا ہے اور بالکل برہنہ ہے، پس مجھے شرم آئی کہ میں اس کی طرف نظر کروں۔ پس اسی حال میں وہ میرے پاس آ گیا۔ میں نے اسے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو صلح کرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے صلح کی جائے۔اس نے کہاں ہاں۔پس بہت نزدیک آیا اور بغل گیر ہوا اور وہ اس وقت چھوٹے بچے کی طرح تھا۔پھر میں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ان باتوں سے درگذر کر، جو میں نے تیرے حق میں کہیں، جن سے تجھے دکھ پہنچا۔اس نے کہا میں نے درگذر کی۔تب میں نے کہا کہ گواہ رہ کہ میں نے وہ تمام باتیں تجھے بخش دیں جو تیری زبان پر جاری ہوئیں، تیری تکفیر اور تکذیب کو میں نے معاف کیا۔اس کے بعد ہی وہ اپنے اصلی قد پر نظر آیا اور سفید کپڑے نظر آئے۔پھر میں نے کہا جیسا کہ میں نے خواب دیکھا تھا، وہ آج پورا ہوگیا۔پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص جس کا نام سلطان بیگ ہے جان کندن میں ہے۔ میں نے کہا کہ اب عنقریب وہ مرجائے گا کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہوگی ۔(قادیانی تذکرہ۔ص ۲۶۷۔۲۶۸) (روحانی خزائن ج ۱۲، سراج منیر ص ۸۰۔۸۱)

خیال گذرتا ہے کہ ان خوابوں کے علاوہ مرزا صاحب کو دیگر مواقع پر بھی ان کے الہام کنندہ نے بتایا تھا کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے جیسا کہ انہوں نے اپنی ۱۸۹۷ء کی تصنیف سراج منیر میں لکھا ہے:

شیخ محمد حسین بٹالوی (اڈیٹر) رسالہ اشاعۃ السنہ جو بانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں، اس کی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کرے گا اور پھر خدا اس کی آنکھیں کھولے گا و اللہ علی کل شیء قدیر۔(روحانی خزائن ج ۱۲، سراج منیر، ص ۸۰)

چونکہ مرزا قادیانی نے آپ کے قبول مرزائیت کی پیش گوئی کر رکھی تھی، اسلئے مرزا کے ارادت مولانا بٹالوی ؒ کی مرزائیت شکن سرگرمیوں سے ملول ہو کر مرزا صاحب سے سوال کرتے کہ حضرت! مولوی محمد حسین کے رجوع الی الحق کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا کب ظہور ہوگا۔اس پر مرزا صاحب اس دفتر بے معنی، کا تذکرہ بلطائف الحیل ٹال جاتے تھے۔آخر خواب کے قریباً چار سال بعد انہوں نے مولانا بٹالوی ؒ کے قبول مرزائیت کی ایک مزید ارتوجیہہ کی اور اپنے رسالہ استفتاء میں جو ۲۶ مئی ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا، لکھا:

مجھے معلوم نہیں کہ مولوی محمد حسین کا ایمان فرعون کی طرح ہوگا یا پرہیزگار لوگوں کی طرح۔

مرزا صاحب کے ملفوظات میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے۔لکھا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا تعالی کی طرف سے ہے۔ فرمایا (مرزا نے) اس میں کیا شک ہے، زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالی نے ایسا ہی مقدر کیا تھا، اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا، مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابتداء سے اس میں ایک طرح کی خود پسندی تھی، پس خدا تعالی نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کردے، یہ اس کے لئے استفراغ ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے، جس طرح میں اس کا نام فرعون رکھا گیا ہے، اس نے بھی آخر یہی کہا تھا کہ آمنت انه لا اله الا الذی... اسلئے اس (محمد حسین) کے لئے آمنت بالذی کا وقت مقرر ہے۔

(قادیانی ملفوظات۔ ج۲ص ۲۵۲۔۲۵۳)

مولانا دلاوریؒ اپنی تصنیف رئیس قادیان میں بتاتے ہیں کہ ان بیانات سے مرزا کی ہوشیاری اور موقع شناسی مترشح ہوتی تھی اور انہوں نے اپنے اور اپنے پیرؤوں کے لئے یہ کہنے کی گنجائش رکھ لی تھی کہ فرعون کی طرح مرنے سے پہلے مولانا بٹالوی بھی اپنا عقیدہ تبدیل کرلیں گے لیکن وہ ذات شریف (شیطان) جس نے اپنے مطرود ہونے کے دن سے بنی آدم کو گزند پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے اور اپنے ملہموں کو ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں دھکیلنا اس کا دل پسند مشغلہ ہے قطعاً گوارا نہیں کرستی تھی کہ حضرت، مسیح موعود، صاحب اور ان کے پیرو کسی پیش گوئی میں منہ کی کھانے اور ذلت اٹھانے سے بچ سکیں، اس لئے اب اس نے قادیانی صاحب پر یہ القاء کرنا شروع کیا کہ محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کی طرح ہوگا۔ چنانچہ اس القاء کے بموجب مرزا صاحب اپنی کتاب اعجاز احمدی میں، جو ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی، مولانا بٹالویؒ کے قبول مرزائیت پر کامل وثوق کا اظہار فرمایا۔

اعجاز احمدی میں مرزا قادیانی کے چند عربی اشعار مع اردو ترجمہ درج ذیل ہیں:

اغلط اعجازی حسین یعلمه و هیئات ماحول الجهول اتسخر

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں۔ اور یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے، کیا ہنسی کررہا ہے

و ان کا ن فی شیء بعلم حسینکم فما لك لا تدعوه و الخصم یحصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے پس تو اس کو کیوں نہیں بلاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

و نحسبه کا لحو ت فات بنظمه متی حل بحراً نقتنصمه و ناسر

اور ہم تو اس کو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں پس اس کی نظم پیش کر جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو شکار کر لیں گے اور پکڑ لیں گے

و ان یا تنی اصبحه کا ساً من الهدی فا حضره للا ملاء ان کان یقدر

اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسی صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا۔ پس اس کو لکھنے کے لیے حاضر کر اگر وہ لکھنے کے لیے طاقت رکھتا ہے۔

اذا ما ابتلاه الله بالا رض سخطة بلا ئل قالوا مکر م و معزز

جب خدا نے بے زاری کے طور پر اس (محمد حسین) کو زمین لائل پور میں دی تو مخالفوں (ثناءاللہ) نے کہا کہ اس کی بڑی عزت ہے

اذا نحن بارز نا فاین حسینکم و ان کنت تحمده فا علن و اخبر

جب ہم میدان میں آئے تو تمہارا حسین کہاں ہوگا اور اگر تو اس کی تعریف کرتا ہے پس اس کو خبر دے دے

اتحسبه حیاً و تا الله اننی اراه کمن ید فی و یفنی و یقبر

کیا تو اسکو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں دیکھتا ہوں اسکو مثل اس شخص کے جو کشتہ ہے اور مر گیا اور قبر میں داخل ہو گیا

و ما ان قنطنا و الر جاء معظم کذالك وحی الله یدری و یخبر

اور ہم اسکے (محمد حسین) ایمان سے نا امید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

سیبدی لك الرحمن مقسوم حبکم سعید فلا ینسیه یوم مقدر

تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کریگا

و یحی بایدی الله و الله قادر و یا تی زمان الرشد و الذنب یغفر

اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

فیسقونه ماء الطهارة و التقی نسیم الصباتا تی بریا یعطر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی

و ان کلا می صادق قول خا لقی و من عاش منکم بر هة فسینظر

اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے۔ اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہیگا وہ دیکھ لے گا

اتعجب من هذا فلا تعجبن له کلا م من المو لی و وحی مطهر

کیا تو اس سے تعجب کرے گا پس کچھ تعجب نہ کر یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے

و ما قلته من عند نفسی کراجم اریت و من امر القضا اتحیر

اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں

اقلب حسین یهتدی من یظنه عجیب و عند الله هین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائیگا یہ کون گمان کرسکتا ہے عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثلثه اشخاص به قد رئیتهم و منهم الٰهی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ ایک ان میں سے الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے پس سن اور سنا دے

لعمر ك ذقنا دو ن ذنب ر ما حهم فما سر نا ا لا دعاء یکرر

تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں

متی ذکروا یغتم قلبی بذ کر هم بما کا ن وقت بالملاقات نبشر

جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غمناک ہو جاتا کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایکدن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے

ءا ر ضعت من غو ل الغلایا اباالو فا فما لك لا تخشی و لا تتفکر

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا، اے ثناءاللہ۔ پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے

عقرت بمد صحبتی یا اباالوفا بسب و توهین فر بی سیقهر

اے ثناءاللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا گالی سے اور توہین سے پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائیگا

(روحانی خزائن جلد ۱۹ ضمیمہ نزول المسیح (اعجاز احمدی۔ ص ۱۵۰۔۱۶۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے بقول یہ اعجازی قصیدہ ہے جو انہوں نے روح القدس کی مدد سے لکھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قصیدے میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وحی آئی ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور منشی الٰہی بخش مرزائی ہو جائیں گے۔ قدرت نے مرزا صاحب کے اس اعجازی قصیدے سے ان کے کذاب ہونے کا اعجازی نشان ظاہر کر دیا کہ نہ محمد حسین کبھی مرزائی ہوا اور نہ منشی الٰہی بخش واپس مرزائیت میں داخل ہوا۔

مرزا قادیانی یہ الہامی پیش گوئی کر کے کہ مولانا بٹالوی کا ایمان (قبولیت مرزائیت) فرعون کی طرح نہیں بلکہ سعید لوگوں کی طرح ہوگا، خود اپنے ہی بنائے ہوئے جال میں پھنس گئے مولانا کے شب و روز تردید مرزائیت میں صرف ہوتے رہے، مرزا قادیانی اور ان کے مریدانگاروں پر لوٹتے رہے اور تاویلیں کرتے اور ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے رہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے ۳ جنوری ۱۹۰۳ء کے ملفوظات میں محمد حسین اور اس کا رجوع کے عنوان سے لکھا ہے: اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے (محمد حسین کو) کیا سمجھیں؟ (مرزا نے) فرمایا کہ حکم حالت موجودہ پر ہوگا وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے، دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اس کا انسان بن جاوے، مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے یہی حال اس کا ہے۔ سر دست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے۔ (قادیانی ملفوظات۔ جلد ۴۔ ص ۳۵۴)

یہ ملفوظ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی بے بسی کے ساتھ ساتھ بقول مرزا اس بات کی شہادت ہے کہ ہمارے احباب کے پروپیگنڈے میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں ہے۔ اس ملفوظ کے چار سال بعد مولانا بٹالوی رحمہ اللہ مرزا قادیانی کے مخالف ہی تھے جیسا کہ مرزا صاحب نے ۱۱ مئی ۱۹۰۷ء کا ایک خواب یوں بیان کیا ہے:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے کسی آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر داری سے کھانا کھلانا چاہیے ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدا تعالیٰ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی خود رہنمائی کرے کیوں کہ وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھا دے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں اپنے دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں، مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔ (بدر قادیان ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء۔ الحکم قادیان ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء۔ منقول از قادیانی تذکرہ۔ ص ۷۱۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر ایک مرتبہ لاچار ہو کر مرزا قادیانی نے کہا:

معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا، تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی کوئی تاویل نہیں کرتے جو اس کے متعلق ہے کہ وہ آخر رجوع کرے گا، اس میں دوسرے مولویوں کی نسبت ایک بات تو ہے، وہ یہ کہ جب کسی بات کو مان لے تو دلیری کے ساتھ اسکا اعلان کرتا ہے۔

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۹۳ء سے اپنی زندگی کے آخر تک شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے قبولیت مرزائیت کی پیش گوئیاں کرتے رہے، انہیں خواب بھی آتے رہے اور بقول ان کے وحی میں تو ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ نہ صرف مولانا بٹالوی، بلکہ منشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ (مصنف عصائے موسی) بھی مرزائی ہو جائیں گے۔ یہ منشی صاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو قادیانیوں کو فکر پڑ گیا کہ اگر وہ قبولیت مرزائیت کے بغیر فوت ہو گئے تو مرزا قادیانی کی پیش گوئی کا کیا بنے گا جیسا کہ سیرۃ المہدی حصہ سوم میں مرزا بشیر احمد قادیانی نے لکھا ہے:

میاں امام دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ مصنف عصائے موسی (منشی الہی بخش) کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسی رجوع کر لیں گے، اس پر آپ نے فرمایا ان کو مرنے دو، خدائی کلام کی تاویل ہوسکتی ہے۔

غرض منشی الہی بخشؒ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ مرزا قادیانی کے شدید مخالف اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم رکن تھے، جہاں تک مولانا بٹالویؒ کا تعلق ہے تو مولانا دلاوریؒ، رئیس قادیان میں لکھتے ہیں کہ تردید مرزائیت ان کا دن رات کا مشغلہ تھا اور مولانا اور منشی الہی بخش نے:

نہ صرف قبول مرزائیت سے اعراض کیا بلکہ مرزائیت کا بپتسمہ لینے کی بجائے الٹا اخیر وقت تک مرزائیت کے جسم پر چرکے لگاتے اور الہام صاحب کے سینہ پر مونگ دلتے رہے۔ (رئیس قادیان۔ص ۱۳۳)

۱۵ جنوری ۱۹۰۷ء کی ڈیٹ لائن کے ساتھ ملفوظات کا مرتب لکھتا ہے:

'مولوی محمد حسین کا ذکر آیا کہ وہ رجوع کیوں کر کرے گا۔ (مرزا نے) فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکل بات نہیں۔ وہ جب چاہے دل پھیر دے' (قادیانی ملفوظات جلد۹۔ص۱۶۹)۔

یعنی مرزا صاحب اپنی زندگی کے آخری مہینوں میں بھی مولانا بٹالویؒ کے مرزائی ہو جانے کے خواب دیکھتے تھے۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس پیش گوئی کا کیا حشر ہوا؟

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے آٹھ سال بعد دسمبر ۱۹۱۶ء میں سرگودھا میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کے ماموں، میر محمد اسحاق قادیانی کے مابین ایک تحریری مباحثہ ہوا۔ اس میں میر اسحاق قادیانی نے لکھا کہ:

مولوی محمد حسین صاحب فرقہ اہل حدیث کے ایڈووکیٹ اور لیڈر ہیں اور جو مرزا صاحب کا دعویٰ سن کر سب سے پہلے منکر ہوئے اور جو فتویٰ تکفیر مرزا صاحب کے بانی ہیں'۔ (مباحثہ سرگودھا۔ صفحہ ۷۸)

میر محمد اسحاق قادیانی کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک ۱۹۱۶ء میں یعنی مرزا کی موت کے آٹھ سال بعد بھی شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کی یہ حیثیت مسلمہ تھی کہ وہ بانی تکفیر مرزا ہیں اور وہی ہیں جو سب سے پہلے مرزا کا دعویٰ سن کر ان کے مخالف ہوئے تھے۔ اور اس تحریر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۱۶ء تک وہ مرزائی نہیں ہوئے تھے اور نہ انہوں نے تکفیر مرزا سے رجوع کیا تھا۔ اس کے برعکس وہ نہ صرف ایک اہل حدیث مسلمان تھے بلکہ اہل حدیث کے لیڈر بھی شمار ہوتے تھے۔

اس سے اور آگے چلیں تو ہمیں حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی گجراتی کی یہ تحریر نظر آتی ہے:

۱۹۱۹ء میں، میں نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو عریضہ روانہ کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی میری اور آپ کی زندگی میں اسلام پر فوت ہو کر آپ کے باپ کی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کریں گے کہ وہ مرزائی ہو کر مرے گا۔ جب میری یہ پیش گوئی اپنی ہر سہ قیود کے ساتھ پوری ہوئی تو میں نے اسے اہل حدیث (امرتسر) میں (اشاعت کے لیے) روانہ کیا'۔ (الجسر البلیغ صفحہ ۲۷ حاشیہ در رسائل اہل حدیث جلد ۲ صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

یہ ۱۹۲۰ء کی بات ہے جب مولانا بٹالویؒ بقول حافظ عنایت اللہ، ان کی پیش گوئی کے مطابق حالت اسلام میں فوت ہوئے۔ مرزا محمود احمد قادیانی اور اس کے اخلاف اس طرح کی باتیں تو کرتے آئے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کے 'بھائی کے سسر کا پوتا' مرزائی ہو گیا تھا۔ یا مولوی صاحب کے 'بیٹے کے سالے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماموں زاد بھائی، مرزائی ہو گیا تھا۔ لیکن آج تک کسی قادیانی لیڈر یا محقق کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہو سکی کہ خود مولانا بٹالویؒ بھی مرزائی ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کا من کل الوجوہ جھوٹا ثابت ہو جانا مولانا بٹالویؒ اور دیگر مسلمانوں کے سامنے مرزا صاحب کی ابدی ذلت کا نشان ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے حالت ایمان و اسلام میں مرنے کی شہادت وہ تعزیت نامہ بھی ہے جو انجمن اہل حدیث لاہور کی طرف سے آپ کی وفات کے موقع پر ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا تھا۔ یہ دستاویز ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

تعزیت نامہ از انجمن اہل حدیث لاہور بخدمت وارثان مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور افراد اہل حدیث اور دیگر مسلمان

نمے دانم حدیث نافرچوں است　　ہمے بینم کہ عنوانش بخون است

سچ ہے موت العالم کموت العالم۔ ایسے قحط الرجال زمانہ میں عالم بے مثل جناب مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا اہل اسلام اور خصوصاً جماعت اہل حدیث کے لئے ایسا صدمہ جانکاہ ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مولانا مرحوم جامع منقول و معقول فروع و اصول اور خاص کر فن حدیث میں بحر بیکراں تھے اور اپنی نظیر آپ تھے اور جناب شیخ الکل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان تلامذہ میں سے تھے جن پر ان کو فخر تھا۔ افسوس وہ نیک صورت جو کل ہمارے ساتھ تھی اور ہماری رہبری کا کام کرتی تھی آج ہماری نظروں سے پنہاں ہو کر جوار رحمت الٰہی میں جاگزین ہے یا واسع المغفرۃ　یا وسیع الرحمۃ اس مغفور کو اپنی رحمت اور مغفرت کے سایہ میں ڈھانپ لے۔

مولانا مرحوم نے کتاب و سنت کی جو خدمات کی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اول اول جب فارغ التحصیل ہو کر عین عالم شباب میں رونق افروز لاہور ہوئے تو بھاٹی دروازہ مسجد مسنونہ میں ترویج کتاب و اشاعت سنت میں سرگرم رہے اور بعد ازاں مسجد چینیاں نوالی میں اہل حدیث مرکز قائم کر کے وہ خدمات اسلامی انجام دیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ علیم کے ہاں ماجور ہوں گے رسالہ اشاعۃ السنہ کے ذریعے ایسی خدمات دینی انجام دیں کہ بایدوشائد مضامین میں بے بہا دریا بہا دیئے جس سے اہل علم عش عش کر اٹھے۔ بعد ازاں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا سب سے پہلے جس نے تقریر اور تحریری تردید میں قدم اٹھایا وہ مولا موصوف ہی تھے تمام ہندوستان کے علماء سے مرزا قادیانی کے حق میں فتوی لے کر مرتب کیا اور اسے دنیا بھر میں شائع کیا۔ مرزا نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھمکی دی کہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوگا لیکن ان پر ایسی گیدڑ بھبکیوں کا پشہ کے برابر بھی اثر نہ ہوا اور وہ آگے سے بڑھ کر ہمت و استقلال سے اس کی تردید میں سرگرم ہوئے۔ مولانا مرحوم کا زہد و تقویٰ اس درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا جو خاصان خدا کو حاصل ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ شب زندہ دار تھے اور اس حالت میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ یعنی عین اس حالت میں جب کہ وہ نماز تہجد پڑھ رہے تھے فالج گرا اور قیام نماز تہجد میں ہی کھڑے کھڑے بیٹھ گئے اور پھر کوئی دنیا کی بات نہیں کی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

اہل حدیث کے حق میں ناموزوں لفظ وہابی کا استعمال ترک کرانے کے لئے گورنمنٹ تک رسائی کی اور بالآخر یہ مکروہ لفظ قانوناً ناجائز قرار دلا کر ہی چھوڑا۔

الغرض جماعت اہل حدیث پر جو مولانا موصوف کے ہزارہا احسانات ہیں جن سے عمر بھر شکریہ ادا کرنے سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ قوم کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور مولانا کو اپنی رحمت میں جگہ دے ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ عاجز: عبداللہ دبیر انجمن اہل حدیث لاہور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اپریل ۱۹۲۰ء ص ۸)

اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے بھی اس موقع پر بایں الفاظ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا:

مرزا صاحب قادیانی اور مولانا بٹالوی

مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے انتقال پر قادیانی اخبارات نے جس کمینگی کا ثبوت دیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ کوئی انہیں خائب وخاسر لکھتا ہے، کوئی نامراد کہتا ہے کوئی کچھ۔ سب سے زیادہ افسوس الحکم کے اڈیٹر پر کہ وہ اصل حقیقت سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ مرزا اور مولانا مرحوم میں سے کون نامراد مرا۔ مولانا مرحوم اپنی زندگی کے تمام مراحل طے کر کے، بغیر کسی ہوس کو لئے ہوئے، صبح کے وقت تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے، فالج کے گرنے سے فوت ہو گئے۔ نہ کوئی حسرت آپ کو رہی، نہ کوئی پیش گوئی آپ کی حالتِ انتظار میں تھی، نہ کسی منکوحہ کی جدائی کا قلق تھا، تھا تو صرف یہ تھا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔ بتایئے نامرادی کیسی؟

ہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا اپنی زندگی میں تو کامیاب تھے ہی اپنی موت میں بھی کامیاب ہی ہوئے۔ وہ کیا؟ تفصیل آتی ہے۔ سب سے پہلے قادیانی اخبار الحکم کا ایک نوٹ ملاحظہ ہو۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

مولوی محمد حسین بٹالوی کی موت کی خبر میں نے فی الحقیقت رنج اور افسوس سے پڑھی۔ ہر چند وہ ہمارے سلسلہ کا دشمن اول تھا، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک زبردست عالم اور اپنے عہد وعصر کا ذی علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناظر اور اہل قلم تھا۔ مجھ کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ۱۸۹۱ء سے ملاقات تھی۔ گویا ۲۸ برس کا ایک طویل زمانہ گذرتا ہے اور اسی وقت سے وہ سلسلہ عالیہ کا مکذب ومکفر تھا۔ گویا یوں کہو کہ سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کی تاریخ میں مولوی محمد حسین کے باب کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ترتیب دیا ہے اور میں چشم دید واقعات کا گواہ ہوں۔....

اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے میں تو ہمیشہ ان کی آخری زندگی میں یہی سمجھتا تھا کہ دراصل وہ رجوع کر چکے ہیں حضرت مولوی سرور شاہ سے وہ ملاقات کرنا چاہتے تھے اور ان کو تخلیے میں گفتگو کے لئے بلا رہے تھے (تم سے تو مولانا بے تکلف تھے پھر تم کو اپنا رجوع بتانے کے لئے کیوں نہ بلایا؟ ثناء اللہ) مگر شاہ صاحب کی مصروفیتوں نے موقع نہ دیا، معلوم نہیں وہ کیا حسرتیں دل میں لے گئے ہوں گے۔

میں مولوی صاحب کا صدق دل سے خیر خواہ تھا ان کی اولاد کا بھی شفیق و ناصح تھا اور اب بھی اپنے بچھڑنے والے قدیم آشنا کے خاندان کے ساتھ ہر نیکی اور خدمت کیلئے اپنے دل میں جوش پاتا ہوں زندگی نے وفا کی اور توفیق رفیق حال ہوئی تو سوانح حضرت مسیح موعود (مرزا) میں بسط سے ذکر کرونگا ورنہ: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ (الحکم قادیان ۱۴ مارچ ۱۹۲۰ء ص ۸)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس ساری عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مولوی محمد حسینؒ صاحب مرزا قادیانی کی مخالفت میں ناکام ونامراد رہے۔ اس کے جواب میں ہم اڈیٹر الحکم ہی کا ایک نوٹ نقل کرتے ہیں جو خاص قابل قدر ہے۔ غالباً وہ تو اس کو بھولا ہوگا، لیکن لوح محفوظ میں وہ ثبت ہے۔ الحکم نے بجواب اہل حدیث ایک دفعہ لکھا:

یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ مولوی محمد حسینؒ صاحب کے رجوع کے متعلق حضرت مسیح موعود (مرزا) کی پیش گوئی ہے مگر ہم نہیں جانتے کہ وہ کس رنگ میں پوری ہوگی ہاں ہمارا ایمان ہے کہ یہ ہو کر رہے گی۔

(الحکم قادیان ۲۸۔ فروری ۱۹۰۱ء ص ۸)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین! یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مولانا بٹالویؒ کے حق میں مرزا کی پیش گوئی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مرزا کی مخالفت چھوڑ کر ان کی طرف رجوع کریں گے۔ گو الحکم کے ابوالحکم نے حسب سنت مرزائیہ اس کو گول بنانا چاہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس رنگ میں پوری ہوگی۔ لیجئے ہم بتاتے ہیں اور مرزا جی کے قو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ل سے بتاتے ہیں جس سے تم کو مفر نہ ہو سکے سنئے اور غور سے سنئے

اقلب حسین یهتدی من یظنه ۔عجیب و عند الله هین و ایسر

(اعجاز احمدی ص ۵۱) ترجمہ کردہ مرزا صاحب: کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا۔ یہ کون گمان کر سکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔

اب تو شک نہ رہا کہ اس پیش گوئی سے مراد یہی ہے کہ مولانا بٹالوی ندگی کے کسی حصہ میں مرزا صاحب پر اعتقاد کر کے اپنا ایمان درست کر لیں گے۔ بس اب سوال یہ ہے کیا ایسا ہوا؟ کہ مولانا بٹالوی نے رجوع الی المرزا کیا ہو؟ الحکم باتباع سنت مرزا نہایت صاف لفظوں میں اظہار کرتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے رجوع کر لیا تھا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

میں تو ہمیشہ ان کی آخری زندگی میں یہی سمجھتا تھا کہ دراصل وہ رجوع کر چکے ہیں۔

اس دعوی کی دلیل کیسی معقول پیش کی ہے کہ مولوی سرور شاہ سے ملنے کا خیال رکھتے تھے۔ ایسی زبردست جو کسی بڑے پروفیسر سے منقول ہے کہ زمین گول ہے کیونکہ چاول سفید ہیں۔ مجھے بھی اس تجربہ مرزائیہ کی بنا پر یہ خیال تھا کہ یہ لوگ ایسا کہیں گے اس لئے میں جب مولانا مرحوم کے جنازہ پر گیا تو آپ کے ملنے جلنے والوں سے دریافت کیا کہ مولانا مرحوم آخری وقت تک مرزا کے حق میں کیسے تھے۔ سب نے کہا مخالف۔ پھر میں نے تحریری ثبوت تلاش کیا تو وہ بھی مل گیا۔ مولانا مرحوم ایک مضمون تردید مرزا میں شائع کرنا چاہتے تھے اسی مضمون کی کاپیاں مل گئیں جو ابھی چھپی بھی نہیں۔ میں نے وہ کاپیاں اپنے قبضہ میں کر لیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کہ مرحوم آخر دم تک اسی دم خم پر رہے جس پر آپ ابتدائے مخالفت میں تھے۔ ہاں مولوی سرور شاہ سے ملنے کی خواہش والی روایت اگر صحیح ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ مولوی سرور شاہ کو خام مرزائی جان کر مرزائی مذہب کی غلطیاں بتانا چاہتے ہونگے غالباً مولوی سرور شاہ کو قرینہ معلوم ہو گیا ہوگا اسی لئے وہ ملنے نہیں گئے۔

سوال: کیا اڈیٹر الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۱ء کا اپنا پرچہ دیکھ کر ہمیں بتائے گا کہ رجوع والی پیش گوئی کیسے صادق ہوئی، اگر وہ نہ بتا سکے تو ہم ہی سے پوچھے گا تو ہم اس کو اس کا جواب سمجھا دیں گے۔ آہ!

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے   وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اپریل ۱۹۲۰ء۔ ۱۸ رجب ۱۳۳۸ھ۔ ص ۱۔۲ و ۱۱)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی آخری تحریر جس ذکر مولانا امرتسریؒ نے کیا ہے ہمارے سامنے نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، تاہم مرزا قادیانی کے دور آخر اور اس کی موت کے بعد کی چند قادیانی اور بٹالوی تحریریں ہم یہاں نقل کئے دیتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ آخر دم تک رد قادیانیت پر تحریری کام کرتے رہے۔

ذیل کی تحریر حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ کا ایک مکتوب گرامی ہے جو انہوں نے ایک ایسے شخص کو لکھا جو شاہجہان پور میں مرزائیوں کے پروپیگنڈے سے پریشان تھا۔ یہ خط شحنہ ہند میرٹھ کے ۱۹۰۳ء کے ایک شمارے میں شائع ہوا تھا، جہاں سے ہم نقل کر رہے ہیں۔

مجی سید صاحب ! السلام علیکم و رحمة الله و برکاته

۱۱ مئی (۱۹۰۳ء) کا محبت نامہ وصول ہوا۔ ۱۹۰۲ء سے میں مرزا کی ایسی ہی خبر لے رہا ہوں جیسی آگے خبر لیتا تھا۔ اور اس کو ایسا ہی گمراہ خارج از اسلام سمجھتا ہوں جیسا آگے سمجھتا تھا۔ جلد ۱۹ رسالہ اشاعة السنة کے کئی نمبروں میں اس کے ردّ میں کئی مضامین شائع کر چکا ہوں جو ۱۹۰۲۔۱۹۰۳ء میں شائع ہوئے ہیں۔ اس جلد کی قیمت تین روپیہ ہے، منگا کر ملاحظہ کریں۔ اگر قیمت نہ دے سکیں تو محصول ڈاک ۲۔ آنے، خرچ رجسٹری ۲۔ آنے، کل چار آنے کے ٹکٹ ارسال کریں۔ بعد مطالعہ وکار براری جلد مذکور اسی طور پر واپس کر دیں۔ میرا یہ خط جس کو چاہیں دکھائیں۔ مجھے کوئی لحاظ کسی مرزائی کا نہیں ہے۔ ابوسعید محمد حسین بٹالوی مہتمم اشاعة السنة

(شحنہ ہند میرٹھ۔ ضمیمہ ۲۴ جولائی۔ یکم اگست ۱۹۰۳ء۔ ص ۶۔۷)

براہین احمدیہ جلد پنجم مرزا قادیانی کی موت کے بعد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے مرزا قادیانی کا نثری خطاب تو صفحہ ۲۶۴ سے شروع ہوتا ہے، اور صفحہ ۳۱۵ سے ۳۳۵ عربی نظم لکھی ہے جس کے چند اشعار یوں ہیں:

و لو لا ثلا ث فیك تغلی لجئتنی　　　فمنهن جهل ثم كبر مثوّر

اور اگر تین خصلتیں تجھ میں جوش نہ مارتیں تو تو میری طرف آجاتا۔ ان میں سے ایک تو جہالت ہے اور دوسری تکبر جو جوش مار رہا ہے۔

و آخر اخلاقٍ یبیدك سمّها　　　هو الخوف من قومٍ بحمقٍ تنفّروا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تیسرا اخلق جسکی زہر تجھ کو ہلاک کر رہی ہے وہ اس قوم سے خوف ہے جو بوجہ اپنی حماقت کے نفرت کرتے ہیں

فا یّ غبی انت یا ابن تصلّفٍ　　　ترٰی ثمراتی کلّھا ثمّ تقصر

پس اے لاف وگزاف کے بیٹے! تو کیسا غبی ہے کہ میرے تمام پھلوں کو تو دیکھتا ہے اور پھر کوتاہی کرتا ہے۔

سیھدیك ربیّ بعد غیٍ و شقوۃٍ　　　و ذلك من وحیی اتانی فا خبر

عنقریب خدا تجھے گمراہی کے بعد ہدایت دیگا۔ اور یہ مجھے خدا تعالی کی وحی سے معلوم ہوا ہے پس میں خبر کرتا ہوں

و نحن علمنا المنتھی من ولیّنا　　　فقرّت به عینی و کنت اذکّر

اور تیرا انجام کام مجھے اپنے دوست خدا تعالی سے معلوم ہوا۔ پس اس سے میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچی اور میں یاد دلاتا رہا

وو اللّٰہ لا انسی زمان تعلّق　　　و لیس فؤادی مثل ارضٍ تحجّر

اور بخدا میں تعلق کے زمانہ کو بھولتا نہیں۔ اور میرا دل ایسا نہیں جیسا کہ زمین پتھریلی ہوتی ہے۔

اری غیظ نفسی لا ثبات لغلیه ۔ لموج من الرّجا فیعلوا و یحدر

اور میں اپنے غصہ کو دیکھتا ہوں کہ اسکو کچھ ثبات نہیں وہ دریا کی اس موج کیطرح ہے جو ایک دم میں چڑھتی اور اترتی ہے

و ان قلت مرّاً فی کلام لطا لما　　　رأیت اذیً منکم و قلبی مکسّر

اور اگر میں نے کسی کلام میں کچھ تلخ کہا ہے، تو میں ایک زمانہ دراز سے تم سے دکھ اٹھاتا رہا اور میرا دل چور چور ہے۔

و ما جئتکم الّا من اللہ ذی العلی ۔ و ما قلت الّا کلما کنت او مر

اور میں خدا تعالی کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے وہی کہا ہے جو خدا نے فرمایا ہے

فانّا کتبنا فی البرا ھین کله　　　امور علیھا کنت من قبل تعژر

پس ہم نے یہ سب الہامات براہین احمدیہ میں لکھ دیئے ہیں یہ وہ امور ہیں جن پر تو پہلے سے اطلاع رکھتا ہے۔

و ان کنت ازمعت النضال تھوّراً۔ فنأتی کما یأتی لصید غضنفر

اور اگر تو نے لڑنے کا ہی قصد کر لیا ہے تو ہم اس طرح آئیں گے جیسا کہ شکار کے لئے شیر آتا ہے۔

و انت تظنّ بی الظنون تغیظاً　　　و انّی بریء من امورٍ تصوّر

اور تو اپنے غصہ سے کئی بدگمانیاں مجھ پر کرتا ہے اور میں ان باتوں سے پاک ہوں جو تیرے تصور میں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزلت بحرّ الداردار مھیمن و تاللہ انك لا ترانی و تھذر

میں اپنے خدا کے گھر کی وسط میں داخل ہوں۔ اور بخدا تو مجھے دیکھتا نہیں اور یونہی بکواس کرتا ہے۔

انا اللیث لا اخشی الحمیر و صوتھم و کیف و ھم صدی و للصید ازءر

میں شیر ہوں اور گدھوں کی آواز سے نہیں ڈرتا اور کیونکر ڈروں وہ تو میرے شکار ہیں اور شکار کیلئے میں نعرے مارتا ہوں

تبصر و انّ العمر لیس بدائم۔ کلانا و ان طال الزمان سیندر

آنکھ کھول کہ عمر ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اور ہر ایک ہم میں سے اگر چہ زمانہ لمبا ہو جائے ایک دن مر جائے گا

فان کنت جوعان الھدی فتحرّنا الا اننا نقری الضیوف و ننحر

پس اگر تو ہدایت کا بھوکا ہے تو ہماری طرف قصد کر ہم مہمانوں کی دعوت کرتے ہیں اور ان کیلئے ذبح کرتے ہیں

اثرت غباراً للاناس لیحسبوا وجودی مضلاً للوری و لیکفروا

تو نے لوگوں کے لئے ایک غبار اٹھایا، تا میرے وجود کو گمراہ کرنے والا خیال کریں اور منکر ہو جائیں۔

ابتغی بمکرك ذلّتی و ھلاکتی فذلك قصد لست فیه مظفّر

کیا تو اپنے مکر کے ساتھ میری ذلت اور ہلاکت چاہتا ہے۔ پس یہ وہ قصد ہے جس میں تو کامیاب نہیں ہوگا۔

فدع ایأھا المجنون جھداً مضیّعاً کمثلی نخیل باسق لا یبعکر

پس اے دیوانے اس بے ہودہ کوشش کو جانے دے۔ میرے جیسی بلند کھجور کاٹی نہیں جائے گی۔

یسبّ و ما ادری علی ما تسبّنی أتطلب ثاراً ثار جدٍّ مدّمر

تو مجھے گالیاں دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں دیتا ہے کیا میں نے تیری کسی جد کا خون کیا ہے جس کا پاداش تو لینا چاہتا ہے۔

و انت الذی قلّبت کل جریمةٍ علیّ کانّی شرّ ناسٍ و افجر

اور تو تو وہ ہے جس نے تمام جرائم میرے پر الٹا دیئے گویا میں بدترین مخلوقات اور سب سے زیادہ بدکار ہوں

اغرّتك دنیاك الدنیّة زینةً۔ حذارِ من الموت الذی ھو یبدر

کیا تیری ذلیل دنیا نے تجھے مغرور کر دیا۔ اس موت سے ڈر جو یک دفعہ تیرے پر وارد ہوگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وما كنت فى ايذاء نفسى مقصّرا ۔ تمنّيت عند جدار نا لو تسوّر

اورتو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ۔تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جست کر کے چلا جاوے۔

و ان كنت تز رينا فنبغى لك الهدى ۔ صبر نا و ان تغرى العداء او تهتّر

اور اگر تو ہماری عیب جوئی کرتا ہے تو ہم تیرے لئے ہدایت چاہتے ہیں ۔اور ہم صبر کرتے ہیں اگر چہ تو دشمنوں کو ہم پر اکساوے یا ہماری بے آبروئی کرے۔

تر يد هوا نى كل يومٍ و ليلةٍ و تبغى لو جهٍ مشر قٍ لو يغبّر

ہر ایک دن اور رات تو میری ذلت چاہتا ہے اور روشن منہ کے لئے تو چاہتا ہے کہ وہ غبار آلودہ ہو جائے

و ما كنت فى ايذاء نفسى مقصّراً تمنّيت عند جدار نا لو تسوّر

اورتو نے میرے ایذاء دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ۔تو نے میری دیوار کے پاس تمنا کی کہ تو دیوار سے جست لگا کر چلا جاوے۔

و و اللّٰه ان اجعل عليك مسلّطاً فانّ يدى عمّا يجا زيك تقصر

اور بخدا اگر میں تیرے پر مسلط کیا جاؤں تو میرا ہاتھ تجھے سزا دینے سے قاصر رہے گا۔

ا تتنى امورمنك قد شقّ و قعها علىّ و لا كا لسيف بل بهى ا بهر

بعض باتیں تیری میرے تک پہنچی ہیں جو میرے پر بہت گراں گذریں ۔نہ تلوار کی طرح، بلکہ کاٹنے میں اس سے بھی زیادہ۔

و ان كنت تشتكى فى مقا لةٍ فما هو ا لّا دو ن سيفً تشهّر

اور اگر تو مجھ سے کسی کلام کے بارے میں رنجیدہ ہے تو وہ اس تلوار سے کمتر ہے جو تو کھینچ رہا ہے۔

فلا تجز عن من كلمةٍ قلت ضعفها و انّك للايذاء با لسو ء تجهر

پس ایسے کلمہ سے جزع مت کر جو اس سے دو چند تو کہہ چکا ہے۔اور تو ایذا کے لئے کھلے کھلے طور پر ستا تا ہے

ولا تبغ حر زا ت النفوس و هتكهم۔ و هل انت الا دودة يا مز وِّر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تو برگزیدہ انسانوں کی موت اور ہتک کا خواہاں نہ بن۔ اور تو کیا چیز ہے صرف ایک کیڑا۔ اے دروغ آراستہ کرنے والے۔

حسین د فاہ القو م فی دشت کر بلا　　　　و کلّمنی ظلماً حسین آ خر

ایک حسین وہ تھا جسکو دشمنوں نے کربلا میں قتل کیا اور ایک وہ حسین ہے جس نے مجھ کو محض ظلم سے مجروح کیا۔

ایا را شقی قد کنت تمد ح منطقی　و تثنی علیّ بالفةٍ و تو قّر

اے میرے پر تیر چلانے والے ایک زمانہ وہ تھا جو تو میری باتوں کی تعریف کرتا تھا اور محبت کے ساتھ میری تعریف کرتا تھا اور میری عزت کرتا تھا

و للہ درّك حین قرّطت مخلصاً　　　کتا بی و صر ت لکل ضا لٍ مخفر

اور تو نے کیا خوب میری کتاب براہین کا اخلاص سے ریویو لکھا تھا اور ہر ایک گمراہ کے لئے رہنما ہو گیا تھا

قطعت وداداً قد غر سناہ فی الصبا ۔ و لیس فؤا دی فی الوا د یقصّر

تو نے اس دوستی کو کاٹ دیا جسکا درخت ہم نے ایام کودگی میں لگایا تھا مگر میرے دل نے دوستی میں کوئی کوتاہی نہیں۔

مرزا قادیانی کے ان عربی اشعار اور ان کے اردو ترجمہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی رح تردید قادیانیت میں لکھنا بند کر دے گا، اور مرزائی ہو جائے گا، وغیرہ وغیرہ، پوری نہیں ہوئی بلکہ مولانا بٹالوی رح بدستور سابق قادیانیت کے بخیے ادھیڑتے رہے۔

ذیل کی تحریر حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رح کا ایک مکتوب مفتوح ہے جو آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے مئی ۱۹۰۷ء میں رقم فرمایا تھا۔ اس میں آپ نے مرزا قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ طاعون پر بحث کی ہے، اور اس کی کتاب حقیقۃ الوحی اور اس کے آخری فیصلہ بحق مولانا ثناءاللہ و ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیالوی پر ریویو کیا ہے۔ نیز استفسار مشتہرہ الحکم مورخہ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء و اعلان مندرجہ الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۷ء متعلقہ طاعون کا جواب دیا ہے۔ (یہ مکتوب اشاعۃ السنہ جلد ۲۱ صفحات ۳۵۷-۳۸۴ سے نقل کیا جا رہا ہے)

اس مکتوب کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا ایک استفسار ان کے اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا، تو اس کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالوی رح نے ایک خط ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام احمد قادیانی کو بذریعہ ڈاک ارسال کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ نے جو ۳۰۔اپریل کے الحکم میں ایک یہ اصول بیان کیا ہے کہ:

جیسے بادشاہوں کی رسم ہے کہ جب ان کا غصہ کسی شہر پر نازل ہوتا اور اس میں قتل عام کا حکم دیا جاتا ہے تو جس شخص کو سلطنت سے کوئی خاص تعلق ہوتا ہے اس کی جان وعیال واطفال کی نسبت شاہی فرمان جاری ہوتا ہے کہ ان پر کوئی سپاہی حملہ نہ کرے۔ ویسے ہی خدا تعالی کی عادت ہے کہ جب زمین پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے تو جس شخص کو خدا تعالی سے خاص تعلق ہوتا ہے اس کی نسبت ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس گھر کے محافظ رہیں (یہ غلط ہے۔ جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے تو خدا کے مقبولوں اور صالحین کو بھی وہ عذاب دنیاوی شامل ہوتا ہے۔ پھر آخرت میں صالحین کا حشر ان کی نیت کے مطابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیکھو مشکوۃ میں متفق علیہ حدیث، اور جن کو اس عذاب دنیاوی سے خدا تعالی کو بچانا منظور ہوتا ہے ان کو خدا تعالی اس قوم اور ان کی بستیوں سے نکل جانے کا حکم دیتا ہے جیسے حضرت لوط کو حکم ہوا تھا۔ دیکھو سورہ حجر۔ ع ۵۔ محمد حسین)۔ پھر اس کے بعد یہ کہا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جب طاعون دنیا پر نازل ہوئی تو اس کے ابتدائی زمانہ میں مجھے (قادیانی کو) الہام ہوا کہ انی احا فظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک شخص کو، جو اس گھر کی چاردیواری میں ہے، طاعون سے بچاؤں گا۔ چنانچہ قریباً گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہے جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت تک لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہو کر مر گئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں اگر ایک کتا بھی داخل ہوا تو طاعون سے محفوظ رہا۔

پھر اس کے بعد (مرزا قادیانی نے) استفسار کیا ہے کہ: یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے۔ چاہیے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی اس بات کا جواب دیں۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ) اس کے جواب میں چونکہ آپ نے اپنے مخالف مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور اس خاکسار (محمد حسین) کو اپنے مخالفین کا سرگروہ کہا ہوا ہے، لہذا میں اس استفسار کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اس میں جو کچھ آپ نے کہا ہے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط ہے۔ اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ آپکا کوئی پیرو جو آپ کی چاردیواری میں تھا، طاعون سے ہلاک نہیں ہوا۔ اور چاردیواری کی تشریح اپنی کشتی نوح صفحہ ۱۰ سطر ۶ وغیرہ میں روحانی چاردیواری سے کی اور یہ بات کہی ہوئی ہے:

اس جگہ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود وباش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں بلکہ وہ بھی لوگ بھی ہیں جو میری پوری پیروی کرتے ہیں اور میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔

اس تشریح کے مطابق اور نیز اس تعمیم اور فضل ورحم عمیم کے رو سے (جو ایک رہگذر رکھتے، آپکے گھر میں داخل ہونے والے کو، بھی شامل ہے) اس پیش گوئی کا راست ہونا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپکے پیروان (مریدوں) سے ادنی سے ادنی کتے کا درجہ رکھنے والا بھی شکار طاعون نہ ہوتا۔ حالانکہ آپ کے بڑے بڑے مشنری (آپ کی رسالت کی تبلیغ کرنیوالے اور آپ کے مذہب کو دنیا میں پھیلانے والے) اور دارالامان قادیان کے مہاجر (اپنے وطن کو چھوڑ کر وہاں ڈیرے جمانیوالے) شکار طاعون ہو چکے ہیں، جن کی تعداد بہت ہے۔ مگر ہم سردست تین شخصوں کے، جو سینکڑوں مرزائی اشخاص کے لیڈر تھے، نام پیش کرتے ہیں۔ اول مولوی برہان الدین جہلمی جو مرزائیان علاقہ جہلم اور اس کے اطراف کا پیشوا تھا۔ دوم مولوی جمال الدین بافندہ ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پنجاب، پاکستان) جو اس علاقہ کے مرزائیوں کا پیشوا تھا۔ سوم محمد افضل سابق اڈیٹر البدر جو آپ کے مذہب کی خدمت اور اخبار کے ذریعہ دنیا میں اسکی اشاعت کرنے میں آپ کے ان اصحاب کبار اور نائبان ذوی الاقتدار سے تھا جنکے ذریعہ آپ کے مذہب کو دنیا میں رواج ہوا ہے اور وہ خاص دارالامان قادیان کی چاردیواری ظاہری وخاکی میں ڈیرہ جمانے کا شرف بھی حاصل کر چکا تھا (انکے علاوہ لاہور میں حکیم فضل الٰہی، مرزا غلام احمد کا گویا ایجنٹ تھا اور اس کا گھر مرزائیوں کا ہیڈکوارٹر یا ہوٹل تھا۔ وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ اور بڑی سختی وعذاب سے مرا۔ محمد حسین)۔ ان کی نسبت میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ لوگ آپ کی پیروی میں اس رہگذر رکھتے (جو اتفاقاً آپ کے گھر داخل ہو جائے) کے برابر بھی نہ تھے کہ وہ طاعون کا شکار ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے فرشتے ان کو طاعون سے بچا کر اس حکم الٰہی کے کہ: اس گھر کے محافظ رہو۔، کاربند نہ ہوئے۔

اس سوال کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ لوگ طاعون سے ہلاک نہیں ہوئے تو اگرچہ اس جواب کو وہ لوگ جو آپ کی کورانہ تقلید اور اندھا دھند مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنا دین وایمان وعقل سب کچھ فروخت کر کے: اگر یابم خریدارے، فروشم دین وایماں را، کا مصداق ہو گئے۔ یا وہ لوگ جو دل سے تو آپ کے معتقد نہیں مگر روٹیوں کی خاطر آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر مصداق: ایں شکل برائے اکل۔، ہو رہے ہیں اور وہ غریب آدمی ہونے کے بعد صدہا روپیہ کے مالک بن گئے ہیں، مان جائیں گے۔ ولیکن جن لوگوں کو آپ سے اس قسم کے تعلقات نہیں وہ اصل واقعات وفات ان تینوں حواریوں سے بخوبی واقف ہیں، یا نیوٹرل (غیر طرفدار)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقامی اشخاص کی شہادت سے واقف ہو سکتے ہیں، وہ اس جواب کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ بلکہ دام افتادہ مریدو ں میں سے بھی جو صرف دھوکہ میں آ کر آپ کی مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ خاص دارالامان قادیان میں رہتے ہیں اور محمد افضل کی طاعونی موت سے واقف ہیں اور برہان جہلمی اور جمال سید والوی کی کیفیت موت طاعون، جہلم و سید والہ پہنچ کر معلوم کر سکتے ہیں، بھی اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے اور اگر کچھ فہم وحس رکھتے ہوں گے تو آپ کی تقلید و مریدی کے پھندے سے نکل جائیں گے۔

اور اگر آپ اس سوال کا یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ میرے مریدوں میں سے مبتلاء طاعون ہوئے ہیں وہ میرے پورے پیرو نہ تھے اور انہیں میں سے یہ تینوں یا ایک محمد افضل حواری بھی تھا، خدا تعالی نے مجھے ان کے پورے پیرو ہونے اور کامل الایمان ہونے سے مطلع نہیں کیا (چنانچہ یہ بات ایک آرگن میں آپ نے اپنی طرف سے چھپوا دی ہے) اور ان کی نسبت آپ یہ کہدیں گے کہ وہ لوگ اگرچہ میری خاکی چار دیواری میں کتے کی طرح کبھی کبھی داخل ہوتے تھے مگر وہ میری روحانی چار دیواری میں داخل نہ ہوئے تھے، تو اس جواب کو کوئی اہل بصیرت، صاحب فہم وانصاف تسلیم نہ کرے گا اور اس پر تعجب سے ایک یہ سوال کرے گا کہ ایک رہ گذر کتا (جو اتفاق سے آپ کے گھر میں داخل ہو جائے) صرف اس وجہ سے کہ وہ آپ کے دارالامان کی خاکی چار دیواری میں داخل ہو گیا تھا اس طاعون سے بچ جاوے اور ایک مہاجر دارالامان اڈیٹر البدر اور دو آپ کے مشنری وواعظ (برہان وجمال) باوجود یکہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ آپ کے مشن میں صرف کر چکے تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ ہنوز پورے پیرو نہ تھے، کچے رہے تھے، طاعون کا شکار ہو گئے۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرا یہ سوال کہ جب تک آپ پورے پیرو ہونے کا کوئی معیار مقرر نہ کریں گے جس سے سچے اور جھوٹے اور مخلص ومنافق کی تمیز ہو سکے اس پیش گوئی کو اپنی صداقت کا نشان اور اپنے دعوی کی برہان کیوں کر بنا سکتے ہیں؟

ایسا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ ہر شخص کی نسبت، گو وہ آپ کے گرم جوش مریدوں اور جانثاروں سے ہوگا، جب وہ طاعون سے مرے گا، یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میرا پورا پیرو نہ تھا اور خدا تعالی نے مجھے اسکے اخلاص وایمان سے مطلع نہ کیا تھا۔ مثلاً اگر حکیم امت مرزائیہ نور دین خلیفہ اول، یا آپ کے مدینہ علم لدنی کے دروازہ اور آپکے وکیل بالخصومۃ مولوی محمد احسن خلیفہ دوم یا آپکے حامی جانثار اپنی خاندانی ریاست کو آپ پر قربان کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے خان محمد علی خان خلیفہ سوم، یا آپ کے خلیفہ چہارم عبدالکریم متوفی (جو طاعون سے بڑھ کر کاربنکل کے زخموں سے ہلاک ہوئے) کے دو قائم مقام اڈیٹران الحکم والبدر طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے تو آپ ان کی نسبت بھی بڑی دلیری سے یہ کہہ دیں گے کہ یہ سب کے سب منافق تھے، دل سے میرے پورے پیرو نہ تھے۔ اور اس عذر و حیلہ سے آپ کسی مخلص و صادق مرید کے طاعون سے فوت ہو جانے سے بھی اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں گے۔ خاکسار نے ان باتوں کے آپ کی طرف سے پیش ہونے کی پیش گوئی اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۸ وصفحہ ۳۸ میں کر دی ہوئی ہے۔ لہذا اب مناسب نہیں کہ آپ میرے دوسرے سوال کے جواب میں یہ بات کہیں۔ بلکہ مناسب ہے کہ پوری پیروی کا معیار ایسا مقرر کر دیں جس پر یہ سوال وارد نہ ہو۔ اس خط کا جواب ایک ہفتہ تک نہ آیا تو اس خط کو شائع کیا جائے گا۔

اس خط کا جواب ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن (deputation) کے ذریعہ (محمد حسین بٹالوی کو) موصول ہوا جس کا خلاصہ اسی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا:

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ بعد دعوات مخلصانہ۔

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ جیسے اہل علم وفراست سے اگرچہ ایسا اعتراض بعید ہے، مگر پھر بھی سوچتا ہوں کہ یہ مقتضائے بشریت ہے اور میں اپنی نسبت بھی تجربہ رکھتا ہوں کہ جب تک ایک امر پر میرا علم محیط نہ ہو جائے اور جیسا کہ شرط ہے وسعت معلومات نہ ہو جائے تب تک ممکن ہے کہ ایک رائے ظاہر کرنے میں غلطی کروں بجز اس حالت کے کہ خدا تعالی اپنے الہام خاص سے مجھے غلطی سے بچا لے۔ عزیز من! خدا تعالی نے جو مجھے میرے خاص رفیقوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہنے کی خبر دی ہے وہ یہ الفاظ ہیں: ان الذین آمنوا و لم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئك لھم الامن و ھم مھتدون (آپ کے الہام میں ان کا لفظ ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ الہام نازل ہوا ہے تو اس میں الذین ہے۔ مرزا صاحب نے یہ الہام قرآن سے چرایا تو سہی مگر لفظ قرآن کو بدل دیا۔ سچے عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے۔ محمد حسین) پس جو لوگ خدا کے علم میں ایسے ہیں بے شک وہ ان کو بچائے گا، غرض یہ پیش گوئی مشروط بشرط ہے اور اس بحث میں پڑنا گویا متشابہات میں دخل دینا ہے۔ رہی یہ پیشگوئی کہ انی احافظ کل من فی الدار اس میں کوئی شرط نہیں اور گیارہ سال سے اسکی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی تکذیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں، انسان کا افتراء ہے اور یہ کہے کہ میں بھی دعوی کرتا ہوں کہ میں آئندہ سال معہ جمیع من فی الدار کے طاعون سے محفوظ رہوں گا تو وہ ہرگز محفوظ نہ رہے گا۔اب معاف فرماویں آپ کے خط کا جواب اتنا لکھنا پڑا۔خاکسار غلام احمد

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ) اور اس خط کے ساتھ ایک کتاب حقیقۃ الوحی بھی (مرزا صاحب نے) بھیجی جس کا قادیانی اخباروں میں بڑا ذکر و چرچا ہو رہا ہے۔اس خط کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے یہ کھلی چٹھی لکھی ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

بٹالہ ۲۸ مئی ۱۹۰۷ء۔مائی اولڈ فرینڈ کرشن آف قادیان:......

ا۔آپ کا خط ۲۲ مئی کو ایک ڈیپوٹیشن (وفد) کے ذریعہ جس کے پریسیڈنٹ مولوی محمد احسن امروہی تھے، اور وہی کتاب حقیقۃ الوحی لے کر آئے تھے، پہنچا جس کا خلاصہ اوپر منقول ہو چکا ہے۔اس خط کو میں نے دیکھا اور کتاب حقیقۃ الوحی کو بھی میں نے دو دن لگا کر اپنے رسالہ کا کام چھوڑ کر غور سے پڑھا۔اس سے پہلے آپ کا آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ الحکم ۱۷۔اپریل ۱۹۰۷ء بھی پڑھا۔اور اس کے بعد وہ فیصلہ، اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان، ایک مستقل تحریر میں جو آپ کی بنگلوری پارٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے دیکھا، اور اس سے پہلے فیصلہ بحق ڈاکٹر ریویو ماہ اگست ۱۹۰۶ء میں دیکھا تھا۔مگر افسوس سے کہا جاتا ہے کہ میرے خط ۱۷ (۱۹۰۷ء) مئی کا جواب نہ آپ کے اس خط (۲۲ مئی) میں ہے، نہ کتاب حقیقۃ الوحی میں، نہ ان فیصلہ جات میں، بلکہ آپ کے اس خط نے میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے۔

پہلی پیش گوئی کے الفاظ اور اس کی شرح سے آپ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ وہ لوگ جو میرے خاص رفیقوں سے طاعون سے فوت ہو گئے ہیں یا آئندہ فوت ہو جائیں گے، وہ طاعون سے کیوں فوت ہوئے ہیں؟ اور مجھے علم نہیں کہ کون شخص میرے مریدوں سے اس پیش گوئی کی شرط: عدم ظلم، کے مطابق اس طاعون سے بچے گا؟ کیونکہ اس پیش گوئی کی اس شرط کو کہ: جو لوگ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملاویں گے وہی اس طاعون سے بچیں گے۔

خدا تعالی ہی جانتا ہے کہ یہ شرط کس شخص میں میرے خاص رفیقوں میں سے پائی جاتی ہے، جو ایسا ہوگا وہی بچے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا۔ میں نہیں جانتا کہ کون ایسا ہوں۔ اور کون بچے گا؟ اور وہ لوگ جو مبتلاء طاعون ہو گئے کیوں نہ بچے؟.

اور یہی جواب بعینہ میرے اعتراض کا محل تھا کہ پوری پیروی کا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ اپنے خلفا اربعہ کے طاعون سے فوت ہو جانے پر بھی عذر کر کے اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں، عبارت خط اول خاکسار اور اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کا صفحہ ۱۸ و ۳۸ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

اس اعتراض کے علاوہ اس سے بھی بڑھ کر اس تشریح و عذر پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ باوجود اظہار اعتراف اس امر کے کہ پہلی پیش گوئی متشابہات سے ہے، اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنی تائید و تصدیق کے لئے کیوں پیش کیا؟ کیا کبھی کسی سچے ملہم یا نبی نے آیات متشابہات کو اپنے منکروں اور مخالفوں کے سامنے اپنی تائید و تصدیق کے لئے پیش کیا ہے؟ اور آپ کم سے کم کوئی ایک ہی مثال اس کی پیش کر سکتے ہیں؟

اس باب میں قرآن مجید کا تو یہ فیصلہ ہے کہ آیات متشابہات تو صرف مومنوں کے ایمان و تسلیم کی نظر سے نازل کی گئی ہیں جو متشابہات کو سن کر کہتے ہیں آمنا به كل من عند ربنا (شروع سورہ آل عمران ملاحظہ ہو) ۔لہذا آپ کا اس پیش گوئی کو متشابہات سے قرار دینا اور پھر اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنے دعوی الہام کے ثبوت کے لئے پیش کرنا کیونکر جائز و مناسب ہو سکتا ہے۔ اور یہ کیوں افسوس کا محل نہ ہو۔ آپ تو بزعم خود و بحسب اعتراف خویش درسی علم نہیں رکھتے، صرف لدنی علم کے مدعی ہیں۔ زیادہ تر افسوس مولوی محمد احسن و حکیم نورالدین پر ہے کہ وہ کسی قدر ظاہری و درسی علم بھی رکھتے ہیں اور پھر آپ کی بے سر و پا باتوں کو مان کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ پچھلا لکھا پڑھا سب بھول گئے اور: جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے سو وہ ایک دم میں بھلا دیا، کے مصداق بن گئے ہیں۔ یہ خط میرے پاس مولوی محمد احسن صاحب خود لائے اور پھر وہ آپ کو نہ کہہ سکے کہ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے اشتہار متعلق طاعون فروری ۱۸۹۸ء (جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۱۹ میں منقول ہے) میں اس پیش گوئی میں یہ شرط: عدم ظلم ، مذکور نہیں۔ بلکہ اسکے برخلاف آوی القریۃ کہہ کر تمام گاؤں کو جو چوہڑے، چمار، ہندو، آریہ وغیرہ ظالمین ساکنین گاؤں کو بھی شامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، بچانے کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اور دوسرے اشتہار ۲۲۔ اپریل ۱۸۹۸ء (جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۳ میں) اور تیسرے اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء میں بھی اس شرط کا نام ونشان نہیں۔ بلکہ تیسرے اشتہار میں دس لاکھ کی آبادی والے شہر کو بچانے کا وعدہ کیا ہے جو یقیناً ہندوؤں وغیرہ ظالموں کو شامل ہے، مرزائی پارٹی کے مخلصوں سے مخصوص نہیں کیونکہ ان کی تعداد ہنوز دس لاکھ کو نہیں پہنچی۔

اور چوتھے اشتہار میں (جو صفحہ ۴۳ جلد ۲۰ ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں شائع ہوا ہے) نیز اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔

اور پانچویں اشتہار (رسالہ دافع البلاء مصنفہ مرزا قادیانی) میں (جو صفحہ ۴۸ جلد ۲۰ ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں منقول ہے) تو آپ نے اس کے برخلاف ایسی توسیع کر دی کہ تمام موضع قادیان کو صرف اپنے وجود کا تخت گاہ ہونیکے سبب طاعون سے ایسا پاک ومحفوظ قرار دیا ہے کہ باہر سے طاعون زدہ آنے والے اشخاص کو بھی اس قادیان نے طاعون سے بچالیا ہے۔ کیونکہ وہ قادیان خدا کے رسول (مرزا) کا تخت گاہ تھا۔

(شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں): الغرض چار برس تک یہ پیشگوئی بغیر قید شرط مذکور شائع ہوتی رہی۔ پھر جب خاص قادیان میں طاعون واقع ہونے سے یہ پیش گوئی جھوٹی ہونے لگی۔ تب پانچویں سال ۱۹۰۲ء پہلے تو آپ نے رسالہ دافع البلاء میں اس جھوٹ کو سچ بنانے کیلئے یہ بات بنائی اور اس پیش گوئی میں یہ قید لگائی کہ قادیان میں طاعون آئے گا تو وہ جارف یعنی جھاڑو دینے والا اور کتوں کی طرح مارنے اور بربادی و بالکل تباہی والا نہ ہوگا۔

پھر اس بات کی نسبت آپ کو یہ سوجھی کہ چار برس سے اصل پیش گوئی کے بعد پانچویں سال ایسی قید لگانا صریح بناوٹ اور ہنسی کا محل ہوگا تو پھر اس سے چھٹے مہینے آپ کی چھٹی تحریر (کشتی نوح مصنفہ قادیانی) شائع ہوئی۔ تو اس میں آپ نے اس پیش گوئی میں کامل پیروی اور تقوی... کی قید لگادی۔ اور اس پیش گوئی کی یہ تفسیر کی کہ: تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا وہ مکمل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔، اس وقت آپ کو یہ عربی الہام نہ سوجھا اور نہ کشتی نوح میں درج ہوا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں آپ کی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن (مصنفہ مرزا قادیانی) شائع ہوا، تو اس وقت بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے ملہم کو یہ الہام عربی یاد نہ آیا اور نہ وہ اس رسالہ میں درج ہوا۔ اور جب دس برس تک اس الہام کا آپ کی تحریرات متعلقہ پیش گوئی طاعون میں نام ونشان نہ پایا گیا، بلکہ برخلاف اسکے، اس پیش گوئی میں چار برس تک اطلاق عموم چلا آیا۔ پانچویں برس قیدیں لگانا شروع ہوا۔

دوسری پیش گوئی کو تو آپ کھلے الفاظ میں غیر مشروط بشرط بتا چکے ہیں جس کی وجہ سے ایک کتا آپ کے گھر میں داخل ہونے والا طاعون سے بچ سکتا ہے۔ اس تعمیم نے بھی میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے کہ کتا تو صرف آپ کے گھر میں اتفاقاً داخل ہونے سے بچ گیا، برہان الدین جہلمی اور جمال سیدوالی جو اس مقدس گھر میں بارہا داخل ہو کر اس بیت کے مصداق بن چکے تھے:

سگ درگاہ مرزا شو چو خواہی قرب یزدانی کہ برشیراں شرف دارد سگ ایں درگاہ خاقانی

اور خاص اڈیٹر البدر (افضل) جو اس گھر کا حضوری کتا تھا اور بحکم مثل مشہور: سگ حضوری بہ از برادر دوری، ہزاروں بلکہ لاکھوں آفاقی (بیرون جات کے) مرزائیوں سے افضل، گویا اسم با مسمی تھا۔ وبہ تسلیم واعتراف خلیفہ ثانی مولوی محمد احسن پریذیڈنٹ ڈیپوٹیشن حامل کتاب آسمانی (حقیقۃ الوحی) اسی طاعون سے وہ ہلاک ہوا ہے، اس طاعون سے نہ بچ سکا۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آپ کے بلاغرض وطمع دنیاوی معتقد اس پر یہ شعر نہ پڑھیں گے:

حسن زبصرہ بلال از حبش صہیب از روم زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

میرے اعتراض خط اول کو تو آپ نے اپنے جواب سے ان وجوہات کی شہادتوں سے پختہ کیا۔ اس خط کے اخیر میں جو آپ نے کہا ہے (گویا میرے اعتراض کا دوسرا جواب دیا ہے) کہ جو شخص ان پیش گوئیوں کو جھوٹا کہے اور انسانی افتراء قرار دے، وہ بھی ایسی پیشگوئی کرے کہ میں آئندہ سال مع جمیع من فی الدار طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اس چیلنج میں آپ نے مجھے شامل کر لیا ہے، گو اخیر میں اس پر معافی چاہی اور اس پر عذر بھی کر دیا۔ یہ آپ کا پرانا ہتھیار اور وہ ہتھکنڈا ہے جس سے آپ نے ہزاروں سادہ لوح اور حمقاء مخلوق خدا کو دام میں پھنسا رکھا ہے۔ اس ہتھکنڈے کا جواب آپ کو ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ ہیں، ایک بات کا جواب بارہا سن کر اس کا اعادہ کر دیتے ہیں۔ لیجئے آپ کی خاطر اور آپ کے دام سے لوگوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھڑانے کی غرض سے پھر کہا جاتا ہے۔

یہ بات آپ ان لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جو آپ کے مقابلہ میں الہام کے مدعی ہوں اور وہ بالمقابلہ آپ کے حق میں پیش گوئیاں کر چکے ہوں۔ جو لوگ بجز انبیاء علیھم السلام کسی کے الہام کو نہیں مانتے اور اس کو حجت شرعی نہیں جانتے اور خود الہام کے مدعی نہیں ہیں ان کے مقابلہ میں یہ بات کہنا دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے۔ اور یہ کام راست باز اور صادق ملہموں کا نہیں ہے۔ ملہم کجا، کسی ادنی عقل مند صاحب حیا و شرم کا یہ کام نہیں کہ جس امر کا کوئی منکر ہو اسی امر میں اس سے معارضہ بالمثل کا مطالبہ کرے۔ مثلاً ایک شخص کیمیا گری کا منکر ہے اس کو کوئی عقل مند صاحب حیا کیمیا گر اپنی کیمیا گری کے ثبوت کے لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر تم میرے کیمیا گر ہونے کو نہیں مانتے تو تم کیمیا بنا کر دکھا دو۔

ایسا ہی وہ شخص جو خود الہام کا مدعی نہ ہو، اور دوسرے کے دعوی الہام یا پیش گوئی کو دروغ جانتا ہو، اس کو مدعی الہام یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے الہام کو تم نہیں مانتے تو تم بھی اپنا الہام سناؤ، اور الہامی پیش گوئی کر کے دکھاؤ۔ اس کے جواب میں اس کے الہام کا منکر یہی کہے گا کہ میں الہام و پیش گوئی کا مدعی ہی نہیں تو میں بالمقابلہ پیش گوئی کیوں کروں؟ کیا میں بھی تمہاری طرح جھوٹا اور مفتری علی اللہ بنوں؟ یا اپنی دلی اور خیالی باتوں اور حدیث النفس کو الہام الہی قرار دوں؟ اگر کسی ناعاقبت اندیش نے آپ کے مقابلہ میں ایسا کیا ہے اور کسی مسخرے زٹلی نے بطور تمسخر آپ کے مقابلہ میں کوئی الہام گھڑ کر شائع کیا ہے، یا کسی علوم دین قرآن و حدیث و اصول و کلام سے محض ناواقف نے اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھ کر آپ کے مقابلہ میں پیش کیا ہے اور وہ اپنے خیالی الہام یا تمسخر میں صادق نہیں نکلا اور ناکام رہا، تو اس پر آپ دوسرے اشخاص کو جو علوم دین سے واقف ہیں اور خداداد عقل و فراست رکھتے ہیں، قیاس نہ کریں اور یہ طمع نہ رکھیں کہ وہ بھی اپنی حدیث النفس کو الہام سمجھ کر یا دیدہ دانستہ خدا تعالی پر افتراء کر کے آپ جیسی پیش گوئی کر کے آپ کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔ اور اس ہتھکنڈے کی زد میں آجائیں گے۔

اس ابلہ فریب جواب میں جو آپ نے خاکسار کو بھی شامل کیا ہے، یہ محل شکایت و افسوس کا ہے، مگر چونکہ آپ نے عذر کر کے معافی بھی مانگ لی ہے لہذا میں آپکو معاف کرتا ہوں بشرطیکہ آئندہ مجھ سے یہ چال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار نہ کریں بلکہ یہ چال ابلہ فریب بالکل چھوڑ دیں اور کسی سے بھی جو آپکی مانند مدعی الہام نہ ہو معارضہ بالمثل کا مطالبہ نہ کریں۔

مدعی الہام سے آپ کی اس چال کو اس لئے جائز تسلیم کیا گیا ہے کہ مکے والے مشرک لوگ قرآن کو افتراء کہتے اور خود اس کی مثل بنانے کے مدعی بنتے اور یہ کہتے لو نشاء لقلنا مثل هذا ۔تو ان کے جواب میں ان کے مدعی ہونے کی وجہ سے کہا گیا قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات یعنی تم مدعی ہو اور ہمارے رسول کو مفتری کہتے ہو تم بھی دس ہی سورتیں ایسی ہی بناوٹی لا کر دکھاؤ۔اس سے وہ عاجز آ گئے تو کہا فأتوا بسورة من مثله ایسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔

یہ معارضہ بالمثل کے مطالبہ کا جواب ہے۔اب اس دھمکی کا جواب دیا جاتا ہے جو بالمقابلہ پیش گوئی کرنیوالے کو آپ نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ جو ایسی پیش گوئی کرے گا وہ ایک سال میں مبتلاء طاعون ہو جائیگا

وہ جواب یہ ہے کہ اس دھمکی سے کوئی احمق ڈر جائے تو ڈرے اور جہنم میں پڑے۔خس کم جہاں پاک ۔عقل مند تو ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دھمکی صرف گیدڑ بھبکی ہے۔آپ کی ایسی پیش گوئی و دھمکی آگے کون سی سچی ہوگئی ہے؟ کیا عبداللہ آتھم، لیکھرام، مرزا احمد بیگ، داماد احمد بیگ، عبدالحق غزنوی وغیرہ آپ کی دھمکی اور پیش گوئی کے مطابق مرے ہیں؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔پہلے تین گو مر چکے ہیں مگر وہ مضمون پیش گوئی کو جھوٹا کر کے مرے ہیں۔اور آخری دو اب تک (یعنی ۱۹۰۷ء میں) زندہ ہیں۔میرے اس جواب سے آپ کو اور آپ کے مریدوں مقلدوں کو جوش تو آئیگا، مگر وہ جوش تب لائق لحاظ ہوگا جبکہ آپ لوگ ہمارے ان مضامین اشاعۃ السنہ کا جن میں ان اشخاص کا آپکی پیش گوئی کو جھوٹا کرنیکا بیان ہے، جواب دینگے۔

یہ آپ کے اس خط کا جواب ہے اور میرے خط کے جواب میں اس کے ناکافی ہونے کا ثبوت ہے ۔اسی میں فیصلہ آخری مولوی ثناء اللہ صاحب اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پر ریویو بھی ہو گیا کہ وہ فیصلے محض مغالطے ہیں اور انہی فیصلوں کے ہم رنگ و ہم سنگ ہیں جو پہلے مخاطبوں عبداللہ آتھم وغیرہ کے حق میں آپ کر چکے ہیں اور ان فیصلوں میں وہی اہمال و اجمال ہے جو پہلے فیصلوں میں تھا۔مولوی ثناء اللہ صاحب کے حق میں یہ الفاظ کہ اے خدا میری زندگی میں اس کو طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے نابود کر، نہایت مہمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ نہ اس میں کوئی متعین میعاد ہے، نہ سبب خاص مرض الموت بیان ہوا، اور ایک کی زندگی میں دوسرے کا فوت ہو جانا قطعاً اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ کاذب تھا اور زندہ صادق ہے۔ بہت سے صادقین گذر چکے ہیں (جیسے آنحضرت ﷺ اور بہت سے انبیاء بنی اسرائیل) جو کاذبوں کی زندگی میں بلکہ بعض صادق، کاذبوں کے ہاتھ سے فوت ہوئے۔ پھر کیا کوئی مسلمان، ان انبیاء کو صادق جاننے والا، یہ سمجھ سکتا ہے کہ فوت ہو جانے والے کاذب تھے اور زندہ رہنے والے صادق تھے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ آپ بھی اس بات کو جانتے تھے اور اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۱۳ تا ۱۲۲ تک ان نظائر کو دیکھ چکے تھے پھر آپ نے موت مخالف کو نشان صداقت خود ٹھہرایا ہے، تو صرف اس خیال سے کہ اشاعۃ السنۃ کو میرے مرید کب دیکھتے ہیں کہ میرے اس دعوی نشان نمائی پر مجھے جھوٹا کریں گے اور اس دعوی کے بعد اگر میں ان مخالفوں کی زندگی میں مر گیا تو میری ٹانگ کو کس نے پکڑنا ہے اور میری لاش کو کس نے ہلا کر کہنا ہے کہ تو کیوں مر گیا؟ اور اگر بحسب اتفاق و بحکم قضا و قدر میرا مخالف ہی کسی مہلک بیماری سے، جو ایک عام و معمولی امر ہے، نہ غیر معمولی و خارق عادت و معجزہ، تو میری پانچوں گھی میں ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے متعلق تو آپ کی پیش گوئی نہایت ہی مہمل و مجمل ہے اور اس میں ان کی موت کا کچھ بھی ذکر نہیں۔ اس کے الفاظ صرف یہ ہیں: خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ تو نے وقت نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا۔، جس کا مطلب در بطن قائل ہے۔ اس واسطے اس پر آپ نے حاشیے چڑھا کر مطلب بتایا ہے جو ریویو آف ریلی جنز ماہ اگست ۱۹۰۶ء اور اشتہار بنگلور میں بیان ہوا ہے۔ مگر پھر بھی مطلب صاف ظاہر نہ ہوا۔ ان میں ان کی موت اور اس کے سبب کی نسبت اتنا بھی ایماء نہیں ہے جیسا کہ موت مولوی ثناء اللہ صاحب کی بابت ہے۔ ان کے فیصلہ کے متعلق جو اشتہار مطبوعہ بنگلور میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ: انکے اعتقاد میں اعتقاد اسلام اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا شرط نجات نہیں، اسلام کا منکر اور آنحضرت ﷺ کا دشمن بھی اگر توحید پر قائم ہے، نجات پا سکتا ہے۔

اس کو ڈاکٹر (عبدالحکیم) صاحب نے محض دروغ قرار دیا ہے۔ اور اخبار وطن میں مشتہر کر دیا ہے کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ اصل عبارت ڈاکٹر (عبدالحکیم) صاحب کی اخبار وطن ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء میں یہ ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا یہ خیال ہرگز نہیں۔ میرے وہ الفاظ بتا دیں جن میں ایسا ظاہر کیا ہے۔ بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ جو لوگ عمداً آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بے شک شقی و جہنمی ہیں۔ مگر جن پر آپ ﷺ کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں جو خدا پرست اور با عمل ہوں، نجات پا سکتے ہیں۔ جس پر مجھے مرتد کہا گیا۔ اب آپ ہی مرزا صاحب اور مرزائیوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا خواہ وہ مشرک و ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ گویا کہ خدا کا ماننا اور عمل صالحہ تو ارتداد میں شامل ہوئے اور ظلم و شرک نجات میں۔

(وطن نمبر ۹ جلد ۷ مطبوعہ ۱۷ مئی ۱۹۰۷ء)۔

اور جو ان (عبدالحکیم) کی نسبت اسی فیصلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ پیش گوئی کر دی ہے کہ مرزا تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائیگا۔ اگر واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے جو ان سے نقل کی گئی ہے تو اسکی نسبت ہمارا ریویو ہو چکا ہے کہ یہ ان کی اصول اسلام اور حکم الہام سے ناواقفی ہے۔ وہ اپنی خیالی بات اور حدیث النفس کو وحی الٰہی سمجھنے سے غلطی کھا گئے ہیں۔ ایسا ہی اس کہنے میں کہ: کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔ ان کو دھوکہ لگا ہے۔ مناسب ہے کہ وہ اس دعوی سے رجوع کا اشتہار دیں۔ اور اس قسم کی پیش گوئی کسی کے حق میں نہ کریں۔

ہمارے اس بیان میں جواب خط بھی ادا ہوا اور آپ کے فیصلوں کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اب آپکی کتاب حقیقۃ الوحی کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔ اور اس پر رائے زنی عمل میں آتی ہے۔

یہ کتاب (حقیقۃ الوحی) جس وقت میرے سامنے پیش ہوئی، میں نے اسی وقت قبل از مطالعہ اس کینسبت خداداد فراست سے (جس کے آپ بھی اپنے خط میں معترف ہوئے ہیں) اور آپ کی مدت العمری حالت پر قیاس کرنے سے یہ رائے ظاہر کر دی تھی (جس کے اظہار سے آپ کے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر اور آپ کے خیالات والہامات کے آرگن الحکم کے اڈیٹر مجھے روکتے بھی رہے) کہ اس کتاب میں وہی پرانی باتیں ہوں گی جو براہین احمدیہ، ازالہ اوہام۔ دافع الوساوس، انجام آتھم وغیرہ تصانیف میں پائی جاتی ہیں۔ اس بات کو دبی زبان سے پریسیڈنٹ ڈیپوٹیشن مولوی محمد احسن نے مان لیا اور یہ کہا تھا کہ: ہاں وہی باتیں۔،

پھر جب میں نے اس کو پڑھا تو میرا وہ ریویو جو فراست وقیاس سے کیا تھا، صحیح نکلا اور معلوم ہوا کہ اس کتاب کو نئی صورت میں نئے نام سے شائع کرنا صرف ناواقف لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اور اس کتاب میں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر وہی اکاذیب، وہی مغالطات، وہی دعاوی فارغہ، وہی دلائل واہیہ ہیں، اور وہی نشانات بعینھا و بالفاظھا مذکور ہیں جو پہلے کتب ورسائل مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ اور کمتر (وہ ہیں) جو دوسری صورت اور دوسرے الفاظ و پیرائے میں وارد کئے ہیں وہ بھی باصلہ و بنظیرہ ان کتابوں میں موجود ہیں اور ان کا جواب بھی ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں جلد ۱۳ سے ۲۰ تک ادا ہو چکا ہے۔

اس کی مثالیں آپ کے یہ دعوے و بیانات و نشانات ہیں کہ میری دعا یا مباہلہ یا پیش گوئی یا مخالفت کے اثر سے الٰہی بخش مصنف عصائے موسیٰ، منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولوی عبدالمجید دہلوی، مولوی رسل بابا امرتسری، مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی ابوالحسن سیالکوٹی، مولوی زین العابدین مدرس عربی مدرسہ حمایت اسلام۔ امریکن الیگزینڈر رڈوئی وغیرہ وغیرہ فوت ہو گئے ہیں، اور میں (مرزا) اب تک اپنے دعویٰ الہام کے ساتھ زندہ ہوں، اور میرے مال دولت اور جماعت میں ترقی ہے۔ میں اس دعویٰ میں جھوٹا اور مخالف انکار میں سچے ہوتے تو میں ان کے سامنے مر جاتا، وہ میرے سامنے نہ مرتے۔ ان کا جواب اشاعۃ السنہ سنین گذشتہ میں ادا ہو چکا ہے کہ موت و حیات محق و مبطل ہونے کی دلیل نہیں، اور نہ مال و دولت و قلت و کثرت و دنیاوی ترقی و تنزل، بیماری و صحت، دلیل حقانیت و بطلان ہے۔ اور آپ کی دعا بد یا مخالفت میں کچھ اثر ہے تو بہت سے آپ کے مخالف جو پانی پی پی کر آپ کو کوستے ہیں، اب تک کیوں زندہ اور ہٹے کٹے دندناتے ہیں؟ اور آپ کی دعا خیر میں کچھ اثر ہے تو جن لوگوں سے آپ پانچ سو روپیہ فیس لیکر دعا کر چکے ہیں وہ اس اثر سے اب تک کیوں محروم ہیں؟ اور آپ کے مباہلہ میں کچھ اثر ہے تو صوفی عبدالحق کیوں اب تک زندہ ہیں اور اپنے حال میں خوش و خرم ہیں؟ جن نئے لوگوں کے اس کتاب میں آپ نے نام گن سنائے ہیں ان میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں ہوا جس نے آپ سے مباہلہ کیا ہو۔ آپ اور آپکے آرگن ریویو آف ریلجنز، الحکم اور البدر، خدا تعالیٰ کا اور مواخذہ و اعتراض دنیا کا خوف اٹھا کر، برخلاف واقعہ ان لوگوں کی موت کو آپکے مباہلہ کا اثر ٹھہراتے ہیں۔

اس جواب کی تفصیل اشاعۃ السنہ کی مذکورہ جلدوں میں موجود ہے۔ جس کو سبھی جلدیں میسر نہ ہوں وہ صرف جلد ۱۹ کو صفحہ ۱۱۶ سے ۱۳۲ تک اور جلد ۲۰ کو صفحہ ۱۱۲ سے ۱۴۰ تک ملاحظہ کرے۔ جلد ۱۹ کے صفحہ ۱۱۷ میں مرزا صاحب کی اس نیرنگی کو فروخ تیلی سے (جو ایک ہی تیل کو ایک مشکیزہ سے، اس کو مختلف ٹوٹیاں، لگا کر، نکال دیا کرتا تھا) تشبیہ دے کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ثابت کردیا ہے کہ جو باتیں اس نے ۱۹۰۰ء میں کہی تھیں، وہی باتیں ۱۸۹۱ء میں کہی تھیں، جن کا جواب اس کو مل چکا ہے۔اب وہی باتیں ۱۹۰۷ء میں کہی ہیں۔

اس مقام میں ایک اور جواب بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے کہ ان لوگوں کی موت آپ کی دعاء یا مباہلہ کا اثر ہے، تو اس سے آپ کے دعوی کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مثیل مسیح ہونے کے دعوی میں صادق نہیں، بلکہ آپ جیسا خونی وسفاک تو کسی نبی مصلح (ریفارمر) کا نظیر و مثیل نہیں ہو سکتا۔ نبی تو خیر خواہ دشمناں ہوتے ہیں، دشمن ان کو مارتے تو وہ ان کیلئے دعا کرتے۔ایک نبی کو قوم نے ایسا مارا کہ وہ خون آلودہ ہوگئے۔آپ ﷺ چہرہ سے خون پونچھتے اور یہ دعا مانگتے اللھم اغفر لقو می فا نھم لا یعلمو ن ہمارے مولی وسید خاتم الرسل مکہ والوں سے مایوس ہوکر طائف پہنچے۔جب طائف گئے کفار فجار اور وہاں کے سفہاء بدکردار نے آپ کو ہنسی میں اوڑا کر دیوار میں دھکیل کر طائف سے نکال دیا تو آپ کو اس غم والم سے مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر غم سے ہوش وافاقہ ہوا تو آپ کی تسلی ودل جوئی کیلئے خدا تعالی نے حضرت اسرافیل کے ساتھ ایک فرشتہ ملک الجبال کو بھیجا، انہوں نے خدا کا سلام فرخندہ انجام، فرحت وعزت التیام پہنچا کر عرض کیا کہ آپ کی تنگی دل، وغم والم کو دیکھ کر خدا نے ملک الجبال کو بھیجا ہے، آپ حکم دیں تو یہ جبل بوقبیس اور اس کے ساتھ والا پہاڑ زمین سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر رکھ کر ان کو کچل ڈالے۔اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یا رب ۔اے خدا میں ایسا نہیں چاہتا۔ان لوگوں میں کوئی تو ایسا بھی نکلے گا جو لا الہ الا اللہ کہے گا اور تیری عبادت کرے گا۔

اور حضرت مسیح تو ایسے رحم مجسم تھے کہ وہ فوت ہو جانے کے بعد روز قیامت بھی اپنے مخالفوں کے لئے، جنہوں نے ان کی دعوت ونصیحت کے مخالف ہو کر ان کی پرستش کی ہے، دعا مغفرت ہی کریں گے۔اور یہ کہیں گے: ان تعذ بھم فانھم عباد ك و ان تغفر لھم فا نك انت العزیز الحکیم (اے خدا تعالی اگر تو میری نصیحت کی مخالفت کرنے والوں کو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف ہی کردے تو تو غالب حکمت والا ہے)، ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافروں، نافرمانبرداروں کے لئے دعا مغفرت کی تھی۔ ر ب انھم اضللن کثیراً من ... فمن تبعنی فا نہ منی و من عصا نی فا نك غفور ر حیم ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰؑ اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے سرکش مخالفین کے لئے بددعا کی تھی تو وہ ایک مدت دراز کے بعد، جب ان کو ان کی ہدایت سے ناامیدی ہوگئی تھی اور خدا تعالی کی طرف سے وحی ہو چکی تھی کہ اب وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ واوحی الی نوح انه لن یومن من قومك الا من قد آمن (هود۔ ع ٤) پہلے تو وہ حضرات بھی قوم کو مدتوں وعظ کرتے رہے اور ان کی سختیاں سہارتے رہے اور گالیاں بدگوئیاں سنتے رہے۔ آپ (مرزا) نے تو نبوت کا چارج (عہدہ) لیتے ہی، پہلے ہی صحیفہ آسمانی کے نازل ہوتے ہی، اپنی قوم کو، جن کی ہدایت کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے، کوسنا اور مارنا شروع کر دیا تھا۔ پھر آپ مثیل مسیح کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ یا کسی نبی اور مصلح کے مماثل کیونکر بن سکتے ہیں؟ اگر صرف نام کے مسیح ہونے کا دعوی ہے تو اس نام کے مسیح کے ساتھ لفظ خونی بڑھا دینا اور خونی مسیح کہلانا مناسب ہے کیونکہ جو کوئی آپ کا مخالف ہو اس کے مارنے کو اپنی تبلیغ رسالت اور اس کے اظہار مخالفت سے پہلے ہی اس کو مارنے کے ہتھیار، بددعائیں اور منذر الہام خدا کی طرف سے، آپ ساتھ لائے ہیں۔ پھر جو شخص سینکڑوں مخالفوں سے مر جاتا ہے، اس کو اپنے ہی الہام، دعا کا اثر اور اپنی کرامت، آسمانی نشان قرار دیتے ہیں اور جو مخالفوں سے ہنوز زندہ ہیں ان کو منذر الہامات اور انذاری پیش گوئیوں کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ لہذا لقب مسیح بلا اضافہ لفظ خونی آپ کی قہاری شان کے شایان نہیں۔

او مائی اولڈ فرینڈ! (O My Old Friend) آپ کے اس قسم کے الہامات اہل عقل کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ ان سے کس کو ڈراتے ہیں۔ آپ کی ان خونریزیوں اور خون ریزی کی دھمکیوں کے متعلق ایک اور یہ بات بھی آپ کی توجہ و انصاف کے لائق ہے کہ آپ کے دعوی الہام و مسیحائیت وغیرہ کے منکر و مخالف سارے جہان میں سبھی لوگ تو ایسے نہیں جو دیدہ دانستہ، جحوداً و عناداً انکار کرتے ہوں۔ بلکہ ان میں بہت ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے دعاوی و الہامات کو صحیح نہ سمجھنے اور ان پر احاطہ علمی نہ کرنے کی وجہ سے ان سے منکر ہوں گے۔ انہیں لوگوں سے آپ نے اس خاکسار کو شمار کیا، چنانچہ اس خط ۲۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مجھ پر اسی نیک گمانی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور میں حلفاً کہتا ہوں اور جس قسم کی حلف اور جس وقت جس دن جس مقام میں آپ چاہیں، میں اٹھانے کو تیار ہوں، کہ میں نے ابتداء سے آج تک آپ کا مقابلہ و معارضہ جحوداً و عناداً نہیں کیا، بلکہ آپ کے دعاوی جدیدہ اور ان کے دلائل مزخرفہ کو، جس کا شروع رسالہ فتح اسلام سے ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اصول وعقائد اسلام کے مخالف سمجھ کران سے انکار کیا ہے۔

پھر ایسے لوگوں کے جواب میں، جب وہ آپ سے آپ کے دعاوی کی دلیل اور آپ کے الہامات کا ثبوت طلب کریں، آپ کا یہ کہنا کہ تم میرے الہامات کو نہیں مانتے، افتراء سمجھتے ہو تو تم قسم کھاؤ اور مباہلہ کرو، پھر تم ایک سال تک ہلاک کئے جاؤ گے، مدعی مماثلت حضرت مسیح یا کسی سچے ملہم اور ہادی کیلئے کب جائز ومناسب ہے؟ وہ ہلاک ہوگئے تو آپ سے ہدایت کون پائیں گے اور آپکی بعثت اور نبوت کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ایسے لوگوں، غیر معاندوں اور طالبان حق کو تو بحث ودلائل سے اپنے دعاوی سمجھانے مناسب ہیں اور اگر آپ میں روحانی اور برقی طاقت ہے تو انکی ہدایت روحانی برقی طاقت کی دعائے سحری سے مناسب ہے، نہ خون ریزی اور خون ریزی کی دھمکیوں سے۔

آپ کو مناسب تھا کہ ہماری باتوں اور سوالات کا جواب دیتے، نہ یہ کہ بلا جواب پرانی باتوں پر اکتفا کرتے۔ گزشتہ راصلوۃ آپ آئندہ ہی مرد میدان بنیں اور جن پیش گوئیوں ونشانات کی تعداد آپ کبھی تین ہزار، کبھی تین لاکھ بتاتے ہیں، ان میں سے صرف تین جو بہت مشہور ہیں:

ا۔ تولید الہامی فرزند۔ ۲۔ نکاح زوجہ آسمانی۔ ۳۔ موت آتھم یا لیکھرام یا شوہر ثانی زوجہ آسمانی۔

یا ان میں سے صرف ایک جس پر زیادہ یقین واعتماد ہو، پرتحریری یا تقریری بحث کر کے ان کا صادق ہونا ثابت کر دیں۔ اگر آپ نے اس ایک یا تین کا من جانب اللہ ہونا اور کلام الٰہی سے اپنا مخاطب اور خدا تعالیٰ کا متکلم ہونا ثابت نہ کیا تو اس پر باقی تین ہزار یا تین لاکھ کا قیاس کر کے ان کا کان لم یکن ہونا آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اگر ان تینوں کا من جانب اللہ ہونا آپ نے ثابت کر دیا تو پھر باقی تین ہزار یا تین لاکھ میں ایک ایک کر کے بحث ومباحثہ کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ جملہ پیش گوئیوں اور نشانات کا من جانب اللہ ہونا آپ ثابت کر دیں۔ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک مسلم ومقرر ہے کہ کسی سچے نبی یا ملہم کی، جو ہزاروں لاکھوں پیش گوئیوں کے من جانب اللہ ہونے کا دعوی کرے، کوئی ایک پیش گوئی جھوٹی نکلے تو وہ دعوی نبوت میں جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کی نبوت کا بالکل اعتبار نہ رہے گا۔

مگر مشکل اور سخت مصیبت تو یہ ہے کہ زمانہ تالیف کتاب دافع الوساوس سے یہ الہام اس میں درج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کر کے یا علی دعھم و زرا عتھم و انصا رھم یعنی اے علی (اپنی ذات اقدس کو مراد بتاتے ہیں) ان کی کھیتی اور مددگاروں کو (یعنی مولویوں اور انکے مباحث کو) چھوڑ دے، مباحثہ کا دروازہ بند کر دیا ہے (گو یہ بند کرنا صرف زبانی اور تقریری بحث میں ہے۔ تحریری بحث تو آپ کو بند نہیں ہوئی۔ اپنی اس کتاب حقیقۃ الوحی کو دیکھیں، تحریری بحث ہی پر مشتمل ہے) اور زمانہ قدیم سے اپنے دعاوی کے ثبوت کے لئے آپ نے اسی ایک دلیل کو پناہ یا ہتھیار بنا رکھا ہے کہ: میرے نشانات کی نسبت قسم یا مباہلہ سے کہو کہ خدا کا کلام نہیں، محض افتراء ہے تو پھر ایک سال کے اندر ہلاک ہو۔

اس صورت میں فرمایئے آپ کے دعاوی کی صداقت آپ کے ان مخالفوں ومنکروں پر جو معاند نہیں، کیوں کر ثابت و متحقق ہو۔ حسبۃً للہ و نصحاً لخلق اللہ آپ اس سوال کا جواب ضرور دیں۔ آپ نہ دے سکیں تو اپنی امت کے حکیم مولوی نورالدین صاحب بہادر، یا اپنے وکیل بالخصومۃ ومناظر مولوی محمد احسن صاحب بہادر سے جواب دلوائیں۔

ایک واجب العرض گذارش یہ ہے کہ آپ کے غیر معاند خصوم سے آپ کے اس سوال کا کہ: میرے الہامات کو خدا کی طرف سے نہیں مانتے تو اس کے افتراء علی اللہ ہونے پر قسم کھاؤ اور موت کی سزا پاؤ۔ بے محل ونامناسب ہونا تو بیان ہو ہی چکا ہے۔ رہے وہ منکر ومخالف جو جحو داً و عناداً آپ کے دعاوی کو حق جان کر اور آپ کے الہامات کو من جا نب اللہ مان کر ان سے انکار کرتے ہیں اور وہ ان فرعونی لوگوں کی مانند ہیں جن کے حق میں قرآن میں فرمایا ہے کہ: و جحدوا بھا و استیقنتھا انفسھم ظلماً و علواً انہوں نے روشن نشانی لاٹھی کا سانپ بن جانے کے من جا نب اللہ ہونے کا یقین کر کے عناداً و جحو داً اس سے انکار کیا تھا۔ ان کی نسبت بھی اگر آپ مسیح علیہ السلام کی مثیل ہیں، قسم کھا کر ہلاک ہو جانے کو نشان نہ بنائیں بلکہ ان کے لئے بھی وہی دعا کریں کہ خدا ان کا عناد و جحو د دور کرے اور ان کو آپ کا مطیع کر دے۔

ان دونوں فریق کی نسبت یہ گذارش بھی بطور سفارش واجب العرض ہے کہ جو شخص آپ کے الہامات کو من جانب اللہ نہ مانے، محقق ہو معاند، اس کو یہ لازم نہیں کہ وہ آپ کو مفتری علی اللہ ہی قرار دے۔ کیا یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے مقالات والہامات کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ آپ کے دل ودماغ کے خیالات ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور از قسم حدیث النفس۔ مگر چونکہ آپ ظاہراً درسی علوم سے امی ہیں اور فقراء اہل اللہ کی صحبت وارشاد سے بھی محروم رہے ہیں۔ اوران کے حالات متعلقات کشف والہام سن سنا کر یا کتب میں دیکھ کر اس قسم کے بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کے دل میں اور آپ کے دماغ میں پیدا ہوئے ہیں، ان کو آپ الہامات سمجھ لیتے ہیں۔ پس جس شخص کا آپ کی نسبت یہ خیال ہو وہ آپ کے مقالات والہامات کو خدا کی طرف سے نہ مانے تو پھر اس کو عمداً افتراء علی اللہ بھی کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔ لہذا اس سوال کو آپ حل کریں۔

یہ آپکی کتاب حقیقۃ الوحی پر خاکسار کا مختصر ریویو ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ آپکے قدیمہ مغالطات کا مجموعہ ہے گوفروخ تیلی کی طرح آپ نے اس کو بصورت دیگر پیش کیا ہے۔ الراقم۔ **محمد حسین**

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ کے صفحات ۴۷ تا ۱۵۶ پر آسمانی مہدی اور اس کا رفیق کے عنوان سے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا ایک طویل مقالہ شائع ہوا۔ ذیل میں اس کا ابتدائی حصہ نقل نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:

اس مضمون میں ہم کو آسمانی مسیح اور اس کے رفیق مہدی کی نسبت اہل اسلام کا قدیم خیال بیان کر کے یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ یہ خیال عیسائی گورنمنٹ کیلئے خطرناک نہیں بلکہ اس خیال کے برخلاف زمینی مسیح اور اس کے مثیل وہم عصر وہم سیرت مہدی کی آمد کا خیال حکومت انگلشیہ اور ہر ایک گورنمنٹ کیلئے (اسلامی ہی کیوں نہ ہو) پرخطر ہے۔ اس مضمون میں ان دونوں خیال کی تصویر دکھا کر اور صرف خیال اول کے محل و ماخذ کی تفصیل کر کے انکے پولیٹکل اثر ونتیجہ پر گورنمنٹ و پبلک کو آگاہ کرنا ہمارا مقصود ہے۔ ان خیالات اوران کے ماخذ پر مذہبی یا علمی (محدثانہ یا متکلمانہ) بحث کرنا اوراس کے دلائل واصول کا باہم موازنہ ومقابلہ کر کے صحیح خیال کی تصحیح وتائید اور ضعیف خیال کی تضعیف اور تردید کرنا ہمارا مطلوب نہیں ہے لہذا کوئی صاحب ہرگز مجاز نہ ہونگے کہ ہماری اس پولیٹکل بحث کے مقابلہ میں مذہبی علمی بحث چھیڑ دیں اور کسی خیال قدیم یا جدید کے دلائل کی تصحیح یا تضعیف کے درپئے ہو کر اس خیال کا قوی یا ضعیف ہونا ثابت کریں۔.. یہی وجہ ہے کہ اس مضمون میں آنے والے مہدی کے متعلق ان احادیث میں ہم کوئی محدثانہ کلام نہیں کریں گے۔ ان احادیث کو جیسی کیسی وہ ہیں بلا کلام نقل کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ان کے مضامین سے نتیجہ مطلوبہ نکال لیں گے..... یہ مضمون ۱۸۹۷ء میں تالیف ہوا.... مگر بعض پولیٹکل اور مذہبی مصالح کی نظر سے اس کی اشاعت کو غیر ضروری سمجھ کر ملتوی کیا گیا۔ پھر اس مضمون کی اشاعت کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ مرزا غلام احمد کرشن قادیانی (جو خود ہی مسیح موعود بن بیٹھا اور خود ہی مہدی معہود) نے اپنی اس پالیسی کی وجہ گورنمنٹ کو یہ بتائی اور قادیانی اخباروں اور اپنی تصانیف میں یہ مشتہر کی کہ عموماً مسلمانوں کا خیال مسیح موعود اور امام مہدی کی نسبت گورنمنٹ کیلئے سخت خطرہ ہے اس لئے میں نے مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس خیال کو محو کرنے کیلئے اپنا مسیح و مہدی ہونا (جو گورنمنٹ کی مخالفت کو ناجائز بلکہ مسئلہ جہاد کو حرام مطلق جانتا ہوں) تجویز کیا ہے تاکہ وہ مسلمان جو میرے پیرو ہوں کسی اور مسیح اور مہدی کے منتظر نہ رہیں (جو خونریزی اور جہاد کرے) اور اس خطرناک خیال کا گورنمنٹ کو اندیشہ نہ رہے... مسلمانوں سے صرف اکیلا وہ اور اس کے پیرو خونی مسیح کی آمد سے مسئلہ جنگ و جہاد سے منکر ہیں اور اسی وجہ سے امیر افغانستان نے اس کے دو مریدوں کو قتل کر دیا ہے اور اس کی جان اور اس کے پیروان کی جان و اموال کو کسی اسلامی سلطنت میں امن نہیں ہے۔ یہ باتیں اس نے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷ و ۱۲ مئی ۱۹۰۷ء میں مشتہر کرائی ہیں اور عموماً مسلمانوں کو بدنام اور محل اتہام والزام بنانے میں کوتاہی نہ کی تو اس کے حملے کا مجمل جواب خاکسار نے اسی سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پرچہ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء میں ایسا درج و مشتہر کر دیا جس کے جواب میں اب تک مرزا اور اس کی پارٹی سے کچھ بن نہیں پڑا۔ اور چونکہ اس اجمال کی پوری تفصیل بادلیل میرے اس مضمون میں پائی جاتی ہے لہذا اس مضمون کی اشاعت اس وقت بہت ضروری معلوم ہوئی.. مگر ہنوز یہ مضمون کاپی نہ ہوا تھا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی (علیه ما یستحقه) اپنے سبھی دعاوی ناتمام اور پالیسیاں ناکام اپنی بغل میں دبا کر راہی ملک عدم ہوا اور مقولہ خس کم جہاں پاک کا صدق متوقع ہو گیا تھا لہذا پھر اس مضمون کی اشاعت کو ملتوی کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔

ہر چند اس مسیح ناکام اور مہدی بے نیل مرام کی موت سے پہلے اسکے نائبین نے رسائل و اخبارات قادیان (ریویو، الحکم۔ بدر) میں ایسے مضامین شائع کئے تھے جس میں تمام اہل اسلام پر وہی حملہ اعتقاد آمد خونی مہدی اور خاص کر اس خاکسار پر تجویز تناقض و تضاد انکار و اعتقاد آمد اصلی مہدی کا الزام دورخی پایا جاتا تھا جس کا جواب باصواب ضروری تھا مگر اس خیال سے کہ جب کہ شہتیر خرابات خانہ افراءات و اتہامات ٹوٹ کر گر گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو چھت کی اینٹیں وکڑیاں بھی منتشر ہوجائیں گی، جڑھ اکھڑ گئی ہے تو شاخیں خود بخود خشک ہوجائیں گی، اس حملہ الزام کا جواب دینا اوران کے مقابلہ میں اس مضمون کی اشاعت کرنا غیر ضروری سمجھا گیا تھا۔

پھر جب کہ مرزا قادیانی کے ان نائبین نے اس مردہ استخوان کو کھڑا کر کے اپنے احمق دام افتادگان کی نظروں میں اس کو زندہ کر دکھایا اور بدست آویز مقولہ عزازیلیہ ا لاولیاء لا یموتون جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں منقول ہے حیا ت الانبیاء فی وفات الاولیاء کا مضمون اپنی جماعت کے حمقاء کے خیالات میں سجا کر مسیحیت ومہدویت کا ڈھانچہ کھڑا کر ہی دیا اور اس کے خلفاء میں سے ایک کو خلیفۃ المہدی والمسیح بنا دیا اور اس کو لقب امیر المومنین وغیرہ سے ملقب ومخاطب کر دیا اور اس مردہ کو زندہ کر دکھانے کے لئے اس بے تہذیبی و دروغ گوئی وبیہودہ سرائی وژاژ خائی سے کام لیا کہ اس مردہ کی زندگی میں وہ کام نہ لیا تھا، لہذا اب پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس مضمون کو چھاپ کر مشتہر کر دیا جائے تا کہ اس سے اس متعارض حملہ اور ناحق الزام کا قلع قمع ہو اور آئے دن جھوٹی مسیحیت وجعلی مہدویت کی ایسی بیخ کنی ہو کہ پھر کوئی جھوٹا مسیح وجعلی مہدی بدست آویز دلائل شرعیہ واحادیث نبویہ مسیح ومہدی ہونے کا نام نہ لے سکے۔ بلا دلیل و بے وجہ بکواس کرنے سے کوئی اہل علم یا اہل قلم روک نہیں سکتا اس کے روکنے کیلئے خدا تعالی کی قہری تجلی ضروری ہے جس نے قادیانی کو دبوچا ہے۔...

اہل اسلام قدیم کا آنیوالے مسیح کی نسبت یہ خیال ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا، یا جو دوسری آمد میں اس سے وقوع میں آئیگا وہ از سرتا پا آسمانی اور روحانی تھا اور ہوگا۔ زمینی سازش و تدبیر اور انسانی طاقت وتاثیر کا وہ اثر تھا اور نہ ہوگا۔

آپؑ کی پہلی آمد کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں بہت ہیں کہ ازانجملہ بعض قبل از ولادت آپ کی والدہ مریم صدیقہ کی پیدائش کے وقت سے ظہور میں آئے۔ بعض آپؑ کی پیدائش کے وقت اور بعض آپؑ کے زمانہ نبوت میں ظاہر ہوئے۔

ازانجملہ اول، خدا تعالی کا آپ کو ایک مقدس اور بابرکت خاندان سے پیدا کرنا (مرزا جس خاندان سے پیدا ہوا اس کے تقدس سے قادیان، بٹالہ، گورداسپور کے لوگ، جو اس کے باپ بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں، بخوبی واقف ہیں۔ مرزا کے باپ کا کوئی سنی مذہب نہ تھا۔ نہ احکام مذہب نہ نماز روزہ حج زکوۃ کا وہ پابند تھا۔ اس کا ایک حقیقی بھائی عیاشی میں اس قدر مستغرق ہوگیا تھا کہ اس کا بدن وخون بگڑ گیا تھا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناک بیٹھ گئی تھی۔ایک بھائی ہلاک خوروں کا پیشوابن کر مسلمانوں سے الگ ہو گیا تھا۔ایک اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر ہیجڑا بن بیٹھا تھا۔اس خاندان سے جس پر یہ مصرع صادق آتا تھا : ایں خانہ ہمہ آفتاب است، پیدا ہو کر اس کا دعوی کہ میں مسیح موعود ہوں، میں نبی ہوں، میں مہدی ہوں۔کس قدر لغو تھا ۔ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ) اور آپ ؑ کی والدہ مریم صدیقہ کو اچھی قبولیت سے قبول کرنا اور اس کو غیر معمولی طور سے بڑھانا، وہ ایک دن میں اس قدر بڑھتے تھے جیسے اور بچے سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

فتقبّلها ربّها بقبول حسنٍ و انبتها نباتاً حسناً و كفّلها زكريّا ۔ (آل عمران ع ٤)۔ كانت تنبت فى اليوم كما تنبت المولود فى العام ۔ (جلالین لکھنوی۔ ص ٤٣)

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۲۲)

....

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے مرزا غلام احمد نے ایک نہیں کئی پیش گوئیاں اس مضمون کی کر رکھی تھیں کہ مولانا بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔مرزا قادیانی اس دنیا سے یہ حسرت لے کر رخصت ہو گئے لیکن حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالوی ؒ کو اللہ تعالی نے راہ ہدایت پر ہی گامزن رکھا، مرزائیوں نے پھر تو جیہیں شروع کر دیں کہ بیٹا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے، کیا ہوا جو مولانا محمد حسین مرزائی نہیں ہوئے، ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی مرزائی ہو جائے گا اور بالآخر مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں سچ ہو کر رہیں گی۔اس بارے میں مرزائیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد نے بروایت الفضل قادیان ۲۰ جولائی ۱۹۴۰ء کو فرمایا کہ مولانا کے دو بیٹے اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے، پھر مرزائیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اپنے دادے مرزا قادیانی کی پیش گوئی کو درست ثابت کرنے کے لئے ایک اور مرزائی کو مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے ہونا قرار دے دیا جیسا کہ اس نے ۴۔اکتوبر ۱۹۹۶ء کے خطبہ جمعہ میں آفتاب احمد خان امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی وفات پر تعزیتی بیان میں کہا:

آپ کے حالات زندگی یہ ہیں کہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء کو آپ خان ثناء اللہ خان اور امۃ المجید کے ہاں پیدا ہوئے، آپ کے نانا مکرم شیخ محمد (مرزا قادیانی کے) صحابی بھی اور آفتاب احمد خان مجھے بتایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے آباءواجداد میں سے کسی طرف سے ہیں...تو اب مسیح موعود (مرزا) کی محمد حسین بٹالوی کی اولاد میں تصدیق کرنے والے اور اول درجے پر خادم، خدمت کا مقام حاصل کرنے والوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک ہمارے آفتاب صاحب بھی بنتے ہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء ص ۸)

ناظرین! مرزا طاہر احمد اپنے سامعین کو بتا رہے تھے کہ ان کے امیر برطانیہ آفتاب احمد، مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے تھے، لیکن پھر گھر کے ایک بھیدی نے مرزا طاہر احمد کے جھوٹ کا پول کھول دیا، یعنی اس خطبے کے بعد ایک مرزائی عبدالواسع نے الفضل ہی میں لکھا:

آفتاب احمد خان میری سب سے بڑی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے اس طرح مولوی محمد صاحب جو کہ مولوی صاحب مزنگ والے کے نام سے زیادہ معروف تھے، مرحوم (آفتاب) کے نانا اور میرے دادا تھے... قبل از بیعت حضرت (مرزا قادیانی)، مولوی محمد حسین کے بڑے بھائی مولوی محمد علی صاحب کی دختر سے شادی کی تھی، اس شادی سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، ان سب کو آپ قادیان لے کر جاتے تھے اور ان سب کی بیعت بھی آپ نے کروائی کی تھی۔ آپ کی اہلیہ کی وفات کے وقت آپ کی صاحبزادیاں کم سن تھیں اس لئے آپ نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عبدالعزیز کی شادی مولوی محمد حسین کی دختر سے کی۔ مولوی (محمد) صاحب نے دوسری شادی بعد از قبول احمدیت احمدہ بیگم سے کی، ان سے آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سب سے بڑی امۃ المجید صاحبہ، آفتاب خان کی والدہ تھیں۔ اس طرح آفتاب کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان سے یا مولوی محمد صاحب کی دوسری اولاد سے خونی رشتہ نہیں ہے۔ یہ امر یقیناً باعث افسوس ہے کہ بٹالوی خاندان سے تعلق کے باعث مولوی (محمد) صاحب کی پہلی اولاد آہستہ آہستہ احمدیت سے دور ہوتی چلی گئی۔ لیکن اللہ کا کرم ہے کہ آپ کی دوسری اولاد کا رشتہ احمدیت سے مجموعی طور پر مضبوط ہے۔

اس تحریر سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ مرزا طاہر احمد کی روایت غلط ہے اور آفتاب احمد خان، مولانا محمد حسین کی اولاد میں سے یا ان کے خاندان سے نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ مرزائی مولوی محمد کی پہلی اولاد (جسے اس نے مرزا سے بیعت بھی کروایا تھا) اس وجہ سے مرزائیت سے دور ہوگئی کہ اس کا تعلق مولانا بٹالوی کے خاندان سے رہا۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ ان کا خاندان خود مرزائیت سے دور رہا ہو۔ اگر مولانا بٹالویؒ کے دو بیٹے بقول مرزا محمود احمد مرزائی ہو گئے تھے تو ان کا تعلق مرزائیت سے قرب کا باعث بننا چاہیے تھا، دوری کا نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

براہین احمدیہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی مشہور (لیکن نامکمل) تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے جسے انہوں نے انیسویں صدی کے آٹھویں عشرے کے اختتام پر لکھنا شروع کیا تھا۔ قادیانی حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی سب سے پہلی باقاعدہ تصنیف ''براہین احمدیہ'' ہے۔ اس کتاب پر کام کا آغاز ۱۸۷۸ء کے اواخر میں ہوا اور اس کا مکمل مسودہ اپریل ۱۸۷۹ء تک تیار ہو چکا تھا جس میں بعد ازاں وقتاً فوقتاً حواشی کا اضافہ ہوتا رہا۔ اس کتاب کے اشتہارات ۱۸۷۷ء کے آخر میں شائع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کی پہلی اور دوسری جلد ۱۸۸۰ء میں چھپ کی نکلی۔ تیسری جلد ۱۸۸۲ء میں اور چوتھی جلد ۱۸۸۴ء میں۔

(براہین احمدیہ، عرض ناشر ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء۔ لاہور۔ صفحہ ۳)

اس کتاب کی اشاعت کا اشتہار مرزا قادیانی نے یوں دیا:

اشتہار: تصنیف کتاب براہین احمدیہ بجہت اطلاع جمیع عاشقان صدق و انتظام سرمایہ طبع کتاب

ایک کتاب جامع دلائل معقولہ در بارہ اثبات حقانیت قرآن شریف صدق نبوت حضرت محمد ﷺ جس میں ثبوت کامل من جانب کلام اللہ ہونے قرآن شریف اور سچا ہونے حضرت خاتم الانبیاء کا اس قطعی فیصلہ سے کیا گیا ہے کہ ساتھ اس کتاب کے ایک اشتہار بھی بوعدہ انعام دس ہزار کے اس مراد سے منسلک ہے کہ اگر کوئی صاحب جو حقانیت اور افضلیت فرقان شریف سے منکر ہے، براہین مندرجہ اس کتاب کو توڑ دے یا اپنی الہامی کتاب میں اسی قدر دلائل یا نصف اس سے یا ثلث اس سے یا ربع اس سے یا خمس اس سے ثابت کر کے دکھلا دے جس کو تین منصف مقبولہ فریقین تسلیم کر لیں تو مشتہر اس کو بلا عذر اپنی جائداد قیمتی دس ہزار پر قبض و دخل دے دے گا۔ بوجہ منکرانہ اصرار پنڈت دیانند صاحب اور ان کے بعض سکرٹریوں کی تصنیف ہوئی ہے اور نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کا برا هین ا لا حـمـد یه علی حقا نیت الله الفر قا ن و النبوۃ المحمد یه رکھا گیا ہے۔ لیکن بوجہ ضخامت چھپنا اس کتاب کا خریداروں کی مدد پر موقوف ہے لہذا یہ اشتہار بجہت اطلاع جملہ اخوان مومنین و برادران موحدین و طالبان راہ حق و یقین شائع کیا جاتا ہے کہ بہ نیت معاونت اور نصرت دین متین کے اس کتاب کے چندہ میں بحسب توفیق شریک ہوں یا یوں مدد کریں کہ بہ نیت خریداری اس کتاب کے مبلغ پانچ روپیہ جو اصل قیمت اس کتاب کی قرار پائی ہے بطور پیشگی بھیج دیں تا سرمایہ طبع اس کتاب کا اکٹھا ہو کر بہت جلد چھپنی شروع ہو جائے۔ اور جیسے جیسے کتاب چھپتی جائے گی بخدمت جملہ صاحبین جو بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں گے مرسل ہوتی رہے گی۔ لیکن واضح رہے کہ جو صاحب بہ نیت خریداری چندہ عنایت فرمائیں وہ اپنی درخواست خریداری میں بقلم خوش خط اسم مبارک و مفصل پتہ و نشان مسکن و ضلع وغیرہ کا کہ جس سے بلا ہرج اجزاء کتاب کے وقتاً فوقتاً ان کی خدمت گرامی میں پہنچتے رہیں، ارقام فرمائیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد رئیس قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول۔ص ۱۸۔۱۹)

اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں جو سفیر ہند امرتسر سے شائع ہوا تھا مرزا غلام احمد قادیانی ''اعلان'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''کتاب ہذا بڑی مبسوط کتاب ہے یہاں تک کہ اس کی ضخامت سو جزء سے کچھ زیادہ ہوگی اور تا اختتام طبع وقتاً فوقتاً حواشی لکھنے سے اور بھی بڑھ جائے گی'۔

اور ''گزارش ضروری'' کے تحت مرزا صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کتاب اب تین سو جزء تک بڑھ گئی ہے''۔

کتاب کے چار اجزا شائع ہو چکے تو لوگ اس کے حصہ پنجم کا انتظار کرنے لگے جس کے متعلق مرزا قادیانی نے منشی رستم علی نامی اپنے ایک مرید کو ایک خط میں فرمایا:

''حسب تحریر آپ کو ایک خط انگریزی اور ایک اشتہار انگریزی بھیجا جاتا ہے کسی زیرک اور منصف مزاج کو ضرور دکھائیں۔ یہ خطوط انگریزی تمام پادری صاحبان ہندوستان و پنجاب کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں۔ نیز پنڈتوں کے پاس بھی بھیجے گئے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں اور سب کی کیفیت انشاء اللہ حصہ پنجم کتاب (براہین احمدیہ) میں درج ہوگی۔ والسلام۔ غلام احمد۔ ۲۔ اپریل ۱۸۸۵ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ ص ۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ۵ جون ۱۸۸۵ء کو مرزا صاحب نے منشی رستم علی کو لکھا:

حصہ پنجم کتاب انشاء اللہ اب عنقریب چھپنا شروع ہوگا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۵)

نیز اپنے مرید خاص میر عباس علی لدھیانوی کو مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دفعہ لکھا:

یہ عاجز بباعث دردسر و درد پہلو اس قدر بیمار رہا کہ بعض اوقات یہ عارضہ مقدمہ موت جو ہر بشر کے لئے ضروری ہے، معلوم ہوتا ہے۔ اب افاقہ ہے مگر کچھ درد باقی ہے، اسی وجہ سے تحریر جواب سے معذور رہا... اس بات کی ابھی تسلی نہیں کہ عمر کا کیا حال ہے بعض عوارض لاحقہ میں اندیشہ موت کا پیدا ہوجاتا ہے۔ کام کتاب کتاب کا ہنوز شروع نہیں کیا گیا اگر اللہ تعالی چاہے گا تو یہ کتاب پوری ہوجائے گی۔ ۲۴ جون ۱۸۸۵ء مطابق ۱۰ رمضان ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۸۷۔ ۸۸)

ایک خط میں مرزا صاحب نے میر عباس علی لدھیانوی کو یوں رقم فرمایا:

جس قدر آنمخدوم نے اشاعت دین اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے رنج اٹھایا ہے خدا تعالی اسکے عوض آپ پر اس طور سے راضی ہو کہ جیسا اپنے سچے خادموں اور مقبولوں پر راضی ہوا کرتا ہے آمین ثم آمین ...اس عاجز کا یہ حال ہے کہ بعض گذشتہ اور تازہ الہامات سے قرب اجل کے آثار پائے جاتے ہیں گو صفائی سے نہیں بلکہ مشتبہ اور ذو معنیین الہام ہیں تاہم فکر سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اسی وجہ سے میں اپنی تمام ہمت کو اس طرف مصروف کیا ہے۔ حصہ پنجم کی عبارت کو جلد مرتب اور بامحاورہ کر کے اور جو کچھ اس میں زائد داخل کرنا ہے وہ داخل کر کے توکلاً علی اللہ چھپوانا شروع کردوں کہ اس ناپائدار اور ہیچ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ آپ بھی دعا کریں اور اخوی منشی احمد جان صاحب کو بھی لکھیں کیونکہ بعض تقدیرات بعض دعاؤں سے ٹل جاتی ہیں۔

(مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول ص ۸۹۔ ۹۰)۔ (اس خط پر تاریخ درج نہیں ہے لیکن اس سے اگلا خط ۹ جون ۱۸۸۵ء کا ہے۔ بہاء)۔

ان خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۸۵ء میں براہین کا پانچواں حصہ لکھا جا چکا تھا اور چھپنے ہی والا تھا۔ پھر معلوم نہیں ہوسکا کہ اس مسودے کا کیا ہوا کہ جو حصہ پنجم مرزا صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوا ہے اور جس کے متعلق عبدالمنان عمر قادیانی کہتے ہیں پانچویں جلد آپ (مرزا) کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اسے آپ نے اپنی زندگی ہی میں مکمل کرلیا تھا۔ (براہین احمدیہ۔ عرض ناشر۔ ۲۲ مارچ ۱۹۶۸ء۔ لاہور' صفحہ ۳) وہ تو چیزے دیگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ اس میں تو ان اعتراضات پر مرزا صاحب نے بحث کی ہے جو ۱۸۸۵ء تک موجود ہی نہیں تھے اور اپنے مخالفوں کی ان تحریروں کے حوالے سے بات کی ہے جو ۱۸۸۵ء میں موجود نہیں تھیں اور جس بات کا ذکر مرزا صاحب نے اپنے درج بالا خطوط میں کیا ہے کہ وہ عنقریب (۱۸۸۵ء میں) چھپنے والے حصہ پنجم میں موجود ہو گی اس بات کا ۱۹۰۸ء والے پانچویں حصے میں ذکر تک نہیں ہے۔

مرزا قادیانی نے ۱۸۷۹ء میں اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کا اشتہار دے کر لوگوں سے بطور امداد اور بطور پیشگی قیمت بہت سی رقم جمع کی تھی اور اس لیے بھی لوگ کتاب کے انتظار میں رہتے تھے لیکن جب ۱۸۸۰ء کا عشرہ گزر گیا اور ۱۸۹۰ء کے عشرے کے بھی دو سال گزر گئے اور کتاب کے بقیہ حصے شائع ہونے کے آثار نظر نہ آئے تو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے یکم جنوری ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب کو لکھا:

''آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین احمدیہ ہنوز در بطن شاعر کا مصداق ہے''۔

(روحانی خزائن۔ جلد۵ ''دافع الوساوس'' صفحہ ۳۱۳)۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے مولانا بٹالوی مرحوم کو لکھا:

''آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز ''براہین احمدیہ'' کی فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لے کر خرد برد کر گیا ہے، یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ میری نیت میں ''براہین'' کا طبع کرنا نہیں۔ اگر براہین طبع ہو کر شائع ہو گئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہو گا کہ آپ غرق ہو جائیں''۔ (روحانی خزائن۔ جلد۵ ''دافع الوساوس'' صفحہ ۳۰۶)

اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے کتاب کا پانچواں حصہ مکمل کیا تو اس میں لکھا:

''یہ وہی ''براہین احمدیہ'' ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں بعد اس کے ہر ایک سر صفحہ پر ''براہین احمدیہ'' کا حصہ پنجم لکھا گیا۔ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا''۔

(صفحہ۴ دیباچہ پنجم حصہ براہین احمدیہ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

براہین احمدیہ جسے مرزا قادیانی نے ۵۰ جلدوں میں لکھنے کا نہ صرف وعدہ کیا تھا بلکہ ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کتاب کو مکمل فرما چکے ہیں لیکن جب وہ کتاب مکمل صورت میں لوگوں کے سامنے نہ آئی اور وہ خود پانچ اور پچاس کو برابر قرار دینے کی تحریر غیر مطبوعہ صورت میں اپنے مریدوں کے حوالے کر کے مکمل کتاب کا اڑھائی ہزار صفحات کا مسودہ (ملاحظہ ہو سیرۃ المہدی میں مرزا بشیر احمد کا بیان) صندوق میں چھپا کر لالہ ملاوامل کی نظروں کے سامنے ففرو ا ہو گئے تو ان کے مریدوں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

مرزا صاحب خود تو اپنی زندگی میں اس تحریر کو شائع کرنے کی ہمت نہ کر سکے جس میں انہوں نے پانچ اور پچاس کو برابر قرار دیا تھا۔ نہ ہی ۱۹۰۸ء میں شائع ہونے والی کتاب کو اپنی زندگی میں براہین احمدیہ حصہ پنجم کے نام سے عوام کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کر سکے کہ اس حصہ میں تو وہ باتیں موجود ہی نہ تھیں جن کے متعلق وہ ۱۸۸۵ء میں کہہ چکے تھے کہ وہ عنقریب شائع ہونے والے حصہ میں موجود ہوں گی۔ مرزا صاحب کی موت کے بعد قادیانیوں کے لیے جب علی رؤس الاشھاد ۵ اور ۵۰ کے اعداد کو برابر ثابت کرنا ممکن نہ ہوا تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ براہین دراصل مکمل ہو چکی ہے اور مرزا صاحب کی وہ کتابیں جو ''براہین احمدیہ'' کے چوتھے حصے کے بعد شائع ہوئی ہے دراصل براہین ہی کے باقی ماندہ چھیالیس حصے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام بٹالوی اور براہین احمدیہ

قادیانی حضرات براہین احمدیہ کو اپنے نبی کی معرکہ آراء کتاب بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کتاب نے دشمنوں کے منہ بند کر دیئے تھے کیونکہ اس کتاب میں مرزا صاحب نے اسلام کی سچائی کے دلائل کے انبار لگا دیئے تھے اور اسی لیے بہت سے علماء کرام نے اس کتاب کی تعریف کی تھی۔ اس کتاب کی تعریف کرنے والے علماء میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم بھی شامل تھے جو بعد میں مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اور مرزائی ہمیشہ انہیں طعنے دیتے رہے کہ اب تم کس منہ سے مخالفت کرتے ہو کیونکہ تم نے تو اس کتاب کی تعریف کی ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے ''براہین احمدیہ'' پر موافقانہ ریویو لکھا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مرزا صاحب نے ابھی مسیح یا نبی یا مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور براہین کے مضامین کو علماء دیوبند و گنگوہ نے موجب کفر نہیں سمجھا تھا اور لوگوں کو تکفیر مرزا سے روکا بھی تھا''۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ برحاشیہ صفحہ ۱۷۰)

بعد میں مرزا صاحب کے دعوے سامنے آئے تو مولانا مرحوم نے رد قادیانیت کا محاذ سنبھال لیا۔

اس پر مرزا صاحب نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''درحقیقت ان رسالوں (فتح اسلام، توضیح مرام) میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ بلا کم وبیش یہ وہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعویٰ ہے جس کا ''براہین احمدیہ'' میں بھی ذکر ہو چکا ہے اور جس کی آں مکرم اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں امکانی طور پر تصدیق بھی کر چکے ہیں''۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ، جلد ۱۲، نمبر ۱۲، صفحہ ۳۶۴)

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے جواب میں لکھا:

''جو امکان میں ریویو ''براہین احمدیہ'' میں بیان کر چکا ہوں اس کا اب بھی قائل ہوں مگر آپ نے اس امر ممکن سے جس کا میں نے امکان تجویز کیا تھا بڑھ کر ان رسائل میں دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا آپ کے لیے اس ریویو کی عبارات کافی و مفید نہ ہوں گی۔ آپ ان عبارات کو میرے سامنے پیش کیے بغیر ان سے استشہاد کریں گے تو آپ نقصان اٹھائیں گے، بہتر ہے کہ آپ میری کلام مجھے دکھا کر شائع کریں''۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ، جلد ۱۲، نمبر ۱۲، صفحہ ۳۶۶)

اور شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کے خط میں یہ بھی لکھا:

''اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعویٰ ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعت السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں اور یہ اقرار تحریری دیں کہ اگر براہین احمدیہ اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہو تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے''۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ، جلد ۱۲، نمبر ۱۲، صفحہ ۳۷۸)

اور آپ نے یہ بھی لکھا کہ:

میرے مضمون ریویو میں ایک حرف آپ کے اس دعویٰ جدید کا مصدق نہیں ہے، نہ آپ نے اپنے براہین احمدیہ میں یہ دعویٰ (مسیح موعود ہونا) صراحتاً یا اشارتاً کیا اور نہ میں نے اس کی تصدیق و تائید میں کوئی کلمہ لکھا۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ، جلد ۱۲، نمبر ۱۲، صفحہ ۳۸۶)

لیکن مرزا صاحب تا عمر اپنی ہانکتے رہے، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے ساتھ بحث مباحثوں میں بھی مرزائی کہا کرتے تھے کہ تمہارے محمد حسین نے بھی ایک وقت میں اس کتاب کی تعریف کی تھی۔ بنابریں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے قادیانیوں کو مخاطب کر کے لکھا:

''اگر کسی صاحب کو یہ وہم گزرے کہ تصنیفات مرزا خصوصاً ''براہین احمدیہ'' اگر واقعی معقولیت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گری ہوئی ہیں تو اس زمانے کے علماء نے ان کی تعریف کیوں کی تھی؟ اس وہم کا دفعیہ یوں ہے کہ مرزا صاحب نے اس کتاب کے فوائد ایسے کچھ دلفریب بتائے تھے جن کو سن کر ہر ایک ہمدرد اسلام گرویدہ ہوسکتا تھا جس کی مثال آج کل کی اشتہاری دوائیں ہیں کہ ایک ہی دوا کے ایسے فوائد بتائے جاتے ہیں کہ ضرورتمند کو گمان ہوجاتا ہے کہ یہ دوا واقعی ہر ایک مرض کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ ہم ناظرین کی اطلاع کے لیے وہ فوائد نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ان فوائد کو دیکھ کر اپنے اندر جو اثر پائیں گے اس سے اندازہ لگا سکیں گے کہ اس زمانے کے نیک مسلمانوں پر اس تحریر کا کیا کچھ اثر ہوا ہوگا؟ وہ فوائد بالفاظ مرزا صاحب یہ ہیں"۔

بالآخر بعد تحریر تمام مراتب ضروریہ کے اس بات کا واضح کرنا بھی اس مقدمہ میں قرین مصلحت ہے جو کن کن قسموں کے فوائد پر یہ کتاب مشتمل ہے تا وہ لوگ جو حقانی صداقتوں کے جان لینے پر جان دیتے ہیں اپنے روحانی محبوب کی خوشخبری پائیں اور تا ان پر جو راستی کے بھوکے اور پیاسے ہیں اپنی دلی مراد کا راستہ ظاہر ہو جائے' سو وہ فوائد چھ قسم کے ہیں جو بہ تفصیل ذیل ہیں۔

اول اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جائے گا اور کسی مغوی کے پیچ میں نہیں آئیں گے بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لیے ایک کامل استاد اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔

دوسرا یہ فائدہ کہ یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیقت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر ایک طالب حق پر ظاہر ہوگی بجز اس شخص کے کہ بالکل اندھا اور تعصب کی سخت تاریکی میں مبتلا ہو۔

تیسرا یہ فائدہ کہ جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی' عیسائی' مجوسی' آریہ' برہمو' بت پرست' دہریہ' طبعیہ' اباحتی' لامذہب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے اور جواب بھی ایسا کہ دروغ گو کو اس کے گھر تک پہنچایا گیا ہے اور پھر رفع اعتراض پر کفایت نہیں کی گئی بلکہ یہ ثابت کر کے دکھلایا گیا ہے کہ جس امر کو مخالف ناقص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفہم نے جائے اعتراض سمجھا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسا امر ہے کہ جس سے تعلیم قرآنی کی دوسری کتابوں پر فضیلت اور ترجیح ثابت ہوتی ہے نہ کہ جائے اعتراض۔ اور پھر وہ فضیلت بھی ایسے دلائل واضحہ سے ثابت کی گئی ہے کہ جس سے معترض خود معترض الیہ (اصل میں اسی طرح ہے۔ ناقل) ٹھہر گیا ہے۔

چوتھا یہ فائدہ ہے جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے اور تمام وہ اصول اور عقائد ان کے جو صداقت سے خارج ہیں بمقابلہ اصول حقہ قرآنی کے ان کی حقیقت باطلہ کو دکھلایا گیا ہے کیونکہ قدر ہر ایک جوہر بیش قیمت کا مقابلہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور روح افروز سے اسلام کی روشنی بھی سب پر منکشف ہو جائے گی کیونکہ تمام وہ دلائل اور براہین جو اس میں لکھی گئی ہیں اور تمام کامل صداقتیں جو اس میں دکھائی گئی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور ہر ایک دلیل عقلی وہی پیش کی گئی ہے جو خدا نے اپنی کلام میں آپ پیش کی ہے اور اسی التزام کے باعث سے تقریباً باراں (اصل میں اسی طرح مرقوم ہے۔ ناقل) سیپارہ قرآن شریف کے اس کتاب میں اندراج پائے ہیں۔ پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ کو ظاہر کرنے کے لیے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک صادق اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا عالی مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہوگا۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کے مباحث کو نہایت متانت اور عمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہوگا کیونکہ دلائل صحیحہ کے توغل اور استعمال سے قوت ذہنی بڑھتی ہے اور ادراک اور امور دقیقہ میں طاقت مدرکہ تیز ہو جاتی ہے اور بباعث ورزش براہین حقہ کے عقل سچائی پر ثبات اور قیام پکڑتی ہے اور ہر ایک امر متنازعہ کی اصلیت اور حقیقت دریافت کرنے کے لیے ایک ایسی کامل استعداد اور بزرگ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جو کہ تکمیل قوائے نظریہ کا موجب اور نفس ناطقہ انسان کے لیے ایک منزل اقصیٰ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمال ہے کہ جس پر تمام سعادت اور شرف نفس کا موقوف ہے۔ (براہین احمدیہ۔صفحہ ۱۳۵' تا ۱۳۸)

مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ کہتے ہیں کہ یہ ہیں وہ فوائد جو ایک مومن مسلمان کو اس کتاب کی طرف مائل کرنے کے لیے کافی سے زیادہ ہیں۔ اسی لیے اس زمانہ کے مسلمانوں نے عموماً اور بعض علماء نے خصوصاً اس کتاب کی تعریف کی اور اس کی اشاعت میں مرزا صاحب کی مدد کی۔ لیکن غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا یہ فوائد حاصل ہوئے بھی؟ اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ جبکہ موعودہ کتاب ہی وجود میں نہیں آئی تو اس کے فوائد کیسے حاصل ہو سکتے۔ رہی یہ بات کہ کتاب کیسے وجود میں نہیں آئی، حالانکہ براہین احمدیہ کے نام سے یہ کتاب فروخت ہو رہی ہے۔ اس کا جواب بالا جمال یہ ہے کہ ان تین سو براہین حقہ میں سے ایک برہان بھی شائع نہیں ہوئی جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے۔

ہزاروں وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے   قسم خدا کی نہ ہم ان کو بے وفا کہتے

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ کہتے ہیں کہ دوسرا وہم یہ کیا جاتا ہے کہ مخالفوں نے اس (براہین احمدیہ) کا جواب دے کر دس ہزار روپیہ انعام وصول کیوں نہیں کیا۔ جس کا اشتہار مرزا صاحب نے دے رکھا تھا۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جس حالت میں دلائل ظہور پذیر ہی نہیں ہوئے تو جواب کس چیز کا ہوتا؟ آج تک مخالفوں کی طرف سے یہ معقول مطالبہ کیا جاتا رہا کہ وہ دلائل پیش کرو تو ہم غور کریں گے۔

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے مطبوعہ براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل حقیت قرآن اور صداقت نبوت محمدیہ ﷺ دیئے گئے ہیں ہم مکمل طور پر تصنیف کر چکے ہیں (صفحہ ۹۳' ۹۹' ۱۳۶' براہین احمدیہ ملاحظہ ہوں)۔ اب حقیقت واقعہ سنیئے۔ آپ (مرزا قادیانی) کتاب ہذا کے صفحہ ۵۱۲ پر لکھتے ہیں۔

ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیقت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں۔

اس کے بعد چند آیات مع ترجمہ لکھ کر صفحہ ۵۶۲ پر کتاب کا خاتمہ ایسے ناپسندیدہ طریق پر کیا ہے جس پر کوئی قابل مصنف تو کیا معمولی مصنف بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً آپ لکھتے ہیں کہ سوئی بغیر دھاگہ کے ناکارہ ہے اور کوئی کام سینے کا اس سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح عقلی فلسفہ بغیر تائید خدا کی کلام کے متزلزل اور غیر مستحکم اور بے شہادت اور بے بنیاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

حسب دستور یہ بھی نہیں لکھا کہ باقی مضمون آئندہ جلدوں میں شائع ہوگا۔ یہاں تک کہ اخیر میں ''باقی دارد'' بھی نہیں لکھا۔ اس کے تئیس سال کے بعد براہین کی پانچویں جلد شائع ہوئی۔ اس کو صرف اپنی مسیحائی کے ذکر سے پر کر دیا۔ چوتھی جلد کی انتہا کا کوئی ربط پانچویں جلد کی ابتدا کے ساتھ نہیں دکھایا۔ اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک بے نظیر کتاب (براہین احمدیہ) شائع کر کے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے جس پر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلتا ہے:

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں   بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

ہم خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور امیر جماعت لاہور (مولوی محمد علی لاہوری) سے کہتے ہیں آپ دونوں صاحب گو چند مسائل میں باہم مختلف ہیں اسی لیے آئے دن ایک دوسرے کو مباحثہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں مگر اس امر پر متفق ہیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات خواص اور عوام کو مفید ہے۔ اسی لیے قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتیں مرزا صاحب کی کتب کو مکرر، سہ کرر چھپوا کر شائع کر رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے اسی فعل پر ہماری درخواست متفرع ہے کہ وہ ''براہین احمدیہ'' جس کا مسودہ مرزا صاحب تیار کر چکے تھے اور جس کا ذکر مرزا صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۹۳ وغیرہ پر کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ جس کی عدم اشاعت کا اعتراف اور آئندہ اشاعت کا مژدہ مرزا صاحب نے ''آئینہ کمالات'' کے صفحہ ۳۰۶ پر دیا ہوا ہے۔ سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے اس کتاب کے مسودہ کو شائع کر دیں تاکہ اسلام کی خدمت مکمل ہو جائے جس کے لیے مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے اور آپ نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اعلان کیا تھا کہ اس کتاب میں دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا۔ (اشتہار عرض ضروری ملحقہ براہین) اگر آپ لوگوں نے یہ اسلامی خدمت انجام نہ دی اور ہمارا یقین ہے کہ نہیں دیں گے۔ تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مرزا صاحب کا یہ بیان متعلقہ تکمیل مسودہ کتاب حقیقت نہیں، بلکہ شاعرانہ تخیل تھا۔ (ناقابل مصنف مرزا، مصنفہ مولانا امرتسریؒ۔ طبع جون ۱۹۴۳ء امرتسر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دفعہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے لکھا:

اہل حدیث (امرتسر) مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۰ء میں مرزا صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کے متعلق ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس میں ہم نے مرزا صاحب کی اس مایہ ناز تصنیف پر ریویو کیا تھا اور پوچھا تھا کہ مرزا صاحب نے اس کتاب میں صداقت اسلام پر جو تین سو دلائل لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ دلائل یا ان میں سے کوئی ایک دلیل کس صفحہ پر ہے؟ ہم نے یہ بھی لکھا تھا امرتسر یا لاہور میں ایک مجلس منعقد ہو جس میں یہ دلائل دکھائے جائیں۔ ہماری طرف سے صرف یہ سوال ہوگا کہ براہین کے اس صفحہ کا حوالہ بتایا جائے جہاں مرزا صاحب نے دلائل موعودہ کل یا کم سے کم ایک ہی دلیل لکھی ہو۔ کیسا صاف اور فیصلہ کن سوال ہے مگر قادیان سے جواب کی امید!!! ایں خیال است ومحال است وجنوں چنانچہ وہی ہوا کہ جواب میں ہمیں کوسا گیا' جب کوستے کوستے تھک گئے تو ہماری عربی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھ دیا کہ تم کیونکر بول سکتے ہو خود تمہاری عربی تفسیر کے خلاف فتویٰ لگا ہوا ہے۔ یہ تو وہی مثال ہوئی جو کسی مولوی صاحب نے ایک بے نماز کو کہا تھا کہ میاں نماز پڑھا کر تو اس نے بڑی متانت سے جواب دیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر کھانے میں نمک بہت زیادہ ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا میرے سوال سے اس کا کیا تعلق؟ ہوشیار طالب علم نے کہا کہ تعلق ہو یا نہ ہو۔ یونہی بات سے بات نکل آتی ہے۔ اچھا بھائی' ہماری تفسیر بھی غلط سہی۔ تو ہم اور مرزا صاحب دونوں برابر ہوئے۔ پس نہ ہم مسیح موعود ہیں اور نہ مرزا صاحب' قصہ ختم۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۵-۶)

قادیانیوں کے پاس لے دے کے ایک ہی بات تھی کہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسینؒ بٹالوی نے براہین پر موافقانہ ریویو لکھا تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مرزائیوں کی اس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کی مایہ ناز کتاب ''براہین احمدیہ'' ہے اس میں مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھوں گا' ہم نے اس کی بابت اتباع مرزا سے بارہا یہ مختصر سوال پوچھا کہ وہ لوگ کوئی ایک دلیل ہی ہم کو دکھائیں کہ کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوئی؟ خدا جانے یہ سوال کتنا وزنی ہے کہ نہ قادیان سے اس کا جواب آتا ہے نہ لاہور سے۔ اخبار الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں ایک طویل مضمون ہمارے جواب میں نکلا ہے۔ اس میں بھی ہمارے اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے محض ادعا پر ادعا کیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مثلاً کہا گیا ہے کہ آج سے نصف صدی پہلے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مرد خدا (مرزا قادیانی) کھڑے ہوئے اور دین اسلام کی حفاظت میں یہ کتاب لکھی۔ کوئی ثبوت پوچھے، تو کچھ نہیں بتا سکتے۔ ہم سے پوچھو تو ہم بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب نے ہندوستان میں عیسائیوں کی کل تعداد پانچ لاکھ بتائی ہے مگر آپ نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ ان پانچ لاکھ عیسائیوں میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، بھنگیوں اور دوسری پست قوموں میں سے کتنے کتنے افراد آئے تھے۔ مضمون نگار صاحب اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کریں کہ مرزا صاحب سے پہلے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں عیسائی ہو چکے تھے۔ ہم تو مرزا صاحب کے اس دعوے کو بھی محض ادعا سمجھتے ہیں۔ آخر لے دے کے ہمارے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا نام پیش کیا جاتا کہ انہوں نے ''براہین احمدیہ'' کی تعریف کی ہوئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا ممدوح محدث تھے اور محدثین کا اصول ہے کہ راوی اپنی جس روایت کی تکذیب کر دے وہ روایت حجت نہیں رہتی۔ مولانا موصوف اپنی آخری عمر میں مرزا صاحب کی کل باتوں کی تردید کرتے رہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے ''براہین احمدیہ'' پر تحسین آمیز الفاظ میں تبصرہ (ریویو) کیا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟ جواباً فرمایا کہ محض امکان تصور پر۔ اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ قادیانی اہل علم ہمارے سوال کا جواب مولانا بٹالوی کے ریویو ہی میں بتا دیں کہ مرزا صاحب کی تین سو دلائل حقہ میں سے کتنی دلیلیں براہین میں مرقوم ہیں اور وہ کس صفحہ سے شروع ہو کر کس صفحہ پر ختم ہوتی ہیں؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۴-۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

براہین احمدیہ معاصرین کی نظر میں

براہین احمدیہ ہر چہار حصہ کی اشاعت کے وقت عوام اہل اسلام کا ردعمل ملا جلا تھا، ایک طبقہ نے اس تصنیف کو خوش آمدید کہا کیونکہ اس میں غیر مسلموں کے مقابلے میں اسلام کے دفاع کا دعوی کیا گیا تھا۔ تاہم ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو اس کے بعض مندرجات سے متفق نہیں تھا۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی، حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

مخدومی مکرمی مولانا اخویم مولوی محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ آں مخدوم پہنچا، باعث ممنونی ہوا۔ الحمد للہ والمنہ کہ علماء شرع کی طرف سے حسن ظن اور رفق اور نرمی ظہور میں آئی۔ اور بعض نے طریق نزاع اختیار کیا ہے تو اس میں بھی حضرت ارحم الراحمین کی طرف سے کوئی مصلحت ہوگی۔ یہ عاجز بخوبی جانتا ہے کہ جناب الہی کی یہ عادت نہیں ہے کہ ایسے کاموں کو چپکے چپکے یک دفعہ کمال تک پہنچادے اور ہر یک قسم کے دل سے یک بارگی آمنا صدقنا کا اقرار کرادے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے ثواب کہ جو شدائد اور مکروہات کے دیکھنے پر موقوف ہیں، نبیوں اور مرسلوں کو اور ہم لوگوں کو جو ان کے متبعین ہیں ہرگز حاصل نہ ہوسکتے، بلکہ انواع واقسام کے اسرار مخفی رہ جاتے اور کئی قسم کی تائیدات اور برکات سماوی اور آیات رحمانی جن کا ظہور بروز کسی موذی کی ایذاء سے وابستہ ہے پردہ اخفا میں چھپی رہتی۔ ۱۵ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

(اخبار الحکم قادیان ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۵۔۶)

(یاد رہے کہ حضرت مولانا بٹالویؒ کے نام مرزا صاحب کا یہ خط ۱۸۸۴ء کے اوائل کا ہے، جب ان کی براہین احمدیہ کی چار جلدیں منظر عام پر آچکی تھیں۔ اس خط سے اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں نکلتا کہ ان کا مسیحیت یا نبوت یا مہدویت کا کوئی دعوی ہے اور مرزا صاحب اپنے آپ کو نبیوں اور مرسلوں کا متبع بتاتے ہیں۔ ایسے ہی جذبات وخیالات کی وجہ سے مولانا محمد حسین ان کی حمایت کرتے تھے اور مولانا رشید احمد گنگوہی انہیں صالح مسلمان قرار دیتے تھے۔ بہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز ایک تحریر میں مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

ہم نے صدہا طرح کا فتور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا چونکہ یہ مخالفین پر فتح عظیم اور مومنین کے دل و جان کی مراد تھی اس لئے امراء اسلام کی عالی ہمتی پر بڑا بھروسہ تھا جو وہ ایسی کتاب لاجواب کی بڑی قدر کریں گے اور جو مشکلات اس کی طبع میں پیش آرہی ہیں ان کے دور کرنے میں بدل و جان متوجہ ہو جائیں گے مگر کیا کہیں اور کیا لکھیں اور کیا تحریر میں لاویں اللہ المستعان و اللہ خیر و ابقی۔ بعض صاحبوں نے قطع نظر اعانت سے ہم کو سخت تفکر اور تردد میں ڈال دیا ہے ہم نے پہلا حصہ جو چھپ چکا تھا اس میں سے قریب ایک سو پچاس جلد کے بڑے بڑے امیروں اور دولت مندوں اور رئیسوں کی خدمت میں بھیجی تھیں اور یہ امید کی گئی تھی جو امراء عالی قدر خریداری کتاب منظور فرما کر قیمت کتاب جو ایک ادنیٰ رقم ہے بطور پیشگی بھیج دیں گے اور ان کی اس طور کی اعانت سے دینی کام بآسانی پورا ہو جائے گا اور ہزارہا بندگان خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی امید پر ہم نے قریب ڈیڑھ سو کے خطوط اور عرائض بھی لکھے اور بہ انکسار تمام حقیقت حال سے مطلع کیا۔ مگر باستثناء دو تین عالی ہمتوں کے سب کی طرف سے خاموشی رہی۔ نہ خطوط کا جواب آیا، نہ کتابیں واپس آئیں۔ مصارف ڈاک تو سب ضائع ہوئے لیکن اگر خدانخواستہ کتابیں بھی واپس نہ ملیں تو سخت دقت پیش آئے گی اور بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا (جیسا کہ ایک خط میں مرزا صاحب اپنے مرید میر عباس علی لدھیانوی کو لکھتے ہیں:

آپ کی کوششوں سے دل بار بار خوش ہوتا ہے اور بار بار آپ کے لئے اور آپ کے معاونوں کے لئے دل سے نکلتی ہے خداوند کریم نہایت مہربان ہے اس کے تفضلات سے بہت سی امیدیں ہیں اس کی راہ میں کوئی محنت ضائع نہیں ہوتی.. جب یہ کتاب چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کے لئے لکھا گیا تھا۔ بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ سو اس میں سے صرف ابراہیم علی خان صاحب نواب مالیر کوٹلہ اور محمود علی خان صاحب رئیس چھتاری اور مدارالمہام جونہ گڈھ نے کچھ مدد کی تھی دوسروں نے اول توجہ ہی نہیں کی اگر کسی نے کچھ وعدہ بھی کیا تو اس کا ایفاء نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا.... ۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق شعبان ۱۳۰۰ھ۔ مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ ص ۲۷۔۲۹)..(

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صدیق حسن خان مرحوم ۱۸۸۳ء کے نصف اول میں ہی قادیانی کی مخالفت شروع کر چکے تھے۔ بہاء) ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو جو تین سو براہین قطعیہ و عقلیہ پر مشتمل ہے بغرض اثبات حقانیت قرآن شریف جس سے یہ لوگ بکمال نخوت منہ پھیر رہے ہیں تالیف کیا ہے... اب ہر ایک مومن کے لئے خیال کرنے کا مقام ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کتاب کے ذریعہ سے تین سو دلائل عقلی حقیت قرآن شریف پر شائع ہو گئیں اور تمام مخالفین کے شبہات کو رفع اور دور کیا جائے گا وہ کتاب کیا کچھ بندگان خدا کو فائدہ پہنچائے گی...

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۳۸۔۴۶، اشتہار مندرجہ کتاب براہین احمدیہ جلد دوم ص ا، تا، ق۔ ۱۸۸۰ء)

اور مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں؛

بعض صاحبوں نے اس کتاب کو محض خرید و فروخت کا ایک معاملہ سمجھا ہے اور بعض کے سینوں کو خدا نے کھول دیا اور صدق و ارادت کو ان کے دلوں میں قائم کر دیا ہے لیکن موخر الذکر ہنوز وہی لوگ ہیں کہ جو استطاعت مالی بہت کم رکھتے ہیں اور سنت اللہ اپنے پاک نبیوں سے بھی یہی رہی ہے کہ اول اول ضعفاء اور مساکین ہی رجوع کرتے رہے ہیں اگر حضرت احدیت کا ارادہ ہے تو کسی ذی مقدرت کے دل کو بھی اس کام کے انجام دینے کے لئے کھول دے گا و الله علی کل شیء قدیر۔ اشتہار ٹائٹل پیج صفحہ آخری براہین احمدیہ جلد چہارم ۱۸۸۴ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول۔ ص ۵۷)

(کتاب مکمل نہ ہوئی، نہ مکمل کتاب طبع ہوئی ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی کا ارادہ ہی نہ تھا کہ یہ کتاب مکمل طبع و تالیف ہو۔ ابہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشان نمائی کا قادیانی چیلنج

براہین کے دور میں نشان نمائی کے لئے چیلنج کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

گذارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اوران لوگوں کو جوراہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی تحیات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کی ۳۷ جزء چھپ کر شائع ہوچکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اسلئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جسکی ۲۴۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے) شائع کیا جائے اوراس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان وانگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو، جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں،اور بخدمت معزز برہموں صاحبان و آریہ صاحبان ونیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان (جو وجود خوارق وکرامات سے منکر ہیں اوراس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں) ارسال کی جاوے۔

یہ تجویز نہ اپنے فکرواجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولی کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اوربطور پیش گوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم ولا جواب و مغلوب ہوجائیں گے۔ بنابرعلیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور اور مقتداء ہیں، ارسال کیا جاتا ہے اور آپکے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبۃً للہ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کرینگے اگر آپ نے اسکی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی۔ اور اس کاروائی کی (کہ آپ کو رجسٹری شدہ خط ملا پھر آپ نے اس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جائے گی۔ اصل مدعا خط کے جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں، یہ ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشگوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز (مرزا) کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کر لیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالی آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپکو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائیگا۔ اس دو سو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لا سکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام (یا تصدیق خوارق) میں توقف نہ فرمائیں۔ آپ اپنے شرط اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کردیں جس کو متعدد اردو انگریزی اخباروں میں شائع کیا جائے گا۔ ہم اپنی شرط دوسو روپیہ ماہوار جرمانہ یا حرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔ بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جل شانہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے سچے دین کے براہین ہم پر ظاہر کئے اور پھر ان کی اشاعت کے لئے ایک آزاد سلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلشیہ ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ ادا کرتا ہے۔

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب۔ مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ا۔ ص ۲۰۔۲۲)

نیز میر عباس علی لدھیانوی کو مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس عاجز نے ایک خاص معتبر لاہور میں بھیجا ہوا ہے اگرچہ ارادہ تھا کہ دو ہزار خط چھاپا جائے مگر دو ہزار نوٹس بھیجنے میں پانچ سو روپیہ خرچ آتا ہے کیونکہ ہر ایک خط رجسٹری ہو کر بصرف چار آنہ جائیگا اس لئے بعض دوستوں کے مشورہ سے یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ بالفعل صرف پانچ سو خط چھپوایا جائے جس میں کچھ انگریزی اور کچھ اردو ہونگے۔ ان خطوط کے چھپوانے اور روانہ کرنے میں بھی ایک سو پچاس یا کچھ زیادہ روپیہ خرچ آجائیگا۔ مگر یہ کام اتمام حجت کیلئے کیا گیا ہے تا ہر ایک ضلع میں بڑے بڑے پادریوں اور پنڈتوں کی طرف اور بعض راجوں اور رئیسوں کی طرف بھی اور بعض علماء اور گدی نشینوں کی طرف بھی روانہ کئے جائیں۔ اور پھر جب ان کی اطلاع یابی ہو کر آجائے تو ان سب کے نام بغرض اظہار اتمام حجت حصہ پنجم میں درج کئے جائیں۔

..دوم مارچ ۱۸۸۵ء۔ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۸۸۔۸۹)

(یاد رہے کہ اشتہاروں میں لکھتے ہیں کہ ۲۵۰ چھپوایا ہے، اور مرید کو جس سے چندے کی امید ہے لکھتے ہیں پانچ سو چھپوایا جائے۔ ایسا ہی ۸ ہزار اشتہار انگریزی کا حال بھی ہوگا، کیونکہ یہ اشتہارات تو عموماً بیرون ملک بھیجنا ہوں گے اور ان پر خرچ بھی بے پناہ آئے گا، وہ کون برداشت کرے گا ۔اور ڈاک خرچ ہی کے دکھ سے تو اتمام حجت والا اشتہار کم تعداد میں شائع کیا جارہا ہے۔ بہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اشتہار کے بعد، جو غیر مسلموں کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا، ایک ہندو لیکھ رام نے مرزا قادیانی سے خط و کتابت شروع کی، بعدازاں وہ شخص قادیان آدھمکا اور مرزا قادیانی کو روبرو ایک ماہ تک للکارتا رہا۔ مقابلے میں مرزا صاحب آئیں بائیں شائیں کرتے رہے۔ (پنڈت لیکھ رام کی سرگرمیوں کی روداد ہم متفرقات کے حصے میں نقل کر رہے ہیں)۔ ادھر حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ، ان دنوں مرزا صاحب کی دفاع اسلام اور تردید مذاہب غیر کی سرگرمیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مرزا صاحب کی نشان نمائی کی طویل میعاد، اور نشان دیکھنے والے کا قادیان آکر رہنا ضروری قرار دینے پر تنقید کرتے ہوئے اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں:

تھوڑا عرصہ ہوا کہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار اردو و انگریزی میں شائع کیا تھا جس کا بیس ہزار پرچہ چھپ کر ہندوستان وغیرہ بلاد میں شائع ہوا... اسکے بعد انہوں نے ایک خط اردو و انگریزی میں چھپوا کر شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ جس شخص کو قرآن کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کی نبوت پر آسمانی نشانوں کی شہادت مطلوب ہو وہ ہمارے پاس آکر ایک سال تک قیام کرے۔ اس اثنا میں خدا تعالی اس کو آسمانی نشان مشاہدہ کرادے گا۔ اور اگر بالفرض کوئی نشان آسمانی اس کے مشاہدہ میں نہ آیا تو اس کو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے چوبیس سو روپیہ حرجانہ خرچ خوراک وسکونت سے علاوہ دیا جاوے گا۔....

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں) ہم اس مقام میں اس خط اور اس کے دعاوی کی نسبت کوئی رائے قائم کرنا نہیں چاہتے اور نہ فریق مقابل کی سکوت سے کوئی نتیجہ نکالتے ہیں ہم صرف.. مئولف براہین احمدیہ کو بطور مشورہ آئندہ کے لئے یہ رائے دیتے ہیں کہ اب وہ امور ثلاثہ معروضہ ذیل میں سے ایک امر ضرور اختیار کریں۔

۱)۔ اشتہار کی میعاد میں تخفیف کریں اور بجائے ایک سال، ایک مہینہ یا زیادہ سے زیادہ سال کا ربع (یعنی تین مہینے) میعاد مقرر کریں۔ اور بصورت عدم مشاہدہ نشان آسمانی حرجانہ وہی چوبیس سو روپیہ رہنے دیں

۲)۔ یہ مناسب نہ سمجھیں تو لوگوں کو اپنے پاس بلانا ملتوی کریں۔ بجائے اسکے ان کو گھر بیٹھے بیٹھے آسمانی نشان دکھانے کی خدا سے التجا کریں۔ اور ایسی صورتوں میں وہ نشان دکھاویں جن کا وہ دور و نزدیک سے مشاہدہ و تصدیق کر سکیں۔ مثلاً کسی عظیم الشان کے ایک وقت خاص میں مرجانے یا ایک وقت خاص میں پیدا ہونے کی پیش گوئی کریں اور اس کو بذریعہ عام اخبارات و اشتہارات مشتہر کرادیں۔ چنانچہ پہلے خاص طور پر دیانند سرستی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کی موت سے وہ بعض لوگوں کو خبر دے چکے تھے جس کا ذکر وہ کتاب براہین احمدیہ میں کر چکے ہیں۔ایسے واقعات کو منصف وطالبان حق ذاتی مشاہدہ یا عام تسامع وشہادت سے تصدیق کرلیں گے۔اور مئولف براہین احمدیہ کو اپنے دعوی میں سچا جان لیں گے۔زبان سے مانیں خواہ نہ مانیں۔

۳)۔ یہ نہ ہوسکے تو بالفعل عملی طور پر تائید کو ملتوی رہنے دیں۔علمی تائید میں شب وروز مصروف ہوں اور کتاب براہین احمدیہ کے باقی حصے پورے کریں۔اوراس میں نقلی وعقلی دلائل سے دین اسلام کی تائید عمل میں لائیں۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۸۔ص ۱۷۷۔۱۷۸ مختصراً)

یہ تحریر اغلباً دسمبر ۱۸۸۵ء کی ہے جو ۱۸۸۶ء کی پہلی سہ ماہی میں ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۸ کے نمبر ۷ میں شائع ہوئی ہے۔اس تحریر میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اِدھر اُدھر کی باتیں چھوڑ کر براہین احمدیہ کو مکمل کریں،یعنی اسلام کی حقانیت پر اپنے موعودہ تین سو دلائل علمی دنیا کے سامنے پیش کریں۔اورنشان دیکھنے دکھانے کیلئے طویل مدتیں مقرر کرنا ترک کریں۔سال بھر کون آکر قادیان میں رہے گا۔اور مخالفین کو قادیان میں بلانے کی ضرورت بھی کیا ہے،لوگوں کو گھر بیٹھے نشان دکھائے جاسکتے ہیں۔اور کچھ کر سکتے ہو تو ایک دو ماہ میں کر دکھاؤ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند قادیانی خطوط

مکاتیب احمد جلد اول میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ۱۸۸۷ء میں لکھے جانے والے چار خطوط بنام شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ موجود ہیں جن میں مرزا قادیانی نے مولانا بٹالویؒ کے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ چونکہ ہمارے سامنے شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کے خطوط نہیں ہیں اس لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ انکے اعتراضات کی حقیقی صورت کیا تھی اور مرزا صاحب کے جوابات کس حد تک ان پر منطبق ہوتے ہیں۔ تاہم ان خطوط سے اتنا پتہ چل جاتا ہے کہ ۱۸۸۷ء میں مولانا بٹالوی مرحوم، مرزا صاحب کے اعمال وافعال پر تنقید کرتے تھے۔ مرزا قادیانی کے خطوط ملاحظہ فرمائیے:

❁ از عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ پہنچا، اشتہارات تلاش کر کے اور بعض مہمانوں سے لے کر ارسال خدمت ہیں۔ میں بباعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہوسکا کیونکہ مجھ کو درد گوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے۔ اعتراض احباب دربارہ کتب مؤلفہ ایں احقر معلوم نہیں کس صورت سے ہے، اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضا وقدر حضرت حکیم مطلق سے واقع ہو گیا ہے۔ شائد اس میں یہ مصلحت ہوگی کہ جو کچھ درمیانی کاروائیاں آج تک ہوئی ہیں ان کا وقوع میں آجانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا۔ میں اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور نہ اب ہوں کہ کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن تمام توقعات قادر مطلق کی انواع واقسام کی روکوں سے واقع ہوتی گئی ہیں۔ الوہیت کے زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو مضمحل اور کالعدم کر دیتی ہیں اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی انہیں میں ہوتی ہے۔ انسان اپنی فطرت سے مستعجل اور زود پسند ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ تانی اور توقف ہے جیسا کہ مدۃ نزول قرآن سے ظاہر ہے۔ غرض میرے ساتھ معاملہ حضرت عزوجل شانہ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اسکی مصلحت میری مصلحت پر مقدم آجاتی ہے وہ لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش کر دے اور جس بات کیلئے میرا سینہ کھول دیا ہے اس کیلئے ان کا سینہ بھی کھول دے و هو علی کلّ شیء قدیر

اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت سے اعتراض ہو کہ ان میں بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو میں منطقیوں کی طرح ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یہ نقش کر دیا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہوگا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہوگی اور گو وہ کیسے ہی بدتہذیبی سے پیش آئیں مگر ان کو ان تالیفات کی طرف، خواہ ردّ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو، رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہوگا۔ سو جس بات پر میری رائے قائم ہوگئی سو اگرچہ ابھی اس کے اخیر نتیجہ کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو ردّ کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندوؤں کے خیالات پر اثر ہو گیا ہے اور بایں ہمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندوؤں نے ابتداء سے استعمال کیا ہے۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز تحریر جس کے اختیار کرنے کے لئے حال تک میرا سینہ کھول دیا گیا تھا اگرچہ وہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح مگر یہ وہ شئے ہے جس پر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب میں نے جس قدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آئندہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہر ایک بات حلم اور رفق سے بیان کی جائے اور اسی پر خدا تعالی نے میرے دل کو قائم کر دیا ہے۔ سو میں جانتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت تھی اور اس میں ایک حکمت ہے۔

اور جو آنمخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیش گوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا مناسب نہیں، میں نے اب تک آپ کی خدمت میں اس وجہ سے اسکا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالی نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان و اشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کیلئے مجبور ہوں۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پرواہ اور نہ اس کا کچھ اندیشہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنیلئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ ان کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنے والا زمانہ اس سے بہت سا فائدہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھائے گا۔

بعض احباب مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے جو دو دو سو تین تین سو روپئے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے طبع کتاب میں دقتیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرضہ کا سر پر ہو گیا۔ اس کے جواب میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اگرچہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض للہ ہے اور اس میں بھی بارہا تواضع اور اکرام ضیف کیلئے حکم ہوا ہے نہ تخفیف مصارف کیلئے۔ تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جہاں تک طاقت تھی حسب توفیق ان کی خدمت کی گئی۔ سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور میں اسی کے حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اس کاروبار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں۔ جس قدر میرے پر قرضہ اور حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے اس بار گراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ الٰہی طاقت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جا سکتی مگر وہ ایک ہے حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے۔ والسلام ۸ ستمبر ۱۸۸۷ء

✿ مخدومی اخویم مولوی ابو سعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوء ظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے۔ میں ایسے مسلمانوں کی فسخ بیع پر راضی ہوں اور ان کا ظن کسی طور سے درست ہونے میں نہیں آتا۔ یہ تو سچ بات ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپئہ خرچ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ اس روپئہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں، یہ ایک ضعیف خیال ہے جو حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے ان کو انجام دیتا گیا۔ غایت مافی الباب یہ کہ عند الضرورت قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا اور کچھ انہیں درمیانی کاروائیوں میں خرچ ہوا جو کتاب کے متعلق تھیں۔ خیر سائلین ومعترضین کچھ سمجھیں اور کچھ خیال کر لیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان بدظنیوں کا میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جائے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الم تعلم انّ اللّٰہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی کل شیء قدیر

طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہے، ہاں کئی دفعہ گمان ہوتا ہے کہ وہی ہے کیونکہ:

۱۔ یہی لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوا۔

۲۔ حضرت مسیح کے روز پیدائش میں ہوا۔

۳۔ سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نور افشاں میں درج ہے۔

۴۔ اس کے روز پیدائش میں بعد تولد یہ الہامات ہوئے انّا ار سلناہ شاھداً و مبشّراً کصیّب مّن السّماء فیہ ظلمات وّ رعد وّ برق کلّ شیء تحت قد میہ ۔ سو میرے نزدیک اب تک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ والسلام ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء

(مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میری موت نہیں آئے گی جب تک بدظنیاں ختم نہ ہو جائیں۔ اس معاملے سے متعلق چند گذارشات متفرقات کے حصے میں کی جا رہی ہیں۔ بہاء)

مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا۔ بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے کہ اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیرخواہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں رہے۔ سو میرے لئے آپ کا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے جوش سے آپ قلم و زبان سے میری کاروائیوں کی نصرت میں لگے رہے ہیں، سو رنج اور خفگی کا کوئی محل نہیں۔ تا میں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا پھر وہ سب واقعی عذرات آپ کی نظر میں مکتفی نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت بمہماں داشت خانہ مہمان گذاشت۔ چند الفاظ مؤدبانہ ترک نزاع کے لئے میں نے استعمال کئے شائد انہیں الفاظ کو آپ نے کلمہ رنج و خفگی سمجھا ہوگا۔ مگر حاشا وکلا میرا وہ منشاء نہیں ہے جو آپ نے سمجھا۔ میں پھر بادب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر میں، میں آپ ہی ہوں، مگر گزشتہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدارک میرے حدامکان سے باہر ہے۔اس قصور کا خود معترف ہوں کہ جو کچھ کتاب کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا ہے (گزشتہ خط میں کہا کہ اسکا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا ہے۔بہاء) مگر یہ بات کہ خدا تعالی کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینوں کی نظر میں کس رنگ میں، اس میں بحث نہیں کرنا چاہتا، کیونکہ گذری ہوئی بات کو طول دینا کچھ فائدہ نہیں اور میری ناقص رائے میں آپ کا اس فکر میں پڑنا لا یلزم ہے۔آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں ولا تزر وازرۃ وزر اخری میں نے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب پر ناراض ہو وہ فسخ بیع کرسکتا ہے۔ایسے خطوط جب پہنچیں گے تو میں کوشش کرونگا کہ جلد تر کتابیں واپس لی جائیں اور انکا روپیہ مسترد کیا جائے۔سو وہ اشتہار اطلاع عام کیلئے کافی ہے۔میں آپ پر مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں ہوں لیکن اگر آپ خواہ نخواہ بات کو طول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں۔میں بشر ہوں اور بشریت کی صفات ولوازم سے نبی بھی الگ نہیں ہو سکتے جو شخص ان کے دل کو خوش کرے اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان کے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچائے اس سے وہ خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بشر ہیں۔آپ کے سامنے قرآن وحدیث سے اسکے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں۔

اور پھر آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونے والا ہے۔آپ میرے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۵ء کو دیکھ لیں اس میں، وہ، کا لفظ نہیں بلکہ، ایک، کا لفظ ہے اور یہ آپ کا قول کہ: ایسی پیش گوئیوں سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا۔، میری دانست میں یہ کہنا اسکا حق ہے کہ ان پیش گوئیوں کا مقابلہ کر کے دکھلا وے۔میرے رسالہ سراج منیر اور اس کی تمام پیشگوئیوں کی بناء اسی پر ہے کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے۔آپ فرماتے ہیں کہ: سراج منیر میں اسی طور کی پیش گوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا۔، اسکے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے، مگر دوسرا فقرہ آپ کا: ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہو گا، فراست پر مبنی نہیں ہے۔اور آپ کا یہ قول کہ: مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہو اور ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مال ناحق برباد نہ ہو۔ آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسی قدر ہتک ہو گیا اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہوگا۔ سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آ جانا مسلمانوں کیلئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہوا اتنا ہی تھوڑا ہے۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کو آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہوگا۔ ابد تک نہیں ہو گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نے ان کی اطمینان کی ہوگی اور یہ اشتہار پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے گئے تھے۔ اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ برطبق اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہو جانا جو مصدقہ پیشگوئی ہے، یہ موجب ہتک وندامت آریوں اور دیگر مخالفوں کا ہوا، یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہو گیا۔ انجیل میں حضرت مسیح کی پیش گوئیاں آپ نے نہیں دیکھیں کہ بھونچال آوینگے، کال پڑینگے، وبا پھیلے گی، لڑائیاں ہوویں گی۔ نہ کسی وقت کا پتہ نہ کسی مکان کا نشان۔ مگر اس وقت کے سچے عیسائیوں کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا۔ آپ کو یاد رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں کیونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک چیز کا اندازہ قیمت مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

والسلام۔ خاکسار غلام احمد، ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء۔

مخدومی مکرمی مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کر سکتا جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچی۔ اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں۔ اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اس کو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں۔ میں بجز اس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے اس قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے، آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے، جس کا اب مجھے علم نہیں، لکھونگا۔ ہاں ، آپ کے اس خط کی نسبت جس کو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھونگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کو ئی اور مضمون آپکے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جائے۔ سو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مسترح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ ۵۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء

(الحکم قادیان ۷ افروری ۱۹۰۴ء ص ۷)۔ (مکتوبات احمد۔ جلد ا۔ ص ۳۰۳۔ ۳۱۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کے منقولہ بالا خطوط کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے: ا۔ اسراف۔ ۲۔ مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ۔ ۳۔ ایسی پیش گوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے، اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔ ۴۔ کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال۔

جواب میں مرزا غلام احمد نے مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر تسلیم کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا (لیکن پھر بھی باز نہیں آئے) براہین وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدات میں انہیں استعمال کیا ہے۔ پیشگوئیاں شائع کرنیکا دفاع کیا کیونکہ یہ ان کی شہرت کا سبب بن رہی تھیں۔ تاہم مولانا بٹالوی ؒ کے دلائل سے لاجواب ہوکر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں۔

اس دور میں بٹالوی قادیانی تعلقات کی نوعیت پر مرزا قادیانی کے ان خطوط سے بھی روشنی پڑتی ہے جو انہوں نے اپنے مریدوں کو لکھے تھے۔ مثلاً ۱۸۸۹ء میں مرزا قادیانی اپنے حواری حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں:

اس عاجز کا دماغ بہت ضعیف ہوگیا ہے۔ کوئی محنت کا کام نہیں کرسکتا۔ ایک خط کا لکھنا مشکل ہے۔ اللہ جل شانہ غائب سے قوت عطا فرمائے۔ مولوی محمد حسین بہت دور جا پڑے ہیں.... مولوی محمد حسین ایک مقام اور رائے پر ٹھہر گئے ہیں اور وہ مقام اور رائے انہیں پسند آ گیا ہے۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں اگر اس پر ان کی موت ہو، تو اس طبقہ میں جانا پڑے گا جس میں محجوبین جایا کرتے ہیں۔ خدا تعالی صدق اور صادقین کی طلب ان میں پیدا کرے اور زنگ موجودہ سے انہیں نجات دے ورنہ ان کی حالت خطرناک ہے....

خاکسار غلام احمد۔ ۷ دسمبر ۱۸۸۹ء (مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۲۔ ص ۷۴۔ ۷۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ۱۸۹۰ء میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے حواری حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں:

❁ مولوی محمد حسین نے پختہ ارادہ مخالفانہ تحریر کا کرلیا ہے اور اس عاجز کے ضال ہونے کی نسبت زبانی طور پر اشاعت کر رہے ہیں۔ مرزا خدا بخش جو محمد علی خان صاحب کے ساتھ آئے ہیں ذکر کرتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی زبانی ضال کا لفظ سنا ہے۔ کل بمشورہ مرزا خدا بخش و محمد علی خان صاحب ان کی طرف خط لکھا ہے کہ پہلے ملاقات کر کے اپنے شکوک پیش کرو۔ معلوم نہیں کیا جواب دیں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آپ نہ آسکیں تو میں خود آ سکتا ہوں۔ مگر ان کے اس فقرہ سے سب کو تعجب آیا کہ میں عقلی طور پر مسیح کا آسمان سے اترنا ثابت کر دونگا۔ غزنوی صاحبوں کا جوش اس قدر ہے کہ ناگفتہ بہ۔ ایک صاحب محی الدین نام لکھو کے میں ہیں، انہوں نے اس بارے میں اپنے الہامات لکھے ہیں اور اذا تمنی القی الشیطان الی امنیتہ کا نمونہ دکھایا۔ در حقیقت ان الہاموں سے اپنی پردہ دری کی ہے۔ ان کے یعنی محی الدین اور عبدالحق کے الہامات کا یہی خلاصہ ہے کہ یہ شخص ضال ہے، جہنمی ہے۔ اور میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں نے کچھ دبی زبان سے کافر کہنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالی ایک بڑے امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ ایک شخص محمد علی نام شائد گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے، مولوی تو نہیں مگر خوش الحان واعظ ہے۔ اس نے سنا ہے کہ بٹالہ میں بڑی بدزبانی شروع کی ہے۔ مولوی محمد حسین بدزبانی تو نہیں کرتے مگر ضال کہتے ہیں۔ اور تعجب یہ کہ بعض لوگ کافر کہتے ہیں وہ اپنے خط میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی لکھ دیتے ہیں حالانکہ کفار کو ایسے لفظ لکھنے نہیں چاہییں ...والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۵ جولائی ۱۸۹۰ء۔ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۷۵)۔

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں قادیانی تھیلے سے بلی باہر آتی جارہی ہے حضرت بٹالوی رحمہ اللہ ان کی تردید و مخالفت کی شروعات کرتے جارہے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین ۱۸۹۱ء کی پہلی سہ ماہی میں کی ایک تاریخی مراسلت ہوئی جو ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد۱۲ بابت ۱۸۹۱ء (صفحات ۳۵۴ تا ۳۹۲) میں منقول ہے۔اس خط وکتابت سے تحریک ختم نبوت کا کاروان جادہ پیما ہوا۔اس سلسلے کا پہلا خط شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے لاہور سے تحریر کیا جو درج ذیل ہے:

لاہور ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء۔ بسم الله الرحمن الرحیم۔مکرمی جناب مرزا غلام احمد صاحب

آپ کا رسالہ فتح اسلام امرتسر میں چھپ ہی رہا تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔اور میں نے اس رسالہ کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگا کران کو دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعوی کیا ہے کہ موعود مسیح جن کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالی نے اپنی کلام مجید میں اشارۃً (مثلاً و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ۔نساء) اور رسول خدا ﷺ نے اپنی کلام مبارک میں، جو صحاح احادیث میں موجود ہے، صراحۃً وعدہ دیا ہے، وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کے مثیل کہلاتے ہیں، نہ وہ مسیح ابن مریم جن کو عام اہل اسلام مسیح موعود سمجھتے ہیں۔مسیح بن مریم کو مسیح موعود سمجھنے میں عام اہل اسلام نے غلطی کی ہے اور دھوکہ کھایا ہے۔اوران احادیث کو، جو مسیح موعود کی نسبت صحاح میں وارد ہیں، غور سے نہیں دیکھا۔

میں نے اس اپنی سمجھ کی تصدیق کے لئے پہلے مولوی عبدالکریم عرف کریم بخش سیالکوٹی کی وساطت سے آپ سے دریافت کیا تھا کہ اپنے مسیح موعود ہونے سے آپکی کیا مراد ہے۔پھر مشفقی مولوی نورالدین صاحب حکیم جموں کے ذریعہ سے یہ سوال کیا۔مگران دونوں صاحبوں نے آج تک نہ تو آپ کی طرف سے میرے سوال کا کوئی جواب پہنچایا اور نہ خود کچھ کہا۔اب میں بارسوم براہ راست آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اس دعوی سے کیا آپ کی وہی مراد ہے جو اوپر معروض ہوئی؟ اور وہ آپکے رسالے کے فقرات ذیل سے مفہوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے:

شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے، اور بے شمار روحیں اسی شوق میں سفر کر گئیں، وہ وقت تم نے پالیا۔ (فتح اسلام مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۱۰)

مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے۔ (فتح اسلام۔ص ۱۵)

مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا ہے تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ (فتح اسلام۔ص ۱۷)

تیسرا نشان یہ ہے کہ: وہ برگزیدہ نبی جس پر تم ایمان لانے کا دعوی کرتے ہو، اس پاک نبی نے اس عاجز کے بارے میں لکھا ہے جو تمہاری صحاح میں موجود ہے جس پر آج تک تم نے غور نہیں کی (فتح اسلام۔ص ۲۳)

یا اس دعوی سے آپ کی مراد کچھ اور ہے؟ وہی مراد ہے تو صرف ہاں یا نعم فرماویں۔ زیادہ توضیح کی تکلیف نہ اٹھاویں۔ اور اگر اس دعوی سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی توضیح کریں۔ اس خط کا جواب پا کر میں اس دعوی کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، بذریعہ تحریر ہو یا بواسطہ تقریر۔ امید کہ آپ جواب سے دریغ نہ فرماویں گے۔ اور اگر جواب سے آپ نے سکوت فرمایا تو اس سے بحکم السکوت فی معرض البیان بیان یہ سمجھا جائے گا کہ اس دعوی سے آپ کی وہی مراد ہے جو خاکسار نے عرض کیا ہے۔ اور اس پر جو کہنا ہے سو کہا جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو یا آپ کے اتباع کو کوئی تاویل کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ اسی غرض سے اس خط کی نقلیں بعض خاص اتباع جناب کے پاس بھیجی گئی ہیں۔ آپ کا ناصح خیر خواہ: ابوسعید محمد حسین

☆ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو لکھا:

عنایت نامہ پہنچا۔ عاجز کی طبیعت علیل ہے۔ اخویم منشی عبدالحق صاحب کو تاکید فرماویں کہ جہاں تک جلد ممکن ہو معمولی گولیاں ارسال فرماویں۔ توجہ سے کہہ دیں۔ افسوس میری علالت طبع کے وقت آپ عیادت کیلئے بھی نہیں آئے۔ اور آپکے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔ خاکسار غلام احمد ۵ فروری ۱۸۹۱ء

☆ اس کے جواب میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے لکھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کا کارڈ میں نے وصول پایا۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعوی کا کہ میں مسیح موعود ہوں، خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالی کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے۔

آپ اگر اس دعوی میں حضرت خضرؑ کی طرح معذور ہیں تو میں اس کے انکار اور خلاف میں حضرت موسیؑ کی طرح مجبور ہوں (خضرؑ کا چلتی کشتی کے تختے کو اکھاڑ دینا، ایک بے گناہ لڑکے کی جان مارنا، ایک گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر دینا۔ اور موسیؑ کا ان تینوں فعلوں پر معترض ہونا۔ سورہ کہف کے دسویں رکوع میں مذکور ہے) آپ کے رسائل توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام میرے خلاف کو نہیں روکیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ نقلی یا عقلی دلائل سے آپ اور آپکے حوارین آپ کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ کر سکیں گے تاہم آپ تینوں رسائل کی تین تین کا پیاں ارسال کریں۔ میں ان کو غور سے دیکھوں گا۔ انشاء اللہ۔ مولوی نور الدین صاحب نے میرے پاس کوئی رسالہ نہیں بھیجا۔ وہ مجھ سے صرف آپ کی وجہ سے ناراض ہیں۔ منشی عبدالحق کو آپ کا پیغام پہنچا دیا۔ میں آپ سے ملونگا، ان شاء اللہ، مگر جلد نہیں مل سکتا۔

آپ کا ناصح ابوسعید محمد حسین

☆ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب۔ عنائت نامہ پہنچا۔ اگرچہ خداوند خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز اس کی طرف سے مامور ہے، اور ایسے امور میں جہاں عوام کے فتنے کا اندیشہ ہو، جب تک کامل اور قطعی اور یقینی طور پر اس عاجز پر ظاہر نہیں کیا جاتا، ہرگز زبان پر نہیں آتا۔ لیکن اس میں کچھ حکمت خداوند کریم کی ہوگی کہ اس نزول مسیح کے مسئلے میں جس کو اصل اور لب اسلام سے کچھ تعلق نہیں، اور ایک مسلمان پر اسکی اصل کیفیت کھولی گئی ہے، جس پر بوجہ اخوت حسن ظن بھی کرنا چاہیے (حسن ظنی کی ایک حد مقرر ہونی چاہیے۔ اگر کوئی مسلمان یہ دعوی کرے کہ میں نبی آخر الزمان ہوں۔ یا مجھے الہام میں شراب کی اجازت ہوگئی ہے، تو ہم اور آپ اس کے حق میں حسن ظن کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ محمد حسین) ۔ آن مکرم کو مخالفانہ تحریر کے لئے جوش دیا گیا ہے، اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی اس میں نیت بخیر ہوگی۔ اور اگر چہ مجھے آپکے استعجال کی نسبت شکایت ہو، اور اس کو روبرو یا غائبانہ بیان بھی کروں، مگر آپکی نیت کی نسبت مجھے حسن ظن ہے۔ اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء بلکہ، اگر آپ ناراض نہ ہوں تو، بعض للہی جدوجہد کے کاموں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی بہتر سمجھتا ہوں (بے شک میں اس مدح سے ناراض ہوں۔ مولانا وشیخنا وشیخ الکل کے معلومات سے میرے معلومات کو وہ نسبت ہے جو بادشاہ سے ایک گداگر کو ہے۔اس تفصیل معلومات کے مقابلہ میں میرے وہ کام لائق شمار نہیں ہیں۔محمد حسین) اور اگر چہ میں آپ سے ان باتوں کی شکایت کروں، تاہم مجھے بوجہ آپ کی صفائی باطن کے، آپ سے محبت ہے۔ اگر میں شناخت نہ کیا جاؤں، تو میں سمجھونگا کہ میرے لئے یہی مقدر تھا۔ مجھے فتح اور شکست سے بھی کچھ تعلق نہیں، بلکہ عبودیت اور اطاعت حکم سے غرض ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس خلاف میں آپ کی نیت بخیر ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ اول مجھ سے بات چیت کر کے اور میری کتابوں کو یعنی رسائل ثلاثہ کو دیکھ کر کچھ تحریر کریں۔ مجھے اس سے کچھ غم اور رنج نہیں کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں کیونکہ یہ مخالفت رائے بھی حق کے لئے ہوگی۔ کل میں نے اپنے بازو پر یہ لفظ اپنے تئیں لکھتے ہوئے دیکھا کہ: میں اکیلا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے، اور اس کے ساتھ مجھے الہام ہوا: ان معی ربی سیھدین ، سو میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالی اپنی طرف سے کوئی حجت ظاہر کر دے گا۔ میں آپ کے لئے دعا کروں گا۔ مگر ضرور ہے کہ جو آپ کے لئے مقدر ہے وہ سب آپ کے ہاتھ سے پورا ہو جائے۔ حضرت موسی کی جو آپ نے مثل لکھی ہے اشارۃ النص پایا جاتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ موسی نے کیا۔ اس قصے کو قرآن شریف میں بیان کرنے سے غرض بھی یہی ہے کہ تا آئندہ حق کے طالب معارف روحانیہ اور عجائبات مخفیہ کے کھلنے کے شائق رہیں۔ حضرت موسی کی طرح جلدی نہ کریں۔ حدیث صحیح بھی اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے (اس حدیث صحیح کا جس کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ خلاف شریعت پر سکوت کیا جائے۔ اور نہ قرآن میں یہ اشارہ ہے۔محمد حسین) ۔اب مجھے آپکی ملاقات کیلئے صحت حاصل ہے۔ اگر آپ بٹالے میں آجائیں تو اگر چہ میں بیمار ہوں اور دوران سر اس قدر ہے کہ نماز کھڑے ہوکر نہیں پڑھی جاتی، تاہم افتاں وخیزاں آپکے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ بقول رنگین

وہ نہ آوے تو تو ہی چل رنگین　　اس میں کیا تیری شان جاتی ہے

ازالۃ الاوہام ابھی چھپ کر نہیں آیا۔ فتح اسلام اور توضیح المرام ارسال خدمت ہیں۔ الراقم غلام احمد از قادیان

☆ اس کے جواب میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے لکھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور ۱۶ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کا محبت نامہ اور پمفلٹ توضیح المرام (مصنفہ مرزا قادیانی) موصول ہوئے۔ توضیح کو میں نے دیکھا، اس نے میری مخالفت رائے کو اور پختہ کر دیا اور مجھے امید ہے کہ جو مخالف مضامین فتح اسلام اس کو دیکھے گا وہ اس مخالفت میں اور پختہ ہو گا۔ قیاس مقتضی ہے کہ ایسا ہی ازالۃ الاوہام ہو گا۔ مع ہذا میں اسکے مضامین کو دیکھنے یا سننے کے بغیر اپنے خلاف کا اشتہار کرنا، اور آپکی شکایت استعجال کا مورد بننا نہیں چاہتا۔ لہذا ملتمس ہوں کہ اگر وہ رسالہ چھپ گیا ہو تو جلد ارسال فرماویں۔ اور اگر اس کے چھپنے میں توقف ہے تو اس کے مضامین کو آپ زبانی بیان کریں، میں حاضر ہو کر سننے کو تیار ہوں، میں ایک شب کے لئے قادیان میں خود پہنچ سکتا ہوں، اور اگر اس سے زیادہ وقت آپ چاہتے ہیں، تو آپ بٹالہ میں تشریف لاویں اور جب تک چاہیں میرے غریب خانہ پر رہیں اور اظہار مافی الضمیر کریں۔

مولوی نورالدین صاحب سے آپ کے معاملہ میں جو مراسلت ہوئی ہے اس کی نقل اس غرض سے ارسال خدمت ہے کہ آپ اس مراسلت کی نسبت اپنی رائے ظاہر فرمائیں کہ وہ اس میں مصیب ہیں یا مخطی۔ مصیب ہیں تو اس کی توضیح سے مجھے متنبہ کریں، اور اگر مخطی ہیں تو ان کی خطا پر ان کو آگاہ فرمائیں۔ آپ رسالہ فتح اسلام میں ان کو نورانی اور روحانی بیان کر چکے ہیں، ان کے اس جواب سے اس کا خلاف مفہوم ہوتا ہے۔

آپ کا خیر خواہ۔ ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے جواب میں لکھا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب۔ محبت نامہ پہنچا۔ چونکہ آں مکرم عزم پختہ کر چکے ہیں تو پھر میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اس عاجز کی طبیعت بیمار ہے۔ دورانِ سر اور ضعف بہت ہے، ایسی طاقت نہیں کہ کثرت سے بات کروں۔ جس حالت میں آں مکرم کسی طور سے اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے اور ایسا ہی یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کر سکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے، اس صورت میں گفتگو عبث ہے۔ رسالہ ابھی کسی قدر باقی ہے۔ ناقص کو میں بھیج نہیں سکتا۔ اس جگہ آنے کے لئے آں مکرم کو یہ عاجز تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ مگر ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز انشاء اللہ القدیر لودیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچے گا، وہاں صرف آپ کی ملاقات کرنے کا شوق ہے، گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اور یہ عاجز للہ آپکے ان الفاظ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال سے جو مخالفانہ تحریر کی حالت میں کبھی حد سے بڑھ جاتے ہیں یا اپنے بھائی کی تذلیل اور بدگمانی تک نوبت پہنچاتے ہیں، معاف کرتا ہے و اللہ علی ما قلت شھید۔

چند روز کا ذکر ہے کہ پرانے کاغذات کو دیکھتے دیکھتے ایک پرچہ نکل آیا جو میں نے اپنے ہاتھ سے بطور یادداشت کے لکھا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ یہ پرچہ ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کو لکھا گیا ہے۔ مضمون یہ تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی امر میں مخالفت کر کے کوئی تحریر چھپوائی ہے اور اس کی سرخی میری نسبت کمینہ رکھی گئی ہے۔ معلوم نہیں اس کے کیا معنی ہیں۔ اور وہ تحریر پڑھ کر کہا ہے کہ آپ کو میں نے منع کیا تھا، پھر آپ نے کیوں ایسا مضمون چھپوایا ھذا ما رء یت و اللہ اعلم بتاویلہ ۔چونکہ حتی الوسع خواب کی تصدیق کے لئے کوشش مسنون ہے اسلئے میں آنمکرم کو منع بھی کرتا ہوں کہ آپ اس ارادہ سے دست کش رہیں۔ خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوی میں صادق ہوں، اگر صادق نہیں تو پھر ان یک کا ذباً کی تہدید پیش آنیوالی ہے ۔لا تقف ما لیس لک بہ علم و لا تدخل نفسک فیما لا تعلم حقیقتہ یا اخی و فوض امری الی اللہ ، یؤتک اجر صبرک یا اخی و انا انظر الی السماء و ارجو تائید اللہ و اعلم من اللہ ما لا تعلمون و السلام علی من اتبع الھدی (ترجمہ: جس چیز کا تجھے حال معلوم نہیں اس کے پیچھے نہ لگ اور جس چیز کی حقیقت تجھے معلوم نہیں اس میں دخل نہ دے۔ میرے معاملہ کو خدا کے سپرد کر۔ خدا تجھے اس کا اجر دے گا اے میرے بھائی۔ اور میں آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں اور خدا کی تائید کا امیدوار ہوں۔ میں خدا کی طرف سے وہ علم دیا گیا ہوں جو تم نہیں دیئے گئے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو)۔ حضرت اخویم حبی فی سبیل اللہ مولوی حکیم نورالدین اور آن مکرم کی تحریرات میں یہ عاجز دخل دینا نہیں چاہتا۔ خاکسار غلام احمد

(اور مرزا صاحب نے اپنے حواری اول حکیم نورالدین کو لکھا: محبی مخدومی اخویم السلام علیکم؛ آج مولوی محمد حسین صاحب نے صاف طور پر مخالفانہ خط بھیج دیا ہے جو آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں.... میرے نزدیک وہ نالائق جوش دکھلائیں گے انہیں بہت کچھ اپنی علمیت پر ناز ہے مگر میں آپ کے لئے دعا کرونگا اور آپ کو اس کے ردّ کے لئے تکلیف دونگا۔..خاکسار غلام احمد ۱۹ فروری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد ۵ نمبر ۲۔ص ۹۳۔۹۴)

☆ مرزا قادیانی کے مکتوب کا جواب شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے بایں الفاظ دیا:

لاہور ۲۱ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: محبت نامہ کے جواب میں عرض ہے کہ خاکسار شب و روز بطور استخارہ مسنونہ دست بدعا رہتا ہے اور جناب باری میں التجا کرتا ہے کہ آپ کے جواب وخطاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خدا تعالیٰ مجھ سے اپنے حق سے زائد نہ کہلوائے اور میرے قلم سے ایسی بات نہ نکلوائے جسکی جواب دہی میرے ذمہ لازم ہو۔

مجھے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا تکلم بکلام تعذر منه غداً (یعنی ایسی بات نہ کہہ جس کی بابت کل کو تجھے عذر کرنا پڑے) اکثر اوقات پیش نظر رہتا ہے۔ اور مجھے خدا تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ آپ کے خطاب میں کوئی ایسی بات نہ لکھونگا جو آپ کی کلام کے منطوق یا قطعی مفہوم سے ثابت نہ ہو۔ اور میں اس جواب میں حسن ظنی ہاتھ سے نہ دونگا (اس حد تک جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں) اور سوء ظنی سے کام نہ لونگا۔ اور میں کوئی کلمہ توہین و تحقیر آپ کے حق میں نہ لکھوں گا۔ مگر ایسا کلمہ جس کو میں حق اور بحکم شریعت صادق سمجھوں گا (جیسے آپ کا مسیح موعود نہ ہونا، یا اس دعوی میں آپ کا من جانب اللہ نہ ہونا) اس کو آپ توہین اور تحقیر سمجھیں تو میں معذور و مجبور ہوں و لکل امرء ما نوی (ہر آدمی کو اس کے فعل پر اس کی نیت کا پھل ملے گا)۔

الہام ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کے مضمون کی سرخی جو آپ نے لکھی ہے وہ پڑھی نہیں گئی، اس کو واضح کر کے لکھیں۔ ازالۃ الاوہام کے جس قدر اوراق چھپے ہیں، بھیج دیں باقی جب چھپیں، تب سہی۔ اور اگر مجھ کو اجازت ہو تو میں مطبع سے پروف دیکھ لوں۔

مجھے نہایت افسوس ہے اور بلحاظ آپ کے روحانی اور بے لگاؤ ہونے کے (جیسا کہ آپ مدعی ہیں) آپ پر شکایت ہے کہ آپ نے مولوی نور الدین صاحب کی مراسلت کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہ فرمائی۔ آپکی رائے ان کی فیور (تائید) میں ہے تو مجھ پر اس کا اظہار کرنے سے آپ کو تامل نہ چاہیے تھا۔ حق کہنا چاہیے گو تلخ معلوم ہو۔ اور اگر وہ میری فیور (تائید) میں ہے تو بھی اس کا اظہار آپ پر واجب تھا اور ان کی فہمائش آپ کا فرض تھا ۔ وہ (حکیم نور دین) تو اپنا دین و دنیا آپ کی راہ میں کر چکے۔ کوئی دنیا دار ایک امر حق کے اظہار سے اعراض کرے تو کوئی تعجب و شکایت کا محل نہیں ہوتا۔

میں کوشش کرونگا کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۱ء کو دس بجے دن تک بٹالہ پہنچوں۔ کیا یہ امر ممکن ہے کہ اگر میں بٹالہ نہ آسکوں تو امرتسر میں آپ سے ملوں۔ ممکن ہو تو بتائیے کہ امرتسر میں آپ کس وقت کی ٹرین میں آئیں گے اور کس مقام پر وقفہ کریں گے اور کس قدر کریں گے۔ آپ کا خیر خواہ قدیم۔ ابو سعید محمد حسین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اس کا جواب مرزا غلام احمد قادیانی نے یوں دیا:

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد عا فاہ اللہ و اید۔

بخدمت محبی اخویم مکرم ابو سعید محمد حسین صاحب۔ عنائت نامہ پہنچا۔ چونکہ یہ عاجز اپنی دانست میں ناتمام مضمون ازالۃ الاوہام کا آنمکرم کو دکھلا نا مناسب نہیں سمجھتا، اس لئے اجازت نہیں دے سکتا۔ مگر اس عاجز کی رائے میں صرف بیس پچیس روز تک رسالہ ازالۃ الاوہام چھپ جائے گا، کچھ بہت دیر نہیں ہے۔ پھر انشاء اللہ القدیر سب سے پہلے یہ عاجز آنمکرم کی خدمت میں بھیج دیگا۔ آنمکرم کو معلوم ہوگا کہ درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعوی نہیں کیا گیا بلکہ بلا کم وبیش یہ وہی دعوی ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے جس کی آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو دیکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۷ میں تحریر فرما چکے ہیں۔ جب کہ اول سے آخر تک وہی دعوی، وہی مضمون، وہی بات ہے، تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو، کس قدر تعجب ہے۔

یہ عاجز رسالہ ازالۃ الاوہام میں آنمکرم کے ریویو کی بعض عبارتیں درج بھی کر چکا ہے۔ اس عاجز نے جو ۵ جنوری ۱۸۸۸ء کو خواب دیکھی تھی اسکی سرخی کمینہ تھا، جسکی حقیقت مجھے معلوم نہیں و اللہ اعلم با لصواب۔ پھر بھی میں آنمکرم کو للہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس سماوی امر میں آپ کا دخل دینا مناسب نہیں۔ مثیل مسیح کا دعوی کوئی امر عند الشرع مستبعد نہیں۔

اگر آپ ناراض نہ ہوں تو اس عاجز کی دانست میں اخویم مولوی حکیم نورالدین کے مقابل آپ کی تحریر میں کسی قدر سختی تھی۔ خدا تعالی انکسار اور تذلل کو ہمیشہ پسند کرتا ہے، اور علماء کے اخلاق اپنے بھائیوں کے ساتھ سب سے اعلی درجے کے چاہییں، جس دین کی حمایت اور ہمدردی کے لئے دن رات کوششیں ہو رہی ہیں، وہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ اللہ اور رسول کی منشاء کے موافق ہمارے جمیع احوال وافعال وحرکات سکنات ہو جائیں۔ میرے خیال میں اخلاق کے تمام حصوں میں سے جس قدر خدا تعالی تواضع اور فروتنی اور انکسار اور ہر ایک ایسے تذلل کو جو منافی نخوت ہے، پسند کرتا ہے، ایسا کوئی شعبہ خلق کا اس کو پسند نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک سخت بے دین ہندو سے اس عاجز کی گفتگو ہوئی اور اس نے حد سے زیادہ تحقیر دین متین کے الفاظ استعمال کئے۔ غیرت دینی کی وجہ سے کسی قدر اس عاجز نے و اغلظ علیھم (کافروں پر سختی کر) پر عمل کیا۔ مگر وہ چونکہ ایک شخص کو نشانہ بنا کر درشتی کی گئی تھی اس لئے الہام ہوا کہ تیرے بیان میں سختی بہت ہے، رفق چاہیے رفق۔ اور اگر ہم انصاف سے دیکھیں تو ہم کیا چیز، ہمارا علم کیا چیز؟ اگر سمندر میں ایک چڑیا منقار مارے تو اس سے کیا کم کرے گی۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ جیسے ہم درحقیقت خاکسار ہیں، خاک ہی بنے رہیں۔ جب کہ ہمارا مولی ہم سے تکبر اور نخوت پسند نہیں کرتا تو کیوں کریں۔ ہمارے لئے ایسی عزت سے بے عزتی اچھی ہے جس سے ہم مورد عتاب ہو جائیں۔

آپ کی تحریر اگر اس طرح پر ہوتی کہ:

جس قدر خدا تعالی نے میرے پر کھولا ہے، اگر آپ مہربانی فرما کر ملیں یا میں ملوں، تو بیان کرونگا،

تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ قاعدہ ہے کہ حالت اندرونی سے انسان کے منہ سے الفاظ نکلتے ہیں، وہی رنگ الفاظ میں بھی آ جاتا ہے۔ میں نے اس فیصلہ میں مولوی نورالدین صاحب کا کچھ لحاظ نہیں کیا۔ اور محض للہ آنمکرم کی خدمت میں عرض کی گئی ہے۔

اس عاجز کو پختہ طور پر معلوم نہیں کہ کس تاریخ اس جگہ سے یہ عاجز روانہ ہو۔ بعض موانع پیش آ گئے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ شائد ایک ہفتہ کے اندر اندر روانہ ہو جاؤں اس صورت میں بالفعل ملاقات مشکل معلوم ہوتی ہے۔ لہذا اطلاعاً آپ کی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اس عاجز کے لئے بٹالہ تشریف نہ لاویں کیونکہ کوئی پختہ معلوم نہیں۔ جس وقت خدا تعالی چاہے گا، ملاقات ہو جائیگی۔ غلام احمد از قادیان ۲۲ فروری ۱۸۹۱ء

☆ اس کا جواب شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے یوں دیا:

لاہور ۲۴ فروری ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ میں بٹالہ کو تیار تھا کہ آپ کا خط موصول ہو کر مانع ہوا۔ آئندہ آپ جب عزم بٹالہ کریں مجھے دو روز پیشتر اطلاع دیں۔

جو امکان میں ریویو براہین احمدیہ میں بیان کر چکا ہوں اس کا اب بھی قائل ہوں مگر آپ نے اس امر ممکن سے، جس کا امکان میں نے تجویز کیا تھا، بڑھ کر ان رسائل میں دعوی کیا ہے۔ لہذا آپ کے لئے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریویو کی عبارات کافی ومفید نہ ہوں گی۔ آپ ان عبارات کو میرے سامنے پیش کرنے کے بغیر ان سے استشہاد کریں گے تو آپ نقصان اٹھائیں گے۔ بہتر ہے کہ آپ میری کلام کو مجھے دکھا کر شائع کریں۔ صاحب البیت ادری بما فیه (گھر والا اپنے گھر کی چیز کا حال خوب جانتا ہے)۔ رفق وملاطفت وانکسار اختیار کرنے کے باب میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ سراسر حق ہے۔ مگر میں نے مولوی حکیم نورالدین صاحب کے خط میں (جس کی نقل آپ کے پاس بھیجی گئی ہے) کوئی کلمہ تکبر وتشدد نہیں لکھا۔

عزیزم منشی نجف علی نے مجھے کہا ہے کہ (میرا) یہ کلمہ: ان کی (مرزا) کی بابت کچھ سننے اور کہنے کا حوصلہ ہے تو آیئے، سخت ہے۔ آپ بھی اسی کو سخت سمجھتے ہیں تو میں سچ کہتا ہوں (جیسا کہ میں منشی نجف علی کو کہہ چکا ہوں) کہ میں نے یہ کلمہ اس غرض سے نہ لکھا تھا کہ ان (مولوی نورالدین) کو علم اور لیاقت کے لحاظ سے حوصلہ ہے، تو آویں۔ بلکہ صرف اس نیت سے لکھا تھا کہ اپنے پیر پر اعتراض سننے کا حوصلہ یعنی صبر ہے تو آویں۔ اور اگر پہلے کی طرح طاقت صبر نہ ہو اور اعتراض سن کر خفا ہو جانا ہو تو خیر۔ یہ مطلب اس کلمہ سے پہلے فقرہ سے صاف مفہوم ہوتا ہے مگر حسن ظنی ہو تو سمجھ میں آوے۔ اور اگر آپ کسی اور کلمہ کو سخت سمجھتے ہیں تو اس سے مجھے اطلاع دیں۔ میں اس کلمہ کی نسبت اپنی نیت کو دیکھونگا، پھر اس میں فساد پاؤں گا تو اس سے توبہ کرونگا۔

آپ نے میری تحریر کی نسبت تو رائے ظاہر فرمائی مگر حکیم صاحب کی تحریر کی نسبت کچھ نہ فرمایا، کہ میں نے خواہ کسی نیت، بھلی یا بری، سے ان کو یہ کلمہ یا کوئی اور کلمہ لکھا، مگر جو جواب انہوں نے تحریر فرمایا وہ درست وبجا ہے؟ اور ایک روحانی اور نورانی آدمی ایک طالب تحقیق کو ایسا جواب لکھ سکتا ہے؟

دہلی کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث ؒ کے پاس آپ کے رسائل نہیں پہنچتے۔ مناسب ہے کہ آپ ان کے پاس رسائل بھیج دیں۔ حکیم صاحب کے سپرد یہ امر نہ کریں۔ وہ ان لوگوں کے پاس رسائل نہ بھیجیں گے، جن کو وہ اپنے مذاق کے موافق نہیں سمجھتے۔ اس امر کی تصدیق چاہیں تو ان سے ان لوگوں کی فہرست طلب کریں جن کے نام انہوں نے رسائل روانہ کئے ہیں۔

اخیر میں، میں بھی آپ کو نصیحت کرتا ہوں (جیسے کہ آپ نے مجھے نصیحت کی ہے) کہ آپ اس دعوی سے کہ میں مسیح موعود ہوں، عیسی بن مریم موعود نہیں ہے، دست کش ہو جائیں۔ یہ امر آسمانی نہیں ہے اور نہ یہ الہام رحمانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ صرف آپ کا خیال ہے جس کو آپ الہام سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس دعوی الہام میں اگر آپ سچے ہوں گے تو بخاری و مسلم وغیرہ کتب صحاح مہمل و بے کار ہو جائیں گی۔ بلکہ دین اسلام کے اکثر اصول وامہات مسائل بے اعتبار ہو جائیں گے۔ آپ کا ناصح مشفق ابوسعید محمد حسین

(جلال دین شمس قادیانی آنجہانی نے لکھا ہے کہ اس خط کا مرزا صاحب نے جواب نہیں دیا۔ اور ۳ مارچ کو وہ قادیان سے لدھیانہ چلے گئے۔ پھر ۶ مارچ کو مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو خط لکھا جو یہ ہے):

☆ لاہور ۶ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔

میرے خط (۲۴ فروری) کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں منتظر ہوں۔ حافظ محمد یوسف صاحب (جو ان دنوں مرزا صاحب سے متاثر تھے اور ان کے حلقہ احباب میں شامل تھے) نے لکھا تھا کہ آپ ۸ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور میں آ کر ایک مجلس علماء میں گفتگو کریں گے۔ آج معلوم ہوا کہ آپ ماہ اپریل میں مجمع کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ماہ اپریل میں، میں ہندوستان میں ہونگا۔ اور سنا ہے کہ مولوی احمد اللہ صاحب (امرتسری) و مولوی عبدالجبار صاحب (غزنوی) بھی ان دنوں سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لہذا آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ابھی کریں ورنہ ہم لوگ جو ارادہ رکھتے ہیں آپ پر ظاہر کر چکے ہیں۔ پھر آپ کو افسوس وشکایت کا موقع ومحل نہ رہے گا۔ اس کارڈ کی ایک نقل قادیان بھیجی گئی ہے۔ ابوسعید محمد حسین۔ (اصل خط لودہانہ بھیجا گیا، جہاں مرزا صاحب تین تاریخ مارچ کو بلا اطلاع خاکسار پہنچ گئے۔ اگر آپ اطلاع دیتے تو میں امرتسر یا بٹالہ میں آپ کو ملتا۔ محمد حسین)

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کا جواب یوں دیا:

نحمدہ و نصلی۔ مخدومی اخویم مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج لدھیانہ میں آپ کا محبت نامہ مجھ کو ملا۔ بظاہر مجھے گفتگو میں کچھ فائدہ معلوم نہیں دیتا۔ مجھے خدا تعالی نے ایک علم بخشا ہے جس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ ایسا ہی آپ بھی اپنی رائے کو چھوڑنے والے نہیں۔ مجھے ایک ایسا سبیل بخشا گیا ہے جو معرض بحث میں نہیں آ سکتا و لیس الخبر کا لمعاینۃ۔ ہاں اس نیت سے میں مجلس علماء میں حاضر ہو سکتا ہوں کہ شائد خدا تعالی حاضرین میں سے کسی کے دل کو اس سچائی کی طرف کھینچے، جو اس نے اس عاجز پر ظاہر کی ہے۔ سو اگر شرائط مندرجہ ذیل آپ قبول فرمائیں تو میں حاضر ہو سکتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔اس مجمع میں حاضر ہونے والے صرف چند ایسے مولوی صاحب نہ ہوں جو مدعی کا حکم رکھتے ہیں، کیونکہ وہ مجھ سے بجز اس صورت کے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے کہ میں ان کے خیالات و اجتہادات کا اتباع کروں۔اور میری طرف سے بار باران کو یہی جواب ہے کہ ان ھدی اللہ ھو الھدی۔اگر یہ مجمع کسی قدر عام مجمع ہوگا اور ہر ایک مذاق اور طبیعت کے آدمی اس میں ہوں گے،تو شائد کوئی دل حق کی طرف توجہ کرے اور مجھے اس کا ثواب ملے۔سو میں چاہتا ہوں کہ یہ مجلس صرف چند مولوی صاحبوں میں محدود نہ ہو۔

۲۔دوسری شرط یہ ہے کہ یہ بحث جو محض اظہاراً للحق ہوگی تحریری ہوگی۔کیونکہ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ صرف زبانی باتیں کرنا آخر منجر بفتنہ ہوتی ہیں۔اور بجز چند حاضرین کے دوسروں کو ان کی نسبت رائے لگانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا،اور کیسی ہی عمدہ اور محققانہ باتیں ہوں، جلدی بھول جاتی ہیں۔اور جن لوگوں کو غلو یا دروغ بیانی کی عادت ہے،خواہ وہ کسی گروہ کے ہیں،ان کو جھوٹ بولنے کی بہت سی گنجائش نکل آتی ہے۔کوئی شخص محنت اٹھا کر،اور ہر ایک قسم کے اخراجات سفر کا متحمل ہو کر،اور بہت سی مغز خواری کرنے کے بعد کب روا رکھ سکتا ہے، کہ غیر منتظم طریق کی وجہ سے تمام محنت اس کی ضائع جائے اور طالب حق کو اس کی تقریر سے فائدہ نہ پہونچ سکے۔سو تحریری بحث کا ہونا ایک شرط ہے۔

۳۔اس مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے،جنہوں نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے،اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہوسکتا،اور مباہلہ کی درخواست کی ہے۔الہام کی رو سے کافر اور ملحد ٹھہرانے والے تو میاں مولوی عبدالرحمٰن لکھوکی والے ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں،جن کے الہامات کے مصدق و پیرو مولوی عبدالجبار ہیں،سو ان تینوں کا جلسہ بحث میں حاضر ہونا ضروری ہے تا کہ مباہلہ کا بھی ساتھ ہی قضیہ طے ہو جائے،اور اگر مولوی صاحب باہم مسلمانوں کے مباہلہ کو صورت پیش آمدہ میں ناجائز قرار نہ دیں تو مباہلہ بھی اسی مجلس میں ہو جائے کیونکہ یہ عاجز اکثر بیمار رہتا ہے۔بار بار سفر کی طاقت نہیں۔

۴۔یہ کہ تحریری بحث کے لئے تمام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کی طرف سے آپ منتخب ہوں۔کیونکہ یہ عاجز نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ لعن طعن اور تو تو میں میں متفرق لوگوں کا سنے۔ایک مہذب اور شائستہ آدمی تحریری طور پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوالات پیش کرے، کہ اس عاجز کے اس دعوی میں، جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے، کیا خرابیاں ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جاوے۔ سو اس عاجز کی دانست میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر اور کوئی نہیں۔

۵۔ یہ آپ کا اختیار ہے کہ جس تاریخ میں آپ گنجائش سمجھیں مجھے اور اخویم مولوی نور الدین صاحب کو اطلاع دیں۔ چونکہ یہ عاجز بیمار ہے اور مرض ..... سے لاچار اور ضعیف بہت ہے، اس لئے اخویم مولوی نور الدین صاحب کا شامل آنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس عاجز کی طبیعت زیادہ علیل ہو جائے، جیسا کہ اکثر دورہ مرض کا ہوتا رہتا ہے، اور زیادہ بات کرنے سے سخت دورہ مرض کا ہوتا ہے، اس صورت میں مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب وقت کاروائی کر سکتے ہیں۔

۶۔ اگر آپ ہندوستان کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں، تو لدھیانہ راہ میں ہے۔ کیا بہتر نہیں کہ لدھیانہ میں ہی یہ مجلس قرار پائے۔ یہ عاجز بیمار ہے۔ حاضری سے عذر کچھ نہیں، مگر ایسی صورت میں مجھے بیماری کی حالت میں شدائد سفر اٹھانے سے امن رہے گا۔ ورنہ جس جگہ غزنوی صاحبان اور مولوی عبدالرحمٰن (اس عاجز کو ملحد اور کافر قرار دینے والے) یہ جلسہ منعقد ہونا مناسب سمجھیں تو اسی جگہ یہ عاجز حاضر ہو سکتا ہے۔

مکرر یہ کہ ۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء تاریخ جلسہ مقرر ہو گئی ہے اور یہ قرار پایا ہے کہ بمقام امرتسر یہ جلسہ ہو۔ اشتہارات عام طور پر اپنے واقف کاروں میں یہ عاجز شائع کر دے گا۔ ایسا ہی آپ کو بھی اختیار ہے۔ آپ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرماویں کہ جواب کا انتظار ہے۔

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج مکان شاہزادہ غلام حیدر ۸۔ مارچ ۱۸۹۱ء

(شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ شائد آپ (مرزا) کے ذہن میں تاریخ مقرر ہو گئی ہے۔ کیونکہ نہ آپ کے فریق مقابل نے اس تاریخ کو تسلیم کیا ہے، نہ جلسہ کے ذمہ داروں نے۔ ان میں سے ایک، فتح علی شاہ توجہ کو چلے گئے، دوسرے، حافظ محمد یوسف نے آپ کو صاف جواب دے دیا اور یہ لکھا تھا کہ اس باب میں آپ محمد حسین سے جب چاہیں گفتگو کر لیں۔ ۸ تاریخ مارچ کی حاضری میسر نہیں ہوئی تو اب اور تاریخ میں جلسہ کرا دینے کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ پھر معلوم نہیں کہ اس تقرری تاریخ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ محمد حسین)

☆ اس خط کا جواب شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے یوں دیا:

۹۔ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کو معلوم ہے کہ تجویز مجمع علماء کی تحریک میری طرف سے نہیں ہوئی لہذا میں ان شرائط کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا، جو میری ذات خاص سے متعلق نہ ہوں۔ مجمع کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق جو شرائط آپ تسلیم کرانا چاہتے ہیں ان لوگوں سے کرائیں جو آپ کے مدعی ہیں یا محرک سلسلہ مجمع ہیں۔ میں نہ مدعی ہوں، نہ محرک۔ میں تو صرف دوستانہ اور برادرانہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے لئے نہ کسی مجمع کی حاجت ہے نہ کسی شرط کی ضرورت۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ آپ ایک شب کے لئے میرا آنا کافی سمجھتے ہیں تو میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اور اگر زیادہ وقت چاہتے ہیں تو آپ تشریف لاویں۔ میں دعوی کے ساتھ تو نہیں کہتا مگر امید پر عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اس خاکسار ناچیز کو اپنے دعاوی تسلیم کرا دیں گے، اور ان کو نصوص حدیثیہ سے مطابق کر کے دکھا دیں گے تو میں مولوی عبدالجبار و مولوی عبدالرحمٰن کو، گو آپ کے تابع اور موافق نہ کر سکوں مگر، خاموش اور غیر معارض و غیر معترض تو ضرور کر دونگا۔ انشاء اللہ تعالی۔

اور اگر آپ دونوں شق قبول نہ کریں تو تحریری گفتگو مسائل پر شروع کر دیں۔ پس اگر آپ کے دلائل یہی ہیں جو توضیح المرام اور فتح اسلام میں ہیں، تو مجھے اجازت دیں کہ میں ان پر شرعی بحث و کلام کروں۔ اور اگر اور بھی دلائل ہیں جو ازالۃ الاوہام میں مکنون ہیں، تو آپ ازالہ اوہام کو جلد میرے پاس بھیج دیں۔ یا بصورت توقف طبع رسالہ اس کے دلائل کا خلاصہ خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ انشاء اللہ یہ تحریری گفتگو اس انداز سے چلتی رہے گی جس انداز سے اب تک میری اور آپ کی مراسلت ہو رہی ہے۔

آپ کا ناصح مشفق۔ ابو سعید محمد حسین

☆ اس کا جواب مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ دیا:

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب۔ عنائت نامہ پہنچا۔ اس عاجز کے لئے بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے (آپ کی یہ حالت جو کئی سال پہلے سے ہے، آپکے دعوی مثیل مسیح ہونے کو توڑ رہی ہے۔ مثل اور مثیل ہونے کیلئے بہمہ وجوہ پوری مشابہت کا ہونا شرط ہے۔ اور آپ خود اس مشابہت تامہ کے براہین کے صفحہ ۴۹۱ میں مدعی ہیں۔ چنانچہ آپکے اور ہمارے خطوط آئندہ میں یہی لفظ مشابہت تامہ براہین سے نقل کیا گیا ہے، اور حضرت مسیح کا یہ حال تھا کہ وہ باذن اللہ مردوں کو زندہ کرتے، اندھے مادر زاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے۔ آپ کیسے مثیل مسیح ہیں کہ اپنے آپ کو اچھا نہیں کر سکتے؟ آپ کے مرید اسی مشابہت تامہ کی نظر سے آپ کی شان میں اشعار ذیل لکھ چکے ہیں:

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ — تم مسیحا بنو خدا کے لئے

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے — جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر اپنا حال دیکھ کر آپ کو اور آپ کے مریضوں کو اب یہ شعر پڑھنا مناسب معلوم ہوتا ہے

جو طبیب اپنا تھا وہ خود مرض سے ناچار ہے مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

میرے عزیز دوست ثبت العرش ثم انقش ۔ پہلے آپ اپنے لئے مسیح بنیں اور خود صحت حاصل کریں پھر اور بیماروں کے لئے مسیح ہونے کا دعوی کریں ۔ اور اگر آپ اس کے جواب میں کہیں کہ میں صرف روحانی مسیح ہوں، روحانی امراض کا علاج کرنے آیا ہوں، لہذا میرا خود بیمار رہنا اس دعوی مسیحائی کے منافی نہیں ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں آپ مشابہ مسیح کہلاتے، مثیل مسیح ہونے کا دعوی نہ کرتے ۔ مثیل بھی کیسے؟ آسمانی نشان دکھانے کے مدعی ۔ آپ یہی نشان آسمانی کیوں نہیں دکھاتے کہ خود بیمار نہ ہوں، اور صحت وتوانائی حاصل کر کیاس کام کو پورا کریں جو آپ کے ذمہ مسلمانوں کا ایک دین (قرض) لازم ہے ۔ وہ کام براہین احمدیہ کا اتمام ہے جس کے عوض میں آپ مسلمانوں سے ہزار ہا روپیہ وصول کر چکے ہیں ۔ یہ نشان آسمانی دکھانا آپ کے اختیار میں نہیں ہے تو آپ آسمانی نشان دکھلانے کے دعوی سے دست بردار ہو جائیں ۔ اور مثیل مسیح ہونے کے دعوی کی غلطی کا اشتہار دیں ۔ حضرت مسیح ابن مریم سے کسی خاص امر میں مشابہت ہے تو صرف شبیہ یا مشابہ مسیح کہلائیں ۔ اور قرآن مجید اور محاورات عرب کی طرف رجوع فرما کر یہ امر اپنے خیال میں لاویں کہ مماثلت کے لئے تامہ مشابہت کا ہونا شرط ہے ۔ محمد حسین) **اور کچھ کچھ علالت تو دن رات شامل حال ہے ۔ اگر زیادہ گفتگو کروں تو دورہ مرض شروع ہو جاتا ہے ۔ اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے ۔** (اس صورت میں جلسہ عام میں گفتگو کرنے کا کیوں دعوی کرتے ہیں ۔ وہاں حکیم نوردین صاحب کی امداد کا بھروسہ ہے، تو جلسہ خاص کے لئے کیوں ان کو نہیں بلا لیتے ۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ فریق مقابل سے آپ خاص کر اسی خاکسار کو گفتگو کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہیں، جس کو فریق ثانی بھی، امید ہے کہ پسند کریں گے، پھر آپ کی طرف سے بوقت دورہ مرض حکیم صاحب پیش ہوں اور جو گفتگو ہو وہ تحریری ہو ۔ جو آخر چھپ کر عام میں مشتہر ہو ۔ تو اس صورت میں یہ جلسہ خاص، جلسہ عام کے حکم میں ہو جائے جو فائدہ آپ جلسہ عام سے مدنظر رکھتے ہیں، اس جلسہ خاص سے حاصل ہو ۔ بہتر ہے کہ آپ اس جلسہ کا موقعہ دیں، مگر اس میں جلدی کریں تو میں اس جلسہ کے لئے اپنا سفر ملتوی کر سکتا ہوں، محمد حسین)، **چونکہ آپ کا آخری خط آیا، معلوم ہوتا تھا کہ گویا بشمولیت مولوی عبدالجبار صاحب لکھا گیا ہے، اس لئے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا ۔ یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے ۔ یہ طاقت کہاں ہے کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں** (اس چال کو ناظرین دیکھیں کہ کہیں مباحثہ سے انکار ہے، کہیں تحدی واقرار ہے ۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ خلوت اور دوستانہ گفتگو کی طرف بلایا جاتا ہے تو ضعف و بیماری کے عذر سے انکار کیا جاتا ہے ۔ اور مجلس عام میں مباحثہ کرنے کو مستعدی ظاہر کی جاتی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مستعدی صرف اس وجہ سے ہے کہ انعقاد مجلس عام کی ان کو امید نہیں، لہذا بے فکری سے دعوی کیا جاتا ہے ۔ محمد حسین)، **محض خدا کے فضل سے یہ تینوں رسالے لکھے گئے اور وہ بھی اس طرح کہ اکثر دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر کو لکھتا گیا، اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہو ۔ اتنی فرصت نہیں ہوتی جو عبارت کو عمدگی سے درست کر دیا جائے ۔ آپ کے معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں ۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل آدمی ہے** (یہ الفاظ آپ کے دل میں ہوتے اور تواضعاً لکھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے تو یہ آپ کی فضیلت اور کمال ثابت کرتے۔ مگر ان الفاظ کا لکھا جانا لوگ تب مانتے جب کہ مولوی محمد اسماعیل ساکن علی گڈھ کے حامی ڈاکٹر جمال الدین نامی کے آپ کے حق میں اس قدر کہنے پر کہ: آپ علمی لیاقت نہیں رکھتے اور اپنی عجز بیانی اور خوف امتحانی کی وجہ سے (آپ نے) علی گڈھ میں وعظ کہنے سے انکار کیا تھا، آپ ناخوش نہ ہوتے اور ان الفاظ کے سبب غیظ وغضب میں آکر بے چارہ ناکردہ گناہ مولوی محمد اسماعیل کے حق میں رسالہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۲ میں یہ کلمات نہ لکھتے:

رہی یہ بات کہ آپ کی عالمانہ عظمت اور ہیبت سے میں ڈر گیا ہوں۔ تو اس کے جواب میں آپ یقیناً سمجھیں کہ جو لوگ تاریکی اور نفسانی ظلمتوں میں مبتلاء ہیں اگر وہ دنیا کے تمام فلسفہ اور طبعی کے جامع بھی ہوں، تب بھی میری نگاہ میں ایک مرے ہوئے کیڑے سے ان کی زیادہ وقعت نہیں۔ مگر آپ اس مرتبہ علم کے آدمی بھی نہیں، صرف پرانے خیالات کے ایک خشک ملا ہیں اور وہی کمینگی جو تاریک خیال ملاؤں میں ہوا کرتی ہے، آپ کے اندر موجود ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ اکثر میرے پاس محقق اور جامع فنون اور معلومات وسیع رکھنے والے آتے اور اسرار ومعارف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں کہ اگر میں ان کے مقابل پر آپ کو طفل مکتب بھی کہوں تو اس قدر کلمہ سے بھی آپ کو وہ عزت دونگا جس کے آپ مستحق نہیں۔ محمد حسین)، **نہ عبادت ہے۔ نہ ریاضت، نہ علم نہ لیاقت۔ غرض کچھ بھی چیز نہیں۔ خدا تعالی کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا۔ اس عاجز نے پہنچا دیا۔ ماننا، نہ ماننا، اپنی اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے۔ درحقیقت میرے لئے یہ کافی تھا کہ میں صرف الہام الہی کو ظاہر کرتا** (کافی نہیں بلکہ لازمی اور ضروری تھا کہ اگر آپ اس الہام کو الہام سمجھتے تھے تو اس کو اپنے خاص حواریوں پر ظاہر فرماتے، نہ یہ کہ اردو زبان میں چھاپ کر تمام جہان میں شائع کرتے۔ اہل اللہ پر جو ایسے معارف وحقائق کھلتے ہیں، جن پر ظاہر شریعت کی شہادت نہیں ہوتی، تو وہ ان کو عامہ متعبدین شریعت پر ظاہر نہیں کیا کرتے۔ کبھی کسی سے نہ سنا ہوگا کہ حضرت خضرؑ یا کسی اور ولی نے اپنے ایسے مکاشفات کا اشتہار دیا ہو، اور ظاہر شریعت کا کچھ لحاظ نہ کیا ہو۔ اس قسم کے اشتہارات کے سبب آپکے دوست، جو آپ پر حسن ظنی رکھتے تھے اور آپ کو الہامی جانتے تھے، وہ بھی آپ سے ناخوش ہوگئے ہیں۔ جو کلمات وہ کہتے ہیں ہم انکو بخوف ملال خاطر سامی نقل نہیں کرسکتے۔ محمد حسین)۔ **لیکن میں نے اپنے رسالوں میں قال اللہ وقال الرسول کا بیان اسلیئے مختصر سا کردیا ہے** (قال اللہ، قال الرسول کا کیا بیان کیا؟ نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا۔ آیات اور الفاظ قرآن، جبریل، لیلۃ القدر، نزول ملائکہ، قبض ارواح وغیرہ، کے وہ معنی کئے کہ اس میں نیچریوں کے بھی کان کاٹے۔ بلکہ آریہ اور برہموسماج کے، جن کے ردّ ومقابلہ کے آپ بظاہر مدعی ہیں، اصول اختیار کئے۔ آپ اس قال اللہ وقال الرسول کے بیان سے خاموش رہتے تو آپ کے حق میں بہتر تھا۔ محمد حسین) **کہ شائد لوگ اس سے نفع اٹھاویں مجھے اس سے کچھ بھی انکار نہیں کہ خدا تعالی آئندہ کسی کو اس کی روحانی حالت کے لحاظ سے درحقیقت مسیح بنا کر دمشق کی شرقی طرف اس طور سے اتار دے** (اب اس قسم کا اقبال واقرار آپ کے لئے مفید نہیں ہوسکتا۔ اور آپ کو اس حدیث صحیح مسلم کا مصداق نہیں بناتا جس میں مسیح کے مشرق دمشق میں اترنے کا بیان ہے۔ اس حدیث میں ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، نہ کہ کسی روحانی مسیح یا مثیل مسیح کا۔ اور جس حالت میں آپ اس خط میں اور عبدالحق غزنوی کی درخواست مباہلہ کے جواب میں، جس کو آپ پنجاب گزٹ میں مشتہر کرچکے ہیں، صاف اظہار کرچکے ہیں کہ ابن مریم فوت ہوگیا ہے، وہ اپنے خاکی وجود سے آسمان سے نہ اترے گا، تو پھر ان اقراروں سے آپ کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ محمد حسین) **جیسے مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اترتے ہیں (یہ تاویل نزول بھی صریح انکار حدیث نزول سے بدتر ہے۔ نزول کے یہی معنی مراد ہیں تو آپ اس نزول کو اپنے لئے کیوں تجویز نہیں کرتے، کسی آئندہ مسیح سے اس نزول کو کیوں مخصوص کرتے ہیں۔ آپ خود مسافرانہ طور پر دمشق میں جا کر اتر سکتے ہیں۔ بہتر ہے دمشق سے ہو آیئے پھر سچ مچ کے مسیح کہلایئے۔ محمد حسین) کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے میں کوئی دجال بھی ہو (اس میں آپ اپنی اس تاویل دجال پر کہ اس سے: دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔ فتح اسلام ص ۱۴۔ مراد ہے، پردہ ڈال کر یہ جتانا چاہتے ہیں کہ سچ مچ کے دجال سے بھی ہم کو انکار نہیں، شاید کوئی ہو۔ مگر یہ خیال نہیں فرماتے کہ جس حالت میں ہم مسیح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے سے صاف انکار کر چکے ہیں، تو اب اس دجال کے ماننے سے کیا فائدہ؟ اس سے ہم اس حدیث کے، جس میں دجال کا اور مسیح ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے، اور اسی مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے دجال کے مارے جانے کا ذکر ہے، کب مصدق بنتے ہیں۔ محمد حسین)، حضرت مہدی بھی ہوں اور پھر اسلام میں سیفی طاقت پیدا ہو جائے (اس لفظ سے آپ نے ہندوؤں اور عیسائیوں کے اس دعوی کو کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، مدد دی۔ اور اہل اسلام کے ان بیانات کی طرف توجہ نہ کی کہ اسلام اپنی صداقت سے پھیلا ہے۔ محمد حسین) اور تمام لوگ مسلمان ہو جاویں۔ مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے، کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے۔ اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں (اس نفی کو ناظرین خیال میں رکھیں۔ اس نفی کے ساتھ آپ کسی اثبات سے جو حدیث مسیح کی نسبت ظاہر کریں، مثبت و مصدق نہیں ہو سکتے۔ اسی نفی کا ذکر اس سے پہلے تینوں حواشی میں ہوا ہے۔ محمد حسین) ظلّی اور مثالی طور پر مسیح کے آنے سے مجھے انکار نہیں بلکہ ایک کیا ہزار مسیح بھی کہا جائے تو میرے نزدیک ممکن ہے۔ میرے نزدیک احادیث صحیحہ بھی حقیقی طور پر مسیح کے اترنے کے بارے میں وہ زور نہیں دیتیں جو آج کل کے علماء خیال کر رہے ہیں۔ مسیح کا اترنا سچ، مگر ظلی اور مثالی طور پر۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب اپنے الہامات کے حوالہ سے اس عاجز کو ضال و مضل قرار دے چکے ہیں اور ایسا کافر جس کو کبھی ہدایت نہیں ہوگی۔ اور میاں عبدالحق غزنوی بھی اپنے الہام کے حوالہ سے اس عاجز کو جہنمی قرار دے چکے ہیں۔ اور مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ جو کچھ میاں عبدالحق صاحب کے الہام ہیں، میں ان پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ صحیح اور درست ہیں۔ اب آپ کے کہنے سے وہ کیا سمجھیں گے (میں نے سمجھانے کا وعدہ نہیں کیا۔ صرف یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے مان لینے کے بعد وہ آپ پر معترض نہ رہیں گے اور معارضہ نہ کریں گے۔ محمد حسین) اور آپ انہیں کیا سمجھائیں گے۔ یہ خدا تعالی کا کام ہے جس طرح چاہے گا، اس کی راہ پیدا کریگا۔ اگر آپ کی ملاقات ہو، تو میں خوشی سے چاہتا ہوں۔ مگر آپ کے آنے کا کرایہ میرے ذمے رہے۔ میں آپ کو مالی تکلیف نہیں دینی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہتا۔ یہ بہتر ہے کہ آپ اس جگہ آ جائیں۔ بہر حال ملاقات کی خوشی تو اس بیماری کی حالت میں ہوگی۔ ازالۃ الاوہام عنقریب طیار ہوتا ہے۔ بھیج دونگا۔ ابھی کچھ باقی ہے۔ والسلام۔ غلام احمد

☆ جواب از شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

لاہور ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی جناب میرزا صاحب:

آپ کے خط کے جواب میں کوتاہ سخنی کرتا ہوں اور مکلّف ہوں کہ اگر آپ زیادہ بحث وکلام کی طاقت نہیں رکھتے اور مجھے جلد دیکھنا چاہتے ہیں تو صرف اتنا کریں کہ اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا، اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعویٰ ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں۔ اور یہ اقرار و وعدہ تحریری دیں کہ اگر براہین اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہوا تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے۔ یہ فیصلہ منظور ہو تو صرف اس عبارت کی تحریر پر اکتفا کریں، اس میں اور کوئی قید نہ بڑھائیں۔ آپ خط سابق میں دعویٰ بھی کر چکے ہیں کہ ہم نے براہین احمدیہ سے بڑھ کر کچھ نہیں کہا، بلا کم وبیش وہی کہا جو اس میں کہا تھا اور تم (اے محمد حسین) اس کی تصدیق کر چکے ہو۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ میں براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین کو حکم بناتا ہوں۔ آپ اس تحکیم کو منظور کریں گے، تو میں اس امر کے تصفیہ کیلئے آپ کے پاس انشاء اللہ پہنچونگا۔ اس سے بڑھ کر کوتاہ کلامی کیا ہوسکتی ہے اور انصاف پسندی کی کون سی حد باقی رہتی ہے۔

آپ نے اس تحکیم کو منظور نہ کیا تو میں بسم اللہ پڑھ کر آپکے اس الہام کا جواب لکھنا شروع کرونگا۔ اور اس مراسلت کی نقل تمام وکمال چھاپ دوں گا۔ پھر آپ کسی وجہ سے شکایت کا حق نہ رکھیں گے اور استعجال کو میری طرف نسبت نہ کرسکیں گے۔ میرے وہاں جلد آنے کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ میں ازالۃ الاوہام کے اوراق جس قدر چھپ چکے ہیں، یہاں دیکھ لوں، باقی پھر سہی۔ فتح اسلام اور توضیح المرام کی دو دو تین تین کاپیاں اور بھیجئے۔ اکثر لوگ مانگتے ہیں۔ آپ کا ناصح مشفق۔ ابوسعید محمد حسین

☆ مرزا غلام احمد قادیانی نے جواباً لکھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخدومی مکرمی...آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالمات الہیہ کے امر کو لہو ولعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس عاجز (مرزا) نے براہین کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے، یہ عبارت لکھی ہے کہ:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائیگا۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے، اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے۔ فقط۔ (اس لفظ فقط کا مطلب ہم نہیں سمجھتے کہ کیا ہے۔ اگر اس سے یہ ظاہری معنی مراد ہیں کہ بس اتنی ہی بات ہم نے براہین احمدیہ میں اس مضمون کے متعلق کہی ہے، تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے جو ہمارے جواب آئندہ میں منقول ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے الہام سے لکھا ہے۔ اور اگر اس لفظ سے کچھ اور مطلب ہے تو وہ محتاج بیان ہے۔ محمد حسین) لیکن ان عبارتوں کو اس امر کیلئے دستاویز ٹھیرانا کہ براہین میں اول یہ اقرار ہے، اور پھر اسکے مخالف یہ دعوی۔ ایسا خیال سراسر غلط اور دور از حقیقت ہے۔

اے میرے عزیز دوست! اس عاجز کے اس دعوی کی جو فتح اسلام میں شائع کیا گیا ہے اپنے علم اور عقل پر بنا نہیں، تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحادِ بنا صورت تناقض پیدا ہو۔ بلکہ براہین کی مذکورہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدے کی رو سے ہیں۔ جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان مانتے ہیں۔ اور دعوی کی بنا الہام الٰہی اور وحی ربانی پر ہے پھر تناقض کے کیا معنی ہیں۔ میں خود یہ مانتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک خدا تعالی کسی امر پر بذریعہ اپنے خاص الہام کے مجھے آگاہ نہ کرے میں خود بخود آگاہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امر میرے لئے کچھ خاص نہیں۔ اس کی نظیریں انبیاء کی سوانح میں بہت ہیں۔ ملہم لوگ بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے لا علم لی الّا ما علّمنی ربّی بلکہ خدا تعالی کا سمجھانا بھی جب تک صاف طور پر نہ ہو، انسان ضعیف البنیان اس میں بھی دھوکہ کھا سکتا ہے۔ فذھب وھلی کی حدیث آپ کو یاد ہی ہوگی (یہ حدیث صحیح بخاری میں بصفحہ ۵۵۱ منقول ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں آپکے دارالہجرۃ کی صورت دکھائی گئی کہ وہ ایک کھجوروں والی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس خواب کی تعبیر سوچی تو آپ کا خیال یمامہ کی طرف گیا۔ مگر آخر وہ جگہ مدینہ نکلی۔ مگر اس حدیث سے آپ (مرزا) کے سابق اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو کوئی تعلق نہیں۔ وہ اعتقاد آپ کے الہام کی تاویل سے نہ تھا بلکہ نصوص صحیحہ سے۔ محمد حسین) اب خدا تعالی نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے سمجھایا تب میں سمجھا اس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمان سے اتر آئے گا۔ اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہیے (سیاق عبارت ۴۹۹ براہین احمدیہ اور اس کا ایک فقرہ اس بیان سامی کے الہامی ہونے پر شاہد ہے جو ہمارے آئندہ خط ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کے آخر میں منقول ہے۔ مگر امید نہیں کہ آپ اس کو بلاتاویل مان لیں۔ محمد حسین)۔ ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعوی کر چکا ہے۔ جیسا کہ اسی صفحہ ۴۹۸ (براہین) میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے صدق اللّٰہ و رسولہ چونکہ آپ نے اپنے ریویو میں اس دعوی کا ردّ نہیں کیا، اسلئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے، اگرچہ ایمانی طور پر نہیں، مگر امکانی طور پر، مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خداتعالی سے الہام پا کر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا۔ آپ کو اس جگہ اوپر پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے نبی ﷺ بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی، انبیاء بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتداء کیا کرتے تھے۔ اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے، تو چھوڑ دیتے تھے۔ اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے، آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں، کیا اس عاجز نے کسی جگہ دعوی کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے۔ اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھہراتے ہیں، تو بسم اللہ میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیجئے آخر حق کو فتح ہوگی۔

میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبةً للّٰہ و اظہاراً للحق اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کو سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں۔ دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیں گے۔ جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رکنے میں نہیں آتے اور جب تک اشاعۃ السنہ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کر دیں، صبر نہیں کر سکتے تو کیا اس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤنگا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہاء تک پہنچ گئی ہو، تو میں اس پر بھی صبر کرونگا۔ اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرونگا۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے، جو اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے (تواضع، صبر اور نرمی کا ایک نمونہ یہی پرائیویٹ اور دوستانہ مراسلت ہے جس میں آخر آپ ایسے گھبرا گئے ہیں کہ اپنے مخاطب، جس کی نیت اور علم اور تہذیب کی جا بجا تعریف بھی کرتے چلے آئے ہیں، کے خیال اور استدلال کی نسبت لہو ولعب کے الفاظ استعمال کر گئے ہیں۔ مجلس عام میں یہ الفاظ استعمال ہوتے تو خدا جانے کیسا اشتعال پیدا کرتے۔ یہی الفاظ آپ کے الہام وخیال ومقال کی نسبت فریق ثانی کی زبان سے نکلتے تو اس کا نتیجہ جو ظاہر ہوتا، وہ ظاہر ہے۔ آخری تحریر میں تو آپ نے کھلم کھلی گالیاں دی ہیں۔ اگلا خط ملاحظہ ہو۔ مجھ کو مرزا صاحب سے خط وکتابت کرنے کا دو دفعہ اتفاق ہوا ہے۔ ایک دفعہ حال میں، اور ایک دفعہ اس سے پہلے ۱۸۸۷ء میں۔ حال کی مراسلت تو ہدیہ ناظرین ہے۔ ۱۸۸۷ء کی مراسلت کو ہم ریویو کے ذیل میں نقل کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس دو دفعہ کی مراسلت سے ہم کو تو یہی ثابت ہوا ہے کہ مرزا صاحب کا حوصلہ تھوڑا ہے۔ آپ گفتگو سے گھبرا جاتے ہیں۔ ایسا ہی ہم نے ان لوگوں سے سنا ہے جن کو آپ سے بالمشافہ گفتگو کا اتفاق رہا ہے کہ آپ گفتگو کرنے سے گھبرا جاتے ہیں۔ اور اپنے مخالف کے حق میں بے جا الفاظ کہہ دیا کرتے ہیں۔ ومع ہذا ہم کو مرزا صاحب سے مجمع عام میں گفتگو کرنے سے عذر نہیں وہ صبر اور نرمی نہ کریں گے تو انشاء اللہ ہم کریں گے، اور ان کی سخت باتیں سنیں گے۔ مگر اس جلسہ کا اہتمام اپنے ذمہ نہیں لے سکتے۔ یہ اہتمام وہ اپنے ذمہ لیں جو اس مجمع کے شائق وخواستگار ہیں، ہم شریک جلسہ ہونے کو حاضر ہیں بشرطیکہ وہ اس میں جلد کریں۔ ماہ اپریل ۱۸۹۱ء میں سفر پیش آ گیا تو میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ اوائل اپریل میں انتظام جلسہ کر کے مجھے اطلاع دیں تو میں سفر ملتوی کر سکتا ہوں۔ محمد حسین) اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کیلئے عام طور پر خبر کر دوں۔ اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں (خفیہ مذاکرہ کا کون خواستگار ہوا ہے۔ آپ کو اختیار ہے۔ اس پرائیویٹ گفتگو میں جو میں قبل از انعقاد جلسہ عام چاہتا ہوں جس قدر لوگوں کو چاہیں شامل کر لیں۔ الغرض جس قدر جلد ممکن ہو مجھے بات چیت کرنے کا موقع دیں۔ مجھ سے گفتگو کرنے کو جلسہ عام پر موقوف نہ رکھیں، وہ وقوع میں آتا نظر نہیں آتا۔ محمد حسین) جب آپ بہر حال اشاعت پر مستعد ہیں، تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔ خاکسار غلام احمد از لودیانہ ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء

(اسی روز مرزا صاحب نے مولوی محمد احسن امروہی کو خط لکھا: مکرمی محبی اخویم السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچ کر آپ کی محبت اور اخلاص اور اعتقاد پر اس امتحان کے وقت میں خبر پا کر نہایت درجہ خوشی ہوئی خدا تعالیٰ آپ کو اس سے بھی بڑھ کر استقامت بخشے مولوی محمد حسین بٹالوی بار بار اپنے خطوط میں اپنی مخالفت کا اظہار کر رہے ہیں میں نے مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ ایک جلسہ عام علماء وغیرہ کا کر کے بعض شکوک اپنے تحریری طور پر پیش کیجئے اور اسی جلسہ میں تحریری طور پر آپ کو جواب دیا جائے گا اور وہ دونوں تحریریں عام لوگوں کو سنا دی جائیں گی اگر یہ طریق شافی وکافی نہیں ہوگا تو پھر آپ اشاعۃ السنہ میں درج کریں بالمواجہ گفتگو میں ایک خاص برکات ہوتے ہیں جو اس مخالفانہ تحریر میں ایک زبانی الہام کا مخالف ہرگز نہیں پا سکتا جو ایک گوشہ میں بیٹھ کر کوئی یکطرفہ تحریر کرنا چاہتا ہے لیکن مولوی محمد حسین صاحب ایسے جلسہ کو قبول نہیں کرتے لیکن اپنے طور پر اپنی مخالفت عام طور پر یہ مشہور کر رہے ہیں اور اب اشاعۃ السنہ میں اپنے خیالات کو تحریر کرنا چاہتے ہیں اس عاجز نے محض للہ بہت سمجھایا کہ آپ بمقام امرتسر علماء کے جلسہ میں تحریری طور پر مجھ سے گفتگو کریں شائد خدا تعالیٰ آپ کے دل کو راستی کی طرف پھیر دیوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب تک انہوں نے قبول نہیں کیا۔ آج پھر اس عاجز نے خط لکھا ہے۔ رسالہ ازالہ اوہام شاید بیس دن تک چھپ جائے بیس جزو کے قریب ہوگا انشاء اللہ القدیر چھپنے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجونگا۔ اگر آنمکرم کے پاس وہ کاغذات پہنچے ہوں جو موی عبدالجبار صاحب ومولوی اسماعیل صاحب نے لکھے ہیں تو مہربانی فرما کر ارسال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماویں۔والسلام خاکسار غلام احمد ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳۔۱۴)

☆ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمہ نے مرزا قادیانی کے مکتوب کا یہ جواب لکھا:

لاہور ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء۔مکرمی جناب مرزا صاحب:

آپ کے خط کو میں نے کمال افسوس سے پڑھا۔اس کے شروع میں جو الفاظ لہو ولعب استعمال کئے گئے ہیں وہ بڑے موہم ہیں،اوران کا اثر دور تک پہنچ سکتا ہے (یعنی ان آیات واحادیث تک جو نزول مسیح ابن مریم کے باب میں وارد ہیں۔محمد حسین) ایسے الفاظ آپ اس شخص کے مقال واستدلال کی نسبت استعمال کر سکتے تھے،جو آپ کو ملہم سمجھے اور آپ کے الہام زیر بحث کو الہام رحمانی تسلیم کرے۔اور پھر اس کا معارضہ صرف اپنے بے دلیل خیال سے کرے۔اور جو شخص آپ کو اور آپ کے الہام کو ایسا نہ سمجھے اور آپ کے اس غلط خیال کو،جس کو آپ الہام سمجھتے ہیں،احادیث صحیحہ اور اصول مسلّمہ سے ردّ کرے اس کے مقال واستدلال کی نسبت آپ کو ان الفاظ کا استعمال کرنا کیا جائز ہے۔ہرگز نہیں۔آپ مجمع عام میں خاکساری اور تواضع کا وعدہ دیتے ہیں مگر ایک پرائیویٹ تحریر میں تو آپ سے یہ نہ ہوسکا۔گزشتہ راصلوات آئندہ احتیاط۔براہین احمدیہ کے مضمون نزول جسمانی مسیح کو آپ ایک غلط خیال جانتے تھے تو آپ نے ایک خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ:

درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا تھا۔بلکہ بلاکم وبیش وہی دعویٰ ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہوچکا ہے،جس کو آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں۔پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو لکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنہ جلد سات میں تحریر فرما چکے ہیں۔جبکہ اول سے آخر تک وہی دعویٰ،وہی مضمون،وہی بات ہے،تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو۔کس قدر مقام تعجب ہے (مکتوب مرزا قادیانی ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء)،

جس پر تحکیم براہین احمدیہ اور ریویو براہین احمدیہ کی طرف آپکو بلایا گیا تھا۔آپ اگر ایسا نہ لکھتے بلکہ بجائے اس کے یوں لکھتے کہ براہین احمدیہ میں ہم نے غلطی کی ہے اور اس میں عوام جہال یا علماء اہل ضلال،جو مسیح کا جسمانی نزول مانتے ہیں،کی تقلید اختیار کرکے وہ بات لکھی تھی،اب ہم کو یہ حق سوجھا اور مسلمانوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا، ہمارے خیال میں بھی نہ گزرا تھا، تو آپ کو تحکیم براہین وریویو براہین کی طرف نہ بلایا جاتا۔ اب آپ براہین کے مضمون مذکور کو غلط بتاتے ہیں لہذا میں بھی اب اس کو حکم نہیں بناتا کیونکہ اس الہام کی تغلیط مضمون براہین احمدیہ کی تسلیم پر موقوف نہیں۔ احادیث صحیحہ اور اصول مسلمہ اتفاقیہ سے اسکی تغلیط آسانی سے ممکن ہے۔ اگر آپ مجھے گفتگو کا موقع دیں۔

آپ اس گفتگو کے لئے انعقاد مجمع عام کو شرط ٹھیراتے ہیں جس سے گفتگو میں التواء ہوتا جاتا ہے۔ میری طرف سے آپ کو اختیار ہے آپ شوق سے مجمع کریں اور اس کا اہتمام اپنے ذمہ لیں۔ میں بھی اس مجمع میں اگر وطن میں رہا (اب میں نے عزم سفر فسخ کر دیا ہے، لہذا ماہ اپریل ۱۸۹۱ء تک یہ شرط بھی معاف۔ محمد حسین) تو شریک ہو جاؤنگا انشاء اللہ تعالی۔ مگر اس مجمع سے پہلے خاص مجھ سے ایک پرائیویٹ جلسہ میں اپنے خیال و مقال کی بابت گفتگو کرنے سے آپ کیوں رکتے ہیں۔ کیا وہ گفتگو انعقاد مجمع عام کیلئے ایک مانع اور روک ہو جائے گی؟ جس فائدہ کی آپ مجمع عام سے امید رکھتے ہیں وہ اس مجمع سے، جب وہ ہو، حاصل کریں اس سے پہلے مجھ سے تو دو حرفی بات کرلیں۔ اس خط کے جواب میں آپ نے مجھے بلایا تو میں پہلے چند اصول، جن پر ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگا، آپ سے تسلیم کراؤنگا، اسکے بعد گفتگو کیلئے حاضر ہوں گا۔ اور اگر آپ نے مجھے نہ بلایا تو میں اپنے خیال کا اظہار اشاعۃ السنہ میں کردوں گا۔ بالفعل اتنا ہوگا کہ اس تمام کارسپانڈنس (correspondence) کو جس سے میری رائے اور آپ کے خیالات و دلائل کا ناظرین کو اجمالی علم ہوسکتا ہے، میں چھاپ دونگا۔ آئندہ جو وقوع میں آئے گا، وقتاً فوقتاً مشتہر کیا جائے گا۔

آپ اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو جو زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ رکھتے تھے اور اس کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں ظاہر کر چکے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اس فعل کی جو باقتداء سنن مشہورہ انبیاء بنی اسرائیل آپ نے کیا، پھر بحکم وحی اس کو چھوڑ دیا، یا اس خیال کی جو کسی الہام کے معنی سمجھنے میں آپ ﷺ کے دل میں گزرا پھر وہ غلط ثابت ہوا، نظیر ٹھہراتے ہیں اور یہ غور نہیں فرماتے کہ وہ اعتقاد احادیث صحیحہ اور ان کے معانی قطعیہ اتفاقیہ سے آپ کے دل میں مستحکم تھا جس کو آپ نے کمال وضاحت سے بیان کیا اور اب اسکا خلاف ایک ایسے خیال سے کیا جس کا ان احادیث پر عرض کرنا اور درصورت اختلاف اس خیال کو غلط سمجھنا آپ کو واجب تھا اور اگر اب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اعتقاد آپ کے نزدیک سنن مشہورہ بنی اسرائیل یا الہام کی غلط تاویل کی نظیر ہو گیا تھا تو آپ پر اس امر کا اظہار واجب تھا اور اس مضمون کا اشتہار عین فرض کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں جو ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا اور جسمانی نزول فرمانا بیان کیا ہے وہ مطلب الہام کو غلط سمجھنے یا اس وقت کے گمراہ مسلمانوں (جن کو آپ یہودیوں سے ملا چکے ہیں، دیکھو فتح اسلام ص ۱۲، ۱۴، ۱۵ وغیرہ) کی تقلید سے تھا، اب ہم کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ اس نزول جسمانی سے روحانی نزول مراد ہے اور ابن مریم سے غلام احمد بن غلام مرتضی مراد ہے اور یہ ہرگز جائز نہ تھا جیسا کہ آپ نے اپنے ایک خط (۲۳ فروری ۱۸۹۱ء) میں صاف لکھا ہے اور فتح اسلام میں بھی جتایا ہے کہ جو کچھ ہم نے اب دعوی کیا ہے یہ بلا کمی بیشی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ میرے عزیز دوست آپ مضمون براہین احمدیہ اور اس نئے دعوی دونوں کو سچا کرنا چاہتے ہیں اور ناسخ و منسوخ دونوں کو تسلیم کراتے ہیں جو کمال درجہ کا مغالطہ ہے جس سے ادنی منصف کو احتراز واجب ہے، چہ جائے کہ آپ جیسا ملہم ہو۔ اب بھی وقت ہے اپنے سابق عقیدے کی غلطی یا منسوخیت کا اشتہار دیں ورنہ لوگ آپ کو مضمون براہین سے الزام دیں گے۔

روحانی طور پر آپ کے مسیح یا مثیل ہونے (جس کا بیان بصفحہ ۴۹۸ وغیرہ براہین احمدیہ کے ہے) کے امکان پر میرا سکوت کیا، اس کا صریح اقرار اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۱۹ موجود ہے۔ مگر اس سکوت یا اقرار سے آپ کے جدید دعوی کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر آپ کس خیال سے بار بار میری کلام کا حوالہ دیتے ہیں اور رسالہ ازالۃ الاوہام میں اس کو نقل کرنے کا ذکر فرماتے ہیں۔

میرے پیارے دوست میرے مضمون ریویو کا ایک حرف آپ کے اس دعوی جدید کا مصدق نہیں ہے۔ نہ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ دعوی صراحۃً یا اشارۃً کیا، نہ میں نے اس کی تصدیق و تائید میں کوئی کلمہ لکھا۔ آپ سخت غلطی کریں گے اگر میری عبارت ریویو سے اس جدید دعوی کے اثبات کے درپئے ہوں گے۔ میں کیونکر آپ کے اس دعوی پر، اگر وہ ہوتا، سکوت کر سکتا تھا جس حالت میں آپ خود اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اس کے برخلاف یہ تصریح کر چکے ہیں:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب وہ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا۔لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگانی کا نمونہ ہے (ان اوصاف میں سے ایک بھی وصف مسیح کا آپ میں نظر نہیں آتا۔ بلکہ ان اوصاف کا کلی خلاف آپ میں پایا جاتا ہے مسیح میں اور آپ میں ایسا فرق نظر آتا ہے جیسا زمین آسمان میں فرق ہے۔محمد حسین) اور اس عاجز کی اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے، گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ﷺ۔سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اسلئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔

اس عبارت کے سیاق سے اور اس کے ان الفاظ سے کہ: اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے اس مقام میں کہا ہے وہ الہام سے کہا ہے صرف یہودیوں (بزعم جناب مسلمانوں) کی تقلید سے نہیں کہا۔ بناء علیہ یہ جدید الہام اس الہام قدیم کے مخالف ہے مگر شاید اس میں آپ یہ عذر کریں کہ الہام کی عبارت ایک حد تک ختم ہو چکی ہے اور اس کی آخری عبارت جس میں مسیح کے جسمانی مصداق ہونے کا بیان ہے غیر الہامی ہے۔لہذا میں اس عبارت کو الہامی ٹھہرا کر تناقض کا الزام نہیں دیتا،صرف یہی چاہتا ہوں کہ آپ مضمون عبارت مذکور کے غلط ہونے کا اشتہار دیں اور اس مضمون اور مضمون الہام جدید کو ایک نہ کہیں۔

مولوی نور الدین کے خط کی نسبت آپ نے اب تک رائے ظاہر نہیں کی۔ میں پھر اس کا مطالبہ کرتا ہوں (اب تک آپ نے اس خط کی نسبت رائے ظاہر نہ کی جس سے آپ کا بے ریا، باخدا ہونا جیسا ثابت ہے، ناظرین پر مخفی نہیں۔محمد حسین) فتح اسلام اور توضیح المرام دونوں منگائے گئے تھے آپ نے ارسال نہیں کئے (بعد میں رسائل آگئے) آپکا ناصح مشفق۔ابو سعید محمد حسین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں ۲۹ مارچ کو لودہانہ سے ایک خط پہنچا، جو نہ تو مرزا کے قلم کا لکھا ہوا تھا، اور نہ اس پر ان کا دستخط ثبت تھا۔ اور اس کے ساتھ مرزا کا وہ اشتہار پہنچا جو ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ ہم نے اس خط کو اس پر یادداشت ذیل لکھ کر واپس کیا:

اس خط پر مرزا غلام احمد صاحب کا دستخط نہیں ہے لہذا واپس ہے وہ اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں تو اس پر دستخط کر کے واپس کریں۔،

آج یکم اپریل (۱۸۹۱ء) کو اس خط کی نقل واپس آئی ہے جس پر مرزا صاحب کی قلم سے یہ عبارت ثبت ہے:

السلام علیکم۔ اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے۔ خاکسار غلام احمد ۳۱ مارچ ۱۸۹۱ء۔،

جس سے صاف ثابت ہے کہ اس خط کا راقم کوئی اور شخص ہے۔ مرزا صاحب صرف اس کے مصدق وموافق ہیں۔ لہذا ہم اس خط کو اس رسالہ میں نہیں دیتے۔ اور اسکے راقم کو (جس کو ہم پہچان گئے ہیں اور اس کے غیر مہذب اور بے ادب ہونے کے سبب جس کا ثبوت عنقریب اس کی ایک تحریر سے ناظرین کو ملے گا) اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتے۔ ہاں اس خط کے مضمون کا جس کے مرزا صاحب مصدق ہیں، جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ سو ذیل میں معروض ہے:

اس خط میں ہمارے خط مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کی کسی بات کا جواب نہیں ہے۔ صرف اسی پرانے دعوی کا اعادہ ہے کہ پرائیویٹ گفتگو میں کچھ فائدہ نہیں لہذا ہم جلسہ عام میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے اشتہار ۲۶ مارچ میں طعن وطنز سبّ وشتم سے مجلی ومزین کر کے ادا فرمایا ہے (جیسے اپنے مخاطبین کے حق میں نام لے کر آپ کا یہ کہنا کہ وہ علم کی پردہ دری کراتے ہیں، اور ان کی یہ حرکت کہ وہ ان کے دعوی پر قبل از مباحثہ نکتہ چینی کرتے ہیں حیا اور ایمان کے مخالف ہے جو اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ بے ایمان و بے حیا ہیں وغیرہ وغیرہ جو اصل اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں ملاحظہ کے لائق ہیں)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس خط اور اس اشتہار سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور مخاصمانہ مباحثہ کی بنا کو قائم و مستحکم کر دیا۔ لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے اور مخاصمانہ مباحثہ کیلئے حاضر و مستعد ہیں آپ جس دن اور جس مقام مباحثہ کرنا چاہیں، ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگاں ہمیں گو۔ انعقاد مجلس عام کا انتظام آپ کے ذمہ ہے کیونکہ پہلے آپ ہی اس کے مدعی بنے ہیں۔ اور بعد تقرری تاریخ و مقام وحسن انتظام حاضر ہونا ہمارے ذمہ (مگر قبل از مباحثہ ازالۃ الاوہام بھیج دیں۔ تمام نہیں، تو جس قدر چھپا ہے اسی قدر سہی۔ محمد حسین) آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں کہ ماہ اپریل میں ہمارا عزم سفر تھا، اسی مباحثہ کے شوق سے ہم نے اس عزم کو فسخ کیا ہے (بحالت مجبوری سفر پیش آ گیا تو جہاں جاؤنگا وہیں سے پہنچونگا۔ جب آپ بلائیں گے۔ سفر خرچ دینا تو آپ مان ہی چکے ہیں۔ محمد حسین)۔ اب ماہ اپریل کو بھی آپ نے ٹلایا (جیسا کہ ۸ مارچ پھر ۲۳ مارچ کو مقرر کر کے ٹلایا اور اس کا ایفاء و اہتمام نہ کیا) تو لوگ آپ کی طرف گریز کو منسوب کریں گے اور صاف کہیں گے کہ آپ جلسہ عام کے حیلے و بہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتے ہیں۔

یہ اصل مدعا کا جواب ہے۔ رہا جواب سبّ و شتم و طعن و طنز۔ سو ہماری طرف سے یہ ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہمیشہ یہی رہے گا

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

یہ بدگوئی آپ جیسے مسیح ثانی الہامیوں کے لئے سزاوار ہے۔ اور نورانی روحانی اشخاص کے اپنے بھائیوں سے ایسے ہی اخلاق ہونے چاہئیں۔ آپ اپنے خط ۲۳ فروری اور باقی خطوط ..کو ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر انصاف سے کہیں کہ آپ کے الفاظ اشتہار کی نسبت آپ کے وہ خطوط و فقرات کیا کہہ رہے ہیں۔ اسی غرض سے ہم نے ان فقرات پر نوٹ لگائے تھے آپ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمارے نوٹوں کی طرف ناظرین کو توجہ کرنے کا جلد موقع دیا۔ اور ہمارے حاشیہ (مکتوب مرزا، ۱۴ مارچ) کو بخوبی تصدیق کیا۔ ان الفاظ کی تحریر سے آپ نے ایک احسان ہم پر یہ کیا ہے کہ ہماری ۱۸۸۷ء کے بعد کی رہی سہی حسن ظنی کو خیر باد کہلایا۔ اور اس امکانی تصدیق کو جو ریویو براہین احمدیہ میں ہو چکی تھی وہ آپ کے جدید الہامات کی نسبت رائے ظاہر کرنے سے مانع تھی، آپ نے اٹھا دیا، لہذا ہم کو اس بدگوئی کے مقابلہ میں شکر یہ واجب ہے نہ اس کی جواب دہی ترکی بہ ترکی۔ اس جواب کیلئے اور بہت لوگ ہیں۔ اور کلوخ انداز را پاداش سنگ ست، پر عمل کرنے کو مستعد۔ بہتر ہے کہ آپ اس عادت کو جو ابتدائے زمانہ تالیف براہین احمدیہ سے آپ نے اختیار کر رکھی ہے چھوڑ دیں۔ اور اس شعر کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں

دہن خویش بدشنام میالا صائب کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز آید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء

اوپر منقول ایک خط میں مرزا قادیانی کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا ذکر ہے، جو یوں ہے:

ناظرین پر واضح ہو کہ مسیح ابن مریم کے نزول کی حقیقت جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولی ہے جس کے بارے میں کچھ تھوڑا سا رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں ذکر ہے اور رسالہ ازالہ اوہام میں مبسوط اور مفصل طور پر اس کا بیان ہے۔ ایسا ہی ملائکہ اور لیلۃ القدر اور معجزات مسیح کے بارے میں جو کچھ ان رسالوں میں لکھا گیا ہے، قبل اس کے جو علماء اسلام غور سے ان مباحث کو پڑھیں اور تدبر سے ان کے مطلب کو سوچیں، یونہی مخالفانہ خیالات خلق اللہ میں پھیلا رہے ہیں، اور عوام الناس کو اپنے بے اصل وساوس سے ہلاک کرتے جاتے ہیں، حالانکہ رسالہ توضیح مرام کے آخر میں نصیحتاً لکھا گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ مگر وہ آخر تک صبر نہ کر سکے۔ کسی نے کہا یہ شخص ضال اور مضل ہے اور کسی نے کہا کہ بے جا تاویلیں کرتا ہے اور کسی نے کہا کہ اس کو مالیخولیا ہے اور چونکہ اکثر لوگ ان میں موٹی عقل آدمی ہیں اور کجی سے بہ نسبت راستی کے زیادہ پیار کرنے والے ہیں اس ان مولوی صاحبوں کے بیانات کا ان (عوام) کے دلوں پر سخت اثر پڑا اور عوام الناس کی تو یہ پہلے ہی سے عادت ہے کہ وہ اصل حقیقت پر غور کم کرتے ہیں اور ایک خود غرض یا کوتاہ فہم، مولوی کے بیان کو فیصلہ ناطق سمجھ لیتے ہیں۔ اسی ضرر رسان سیرت نے انہیں طرح طرح کے گڑھوں اور غاروں میں ڈال دیا ہے لہذا اقرین مصلحت سمجھ کر کل مخالف الرائے علماء کے مقابل محض للہ یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ اگر ان کو اس عاجز کے دعاوی مذکورہ بالا کے قبول کرنے میں شرعی عذر ہو یا وہ یہ خیال کرتے ہوں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عاجز کے یہ دعاوی قال اللہ وقال الرسول کے برخلاف ہیں تو وہ ایک عام مجلس مقرر کر کے تحریری طور پر اس عاجز سے مقاصد مذکورہ بالا میں مباحثہ کرلیں تا کہ جلسہ عام میں حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فتنہ بھی پیدا نہ ہو کیونکہ مجرد زبانی بیانات میں انواع اقسام کی خرابیوں کا احتمال ہے، سو مناسب ہے کہ ان سب میں سے وہ مولوی صاحب جو کمالات علمی میں اول درجہ کے خیال کئے جائیں وہی فریق ثانی کی طرف سے اس مباحثہ کے لئے مختار مقرر ہوں اور فریق ثانی کے لوگ اپنے اپنے معلومات سے ان کو مدد دیویں اور وہ (وکیل صاحب) بذریعہ تحریر ان س دلائل کو اس عاجز کے سامنے پیش کریں مگر مناسب ہے کہ اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے اپنے کل دلائل اول پرچہ ہی میں پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک پرچہ اس کے جواب میں ہوگا۔ وہی دونوں پرچے سوالات و جوابات کے حاضرین کو سنائے جائیں اور اخباروں میں چھپوا دیئے جائیں۔ اس سے حق اور باطل خود روشن ہو جائے گا اور تحریرات ہر دو فریق سے ہر ایک حاضر اور غائب کو خوب سوچ کے ساتھ حق کے سمجھنے اور رائے لگانے کا موقع مل جاوے گا۔ اگرچہ کتاب ازالہ اوہام چھپ رہی ہے جو پچیس جزء کے قریب ہوگی اور یہ تمام مباحث معہ دیگر معارف وحقائق کے اس میں کامل طور پر درج ہیں، مگر یہ مولوی صاحبان اس کو ہرگز نہیں دیکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ آنکھیں کھل جائیں اور حق کو قبول کرنا پڑے بلکہ میں نے سنا ہے کہ ان حضرات میں سے اکثر مولوی صاحبان یہ کوشش کررہے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کتابوں کو نہ دیکھے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم لیکن یہ اشتہار بہرحال انہیں دیکھنا پڑے گا، اور عوام الناس اگرچہ بڑی کتابوں کو نہیں پڑھتے، مگر اس مختصر اشتہار کے مضمون سے بے خبر نہیں رہ سکتے لہذا میں نے اتمام حجت کی نیت سے اس کو لکھا ہے اور میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالی نے اپنے الہام اور القاء سے حق کھولدیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحیی کی روح کے ساتھ دوسرے آسمان پر ہے۔ اس زمانہ کے لئے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں۔ یہ خدا تعالی کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا یہ دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خداداد بھی اس کی مؤید ہے۔ اگر مولوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں بے شک حق کو غلبہ ہوگا میں بار بار کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں مولوی صاحبان سراسر اپنے علم کی پردہ دری کراتے ہیں جب کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعوی قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے۔ اے حضرات اللہ جل شانہ آپ لوگوں کے دلوں کو نور ہدایت سے منور کرے۔ یہ دعوی ہرگز قال اللہ وقال الرسول کے برخلاف نہیں بلکہ آپ لوگوں کو سمجھ کا پھیر لگا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ جلسہ کے لئے مقام وتاریخ مقرر کر کے ایک جلسہ عام میں مجھ سے بحث تحریری نہیں کریں گے تو آپ خدا تعالی کے نزدیک اور نیز راست بازوں کی نظر میں بھی مخالف حق ٹھہریں گے اور مناسب ہے کہ جب تک میرے ساتھ بالمواجہ تحریری بحث نہ کرلیں اس وقت تک عوام الناس کو بہکانے اور مخالفانہ رائے ظاہر کرنے سے اپنا منہ بند رکھیں اور یہی آیت کریمہ لا تقف ما لیس لك به علم سے ڈریں ورنہ یہ حرکت حیا اور ایمان اور خداترسی اور منصفانہ طریق سے برخلاف سمجھی جائے گی اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگروہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے والے۔ مولوی شیخ عبیداللہ بتی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ۲۶ مارچ۔ المشتھر مرزا غلام احمد قادیانی

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد ا۔ ص ۲۰۲۔۲۰۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتنہ قادیانی

ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگا

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ کے اداریئے میں رقم طراز ہیں:

ہمارے ناظرین اس دفعہ اشاعۃ السنہ میں صرف مرزا قادیانی کے متعلق ایک ہی مضمون سوبھی شخصی و جزئی بحث کا متضمن دیکھ کر متعجب ہونگے اور شائدزبان حال یا قال سے مجھ کواس مصرع سے خطاب کریں: کجا بوداشھب کجا تاختی۔ اور کہیں کہ اشاعۃ السنہ تو شخصی و جزئی مباحث سے قلم کو روک چکا اور مسلمانوں کی باہمی نزاع کی موقوفی کے درپیے، اور اتفاق واتحاد میں کوشاں تھا۔ اب اس کو کیا ہوگیا ہے کہ ایک مسلمان سوبھی کیسا؟ ولی، مجدد، ملہم، محدث سے جا لپٹا اور ایسا لپٹا کہ مسائل کلی واتفاقی زیر بحث کو یکلخت بھول گیا۔ ولیکن وہ مہربان اگر صبر وتحمل کو کام میں لاکر اس مضمون کو اور اس قسم کے مضامین آئندہ کو اول سے آخر تک پڑھ جائیں گے تو امید ہے کہ اشاعۃ السنہ کو اس روش کی تبدیلی اور موجودہ قیل وقال پر نہ صرف معذور رکھیں گے بلکہ مصیب وماجور قرار دیں گے۔ اور یہ یقین کرلیں گے کہ اس کے یہ مباحث جزئی وشخصی نہیں بلکہ کلی وقومی ہیں اور ان میں کسی مسلمان یا ملہم مجدد ومحدث کا مقابلہ نہیں بلکہ نیچریوں، آریوں، عیسائیوں اور فلسفیوں کی جماعتوں سے، جن میں درپردہ مخاطب (مرزا) بھی شامل وداخل ہے، مقابلہ ہے اور ان میں بحث ابھی کسی خاص مسئلہ جزئی میں نہیں ہوئی بلکہ ان کلیات وامہات مسائل پر بحث ہے جو اسلام اور جملہ ادیان سماویہ کے اصل اصول ہیں۔ اور وہ یہ جان لیں گے کہ میرزا قادیانی جو ایک وقت تک فرقہ ہائے مذکورہ بالا کا مقابل اور تائید اسلام کا مدعی تھا اب وہ اپنی نبوت کا مدعی ہوگیا ہے۔ اور اصول اسلام کے برخلاف نیچریہ، نصاری، آریہ اور فلاسفہ کے اصول کو از سرنو زندہ کرنا چاہتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔مگر از آنجا کہ اس کو اس امر کا خوب یقین ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج اور بانی اسلام علیہ الصلوۃ و السلام کا صریح مقابل ہو کر اپنی نبوت کا سلسلہ قائم نہیں کر سکتا اور اس صورت خروج ومقابلہ میں کوئی مسلمان اس کی دعوت قبول نہ کرے گا اور وہ مسلمانوں کو اپنے دام میں لانے اور دعوی کو ان سے قبول کرانے کی غرض سے بظاہر اسلام اور اتباع خیر الانام کا مدعی ہے اور خدا ورسول کی کلام کو پھیر پھار کر اپنے دعاوی باطلہ کے ثبوت پر دلیل ٹھیراتا اور واقفوں میں پھیلاتا اور اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے، میں ہوں ۔اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہو چکے ہیں وہ اب دنیا میں نہیں آسکتے ۔اوران کے معجزات مشہورہ احیاء موتی وخلق طیور کو ماننا شرک ہے اور آنحضرت ﷺ کا معراج میں آسمان پر جانا اور حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ رہنا ایسے خوارق سے ہیں جن سے ایمان بالغیب ٹوٹ جاتا ہے۔اور میرے لئے خدا تعالی نے خوارق کا دروازہ کھول دیا ہے۔میں ہر شخص کو خوارق اور آسمانی نشان دکھا سکتا ہوں اور میں بطور استعارہ ابن اللہ کہلا سکتا ہوں اور میں مسلمانوں کا وہ امام ہوں جس کو وہ امام مہدی سمجھ رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔اوراانکے پرائیویٹ جلسوں میں ایسی پیش گوئیاں سناتا ہے جن کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ہے اوران دعاوی وخیالات میں کامیابی ہی ظاہر کر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ساٹھ ہزار اشخاص اس کے پاس آچکے ہیں جن کی مہمان داری پر وہ دس ہزار روپیہ کے قریب خرچ کر چکا ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو مسیح موعود وامام وقت مان لیا ہے۔

اس کے ان دعاوی وبیانات سے مسلمانوں کے مذہب وامن میں جس قدر انقلاب واقع ہونے کا اندیشہ ہے، وہ مخفی ومحتاج بیان نہیں ہے ۔اس صورت میں اشاعۃ السنہ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابق کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے ردّ کے درپئے ہو۔اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے اس کی موجودہ جماعت وجمعیت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے کیونکہ اسی (اشاعۃ السنہ) نے قادیانی کے سابق دعوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام ووعدہ تائید دین بنشا نہائے آسمانی ونصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آکر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبرے وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلدے میں اس کو امکانی ولی وملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے دعاوہ مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کر رہے ہیں ۔ اور اس کی عبارات اپنی تحریرات ورسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہیں ۔ اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین احمدیہ اس کو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان وپنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا ۔ صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہلحدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اسکے الہام و ولایت کا امکان جما رکھا اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا ۔ لہذا اسی (اشاعۃ السنہ) کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے ۔ اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہو لے، تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے ۔

اسی وجہ سے نمبر ۱۲ جلد ۱۲ اور اس جلد ۱۳ کے تین نمبروں میں اسی کے متعلق بحث ہوئی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ تا انفصال مقال وانقطاع جدال حضرت قادیانی اس میں یہی بحث رہے گی ۔

اس وقت تک تو صرف مراسلت فریقین طبع ہوئی ہے جس سے اہل بصیرت وانصاف کو بخوبی ثابت ہو گا کہ یہ شخص اپنے اقوال وبیانات میں صادق اور اپنے حال میں مستقیم اور اپنے دعاوی میں نیک نیت نہیں ہے اور ان حالات کے ساتھ وہ کسی طرح ملہم نہیں ہو سکتا، اور جن پر یہ ثبوت مخفی رہے گا ان کو اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ میں یہ امر مبرھن کر کے دکھایا جائے گا انشاء اللہ تعالی ۔ اور آئندہ ریویو میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ مرزا قادیانی ان دعاوی اور اعتقادات میں اصول اسلام کا مخالف ہے ۔ اور اصول نیچریہ، آریہ، نصاری وفلاسفہ کا مقلد و موافق ہے اور الہام موعود مسیحائی کجا یہ کسی الہام کے دعوی میں صادق نہیں ہے اور اس اعتقاد وعمل واخلاق کے شخص کا شرعاً وعقلاً ملہم ہونا ممکن ہی نہیں ۔ ایسا شخص ملہم وخطاب الہی کا مخاطب ہو تو الہام کا اعتبار اٹھ جاتا ہے ۔ اور جملہ ملہمین انبیاء اور اولیاء سابقین کے حق میں یہ ظن بد پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ بھی ایسے ہی تھے ۔ حاشا جنا بھم عن ذلك ۔ اور اس ریویو میں یہ بیان ہو گا کہ قادیانی کا یہ دام الہام کیونکر پھیل گیا ہے اور اس کی کلام کا بعض لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اثر کیوں پڑ جاتا ہے اور اشاعۃ السنہ کی کاروائی پر مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں نے اب تک کیا سلوک کیا اور کیا آئندہ ہوگا۔ اور اس کا اثر فریقین پر کیا پڑے گا۔

اس وقت جو سلوک ان سے ہوا وہ یہ ہے: ۱۔ خریداری اشاعۃ السنہ کو موقوف کرنا یا اسکی واجبی قیمت دبا رکھنا۔ ۲۔ رسائل واخبارات میں عامیانہ گالیاں دینا۔ ۳۔ گمنام خطوں کے ذریعہ گالیاں سنانا اور دھمکانا۔ آئندہ اس سلوک سے ڈرانا اور دھمکانا کہ اگر تم مخالفت مرزا سے باز نہ آؤ گے تو ہم اور بھی گالیاں دیں گے۔

اس سلوک کا اثر وہ حضرات تو یہ سوچ بیٹھے ہیں کہ صاحب اشاعۃ السنہ گالیوں سے ڈر کر ساری مخالفت چھوڑ دے گا۔ مگر ان کا یہ خیال سودائے محال ہے۔ صاحب اشاعۃ السنہ تمہاری مخالفت کو اپنا دین وایمان سمجھتا ہے اور گالیوں کے خوف سے اپنے ایمان کو نہ چھوڑے گا، ان گالیوں کا اثر تم ہی پر پڑے گا۔ اول: منصف اور مہذب لوگوں پر تمہارا کمزور ہونا ثابت ہوگا۔ دوم: اشاعۃ السنہ کا صبر اور گالی کا جواب نہ دینا تم پر دنیا و آخرت میں ناگہانی بلا نازل کرے گا۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

سوم: اشاعۃ السنہ کے دوست وحامی ان گالیوں کا ایسا جواب دینگے کہ پھر تم گالیاں دینا بھول جاؤ گے۔ وہ جواب دشنام بدشنام نہ ہوگا بلکہ اور ہی قسم کا جواب ہوگا جو سراسر تہذیب وعدل پر مبنی ہوگا۔ جو لوگ خیر خواہ طرفین ہیں وہ ان حضرات کو سمجھا دیں کہ وہ گالی گلوچ سے باز آویں ورنہ جوابی کاروائی پر جو اس جانب سے ہو، ہم پر افسوس شکایت نہ کریں (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳ ص ۲ تا ۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء پر تبصرہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کر کے علماء اسلام کو مناظرے کی دعوت دیتے ہوئے شرائط مناظرہ بیان کی تھیں۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس اشتہار پر جامع تبصرہ فرمایا جس کا ایک حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اس اشتہار (۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء) میں جو آپ نے لکھا ہے کہ توضیح مرام کے اخیر میں نصیحۃً لکھا بھی گیا تھا کہ جب تک تینوں رسالوں (فتح اسلام، توضیح مرام، وازالہ اوہام) کو دیکھ نہ لیں کوئی رائے ظاہر نہ کریں (یعنی آپکے ان اقوال پر کوئی رائے ظاہر نہ کریں: ۱۔ کسی بشر کا آسمان پر چڑھنا اور اترنا سنت اللہ اور فطرت، قانون قدرت یا نیچر، کے برخلاف ہے اور خدا کا دنیا میں ایسے خوارق دکھانا اپنی حکمت کو اور ایمان بالغیب کو تلف کرنا ہے۔ توضیح المرام ص ۹۔ ۱۰؛ اور۔ ۲۔ مطلق نبوت ختم و محدود نہیں ہوئی۔ صرف نبوت تامہ ختم ہوئی ہے اور نبوت جزئی، جس کا دوسرا نام محدثیت ہے، کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا۔ توضیح۔ ص ۱۹؛ اور۔ ۳۔ مسیح اور آپ (مرزا) کے دل میں جو قوی محبت ہے اس نے خدا کی محبت کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ ان دونوں محبتوں کے ملنے سے، جو در حقیقت نر و مادہ کا حکم رکھتی ہیں، تیسری چیز پیدا ہوئی ہے، جس کا نام روح القدس ہے، وغیرہ) مگر وہ (علماء معترضین) آخر تک صبر نہ کر سکے۔ یہ عجیب مغالطہ ہے جو:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق ہے۔ آپ خیالات فاسدہ و مقالات نیچریہ و فلاسفہ و نصاری کا علی رؤس الاشھاد اشتہار کریں اور ان کو اردو زبان میں چھاپ کر ملکوں میں پھیلا دیں اور پھر علمائے وقت سے یہ درخواست کریں کہ وہ اس پر کچھ نہ بولیں۔ اور اپنے ایمانی فرض، انکار و تغییر منکر، کے تارک رہیں اور آپ کے پاس خاطر سے آگ کی لگام تھام کر اپنے منہ پر چڑھا لیں۔ اور اس احمق کی نظیر بن جائیں جس نے ایک چالاک چور پکڑا تھا۔ اس چالاک چور نے اسے کہا کہ چھوڑ دے میرا پھوڑا دکھتا ہے، تو اس سادہ لوح نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ شاطر رفو چکر ہو گیا۔ حضرت مرزا صاحب! اسی قسم کے مغالطات کے ذریعہ آپ نے غیر اقوام سے اپنا الوسیدھا کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان اوران کے حق گو علماء ایسے احمق نہیں ہیں کہ وہ آپ کے دھوکہ میں آئیں اور آپ کے رسالہ ازالہ اوہام کے انتظار میں ان خیالات ومعاملات پر جن کو وہ کفر سمجھتے ہیں ساکت ہو رہیں۔

مطالب فتح اسلام اور توضیح مرام کا سمجھ میں آنا دلائل ازالہ اوہام پر موقوف تھا تو آپ نے ازالہ اوہام سے پہلے ان کو شائع کیوں نہ کیا۔ دلیل اور مدعا کو اکٹھا مشتہر کیا ہوتا۔ کیا یہ بھی کسی منصف حق گو اور انصاف پژدہ کا دستور ہے کہ دعوی آج کرے اور اس کے دلائل اگلے سال یا چھٹے مہینے بیان کرے۔ ومعہذا اپنے معترض و مخالف سے یہ درخواست کرے کہ ایک سال یا چھ مہینے تک (جب وہ دلائل پیش نہ کرے) ساکت رہے۔

اس اشتہار میں جو آپ نے لکھا ہے کہ: اختصار اور حفظ اوقات کی غرض سے (آپ ایسے اختصار پسند اور محافظ اوقات ہیں تو اپنی تصنیفات میں کیوں اس امر کی رعایت نہیں کرتے۔ براہین احمدیہ میں ایک صفحہ کے مطلب کو دس صفحہ میں ادا کیا ہے ایک مطلب کو کئی دفعہ بیان کیا ہے۔ بایں ہمہ آپ مباحثہ کو دو ہی تحریروں میں محدود اور ختم کرنے کی وجہ اختصار اور حفظ اوقات بتاتے ہیں تو اس سے بجز اس کے کیا سمجھا جائے گا کہ یہ آپ کا عذرو بہانہ ہے اور حقیقت میں آپ کی نیت مغالطہ دہی ہے) کل دلائل اول پرچہ میں ہی پیش کر دیں اور اس عاجز کی طرف سے بھی صرف ایک ہی پرچہ اسکے جواب میں ہوگا اور وہی دونوں پرچے سوالات وجوابات حاضرین کو سنائیں جائیں گے (جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ بجز ان دو پرچوں کے فریقین میں سے کوئی کچھ نہ کہے اور نہ زبان پر کوئی حرف لائے۔ اوران دونوں ہی پرچوں کی تحریر سے مباحثہ ختم ہو اور معہذا پہلی تحریر خصم کی ہو دوسری آپ کی چنانچہ خط نمبری ۸ میں منقول ہے۔ آپ نے اس مدعا کو خوب واضح ومشرح کر کے بیان کیا ہے) یہ ایک ایسا مغالطہ ہے کہ جس کی مخترع صرف آپ کی ذات ہے۔ آپ سے پہلے (ہمارے علم وگمان میں) یہ کسی مغالطہ دینے والے کو نہیں سوجھا۔ اسی قسم کے مغالطات آپ کی مدۃ العمری کی فتح مندی کے مدار ومناط ہیں۔

ہر شخص جس کو فہم وانصاف اور احقاق حق سے ادنی تعلق ہو۔ یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ امور عظام میں منازعت واقع ہو اور بحث ومناظرہ سے ان کا تصفیہ منظور ہو تو وہ صرف ایک سوال وجواب (یا یوں کہیں کہ ایک تحریر اور اس کے جواب سے) ہرگز ہرگز انفصال پذیر اور طے نہیں ہو سکتے اس تحریر کو پیش کرنے والا خواہ کیسا ہی اوریٹر (قوی التاثیر مقرر) (orator) وسیع النظر مستدل اور معقول ومنقول کا فاضل اجل ہو اور وہ اپنی تحریر میں خواہ کیسے ہی پرزور دلائل سے لکھے، اور اس میں دفع دخل مقدر کر دے اور خصم کے دلائل کا کمال وسعت سے جواب دے مگر پھر بھی اسکی طاقت بشری علمی اور خوش تقریری سے یہ امر خارج ہے کہ دوسری تحریر پیش کرنے والے کو (جو اس کا مخاصم ہو) اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر میں کوئی غلط اور بے جابات نہ لکھنے دے اور وہ اس تحریر (ثانی) میں کوئی ایسی بات نہ لکھ سکے جس سے پہلی تحریر کے قوی دلائل اور صحیح بیان میں نافہم وکم علم ناظرین کو دھوکہ اور مغالطہ پیدا ہو سکے۔

کسی بشر سے (خواہ کیسا ہی عالم فاضل ہو) یہ کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ خدا تعالیٰ نے (جو ہر امر پر قادر ہے اور وہ ہر شخص کے سینہ کی باتوں کو، ماضیہ ہوں یا آتیہ، خوب جانتا ہے۔ اور جس سچائی کو چاہے لوگوں کے دلوں میں ڈال سکتا اور جس مغالطہ سے چاہے ان کو بچا سکتا ہے) اپنی کلام پاک (قرآن مجید وغیرہ کتب) میں ایسا نہیں کیا کہ اپنے صادق و بے عیب کلام میں نادان اور کم فہم لوگوں کے دھوکہ دینے اور شبہ ڈالنے کا امکان باقی نہ رکھا ہو۔

یہ ہوتا تو قرآن مجید پر کوئی مخالف اسلام کسی قسم کا اعتراض نہ کرتا اور بے انصافی اور عناد سے اس کی صحیح اور سچی باتوں میں تعارض وتناقض پیدا کر کے نادان اور نافہموں کو دھوکہ میں نہ ڈالتا اور کسی عالم خادم قرآن کو ان مغالطات کے جواب دینے کا موقع نہ ملتا، حالانکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ ہزاروں ملحد اور اسلام کے مخالف قرآن کی بیسیوں باتوں پر بے جا اعتراض کرتے ہیں اور قرآن کے خادم دن رات ان کے اعتراضات کے جواب وردّ کے درپے رہتے ہیں (یہ قرآن پر ایمان لانے والوں کیلئے مثال دی گئی ہے۔ اب ہم نئی روشنی پر جان قربان کرنے والوں کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں: اعلیٰ عدالتوں میں وکلاء مدعی اور مدعا علیہ میں مباحثہ ہوتا ہے، تو مدعی کا وکیل اپنے دعویٰ کے دلائل بیان کرتا ہے، پھر مدعا علیہ کا وکیل اس کا جواب دیتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں اپنے دلائل بیان کرتا ہے۔ پھر مدعی کے وکیل کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اس جواب کا جواب دے اور اس کے دلائل کو توڑے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ صرف جانبین کا ایک ایک دفعہ بیان لے کر فیصلہ کیا جائے۔ ہمارے مرزا کا طرز سب سے نرالا ہے۔ نہ تو قرآن کے موافق ہے نہ قانون عدالت کے۔ بلکہ آپ کے ہاں صرف ایک ایک دفعہ کے بیان سے مباحثہ ختم ہو کر حکم اخیر صادر ہو جاتا ہے) اور جس حالت میں خداوند عالم قادر مطلق نے (باوجود قدرت ووسعت کے) ایسا نہیں کیا کہ اپنی صرف ایک دفعہ کی کلام سے بے انصاف خصوم کی دہان بندی کر دی ہو اور خادمان قرآن کیلئے اعادہ وتوضیح مرام کی خدمت باقی نہ چھوڑی ہو، تو پھر کوئی بشر اپنی ایک ہی تقریر وتحریر میں ایسا کب کر سکتا ہے؟

اس سے کس وناکس کو، بشرطیکہ فہم وانصاف رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو شخص اظہار صواب و احقاق حق کے دعویٰ سے مباحثہ کرنا چاہے اور پھر اپنے خصم سے یہ شرط تسلیم کرائے کہ پہلے وہ صرف ایک تحریر میں اپنا ثبوت پیش کرے، اس کے بعد یہ اس کا جواب تحریر کرے گا اور پھر اس کو ایک لفظ یا ایک حرف بولنے یا کہنے کی اجازت نہ دے گا، وہ درحقیقت احقاق حق واظہار صواب کے لئے مناظرہ ومباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دعوی میں وہ نیک نیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ صرف مجادل اور مفاخر اور بدنیت ہے جو حاضرین وسامعین کو دھوکہ دے کر اپنا بول بالا کرنا اور اپنے خصم پر کوئی مغالطہ دے کر الزام قائم کرنا چاہتا ہے۔ وبس۔

اس شخص کی حمایت میں اگر کوئی یہ عذر کرے کہ حضار مجلس کیا سبھی ایسے ہوں گے جو اس شخص کے دھوکہ میں آجائیں گے، اور اگر ہوں بھی تو یہ دھوکہ اس تحریر کے اشتہار اور بعد مجلس اسکے مغالطہ کے اظہار سے رفع ہوسکتا ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ کسی خاص مجلس کے سبھی لوگوں کا ایسا ہونا ممکن ہے کہ وہ اس تحریر کے مغالطات پر بلا اظہار واعلام غیر مطلع نہ ہوں۔ ممکن کیا بہت دفعہ ایسا واقع ہو چکا ہے خصوصاً ان مجالس میں جس کی میجارٹی (majority) میں پارٹی فیلنگ ہو (یعنی اکثر ارکان کو اپنی جماعت کی رائے کی بیوجہ حمایت کا خیال ہو)۔ رہا بعد مجلس بذریعہ تحریرات واخبارات اس مغالطہ کا اظہار واشتہار، سو اگرچہ ممکن ہے مگر یہ اس مجلس کے خیال شکست اور الزام خصم کو اٹھا نہیں سکتا۔ ایک مجلس میں سامعین کے دھوکہ کھا جانے کے سبب جو الزام خصم پر قائم ہو جاتا ہے وہ: آن قطرہ باران رسید، کا مصداق بن جاتا ہے جس کی پوری تلافی اور اصلاح عادۃً محال ہے و لن یّصلح العطار ما افسدہ الدّھر ۔ اور اگر وہی تحریرات خارج از مجلس مناظرہ اصلاح واحقاق حق کیلئے کافی ہیں تو پہلے انعقاد مجلس اور بالمشافہ تحریری مباحثہ کی کیا ضرورت ہے، اور یہ کام جو آخر کار تحریر سے لینا پڑے پہلے ہی بذریعہ تحریر کیوں نہ لیا جائے؟

اس بیان سے واضح ہے کہ جو آپ نے جانبین سے ایک ایک تحریر ہونے اور پہلے تحریر اپنے خصم کی جانب سے وقوع پانیکی شرط لگائی ہے، یہ کمال درجہ کا مغالطہ ہے اور بدنیتی پر مبنی ہے

اور جو آپ فرماتے ہیں: میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعوی صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد عدل ہیں۔،

مرزا صاحب! آپ ایسا نہ کہیں تو آپ کی بات کون سنے؟ مگر ایسا کہنا ایک اور دلیرانہ اور بے باکانہ دھوکہ دینا ہے جس کو صدق وراستی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا آپ الحمد سے والناس تک ہر ایک آیت سے اپنا مسیح موعود ہونا ثابت کر سکتے ہیں؟ اس دعوی میں آپ سچے ہیں تو پہلے قرآن کی پہلی سورت فاتحہ، اور بخاری کی پہلی حدیث انّما ا لاعمال سے یہ دعوی ثابت کریں۔ پھر دوسری آیات واحادیث کو دیکھا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوراگر سارے قرآن اور تمام احادیث سے وہ بعض آیات واحادیث مراد ہیں جن سے آپ غلط فہمی سے متمسک ہوئے ہیں تو اس صورت میں سارا قرآن، اور تمام احادیث، کے الفاظ کیا معنی رکھتے ہیں؟ کیا الہامی اورراست بازوں کی یہ شان ہے کہ ایسی اٹکل پچو باتیں کہہ دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ: اگر آپ لوگ جلسہ کیلئے تاریخ مقام مقرر کرکے ایک جلسہ عام میں مجھ سے تحریر نہ کریں گے تو آپ خدا کے نزدیک اورراست بازوں کی نظروں میں مخالف حق ٹھہرینگے۔

مرزا صاحب! مباحثہ کے شائق اور پہلے مدعی آپ ہوئے ہیں لہذا یہ تقرراورانتظام مجلس آپ کا فرض ہے۔ ومعہذا ہم اشاعۃ السنہ نمبر۱۲ جلد۱۲ کے صفحہ ۳۸۸ میں چھاپ چکے ہیں کہ آپ جس دن اور جس مقام میں مباحثہ کرنا چاہیں ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگان ہمان گو۔ جوایک عام تقرر ہے۔اس کے بعد ہم بذریعہ تار آپ کو بلا چکے ہیں جس کے جواب میں آپ نے اس شرط کو پیش کیا جس کا بدنیتی اورفساد پر مبنی ہونا ابھی ثابت ہو چکا ہے۔اس شرط کے ساتھ مباحثہ کا دعوی اوراقبال صریح انکار کے برابر ہے۔اب فرمایئے خدا کے، نیز راست بازوں کی نظروں میں کون شخص مخالف حق ہے؟ اورمباحثہ سے گریز کرنے والا کون ہے؟ آپ کچھ نہ بولیں گے تو ناظرین اورخود انصاف کریں گے۔ زمانہ منصفین سے خالی نہیں ہے

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۳۔ص ۵ تا۱۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلامؒ اور حکیم نور الدین کا مباحثہ ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ ، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ایک میں منقول بالا تبصرہ کے بعد لکھتے ہیں:

اب ہم وہ گفتگو نقل کرتے ہیں جو ہم میں اور خیالی مسیح (مرزا قادیانی) کے ایک فرضی حواری میں ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ گفتگو نقل کریں گے جو خیالی مسیح سے دوبارہ ہوئی۔ اس کے بعد اس سب گفتگو کے نتائج بیان کریں گے جن سے ناظرین اور منصفین کو پورا یقین ہو گا کہ آپ اور آپکے حواریوں کے سبھی دعاوی اور مقالات مغالطات پر مبنی ہیں۔

فرضی حواری سے ہمارے پرانے دوست مولوی حکیم نور الدین ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور مقیم و ملازم ریاست جموں مراد ہیں۔ وہ اپنے احباب کے سامنے اپنے حواری ہونے کا دعوی کر چکے ہیں ان کے اس ادعاء پر ہم نے ان کو فرضی حواری کہا ہے۔ آپ کے نام ہم نے ایک خط لکھا تھا جس کی نقل ذیل میں معروض ہے:

☆ لاہور۔ ۱۰ فروری ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۶۱)۔ مجی مولوی نور الدین صاحب السلام علیکم

اس کارسپانڈنس (correspondence) (یعنی خط و کتابت مرزا صاحب) کی نقل اس غرض سے آپ کے پاس بھیجی گئی ہے کہ آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں۔ میں مستعد ہوں کہ مرزا صاحب کے دعوی کی تغلیط کروں۔ آپ ہمیشہ اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں، مگر میں نے ایک دفعہ مرزا صاحب کی بابت آپ کو کچھ کہا تو آپ ناخوش ہو گئے (میں نے آپ کو صرف اس قدر کہا تھا کہ آپ قادیان گئے تھے، مرزا صاحب کو اتمام کتاب براہین احمدیہ کیلئے کیوں نہ کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں ان کی شان کو اس سے ارفع جانتا ہوں کہ ان کو ایسا کہوں۔ میں نے کہا اس میں کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں ہے، یہ تو صرف ایک نصیحت ہے۔ جس پر آپ خفا ہو گئے۔ اس کے بعد آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو اپنی عادت قدیم مہربانی کے مطابق مجھے نہ ملے۔ اور اس کی وجہ میرے بھائی صاحب کے پاس یہ بیان کی کہ ہم ان کے پاس استفادہ کے لئے جاتے ہیں مگر وہ ہمارے پیر کی بدگوئی کرتے ہیں جس سے رنج پہنچتا ہے اور بجائے فائدہ نقصان حاصل ہوتا ہے۔ اسی نظر سے ہم نے اس خط میں لکھا تھا کہ حوصلہ ہو تو آیئے۔ یعنی اپنے پیر مرزا پر اعتراض سننے کا حوصلہ ہے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیئے)۔اب بھی وہی حال ہے تو خیر،اور اگر ان کی بابت کچھ کہنے سننے کا حوصلہ ہے تو بہتر ہے لاہور میں تشریف لاویں اور ان کے معاملے میں گفتگو کریں۔توضیح مرام اور ازالۃ الاوہام سے اس دعوی کی تصحیح نہ ہوگی۔آپ سے کچھ ہوسکتا ہے تو کریں۔ابھی وقت ہے۔اب کی دفعہ لاہور میں آپ سے ملا تو جو کچھ آپ نے مجھ سے اور میں نے آپ سے ان کے باب میں کہا (یعنی مرزا صاحب کے باب میں اس استفسار کی وجہ یہ ہے کہ سیالکوٹ کے بعض علماء اور حکیم جی کے دوستوں سے میں نے سنا تھا کہ حکیم جی نے ان لوگوں کے پاس بیان کیا تھا کہ مولوی محمد حسین مجھے اب کی دفعہ لاہور میں ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب کو آپ دیوانہ جانتے ہیں۔انہوں نے کہا نہیں۔پھر میں نے کہا جھوٹا جانتے ہیں۔انہوں نے کہا نہیں۔پھر میں نے کہا کہ اس دعوی مسیحیت کو کیوں نہیں مانتے۔انہوں نے جواب دیا کہ اس میں صرف یہی عذر ہے کہ وہ موعود مسیح نہیں ہو سکتے۔،اور چونکہ یہ بات خلاف واقعہ تھی،اور میں نے ان سے بجز،اسکے کہ مرزا صاحب کو میری طرف سے یہ پیام پہنچا دیں کہ،آپ مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا صاحب کے متعلق اور کچھ نہ کہا تھا۔اس لئے یہ استفسار کیا تھا۔میرے اس استفسار کا جواب آپ نے اسی وجہ سے نہ دیا کہ آپ کا بیان خلاف واقعہ تھا۔اس سے انکار کریں گے تو اس کی تفصیل ہم قلم میں لائیں گے)،اس کو بعینہ یا اس کا مضمون نقل کریں۔مجھے اس سے ایک مطلب نکالنا ہے۔محمد حسین

☆ اس خط کا جواب جو حکیم نور الدین صاحب نے دیا،ذیل میں منقول ہے:

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔جناب والا کو خاکسار بہت مدت سے مرزا جی کے خلاف پر مستعد یقین کرتا ہے۔جناب سورج کے سامنے نجوم کے شعاع کو کون دیکھتا ہے۔ابھی مرزا زندہ ہیں۔میں آپ کے دعاوی اور علم سے ناواقف نہیں۔اور یہ امر اب پبلک کے سامنے آ گیا ہے۔اب پرائیویٹ خط و کتابت بند کیجئے۔میں لوگوں سے مباحثہ کرونگا۔مجھے اختیار ہے۔مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عقائد کی اصلاح کروں۔اس سے زیادہ میں اس لئے نہیں لکھتا کہ میں آپ سے مایوس ہوں

(آپ کے پیر جی تو مایوس نہیں ہیں۔وہ اب تک مجھ سے مباحثہ کرنے کا دم مار رہے ہیں،اور اپنے خط نمبری ۵ منقولہ ص ۳۷۱ جلد ۱۲۔اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ میں اپنے تمام مخاطبین ومخاصمین سے اسی خاکسار کو گفتگو کیلئے منتخب کر چکے ہیں۔آپ کیسے ان کے بااخلاص مرید ہیں کہ آپ مایوس ہو بیٹھے۔حضرت حکیم صاحب آپ مایوس نہیں خائف ہیں۔اور آپ یقیناً جانتے ہیں کہ گفتگو سے آپ عہدہ برآ نہ ہوسکیں۔مسئلہ نسخ بعض آیات قرآن کے مباحثہ کے دن اور اشاعۃ السنہ کے مضامین جن کی ثنا میں آپ ہمیشہ سے رطب اللسان رہے ہیں،چنانچہ آپ کے خطوط شاہد عدل موجود ہیں،آپ بھول نہ گئے ہوں گے)

نور الدین۔۳،پھاگن

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:اس خط کی تحریر سے حکیم صاحب نے تو مباحثہ کو ختم کیا۔اور یہ جان لیا تھا کہ چلو چھٹی ہوئی،اس بلا سے جان بچی۔مگر خدا نے نہ چاہا کہ اس سے ان کو بچاوے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکے انکار کا عجز پر مبنی ہونا چھپا رہنے دے، لہذا حق تعالیٰ نے حافظ محمد یوسف ضلعدار انہار کے دل میں اس خیال کا القاء کیا کہ جس طرح ہو سکے جانبین کو ایک جگہ جمع کریں اور ان کی باہم گفتگو کرا دیں۔ پس پہلے تو حافظ صاحب بہمراہی منشی عبدالحق، حکیم صاحب کے پاس جموں پہنچے۔ مگر وہاں سے واپس آئے تو مایوسی کے مظہر ہوئے۔ پھر جب حکیم صاحب بہ شمولیت راجگان جموں، لاہور میں آئے تو اس وقت حافظ صاحب لاہور میں نہ تھے۔ اس وجہ سے حکیم صاحب ہمارے قابو میں نہ آئے (ہر چند اور لوگوں کے ذریعہ ہم طالب مباحثہ ہوئے) اور حکیم صاحب اپنے مسیح کے پاس لودھانہ جا پہنچے۔ ۱۲۔ اپریل کو مولوی فضل الدین ساکن گجرات لودہانہ سے آکر خاکسار کو لاہور میں ملے تو مظہر ہوئے کہ آپ کے مقابلہ اور مباحثہ کیلئے مرزا صاحب تیاری کر رہے ہیں۔ کل مولوی نور الدین اور ان کے ایک شاگرد کو روانہ کریں گے۔ ۱۳، تاریخ اپریل کو حافظ محمد یوسف بھی لاہور پہنچ گئے اور ادھر سے حکیم صاحب رونق افروز لاہور ہو کر منشی امیر الدین کے مکان پر فروکش ہوئے۔ رات کے دس بجے منشی امیر الدین کے بھائی حاجی محمد دین، حافظ جی کا یہ پیغام لائے کہ حکیم صاحب تشریف لے آئے ہیں آپ صبح آویں اور ان سے گفتگو کریں۔ میں نے ان کے پیغام کا جواب یہ دیا کہ میں گفتگو کیلئے تب آؤنگا جب حکیم صاحب کا دستخطی رقعہ متضمن درخواست مباحثہ پاؤنگا کیونکہ وہ اپنے خط میں گفتگو سے انکار کر چکے ہیں۔ لہذا اگر میں بلا درخواست پہنچا تو وہ کہیں گے ہم تو مباحثہ سے انکار کر چکے ہیں پھر آپ کیوں آئے۔

حاجی صاحب میرے جواب سے آشفتہ خاطر ہوئے اور یہ مضمون زبان پر لائے کہ آپ نہ آئیں گے تو وہ لوگ (مسیحائی پارٹی) ہم لوگوں کو (جو آپ کے ہم خیال ہیں) گریز کی طرف منسوب کریں گے۔ اور اس بات کے مظہر ہوئے کہ حکیم صاحب اس مضمون کا رقعہ نہ لکھیں گے۔ اس پر میں نے کہا حکیم صاحب نہ لکھیں تو یہ بات حافظ صاحب تحریر کر کے میرے پاس بھیج دیں کہ حکیم صاحب آپ کے نام رقعہ لکھنے سے انکار کرتے ہیں، مگر ہم لوگ آپ کو ان سے گفتگو کیلئے بلاتے ہیں۔ یہ جواب لے کر حاجی صاحب خفگی کے ساتھ واپس ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد میاں رجب دین کو لے کر میرے پاس آئے اور حافظ جی کا وہی پیام لائے۔ میں نے اس کے جواب میں پھر وہی بات کہی۔ مگر میاں رجب الدین نے میرے اس جواب کی مخالفت میں بہت زور دیا اور یہ کہا کہ اگر آپ نہ آئے تو ہم لوگوں پر گریز کا الزام قائم ہو جائے گا۔ اور جب خط کا ذکر آیا تو انہوں نے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خط بھی حافظ صاحب کا جیب سے نکال کر پیش کیا (جس کا مضمون غالباً وہی تھا جو اڈیٹر پنجاب گزٹ نے اپنے پرچہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کیا ہے) مگر چونکہ اس خط کا مضمون وہ نہ تھا جو میرا مطلوب تھا، بلکہ وہ مضمونِ مطلوب اور قاصدوں کے زبانی پیام کے مخالف تھا، لہذا میں نے اس خط کو پڑھ کر واپس کیا اور اسکے ساتھ خوش طبعی سے یہ بھی کہا کہ اس خط کو آپ یا حافظ صاحب شہد لگا کر چاٹ لیں۔ اس پر بھی میاں رجب دین نے اپنی بات پر اصرار نہ چھوڑا۔ آخر میں نے ان کے اصرار پر صبح کو مجلس میں حاضر ہونا قبول کیا۔

صبح کو پھر میاں رجب دین اور ان کے بعد میاں محمد چٹو میرے بلانے کو آئے۔ میں ان کے ہمراہ صبح کے ساڑھے چھ بجے منشی امیر دین صاحب کے مکان پر پہنچا تو وہاں بڑا مجمع پایا جو میرے پہنچنے کے بعد اور زیادہ ہو گیا تھا۔ اس مجمع کے ارکان (سابق اور لاحق) سے خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر یہ اصحاب واحباب ہیں۔ مولوی عبدالرحمٰن خلف الرشید مولوی محمد بن بارک اللہ، مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور، فقیر سید جمال الدین جج عدالت خفیفہ لاہور، مولوی عبدالعزیز رکن انجمن حمایت اسلام و ملازم سررشتہ تعلیم پنجاب، وغیرہ۔

خاکسار (محمد حسین) مجلس میں پہنچا تو بعد سلام و مزاج پرسی حضار سب سے پہلے جو کلمہ زبان پر لایا وہ یہ تھا کہ: حافظ (یوسف) صاحب آپ نے جو مجھے بلایا ہے تو کس غرض سے بلایا ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا کہ: اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم صاحب سے گفتگو کریں۔ اس کلمہ (یا جو اس کے ہم معنی ہو) کے سوا حافظ صاحب نے اس وقت ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ نہ مجھے کچھ کہا نہ حکیم (نورالدین) صاحب سے۔ پھر خاکسار نے حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے مولوی فضل الدین کی زبانی سنا ہے کہ آپ لودہانہ سے مجھ سے مباحثہ کرنے کو تشریف لائے ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے (ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ حکیم صاحب کا بیان غلط ہے یا مولوی فضل الدین کا۔ اس سے ہم کو کچھ بحث نہیں۔ حکیم (نورالدین) صاحب نے آخر حافظ یوسف کے حکم سے بحث کرنا قبول کر لیا، یہی ہمارے اس مدعا کیلئے کہ حکیم صاحب سے ہمارا مباحثہ ہوا، کافی ہے) مگر میں حافظ محمد یوسف کے حکم میں ہوں۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں تو اب میں گفتگو کو حاضر ہوں۔

پھر خاکسار (محمد حسین) نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں، کیونکہ بحث سے پہلے یہ اصول طے ہو جائیں گے تو اثناء بحث میں دلائل کے ردّ و قبول میں اختلاف نہ ہوگا۔ انہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول موضوعہ مسلّمہ کو دلائل میں پیش کیا جائے گا۔ حکیم نورالدین صاحب نے اس امر کو منظور کیا اور حسب ذیل سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۔ محمد حسین: کتاب و سنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں (یعنی قرآن و حدیث کے شرعی دلائل ہونے میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں گو اجماع و قیاس کے دلیل شرعی ہونے میں بعض علماء کا اختلاف ہے)

حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا: مسلّم ہے۔

۲۔ محمد حسین: سنت سے وہ اقوال و افعال (لائق اقتداء) (یہ اسلئے کہا گیا ہے کہ بعض افعال آنحضرت ﷺ کے آپ ﷺ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ امت کو ان کی پیروی جائز نہیں، جیسے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح) و تقریرات نبویہ (تقریر سے وہ فعل یا قول مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی نے کیا یا کہا۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہ کیا) مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔

حکیم صاحب: مسلّم ہے۔

۳۔ محمد حسین: کتب حدیث سے صحیحین بلا وقفہ و نظر سنت نبویہ کی مثبت و شاہد ہیں۔

حکیم صاحب: صحیحین کو میں بہت معتبر سمجھتا ہوں۔ بخاری کو اقدم جانتا ہوں۔

۴۔ محمد حسین: اس تفاوت اور تقدیم مرتبہ بخاری کا اثر یہی ہو گا کہ عندالتعارض بخاری کی حدیث مقدم ہو گی۔ اور جو حدیث مسلم کی بخاری کے معارض نہ ہو وہ بھی بخاری کی طرح بلا وقفہ تسلیم کی جاوے گی۔

حکیم (نورالدین) صاحب: مسلّم ہے۔

۵۔ محمد حسین: ان دو کتابوں میں جرح مدفوع ہے (یعنی ان کتب کی احادیث پر جو اعتراض کئے گئے ہیں، ان کو بعض محدثین نے اٹھا دیا ہے۔ اب ان کتب کی احادیث پر کسی کا اعتراض سنا نہیں جائے گا) اور ان کتابوں کی کسی حدیث کی توہین یا ردّ اہل بدعت کی شان ہے۔

حکیم صاحب۔: مسلّم ہے

۶۔ محمد حسین: آپ اپنی رائے سے جرح و تعدیل احادیث غیر صحیحین کا منصب رکھتے ہیں۔

حکیم نورالدین صاحب: نہیں۔

۷۔ محمد حسین: حدیث کی روایت اور راوی کی رائے میں فرق ظاہر ہے (روایت وہ ہے جس کو راوی آنحضرت ﷺ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کرتا ہے۔رائے وہ بات ہے جو وہ اپنی سمجھ اور فکر سے کہتا ہے)

حکیم نورالدین صاحب: مسلّم ہے۔

۸۔محمد حسین: الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہر معنی پر حمل کرنا واجب ہے اور ان کی تاویل بلا مانع قوی اور حجت قطعی جائز نہیں کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی رافع ہے (یعنی اگر لفظ کے ظاہری معنی بلا وجہ ترک کر کے اس کے تاویلی معنی مراد لینا جائز کہے جائیں تو نہ شرع کا اعتبار رہتا ہے نہ عام بول چال کا۔اور ہر شخص کو اختیار ہو جاتا ہے کہ جس لفظ کے جو معنے چاہے مراد لے۔مثلاً لفظ صلوۃ یا نماز سے اپنی خواہش نفسانی کو روکنا مراد لے،اور معمولی نماز چھوڑ بیٹھے۔اور لفظ پانی سے پیشاب مراد قرار دے اور لفظ روپیہ سے کوڑی مراد ٹھہرالے۔و بناء علیہ کوئی پانی مانگے تو پیشاب کر دے اور ہزار روپیہ کا اقرار کر کے یہ کہدے کہ ہم نے ایک ہزار کوڑی دینے کا اقرار کیا تھا)

حکیم نورالدین صاحب: رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور قرآن شریف کے کلمات طیبات ایسے معاملات میں جو عملی طور پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو کر کے دکھا دیا ہے، یا صحابہ کے زمانہ میں بلا انکار انہوں نے عمل میں لا کر دکھا دیا ہے انکے وہی معنے ہیں جو تعامل سے ثابت ہوئے۔باقی پیشگوئیوں یا اخبار میں ایسا کوئی مجازی استعارہ لینا قوی دلیل سے ممکن ہے۔(حکیم صاحب نے شروع تقریر میں تو ظاہری معنی مراد لینے کے لئے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے عمل کو شرط ٹھہرایا، جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو اقوال نبوی اور آیات قرآنیہ عقائد کے متعلق ہیں یا وہ اخبار و پیشین گوئیوں کے متعلق ہیں،ان کے ظاہری معنی مراد لینا ضروری نہیں،ان میں جو تاویل کوئی چاہے کر سکتا ہے،مگر آخر تقریر میں آپ نے اس شرط عمل کو اٹھا دیا اور صاف فرما دیا کہ پیش گوئیوں کے متضمن اخبار و آیات میں بھی،کوئی مجازی استعارہ مراد لینا قوی دلیل سے ممکن ہے جس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ اگر اس استعارہ کے مراد ہونے پر قوی دلیل نہ ہو تو معنی حقیقی، جو ظاہری معنی ہیں، چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہیں۔ہم نے اس وقت حکیم صاحب کو اس اضطراب و تخالف کا الزام نہ دیا اور ان کی شروع تقریر کا کچھ لحاظ نہ کیا صرف ان کی تقریر کا آخری حصہ سے اپنا کام نکال لیا)

محمد حسین: آپ کی تقریر سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ جن الفاظ نبوی یا کلمات قرآنی کے معنی عمل نبوی سے مفہوم نہ ہوئے ہوں ان الفاظ کے معنی لغوی میں تاویل جائز ہے اگر دلیل قوی ہو۔اس کا لازمہ یہ ہے کہ اگر اس تاویل پر کوئی دلیل نہ ہو تو وہ تاویل بھی ویسی ہی ناجائز ہے جیسے کہ عملی معنوں میں تاویل ناجائز ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: بہر حال یہ میرا مسلّم ہے۔

۹۔محمد حسین: حقیقت مجاز سے مقدم ہے۔اور حقیقت کی علامات یہ ہیں۔ا۔معنی کا متبادر ہونا (معنی کا قریب الفہم ہونا)۔۲۔ایک امر جائز پر اس لفظ کا اطلاق (اطلاق جائز، ایک چیز پر ایسا لفظ بولنا جو بحکم عرف یا لغت اس پر بولا جا سکے جیسے زید کو انسان)

۳۔اس کے نفی کی عدم صحت (یعنی نفی کا صحیح نہ ہونا جیسے زید کے تئیں یہ کہنا کہ وہ انسان نہیں ہے، جو صحیح نہیں ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامات مجاز اس کے مخالف یہ ہیں: ۱۔قرینہ کا وجود ۲۔امر محال پر لفظ کا اطلاق ۳۔نفی کی صحت

حکیم نورالدین: مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ اصطلاح سلف صالحین سے کہاں سے لی ہے

(حکیم صاحب کے اس جواب کا یہ مطلب ہے کہ جو اصطلاح سلف صالحین صحابہ و تابعین سے منقول نہیں وہ لائق قبول و اعتبار نہیں ہے۔ان کے اس جواب کو سن کر خاکسار کے علاوہ علماء حاضرین مجلس، مولوی محمد عبداللہ و مولوی عبدالرحمٰن لکھوی، بھی حکیم صاحب پر معترض ہوئے۔ان کے اعتراض اسی وجہ سے قلم بند نہ ہوئے تھے کہ وہ حکیم صاحب سے مباحثہ و مناظرہ کرنے والے نہ تھے۔ ہوتے تو وہ اعتراض بھی قلم بند ہو جاتے۔ان اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی اصطلاحات علمیہ کا سلف صالحین صحابہ و تابعین سے منقول ہونا شرط قبولیت و اعتبار ہے تو آپ ہی، حکیم صاحب، اصطلاحات اصول حدیث، مرفوع، موقوف وغیرہ، یا اصطلاحات نحویہ مثلاً فاعل مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب، جن کو آپ مانتے، سلف صالحین سے ثابت کریں ۔اور جو آپ نے خود اصل ہشتم کے جواب میں لفظ مجاز و استعارہ کو استعمال کیا ہے، اسی کو سلف صالحین سے ثابت کر دکھائیں۔حکیم صاحب اس پر بہت گھبرائے اور اس اعتراض کے جواب میں پہلے تو وہ یہ بولے کہ میں اپنے الفاظ، مجاز و استعارہ، کو واپس لیتا ہوں۔مگر آخر خاکسار کی جوابی تقریر، جس میں بحث لفظی کو چھوڑ کر مضمون اصول نہم آپ سے تسلیم کرایا گیا ہے، کو سن کر اس واپسی کو بھول گئے۔اور ہمارے اصل نہم کا مضمون مان گئے۔یا شائد وہ عمداً یہ سمجھ کر کہ میں لفظ مجاز و استعارہ کو واپس لونگا، تو اپنے پیر مرزا کے الہامات و تاویلات کے تمام تار و پود کو جو صرف مجاز و استعارہ پر مبنی ہیں توڑنے والا بنوں گا۔اس سخن پر آپ کی رائے قائم نہ رہی اور خاکسار کی جوابی تقریر کو مان گئے۔

حکیم صاحب کے اس جواب پر مولوی عبدالرحمٰن صوفی صافی جو اس سے پہلے چپ چاپ بیٹھے تھے بایں اعتراض معترض ہوئے کہ یہاں، مسئلہ حقیقت و مجاز میں، تو حکیم صاحب سلف صالحین کی نقل کے طالب ہوئے ہیں مگر آیات قرآن و حدیث نبویہ کی ان تاویلات میں جو مرزا غلام احمد کرتے ہیں، جیسے دجال سے مراد دنیا دار ہونا، اور ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم اور لیلۃ القدر سے زمانہ ظلمت وغیرہ، وہ سلف صالحین سے نقل و شہادت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔پھر مولوی صاحب نے دینی جوش میں آ کر یہ فرمایا کہ جو شخص الفاظ قرآن و حدیث کے ایسی تاویلی معنی کرے جو صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین نے نہ کئے ہوں وہ بدعتی و گمراہ و ملحد ہے۔اور یہ کہہ کر آپ اس مجلس سے چلے گئے۔جس کا ذکر مرزا صاحب کے خط نمبری ۸ ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔اپریل ۱۸۹۱ ص ۳ میں ہوا ہے۔مولوی صاحب کے جوش میں آنے اور مجلس سے اٹھ جانے کی وجہ ایک تو یہی تھی کہ جو بات حکیم صاحب نے اس جواب میں اختیار کی تھی، اس کے وہ خود پابند نہ تھے، لہذا ان کا یہ بات کہنا صرف جدال پر مبنی تھا جس سے مولوی صاحب کو نفرت ہوئی، اور ان کو حکیم صاحب کی ہدایت سے مایوسی ہوئی۔دوسری وجہ یہ کہ حکیم صاحب کے حق میں مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ طرف سے ایک یہ الہام ہوا و ان تدعوھم الی الھدی فلن یھتدوا اذاً ابداً یعنی اگر تو ان کو ہدایت کی طرف بلائے گا تو وہ کبھی ہدایت پذیر نہ ہوں گے۔دوسرا الہام یہ ہوا: و یضلّ اللّٰہ الظّالمین و یفعل اللّٰہ ما یشاء یعنی خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان الہامات سے مولوی صاحب نے روانگی فیروز پور کے وقت مجھے خاص اپنی زبان سے اطلاع دی تھی اور خود ہی اس کی یہ تفسیر فرمائی تھی کہ جو شخص صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین کے اتفاق سے اختلاف کرتا ہے وہ ان پر ظلم کرتا ہے۔اور فرمایا کہ ہم لوگ اہل سنت والجماعت اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ہم سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے قول و فعل کے پابند ہیں اور جماعت یعنی صحابہ و تابعین کے پیرو ہیں۔ہم اس جماعت کی اتباع چھوڑنے سے اہل سنت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ظالم بنتے ہیں۔اور خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے لکلّ فرعون موسیٰ ۔یعنی ہر فرعونے را موسیٰ ۔لہذا آپ اس مقابلہ کے لئے قائم اور مستعد رہیں۔ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔اس پر قائم و مستقیم رکھے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد حسین: میں لفظی بحث کو ترک کر کے صرف اس کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ نے پچھلے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ لفظ کے ایسے معنی جس کو استعارہ کہا جاتا ہے قوی دلیل سے لئے جائیں گے۔ بلا دلیل ایسے معنی نہ لئے جائیں گے۔ پس میں انہیں معنی کو مجاز کہتا ہوں جن کو آپ نے استعارہ کہا ہے۔اور آپ کے جواب سابق سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی استعارہ بلا دلیل قوی کسی لفظ سے مراد نہ ٹھہرائیں گے۔ میرے لئے یہی تسلیم آپ کی کافی ہے۔اس معنی کو آپ مجاز کہیں یا نہ کہیں۔

حکیم نورالدین صاحب نے، اس کے جواب میں کوئی عذر وانکار پیش نہیں کیا اور سکوت سے اس کو تسلیم فرمایا۔

۱۰۔ محمد حسین۔ محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔اول کی تسلیم جائز نہیں، دوسرے کی جائز ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: مسلّم ہے۔

۱۱۔ محمد حسین: عادت کا خلاف جائز ہے۔ بناء علیہ معجزات انبیاء وکرامات اولیاء جو عام عادات کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں، واجب التسلیم ہیں اگر ان کا ثبوت ہو۔

حکیم صاحب: یہ بھی ایک خاص عادت اللہ ہے (آپ فرماتے ہیں کہ معجزہ وکرامت بھی خدا کی ایک خاص عادت ہے اس میں آپ نے معجزہ کو تو دبی زبان سے مانا ہے۔ مگر اس کے خوارق عادت ہونے سے انکار کیا۔اور یہ خیال نہ فرمایا کہ مخاطب نے بھی اس کو مطلق عادت کا خارق نہیں کہا۔ صرف عام عادت اللہ کا خارق قرار دیا ہے جس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ معجزہ خدا کی خاص عادت کا جو انبیاء کے ساتھ رہی ہے اسکے نزدیک بھی خارق نہیں۔ پھر اس بات کہنے کی آپ کو کیا حاجت تھی)

۱۲۔ محمد حسین: قانون قدرت جسکو بعض لوگ خدا کا قانون بنائے بیٹھے ہیں واقع میں خدا کی قدرت کا قانون ومعیار نہیں ہے۔

حکیم نورالدین صاحب: ہاں انسان کے محدود تجربے اور مشاہدے قانون قدرت پر حاوی نہیں ہوسکتے۔

۱۳۔ محمد حسین: آپ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ (اس میں آپ خوب قابو میں آ گئے ہیں۔ جس قانون قدرت کی دستاویز سے آپ کے پیر اور انکے مرید صحیح احادیث کو رد کر رہے ہیں، اس سے آپ تمسک نہ کرسکیں گے اور ان احادیث کو رد کرنے پر قادر نہ ہوں گے)

حکیم نورالدین صاحب: میں نے اس مسئلہ میں غور نہیں کیا کہ جسدی ہے یا روحانی۔ نفس معراج کا اقرار ہے۔ (اس میں آپ نے سفید جھوٹ سے کام لیا ہے۔ آپ مدتوں سے کتب حدیث کی، جن میں معراج نبوی کا ذکر ہے، ورق گردانی کر رہے ہیں۔ اور عام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ آنحضرت ﷺ کو جسمانی معراج ہوا ہے، جانتے ہیں۔اور خاص کر اپنے استاد مولوی محمد سہارنپوری ثم المکی سے، جو پرانے خیالات کے آدمی ہیں، حدیث معراج کے یہی معنی سن چکے ہونگے کہ آنحضرت ﷺ اس جسم مبارک سے آسمانوں پر گئے۔اور ادھر اپنے پیر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے خیالات و مقالات پبلک میں شائع ہوتے دیکھ رہے ہیں۔پھر کیا ایسی حالت میں ممکن ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں کچھ نہ سوچا ہو کہ ہمارے پیر کا خیال صحیح ہے یا پرانے مسلمانوں کا۔بلا عذر و تامل محض تقلیداً اپنے پیر کا یہ خیالکہ معراج صرف روحانی ہوا ہے مان لیا ہو؟ ہر گز نہیں۔آپ سچے ہیں تو اس پر قسم کھائیں۔مگر یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ قسم میں توریہ جائز نہیں اور قسم اسی معنی پر واقع ہوتی ہے جو اس کے معنی دوسرا سمجھے)

۱۴۔محمد حسین: غیر نبی کا الہام دوسرے شخص پر حجت شرعی ہے یا نہیں؟

حکیم نورالدین صاحب: غیر نبی کا الہام نبی کے صریح الہام کے خلاف ہو تو حجت نہیں اور اگر کسی ایسے معاملے میں ہو کہ اس میں صریح حکم نبی کا خلاف نہیں ہے تو ممکن ہے کہ کسی کے لئے حجت ہو مگر حجت شرعی نہیں۔(آپ کے جملہ، ممکن ہے، اور پھر اسکے استثنی ،مگر حجت شرعی نہیں، کو خیال میں لائیں۔یہ کیسے اضطراب پر مبنی ہیں؟ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں تو پھر کیسی حجت ہے؟ اور یہاں شرعی حجت کے سوا کس حجت سے بحث ہے)

۱۵محمد حسین: صحابی کی ایسی تفسیر آیات قرآن جسکے معنی سمجھنے میں محض رائے کا دخل نہ ہو، حکماً مرفوع ہے یا نہیں

حکیم نورالدین صاحب: صحابی کی ایسی تفسیر کوئی حکماً حجت نہیں۔(اس جواب میں اور جواب سوال نمبر ۱۶ میں آپ نے سلف صالحین کا خلاف کیا۔اور اپنی اور اپنے پیر مرزا کی تاویلات بدعیہ مخالفہ سلف صالحین کے لئے راستہ نکالا ہے۔سلف صالحین تو ہر بات میں صحابہ کے اقوال و آثار کی پیروی کرتے اور ان کی آراء کو بھی اپنی آراء سے مقدم سمجھتے۔آپ ان کی ایسی تفسیر کو بھی نہیں مانتے جس کا آنحضرت ﷺ سے مسموع ہونا متعین ہے، اور اس میں رائے محض کا دخل نہیں ہے)

۱۶۔محمد حسین: درصورت عدم حجیت وہ دوسروں کی تفسیر بالرائے سے مقدم ہے یا نہیں۔

حکیم صاحب: صحابی کی تفسیر کو مقدم کرنا کوئی ضرورت نہیں۔

۱۷۔محمد حسین: نبوت ختم ہو چکی ہے یا نہیں۔

حکیم صاحب: نبوت تشریعی ختم ہو چکی ہے۔کوئی شخص شرع جدید نہیں لا سکتا۔

۱۸۔محمد حسین: کوئی جدید نبی ہو سکتا ہے جو تشریع جدید نہ کرے۔شرع محمدی کے تابع ہو اور نبی کہلائے۔جیسے انبیاء بنی اسرائیل توریت کا اتباع کرتے تھے اور نبی کہلاتے تھے۔

حکیم نورالدین صاحب: کوئی بعید نہیں۔ہو (اس میں تو آپ نے حد کر دی۔پیروی قرآن و حدیث اور اتباع سلف صالحین و عام مومنین سب کو بالائے طاق رکھ کر اپنے پیر مرزا کی تقلید اختیار کی ہے۔جس میں وہ سر سید احمد خان کے مقلد بنے ہیں جو ختم نبوت سے بتاویل انکار کر کے، کالون، لوتھر، بابو کیشب، چندرسین اور دیانند سرستی کو نبی یا پیغمبر قرار دے چکے ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ محمد حسین: آیت خاتم النبیین نبوت کو ختم کرتی ہے، آپ نبی جدید کی تجویز پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟

حکیم صاحب: خاتم النبیین کی آیت تشریعی انبیاء کے ختم کی دلیل ہے۔ نبی بلا تشریع کے وجود کی مانع نہیں ہے ۔ایسے نبی کے دلائل میں اس وقت پیش نہیں کرتا (مجلس مناظرہ کے بعد آپ کو اپنے اس جواب کی مضرت سوجھی تو آپ نے حافظ محمد یوسف مہتمم انعقاد جلسہ سے یہ بات کہی کہ اس جواب میں کہیں علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل درج کرادو۔ حکیم صاحب کے لودہانہ روانہ ہو جانے کے بعد حافظ صاحب نے منشی عبداللہ نقشہ نویس اور میاں الہ بخش درائی فروش کے سامنے خاکسار سے اس امر کی درخواست کی۔ خاکسار نے اس کے جواب میں یہ بات کہی کہ اس جواب کے ساتھ یہ حدیث چسپاں نہیں ہوسکتی۔ ہاں وہ اس جواب کو واپس لیں اور بجائے اس کے یہ جواب دیں کہ اس وقت نبی تو کوئی نہیں ہوسکتا، اس وقت کے علماء مشابہ انبیاء ہیں، تو اس جواب کے ساتھ وہ حدیث بخوبی چسپاں ہوسکتی ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے، جس مقام میں چاہیں اس حدیث کو درج کردیں۔ حافظ صاحب اپنے قلم سے اس حدیث کو درج نہ کرسکے، اور اپنی نوکری پر چلے گئے۔ پھر خاکسار نے بذریعہ ڈاک وہ کاغذ جس میں اصول وسوالات درج تھے ان کے پاس بھیج دیا اور ان کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں، اس حدیث کو درج کریں۔ انہوں نے وہاں سے بھی اس کاغذ کو بلا تصرف وتبدل واپس کیا، اور کہیں اس حدیث کو درج نہ فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی کہیں اس کا مساغ نہ پایا۔ ہم اب بھی حکیم کو اختیار دیتے ہیں کہ جہاں چاہیں اس حدیث کو چسپاں کردیں، اگر گنجائش پاویں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حدیث تب ہی ان کی متمسک ہوسکتی ہے جب کہ وہ اس جواب کو بدلدیں۔ اور یہ جواب دیں کہ اب نبی کوئی نہیں ہوسکتا، علماء امت، انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں)

۲۰۔ محمد حسین: لفظ عیسی بن مریم اور دجال کے اصلی معنی (جس کی تاویل محتاج دلیل ہو) آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس وقت تک کیا سمجھے گئے۔

حکیم نورالدین صاحب: مجھے تمام لوگوں کے کل اقوال کی خبر نہیں۔

۲۱۔ محمد حسین۔ میں نے نہ تمام لوگوں کے اقوال پوچھے ہیں، نہ کل اقوال۔ جن لوگوں کے اقوال پر آپ کو اطلاع ہے، ان کا کیا خیال تھا۔

حکیم صاحب: ابن مریم سے قرآن میں عیسی نبی اللہ اسرائیلی مراد ہے اور دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ ابن صیاد کو حضرت عمرؓ دجال سمجھتے اور اس پر قسم کھاتے تھے (اس میں دھوکہ ہے جس کا بیان تتمہ جواب نمبری ۲۴ میں عنقریب آئے گا)

۲۲۔ محمد حسین: احادیث نبویہ میں جو ابن مریم کا لفظ وارد ہے اس کے معنی صحابہ وتابعین وغیرہ مسلمین نے جہاں تک آپ کو علم ہے، کیا سمجھے ہیں۔ اور دجال کی نسبت جو آپ نے اختلاف بیان کیا ہے، اس کی ایک شق آپ نے بیان کی ہے دوسری نہیں کی۔ اب بیان فرماویں کہ سوائے ابن صیاد کے بھی صحابہ وتابعین نے کسی کو دجال سمجھا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم نورالدین صاحب: مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کے کسی کو دجال کہا گیا ہو اور ابن مریم کے ساتھ کسی نے، جہاں تک مجھے یاد ہے، اسرائیلی کی قید نہیں لگائی۔

۲۳۔ محمد حسین: آنحضرت ﷺ کے وقت میں ابن مریم کا لفظ قرآن میں اور پھر آنحضرت ﷺ کے کلام میں اور عام لوگوں کی کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصل معنی کیا سمجھے جاتے تھے۔ آیا وہی حضرت عیسی ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنی بھی کسی کے خیال میں آئے تھے۔

حکیم نورالدین صاحب: قرآن شریف میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں تو وہی عیسی ابن مریم سمجھے جاتے تھے اور احادیث میں بھی جو ابن مریم بولا گیا تھا اس کی تصریح صحابہ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی کہ آیا وہ اس کو مثیل مسیح سمجھتے تھے، یا واقعی نبی اللہ بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے۔

۲۴۔ محمد حسین: آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ احادیث اور اقوال کے اصلی معنی ....

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ:

سوال نمبری ۲۴، اس حد تک پہنچا تھا کہ حکیم صاحب مجلس سے رخصت کے خواستگار ہوئے۔ اس وقت جناب مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور نے فرمایا کہ ان اصول وسوالات وجوابات پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے چاہییں۔ وبناء علیہ وہ اصول وسوالات وجوابات اس مجلس میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ پڑھے گئے۔ پھر حکیم صاحب نے اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرما کر تسلیم کیا، اور پہلے اس پر اپنا دستخط کرنا چاہا مگر پھر فرمایا کہ یہ دوسرے کاغذ پر صاف ہو جائیں گے تو اس پر دستخط کرونگا۔ اور یہ کہہ کر مجلس سے کھڑے ہو گئے اور دوسرے جگہ کھانا کھا کر اپنے آقا راجہ صاحب کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد اکثر ارکان مجلس اپنے اپنے مکانات کو تشریف لے گئے۔ صرف خاکسار اور جناب مولوی محمد عبداللہ اور چند دیگر احباب تقریباً ایک گھنٹہ تک وہاں ٹھہرے۔ اور ان اصول وسوالات وجوابات کی دو نقلیں کرا کے اصل سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد ہم بھی وہاں سے مرخص ہوئے اور ان دو نقلوں میں سے ایک نقل پر خاکسار نے اپنے دستخط کر کے حکیم صاحب کا دستخط ثبت کرانے کی غرض سے اس کو حافظ جی کے سپرد کیا اور یہ کہہ دیا کہ جس وقت حکیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب واپس آئیں اور مباحثہ پورا کرنا چاہیں اس وقت ہم لوگوں کو بھی طلب کریں۔تھوڑی دیر کے بعد حکیم صاحب اس مکان میں واپس آگئے تو آپ نے اس صاف شدہ نقل کو ملاحظہ فرمایا اور مطابق اصل پا کر اس پر دستخط کرنا چاہا۔مگر بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ محمد یوسف نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا،جس کی وجہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔اس نقل میں حکیم صاحب نے اس قدر اضافہ کرنا چاہا کہ جواب نمبری ۱۸ یا ۱۹ میں کہیں پر حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرا ئیل کو درج کیا جائے جس کو حافظ صاحب نے منظور کر لیا،اور دوسرے دن کاغذ واپس دینے کے وقت اس کی تعمیل کیلئے مجھے مامور کیا۔خاکسار اس وجہ سے جو قبل ازیں عرض کر چکا ہے،اس کو قبول نہ کر سکا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۱۳ تا ۳۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ:اس دن بارہ بجے دن سے رات کے چار بجے تک حکیم صاحب لاہور میں رہے اور اپنے پیر کے بعض نئے حواریوں کو (جن میں حافظ محمد یوسف صاحب،و منشی الٰہی بخش صاحب شامل و حاضر تھے) حضرت مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور ہڈی نہ ٹوٹنے کے سبب سے سولی سے زندہ اتر آنے اور پھر اپنی موت سے وفات پانے کا حال،جیسا کہ سرسید احمد خان کی تفسیر میں درج ہے،سناتے رہے ۔مگر خاکسار سے مباحثہ کرنے کا حرف زبان پر نہ لائے۔ بلکہ باوجودیکہ میاں رجب الدین و میاں محمد چٹو نے ان کو بہتیرا اکسایا اور مباحثہ پر آمادہ کیا مگر وہ اپنے کمان افسر حافظ محمد یوسف کی ماتحتی اور پھر ان کی غیر حاضری کے عذر سے اس مباحثہ سے جان بچاتے رہے۔اور ادھر حافظ صاحب،جو مباحثہ سے ان کی جان بچانے کا ان کو شاید وعدہ دے چکے تھے،کہیں مفقود الخبر ہو گئے۔اور مزید تفحص و تفتیش کے بعد منشی محمد بخش کے ان کے پاس پہنچنے پر رات کے بارہ بجے کے قریب وہ اس مکان میں آئے۔

اس وقت حکیم صاحب نے حافظ یوسف صاحب اور دیگر حاضرین و معتقدین سے یہ عذر پیش کر کے کہ:جموں میں ہمارا بہت جلد جانا ضروری ہے اور درصورت توقف مسلمانوں کا حرج عظیم متصور ہے،رخصت کے خواستگار ہوئے۔حاضرین مجلس پر ان کے عذر و تقریر کا ایسا اثر پڑا کہ ان کو رخصت دینے کے سوا کچھ نہ سوجھا ۔پھر آپ نے ایک شب کے لئے لودہانہ جانے،اور وہاں سے اسباب اور اہل بیت کو لانے کی ضرورت کو ظاہر کیا اور ۱۵ تاریخ کو پانچ بجے صبح کے لودہانہ کیطرف کوچ کیا۔وہاں جا کر آپ کو جموں کا وہ ضروری کام بھول گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوروہ عذر بھی آپ کے خیال سے جاتا رہا۔ وہاں آپ نے ۱۸۔ اپریل تک قیام وآرام فرمایا۔ دوپہر ۱۹۔ اپریل (۱۸۹۱ء) کو لاہور پہنچ کر جموں کی طرف منہ کیا۔

ہم لوگ جو حکیم صاحب کے شبینہ مشورہ اور دیرینہ ارادہ سے واقف نہ تھے ۱۴۔ اپریل کو تمام دن ان کے منتظر رہے۔ رات ہوئی تو ان کی یاد آوری اور طلبی سے مایوس ہو کر اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ علی الصباح بلا طلب واجازت حکیم صاحب کے فرودگاہ پر دھاوا کریں گے۔ اور برطبق، تومان نہ مان میں تیرا مہمان، خود جا کر خواستگار اتمام مباحثہ ہوں گے۔ یہ سوچ کر رات ہی کو رقعات اطلاعی وطلبی بنام شرکاء مجلس تحریر کئے جو نماز صبح کے بعد ان لوگوں کے مطالعہ میں آئے۔ ومنجملہ ان اصحاب واحباب مولوی محمد عبداللہ تو بعد نماز صبح اپنے مکان سے چل بھی پڑے تھے۔ اور بعض دیگر احباب کے رقعات متضمن وعدہ شمولیت پہنچ گئے تو ایک مخبر صاحب یہ منحوس خبر لائے کہ حکیم صاحب تو کچھ رات رہتے یعنی ۴ بجے کے بعد لاہور کو چھوڑ گئے۔ یہ سن کر ان حضرات عازمین شراکت مجلس کی خدمت میں اور قاصد روانہ کئے جو ان کو اس تکلیف تشریف آوری سے روکیں۔

اس کے بعد جو کاروائی ہم نے کی اور طرف ثانی سے ہوئی اس کا بیان ہم بعد میں کریں گے، اس سے پہلے ہم اس مباحثہ کے واقع ہونے، اور اس واقعہ کے صحیح ہونے اور ان سوالات وجوابات کے حکیم صاحب اور خاکسار کے مابین دائر ہونے پر اس مجلس کے ارکان واعیان کی جن کے نام نامی ہم قبل ازیں درج کر چکے ہیں شہادت پیش کرتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب، خاکسار اور حکیم صاحب کے مباحثہ کرنے کا انکار کر چکے اور یہ فرما چکے کہ: آپ کا تو درمیان قدم ہی نہ تھا یعنی تو تو اس مجلس میں بطور روز یٹروں کے بلایا گیا تھا اور بات چیت جو ہوئی تھی سو حافظ محمد یوسف کی حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن سے ہوئی تھی۔ تو کون ہے کہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتا ہے اور خود بخود مبارز ومباحث بن بیٹھا ہے۔

ان تقریرات وبیانات صداقت آیات ان حضرات تقدس سمات سے (جو ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں شائع کر چکے ہیں) ممکن بلکہ بظن غالب مظنون ہے کہ اصلی حقیقت سے ناواقفوں پر برا اثر ہو۔ اور وہ ان بیانات پر اعتماد کر کے دعوی مباحثہ کو غلط سمجھیں۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ حضار مجلس سے ایسے اعیان کی شہادت کو جن کی وجاہت اور صداقت میں انخضرات کو جائے کلام نہ ہو پیش کیا جائے۔ اس کے بعد جواب نمبری ۲۴ کا تتمہ درج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے گا۔اس کے بعد پچھلی کاروائی فریقین کا بیان ہوگا۔

مولوی محمد عبداللہ پروفیسر عربی کالج لاہور کی شہادت

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم ۔خاکسار اس گفتگو میں جو ۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ءکو منشی امیرالدین کے مکان پر مابین جناب مولوی حکیم نورالدین اور جناب مولوی ابوسعید محمد حسین ہوئی تھی، اول سے آخر تک حاضر تھا۔خاکسار کے سامنے یہ سوال و جواب مرقوم الصدر مابین مولوی صاحب وحکیم صاحب ممدوحین کے ہوئے۔آخری تقریر نمبری ۲۴ کے بیان میں جناب مولوی ابوسعید محمد حسین نے اصول ممہدہ میں سے اصل نمبری ۸ کا حوالہ دیا۔اس پر خاکسار نے عرض کی کہ اس تمام تحریر پر، جواب تک ہوئی ہے، فریقین کے دستخط ہو جانے مناسب ہیں تاکہ حوالہ کے وقت کسی کو اپنے مسلمات سے اعراض وانکار کی گنجائش نہ رہے۔خاکسار کی یہ گذارش مقبول ومنظور ہوئی اس پر منشی محمد دین (یہ سعادت مند نوجوان علی گڈھ کالج میں بی اے کی کلاس کے طالب علم ہیں اور لاہور کے باشندے ہیں اور ہمارے عزیز تلمیذ ہیں۔محمد حسین) صاحب نے جو یہ سوال وجواب لکھتے جاتے تھے اول سے آخر تک تمام تقریر سنائی پھر جناب حکیم صاحب نے خود بھی اپنے ہاتھ میں لے کر اور اس تحریر کو پڑھ کر فرمایا کہ اسکو صاف کر لینا چاہیے، میں دستخط کر دونگا۔اب منشی محمد امیرالدین اور حافظ محمد یوسف نے کسی قدر اصرار کے ساتھ جناب حکیم صاحب کو مجلس سے اٹھا لیا اور حکیم صاحب ان کے ہمراہ کہیں تشریف لے گئے۔حکیم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد بہت سے اصحاب جن میں خاکسار بھی تھا قریباً ایک گھنٹہ یا اس سے کسی قدر زائد دیر تک اس مجلس میں حاضر رہے جب اس اثنا میں حکیم صاحب واپس تشریف نہ لائے تو خاکسار مولوی ابوسعید محمد حسین سے رخصت ہو کر اور یہ عرض کر کے چلا آیا کہ پھر گفتگو کے وقت سے آپ مجھے اطلاع دیجئے گا میں انشاءاللہ حاضر ہو جاؤنگا۔چنانچہ میں اس روز تمام دن منتظر رہا۔۱۵۔اپریل کو صبح کے وقت مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے ایک رقعہ اس مضمون کا خاکسار کے پاس آیا کہ حکیم صاحب نے تو مباحثہ کے لئے نہیں بلایا مگر ہم چاہتے ہیں کہ خود وہاں جائیں اور ان سے مباحثہ پورا کرنے کی درخواست کریں لہذا آپ تشریف لے آویں، حسب وعدہ آپ کو مطلع کیا گیا۔چنانچہ خاکسار یہ رقعہ دیکھنے کے بعد مکان سے چلا۔اثنائے راہ میں مولوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب ممدوح کا ایک اور آدمی ملا جس نے مولوی صاحب کی طرف سے بیان کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں ۔حکیم صاحب رات کے پانچ بجے لودہانہ چلے گئے۔ یہ پیام سن کر خاکسار راستہ سے واپس چلا آیا۔

العبد، محمد عبداللہ عفی عنہ اول مدرس عربی اورئینٹل کالج لاہور

☆ **خان بہادر فقیر سید جمال الدین رئیس وآنریری اسسٹنٹ کمشنر لاہور کی شہادت:**

جب راقم وہاں گیا تو اس وقت حکیم صاحب اور مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کے مابین سوال و جواب ہورہے تھے۔اور راقم کے سامنے اخیر میں یہ سوالات و جوابات پڑھے گئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ صاف ہوجاویں تو پھر دستخط کردونگا۔ پھر حکیم صاحب کسی ضرورت کے واسطے تشریف لے گئے۔

راقم فقیر جمال الدین عفی عنہ

☆ **شیخ خدابخش جج عدالت خفیفہ لاہور کی شہادت:**

۱۴۔اپریل ۱۸۹۱ءکو میں مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور فقیر جمال الدین کے بعد اس مجلس میں گیا تھا، نہ اس خیال سے کہ میں مناظرہ میں شامل ہوں بلکہ مناظرہ کا مجھ کو علم بھی نہ تھا۔ میں وہاں مولوی نورالدین کے ساتھ کسی جگہ جانے کیلئے کسی اور معاملہ دنیاوی کی خاطر گیا تھا کہ وہ وقت مولوی نورالدین نے میرے ساتھ کہیں جانے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ بہرحال میں نے گفتگو مابین مولوی محمد حسین اور مولوی نورالدین ہوتی سنی۔آخر کار تنگی وقت کے سبب مولوی نورالدین کو بعض ان کے احباب نے اٹھایا اور گفتگو مذہبی کے واسطے آئندہ کے لئے التواء کرنا پڑا۔

پھر ۱۷۔اپریل ۱۸۹۱ءکو لودہانہ سے میرے نام خط مولوی نورالدین صاحب کا آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ مولوی محمد حسین کی خبر تاربرقی لودہانہ میں بنام مرزا غلام احمد پہنچی ہے کہ مولوی نورالدین جو بحث شروع کر کے بھاگ گیا ہے اس کو واپس کرو، ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔مولوی نورالدین نے مجھ کو لکھا کہ عام جلسہ کا انتظام ہو تو مع مرزا صاحب کے لاہور وہ پہنچیں اور مجھ کو نیز ایماء تھا کی مولوی محمد حسین کی خدمت میں عرض کی جاوے کہ ۱۴۔اپریل کو قریب نو بجے دن کے جوان کو یک لخت جانا پڑا کیسا ضروری امر تھا۔میری رائے میں ۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجے جو مولوی نورالدین نے گفتگو ختم کی اس میں ضرورت واقع تھی۔ بعد وصول رقعہ مولوی نورالدین کے منشی عبد الحق کے ساتھ بخدمت مولوی محمد حسین صاحب چپراسی روانہ کیا اور عبدالحق صاحب نے بخدمت مولوی محمد حسین خط مرزا غلام احمد کا پیش کیا۔

آخر ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو منشی عبدالحق نے مجھ کو لکھا کہ مولوی محمد حسین نے بجواب خط مرزا صاحب لکھ دیا ہے کہ بعد مطالعہ کتاب ازالہ اوہام بحث کے واسطے تاریخ مقرر کریں گے۔ الغرض ۹ بجے تک ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء گفتگو ہر دو صاحبان کی ہوتی میں نے سنی۔ آخر کار سوالات و جوابات میرے سامنے بمواجہ ہر دو فریق پڑھے گئے اور ان کو صحیح مانا گیا، مگر مولوی نورالدین نے کہا کہ بعد صفائی کے دستخط کریں گے۔

یکم مئی۔ احقر خدا بخش۔

☆ **مولوی عبدالعزیز ملازم سررشتہ تعلیم ورکن انجمن حمایت اسلام کی شہادت:**

میں اس جلسے میں اول سے آخر تک موجود تھا اور جس قدر واقعہ مولوی محمد عبداللہ ٹونکی نے تحریر فرمایا ہے، میرا اس سے کلی اتفاق ہے۔ عبدالعزیز۔ ۲ مئی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی اور ان کے حواری، ان شہادات کو دیدہ عبرت سے پڑھیں اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور پھر خوف آخرت و ننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر انصاف سے کہیں کہ اس واقعہ کے بیان میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ ان شہادتوں کو وہ صادق اور کافی نہ سمجھیں تو ان اعیان سے یا انکے برابر صادق القول اور وجیہہ اشخاص کی شہادت سے یہ ثابت کریں کہ یہ مباحثہ حافظ محمد یوسف اور حکیم صاحب یا مولوی عبدالرحمٰن کے مابین ہوا تھا۔ اور ان سوالات و جوابات کا سلسلہ انہی حضرات میں جاری تھا۔ ابو سعید محمد حسین ایک گوشہ میں وزیٹروں کی لائن میں چپ چاپ بیٹھا تھا۔ ایسے اعیان ان کو شہادت کے لئے میسر نہ آئیں تو اپنے ہی حامیوں اور تسلی یافتہ حواریوں میں سے جن کے نام ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء میں مشتہر کر چکے ہیں تین اشخاص حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، منشی عبدالحق سے اس مضمون کی شہادت دلوا دیں۔ مگر ان کی شہادت ہم حلف سے لیں گے اور خاص مجلس میں جن الفاظ سے چاہینگے یہ مضمون کہلوائیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز،عمل کر کے تاویل وتوریہ کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بولنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ہم ان سے ایسے الفاظ سے حلفی شہادت لیں گے جن میں وہ تاویل وتوریہ نہ کرسکیں گے۔اور پہلے ان کو یہ مسئلہ سمجھا دیں گے کی حلف میں توریہ جائز نہیں،وہ دوسرے کی نیت پر واقع ہوتی ہے۔

تتمہ جواب نمبری ۲۴:

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے شروع میں،ایک سطر،کا اعادہ کر کے جواب کو پورا کیا جاتا ہے:

آٹھویں اصل۔(یا محاورہ عام کے مطابق آٹھواں اصول)۔

محمد حسین:آپ(حکیم صاحب)تسلیم کر چکے ہیں کہ:

ا۔احادیث وقرآن کے اصلی معنی(یعنی حقیقی)بلا دلیل قوی ترک کرنا اور اسکے مجازی معنی بلا وجہ قوی مراد لینا جائز نہیں ہے اور امید ہے کہ صحابہ کو بھی آپ اس قاعدہ سے ناواقف یا دیدہ دانستہ اس کے مخالف نہ قرار دینگے کیونکہ وہ لوگ آپ سے اور اس وقت کے تمام لوگوں سے افقہ واورع تھے اور محاورات عرب اور خطابات سید العجم و العرب سے بخوبی واقف تھے اور اصول صحیحہ کے پابند۔

۲۔اور جواب نمبری ۲۳ میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ،یہ لفظ(مسیح ابن مریم)قرآن میں آیا تو صحابہ نے اس سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا،جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی یہی (عیسی نبی اللہ) ہیں۔یہ معنی اصلی نہ ہوتے تو قرآن میں وہ اس لفظ سے یہ مراد نہ سمجھتے۔

ان دونوں مقدمات مسلّمہ جناب کو ملانے سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لفظ حدیث میں وارد ہوا تو وہاں بھی صحابہ نے اس لفظ سے حضرت عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھا۔خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان(صحابہ)سے اس کے برخلاف اس لفظ سے مثیل مسیح یا اور معنی مجازی مراد سمجھنا اب تک ثابت نہیں ہوا،جس کا آپ نے بھی جواب نمبری ۲۳ میں اعتراف کرلیا ہے۔اس قطعی نتیجہ کے ابطال ومقابلہ میں اگر آپ یہ کہیں کہ قرآن میں اس لفظ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل ہونے کے وقت تو اس کے اصلی معنی حضرت عیسی نبی اللہ تھے مگر حدیث میں اس لفظ کے استعمال کئے جانے کے وقت وہ معنی اصلی نہ رہے۔ یا یہ کہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب اصلی معنی کو بلا وجہ ترک کرنے عدم جواز سے واقف نہ تھے۔ یا وہ باوجود واقفیت اس قاعدہ صحیحہ کے پابند نہ تھے، تو آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے: این ست جوابت کہ جوابت ندہم

جواب نمبری ۲۱ و ۲۳ میں تو حکیم نورالدین صاحب نے مسیح ابن مریم کے لفظ کا قرآن میں وارد ہونا تسلیم کرلیا تھا مگر اپنے پرائیویٹ جلسوں میں حضرت مسیح کا سولی دیا جانا، اور پھر اپنی موت سے فوت ہو جانا، تلقین فرماتے رہے تھے، اس لفظ کو قرآن میں وارد ہونے سے انکار کیا تھا، اور صاف فرمادیا کہ مولوی صاحب (یعنی محمد حسین) سخت غلطی کرتے ہیں کہ بار بار اس لفظ کے قرآن میں وارد ہونے پر زور دے رہے ہیں۔

آپ کے اس اقرار کو ان حواریوں نے مان لیا۔ اور ایک مولوی حافظ بھی آپ کے اس انکار کا مصدق ہوا۔ دوسرے دن اس امر کا تذکرہ خاکسار کے پاس میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین نے کیا تو خاکسار نے اسی وقت قرآن سے ایسی آیات کا نشان دیا جن میں یہ لفظ وارد ہے۔ پھر مجمع عام وعظ جمعہ میں ان آیات قرآنیہ کو پڑھ کر سنا دیا (قرآن میں کئی جگہ لفظ عیسی بن مریم وارد ہے۔ دیکھو آل عمران۔ ع ۵۔ نساء ع ۲۲ وغیرہ۔ کئی جگہ لفظ مسیح ابن مریم۔ دیکھو مائدہ۔ ع ۳ و ۱۰، توبہ۔ ع ۵۔ کئی جگہ لفظ عیسی ابن مریم ہے، دیکھو بقرہ، ع ۱۱۔ مائدہ، ع ۵۔ مریم ع ۲۔ کئی جگہ صرف ابن مریم۔ دیکھو زخرف، ع ۶۔ مومنون ع ۳) ہم کو ان حواریوں کی زود اعتقادی پر افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن سے ماہر نہیں اور بعض تو بالکل ان پڑھ ہیں۔ افسوس تو حکیم صاحب پر ہے جنہوں نے اس انکار میں غضب ڈھایا۔ اس میں آپ نے دیدہ دانستہ نئے حواریوں کو دھوکہ دیا تو محل افسوس ہے اور اگر یہ انکار ناواقفی پر مبنی ہے تو پھر آپ کا دعوی قرآن دانی محل تعجب ہے۔

جواب نمبر ۲۱ میں آپ نے اس لفظ کی مراد میں اختلاف ظاہر کیا ہے، اور اس اختلاف کی ایک شق کو کہ حضرت عمرؓ، ابن صیاد کو دجال کہتے اور اس پر قسم کھاتے تھے، بیان کیا۔ پھر سوال نمبری ۲۲ میں دوسرے شق اختلاف کے بیان کا آپ سے مطالبہ ہوا تو آپ نے یہ کہہ دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ سوائے ابن صیاد کسی کو دجال کہا گیا ہو۔ اس سے آپ نے یہ جتایا کہ دجال صرف ابن صیاد بالاتفاق مراد ہے، اور ہماری یاد میں اس مراد کا کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالف نہیں۔ ان جوابات میں آپ نے کئی وجہ سے دجل (حق باطل کا خلط) اختیار کیا۔

وجہ اول یہ کہ حضرت عمر فاروق ؓ کا ابن صیاد کو دجال کہنا یہی معنی نہیں رکھتا کہ وہ آپ کے نزدیک دجال موعود تھے۔ کیوں یہ جائز نہیں کہ آپ نے اس کو منجملہ ان تیس دجالوں کے سمجھا ہو جن کے پیدا ہونے کی خبر حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے: عن ابی هریره عن النبیّ ﷺ قال لا تقوم السّاعة حتی یبعث دجّالون کذا بون قریباً من ثلا ثین کلّهم یزعم انّه رسو ل اللّه ، مسلم۔ ص ۳۹۷ ۔

قیل لعل عمر اراد بذلك ان ابن صیاد من الدجّالین الّذین یخرجون فید عون النّبوّة او یضلون الناس و یلبسون الامر علیهم لا انه المسیح الد جال ۔ مرقاة حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۴۷۹۔

ملا علی قاری نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ شائد عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد ان دجالوں میں سے ہے جو نبوت کا دعوی کریں اور لوگوں کو بہکا دیں اور انکے دین کو گڈ مڈ کر دیں گے، نہ یہ کہ وہ مسیح دجال موعود ہے۔ اس وجہ سے معاملہ دجال و ابن صیاد کے متعلق ایک مغالطہ ثابت ہوا۔

وجہ دوم: یہ کہ فرض کیا اور مان لیا کہ حضرت عمر ؓ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد (ابن صیاد مدینہ کا یہودی تھا۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس میں بعض ایسی عجیب باتیں موجود تھیں جو دجال میں ہونگی۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حج بھی کیا۔ اس کے مسلمان یا دجال ہونے میں صحابہ میں اختلاف رہا) وہی دجال موعود تھا مگر جب اس فرضی خیال سے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ فاروق کو روک دیا اور صاف فرما دیا۔ فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول اللّه ا ضرب عنقه فقال له رسول اللّه ﷺ ان یکن فلن تسلط علیه وان لم یکن فلا خیر لك فی قتله ۔ (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۸)۔

فقال رسول اللّه ﷺ ان یکن هو فلست صا حبه انّما صاحبه عیسی بن مر یم و الا یکن هو فلیس لك ان تقتل ر جلاً من اهل العهد ۔ (مشکوۃ۔ ص ۴۷۹)۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں آیا ہے، کہ اے فاروق، یہ ابن صیاد وہی دجال (موعود) ہے تو تجھے اسکے قتل پر تسلط نہ ہوگا کیونکہ اس کا قاتل حضرت عیسیٰ ہوگا۔ اور اگر یہ اور دجال ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں کیونکہ یہ ذمی (عہدی) ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کا قتل کرنا جائز نہیں۔ تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ حضرت عمر فاروق ؓ کا وہ فرضی خیال قائم رہتا؟ کیا یہ امر ممکن اور بلحاظ کمال حضرت عمرؓ کے اتباع واتقاء میں جائز ہے کہ آنحضرت ﷺ آپ کو دجال موعود کی نسبت یہ خبر دیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے ہاتھ سے قتل کیا جائے اور پھر حضرت عمرؓ اسی کو دجال موعود سمجھیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ نے قول فاروقی کے یہ معنی بتا کر اور اس کے مخالف قول نبوی سے چشم پوشی کر کے مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے اور اس میں دجل سے خوب کام لیا ہے۔

وجہ سوم: سلف صحابہ میں جو اختلاف تھا، وہ ابن صیاد کے باب میں تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، نہ دجال موعود کے باب میں (جس کی علامات وخواص صحیح حدیثوں میں یہ آئے ہیں کہ۔ ۱۔ وہ مردہ کو زندہ کرے گا۔ ۲۔ اس کے ساتھ دوزخ و بہشت ہوگا۔ ۳۔ اس کی پیشانی پر ک ف ر یعنی کافر مکتوب ہوگا۔ ۴۔ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ سے مارا جائے گا، وغیرہ) کہ آیا وہ بجز ابن صیاد کوئی اور شخص ہے یا نہیں۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ امام ابوسلیمان خطابی نے فرمایا کہ ابن صیاد کے باب میں جب وہ بڑا ہوا، سلف کا اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ اپنے کفریات سے تائب ومسلمان ہوا اور مدینہ میں فوت ہوا۔ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس کا منہ کھول کر لوگوں کو دکھایا گیا اور ابن عمرؓ و جابرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے۔

قال الخطابی و اختلف السّلف فی امرہ بعد کبرہ فروی عنه انّه تاب من ذلك القول ومات بالمدینة و انّھم لما اردوا الصّلوۃ علیه کشفوا عن وجھه حتی رآہ الناس و قیل لھم اشھدوا قال و کان ابن عمر وجابر فیما روی عنھما یحلفان ان ابن صیادھو الدّجال لا یشکان فیه فقیل لجابر انّه اسلم۔ فقال و ان سلم۔ فقیل انّه دخل مکه و کان فی المدینة، فقال و ان د خل (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۷)

اور یہ اختلاف صحابہ یا تابعین کا ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ دجال جس کے خواص وعلامات مذکورہ حدیث میں آئی ہیں وہ بجز ابن صیاد کوئی نہیں ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے اس (اول) اختلاف کو یہ (دوم) اختلاف قرار دیا اور دجل اختیار کر کے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالا۔ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی سے بنقل صحیح یہ ثابت کر دکھائیں کہ ابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیاد کے سوا کوئی دجال نہیں جس میں علامات مذکورہ کتب حدیث پائی جائیں گی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ وحضرت جابرؓ کے اقوال کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کریں گے تو سخت پچھتائیں گے۔ ان سے آپ یہ نفی ثابت نہ کر سکیں گے۔

بالجملہ دجال کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں دجل سے پورا کام لیا ہے اور حق کو باطل سے ملا دیا ہے اور حق یہ ہے کہ دجال موعود اور اس کی صفات موجودہ کتب حدیث کسی خلاف کا محل نہیں گو بعض صحابہ نے دجال کی بعض صفات کا محل ابن صیاد کو بھی بنایا ہے، اور اس کو منجملہ دجاجلہ شمار کیا ہے۔

مباحثہ سے پچھلی کاروائی

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ حکیم نورالدین صاحب مباحثہ چھوڑ کر لودہانہ چلے گئے تو خاکسار نے دوسرے دن اس پر اطلاع پا کر حافظ محمد یوسف صاحب اور میاں رجب الدین صاحب کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ حکیم صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا، اس لئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول وجوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے۔ آپ اس الزام سے بری سمجھے جائیں گے۔ پھر حافظ صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین صاحب اور خواجہ محمد دین صاحب سے کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے کرا دی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔

میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول وجوابات کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے۔ اور خفت اٹھائیں گے۔ اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کے لئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگر چہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب و مناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے۔ لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم از کم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کو موقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔ اور ان کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے۔ جس پر ہم نے ۱۵۔ اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد کے نام مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔ اپریل ۱۹۸۱ء۔ تمہارے ڈی سائیپل (حواری) (disciple) نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔ اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی۔

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہو سکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے۔ بلکہ دوسرے دن ۱۶۔ اپریل کو ۶ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔ اپریل کو ہمیں ملا۔ اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کان لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔ اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اور ان کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچا لیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۳۴ تا ۴۵)

(اگر چہ یہ مباحثہ ۱۸۹۳ء میں انجام پذیر ہوا تھا، اس لئے کسی آئندہ موقع پر درج ہونا چاہیے لیکن تسلسل کی غرض سے اس کا دوسرا حصہ بھی یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم مباحثہ شیخ الاسلامؒ وحکیم نور الدین

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ میں (بصفحات ۴۱۳ تا ۴۱۶) لکھتے ہیں کہ میں یکم مارچ ۱۸۹۳ء کو بارادہ سفر پورب، ریلوے سٹیشن لاہور پہنچا اور (ٹرین کے) ایک کمرہ میں اپنا سامان سفر رکھ کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ ناگاہ حکیم نورالدین جمونی بھیروی تشریف لائے اور بحکم قضا وقدر اسی کمرہ میں بیٹھ گئے۔ میں نے اس خوف سے کہ مبادا حکیم صاحب مجھے دیکھ کر اس کمرہ سے منتقل ہو جائیں، روانگی گاڑی تک پلیٹ فارم ہی پر ٹہلتا رہا۔ جب روانگی کا وقت قریب پہنچا تو میں ٹرین کے کمرہ میں داخل ہوا اور جاتے ہی حکیم صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ حکیم صاحب آپ کا مزاج اچھا ہے؟ یہی میرا اسلام تھا اور ایسا ہی غیر مسلم آشناؤں سے ملنے کا میرا دستور ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنا ایک خواب یا بیداری کا ایک خیال بیان کیا جو اسی شب یا اس سے پہلے روز وقوع میں آیا تھا کہ میں نے چاہا تھا کہ حکیم صاحب کے مسکن بھیرہ جاؤں اور ان کو تبلیغ احکام اسلام ودعوت عقائد اسلامیہ کروں۔ مگر مجھے اس سے یہ خوف مانع ہو گیا کہ مبادا ان کے مکان پر میرے لئے کوئی فتنہ پیش آ جائے۔ اس وقت جو آپ کو اس کمرہ میں رونق افروز ہو کر میرے پاس بیٹھے ہیں، تو یہ واقعہ میرے اس خواب یا خیال کی تعبیر ہے۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ کمال افسوس کا مقام ہے کہ آپ سے ہمارا کئی وجہ سے اتحاد وتعلق تھا۔ اسلام، وحدت مذہب محدثانہ، دوستی، ہم وطنی وغیرہ، مگر مرزائی عقائد کے اختلاف سے وہ اتحاد وتعلق قطع ہو گیا اور تقطعت بھم الاسباب کا مضمون صادق آیا۔ اس کو حکیم صاحب نے بھی تسلیم کیا اور اس پر افسوس ظاہر فرمایا۔

اسکے بعد میں نے کہا کہ حکیم صاحب مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ ہماری آپ کی بالمشافہ گفتگو ہو، اور مباحثہ جو ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء کو بمقام لاہور شروع ہو کر ناتمام رہ گیا ہے، پورا ہو۔ مگر ناجائز شروط نے، جو آپ کی طرف سے ہوتی رہی ہیں، یہ موقع نہ آنے دیا۔ اب جو حسب اتفاق ہمارا اور آپ کا ایک جگہ جمع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا میسر ہے، آپ اجازت دیں تو میں اس گفتگو کو پورا کرلوں۔

☆حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ ہاں شروع کیجئے ۔

☆اس پر خاکسار محمد حسین نے کہا کہ اس مباحثہ (لاہور، ۱۸۹۱ء) میں میرے سوال نمبر۲۳ کے جواب میں آپ نے اس امر کو تسلیم کیا ہوا ہے کہ

احادیث میں جہاں لفظ ابن مریم آیا ہے اس کی نسبت مجھے یہ علم نہیں کہ صحابہ اس لفظ سے عیسی نبی اللہ کو مراد سمجھتے تھے یا کسی مثیل ابن مریم کو،

اور میرے آٹھویں سوال کے جواب میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ الفاظ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی مراد لینا واجب ہے، جب تک ان ظاہری معنے سے کوئی مانع قطعی نہ ہو۔

اور یہ بات بھی مسلم کل ہے کہ لفظ ابن مریم کے ظاہری معنی عیسی ابن مریم کے ہیں اسی وجہ سے قرآن میں اس لفظ سے صحابہ کا اسی معنی کو سمجھنا آپ نے سوال نمبر۲۳ کے جواب میں تسلیم کرلیا ہے۔

اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث کے لفظ ابن مریم کے بھی عیسی نبی اللہ کے معنے مراد ٹھہرانا واجب ہے، اور یہی معنے صحابہ نے سمجھے ہیں۔ پھر آپ اس لفظ حدیث سے مثیل ابن مریم کیوں مراد سمجھتے ہیں؟ اس کے حقیقی وظاہری معنے سے آپ کی نظر میں کون سا مانع قطعی ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ میری باتیں سن کر حکیم صاحب پر یوں سکوت طاری تھا کہ کان علی رأسه الطیر کا معاملہ نظر آرہا تھا۔ وہ کچھ نہ بولے تو میں نے کہا شائد آپ حدیث کے اس لفظ کے ظاہری وحقیقی معنے مراد لینے سے اس امر کو مانع قطعی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کے نزدیک قرآن سے حضرت مسیح کی قطعی وفات ثابت ہے اور یہ خیال کرتے ہوں گے کہ جب وہ مرچکے ہیں تو پھر اس حدیث سے (جس میں مسیح بن مریم کے آنے کی خبر ہے) بجز مثیل مسیح کے کیا مراد ہوسکتا ہے۔

اس پر حکیم (نورالدین) صاحب نے فرمایا کہ ہاں میری یہی ایک دلیل ہے جو اس لفظ سے حقیقی اور ظاہری معنے مراد ہونے سے قطعی مانع ہے۔

مولانا بٹالوی ؒ لکھتے ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس حضرت مسیح کے فوت ہوجانے پر کون سی قطعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے۔

حکیم صاحب نے جواب میں آیت: یـا عیسی انی متو فیك و را فعك الی (یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ پھر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں) پڑھی اور کہا کہ حضرت عیسی کے رفـع کو تو آپ بھی مانتے ہیں، پس چاہیے کہ ان کی وفات کو بھی مان لیں۔ کیونکہ آیت میں تـو فـی کا ذکر پہلے ہوا ہے اور رفـع کا ذکر پیچھے ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تو فی پہلے ہوئی اور رفع پیچھے۔ اس کی نظیر وہ آیت قرآن ہے جس میں افعال حج کے بیان میں خدا تعالی نے صفا پہاڑ کے طواف کا ذکر پہلے کیا اور مروہ کے طواف کا پیچھے۔ تو اس سے آنحضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ شروع طواف صفا سے چاہیے۔ اور آپ ﷺ نے صاف فرمادیا ابدوا بما بدء الله یعنی تم اسی پہاڑ سے طواف شروع کرو جس کا ذکر خدا نے پہلے کیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس پر خاکسار نے اپنا بیگ کھول کر اس میں سے اشاعۃ السنہ نمبر ایک لغایت ۴ جلد ۱۴ نکال کر حکیم صاحب کو بتایا کہ:

اولاً تو اس آیت میں کسی دلیل سے تـو فـی کے معنی وفات کے متعین و متیقن نہیں ہیں اور نہ لغت عربی میں تـو فـی معنے وفات کے لئے مخصوص ہے۔ لہذا جائز و ممکن ہے کہ اس آیت میں تـو فـی سے حضرت مسیح کا زندہ اٹھایا جانا مراد ہو اور وہی مراد لفظ رفـع سے ہو۔ چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

ان التـو فـی هـو القبض یقا ل و فا نی فلا ن درا همی ....فتو فیتها منه کما قا ل سلم فلا ن درا همی الی و تسلمتها منه و قد یکو ن ایضاً تو فی منه استو فی و علی کلا الا حتما لین لان اخـرا جه من ا لا ر ض و اصعا ده الی السماء تو فیا له فا ن قیل فعلی هذا الو جه کا ن التـو فی عین الرفع الیه فیصر قو له را فعك الی تکرارا ... قلنا قو له انی متو فیك یدل علی حصـو ل الـمتوفی و هـو جنس تحته انوا ع بعضها با لا صعاد الی السماء فلما قا ل بعد و رافعك الی کـا ن هذا تعیینا للنوع و لم یکن تکرا راً ۔ (تفسیر کبیر ج ۲) کہ تو فی کے معنی قبض کرنا ہے۔ عرب کے یہ محاورات ہیں:

و فـا نی فلا ن دراهمی ۔ و او فا نی و تو فیتها منه یعنی فلاں شخص نے میرے دراہم میرے قبضے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دیدیئے اور میں نے اس سے قبض کر لئے۔

جیسے یہ محاورات ہیں سلم فلا ن درا ھمی الی و سلمتھا منه یعنی فلان شخص نے میرے دراہم میرے سپرد کئے اور میں نے اس سے لے لئے۔

اور کبھی تو فی بمعنی استو فی آتا ہے یعنی پورا لینے کے معنی میں۔

ان دونوں معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح علیہ السلام کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھا لے جانا ان کی تو فی ہے۔اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنی کی نظر سے تو فی بعینہ رفع جسم ہوا۔خدا کا متو فیک فرمانے کے بعد را فعک کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ متوفیک فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے اور اس کے نیچے کئی انواع واقسام پائے جاتے ہیں۔پھر جب متو فیک فرمانے کے بعد رافعک فرمادیا تو اس سے اس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا اور تکرار لازم نہ آیا۔

ایسے ہی قاموس،صحاح،صراح،مجمع البحار کتب لغات اور بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں لفظ تو فی کے معنی بیان کئے ہیں۔اور: ثانیاً،فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ یہاں تو فی سے موت کے معنی مراد ہیں تو بھی حرف واؤ کے ساتھ تو فی کا رفع سے پہلے مذکور ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ اس کا وقوع پہلے ہوا ہے۔کیونکہ حرف واؤ قرآن اور عام عرب کے محاورہ میں مطلق ومعیت کیلئے ہے جس سے سابق (پہلے) لاحق (پچھلے) اور مقارن (ساتھ والے) کا عطف ہوتا ہے۔یہ ضرور نہیں کہ اس میں ترتیب کا لحاظ ہو۔چنانچہ قاموس میں ہے:

قا لوا و المفردة اقسا م۔ا لاولی العا طفه فتعطف الشی علی مصا حبه فانجیناہ و اصحا ب السفینة و ھی سا بقه۔ و لقد ارسلنا نو حا و ابرا ھیم و علی لا حقة و کذا لك یو حی الیك و الی الذ ین من قبلك کہ واؤ مفرد کئی قسم کا ہے،ایک عاطفہ جس کے ذریعہ سے کبھی ایک چیز کا دوسرے کے ساتھ ہونا بیان کیا جاتا ہے،جیسے قرآن میں نوح کے ساتھ کشتی والوں کا نجات پانا بیان ہوا ہے۔کبھی پہلی چیز کا پہلے ہونا اور پچھلی کا پیچھے ہونا۔جیسے نوح اور ابراہیم کے رسول ہونے کا بیان۔کبھی پچھلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز کے پہلے اور پہلی چیز کے پیچھے ہونے کا بیان، جیسے خدا تعالی کا فرمانا کہ ہم نے تیری طرف وحی کی اور تجھ سے پہلوں کی طرف بھی۔

یہاں پہلوں کا ذکر پیچھے ہوا اور آنحضرت ﷺ کا، جو پیچھے ہوئے، پہلے ذکر ہوا۔ ایسے ہی شرح ملا اور مختصر معانی میں واؤ کے معنی بیان کئے ہیں۔ لہذا اس واؤ سے ہرگز یقیناً سمجھ میں نہیں آتا کہ توفی پہلے ہوئی ہے اور رفع پیچھے۔

آنحضرت ﷺ نے جو صفا سے طواف شروع کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نے قرآن میں صفا کے پہلے اور مروہ کے پیچھے مذکور ہونے سے حکم طواف میں صفا کا مقدم ہونا نکال لیا ہے۔ اس وجہ پر کوئی شہادت آپ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، بلکہ آپ ﷺ نے حکم الہی اور وحی خفی سے یہ حکم دیا ہے کہ جس پہاڑ کا خدا نے پہلے ذکر کیا ہے اسی سے طواف شروع کرنا چاہیے۔ اور یہ حکم بھی خاص اسی موقع کے لئے دیا ہے ۔ یہ عام حکم نہیں دیا کہ جو پہلے مذکور ہو اس کو حکم میں مقدم سمجھا کرو۔ بلکہ اس کے برخلاف جو چیز قرآن میں پیچھے مذکور ہے اس کو مقدم کیا ہے۔ دیکھو آیت میراث میں قرض کا ذکر وصیت سے پیچھے ہوا ہے، مگر وہ حکم ادائی میں وصیت سے مقدم ہے اور بہت سے واقعات قرآن کا ذکر پیچھے ہوا ہے مگر وجود میں وہ مقدم ہیں

(صفحہ ۹۱ لغایت ۹۴۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۴ ملاحظہ ہو)

شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر حکیم نورالدین نے فرمایا: اگر توفی کا وقوع رفع سے پیچھے ہوا تھا تو خدا تعالی نے اس آیت میں توفی کو پہلے ذکر کیوں کیا۔ خدا تعالی کا کلام عبث اور خالی از حکمت تو نہیں ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار محمد حسین نے کہا کہ ممکن و محتمل ہے کہ حضرت عیسی کو مخالفین کی پکڑ اور قتل اور ایذاء کا خوف و اندیشہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالی نے ان کی تسلی کے لئے یہ لفظ پہلے فرما دیا، جس سے (اس فرضی صورت میں توفی سے وفات مراد ہو) یہ جتایا کہ اے عیسے تجھے لوگ نہیں ماریں گے، ہم تجھے تیری اپنی موت سے ماریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے بھی ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۲ میں متوفیک کے یہ معنی کئے۔ پھر اس قتل اور ایذاء کی فکر سے مطمئن کر کے فرمایا کہ ہم تجھے آسمان پر اٹھالیں گے۔

اس پر حکیم نورالدین صاحب نے پوچھا کہ پکڑ اور قتل و ایذاء کے خوف کا کہاں ذکر ہے؟ خاکسار محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین نے بتایا کہ یہ ذکر انجیل میں صاف وارد ہے جس کی تصدیق قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ ابن جریر نے کعب احبار سے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیروان کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی، تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں تجھ کو وفات دونگا اپنی طرف اٹھا لونگا، میں تجھے عنقریب قتل دجال کیلئے بھیجوں گا۔ پھر تو اس کے بعد چوبیس برس زندہ رہے گا۔ پھر تجھے اور دیگر زندوں کو ماروں گا۔ کعب نے کہا، اس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہو جس کے اول میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسیٰ۔

و اخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما رای عیسی قلة من اتبعه و کثرة من کذب، شکی ذالک الی اللہ فاوحی اللہ الیه انی متوفیك و رافعك الی و انی سابعثك علی الاعور الدجال فتقتله ثم تعیش بعد ذالك اربعاً و عشرین سنة ثم امیتك میتة الحی؟ . قال کعب ذالك تصدیق حدیث رسول اللہ ﷺ حیث قال کیف تهلك امة انا فی اولها و عیسی فی آخرها . (در منثور)

اور قرآن کی آیات بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں ذکر ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کی تدبیر کی، خدا نے بچانے کی تدبیر کی، مثلاً و مکروا و مکر اللہ ۔ و اللہ خیر الماکرین (آل عمران۔ ع ۵)۔ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لاکن شبه لهم (النساء۔ ع ۲۲) کہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ ان کو شبہ پڑ گیا۔،

یہ سن کر حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال کرنا آپکی شان نہیں ہے۔ کیا یہ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے؟ یہ تو کعب احبار کا قول ہے۔ جواباً خاکسار محمد حسین نے عرض کیا کہ میں مستدل نہیں ہوں، کہ اس خوف کے ثبوت میں آنحضرت ﷺ کی مرفوع اور اتفاقی صحیح حدیث کا پیش کرنا میرا فرض ہو ۔ میں تو آپ کے دعوی کا مانع ہوں اور منع کی سند میں خوف قتل کو اور اس کی تقویت کے لئے حدیث کعب احبار کو لایا ہوں۔ آپ اس کو نہیں مانتے تو آپ کا فرض ہے کہ اس احتمال کو بدلیل اٹھاویں۔ میرا یہ فرض نہیں کہ میں اس احتمال کو بدلیل ثابت کروں۔ بلکہ میرے لئے یہ احتمال پیدا کرنا کافی ہے کہ حضرت عیسے کو قتل کا خوف ہوگا جیسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ظاہر قرآن اوراس قول کعب سے مفہوم ہوتا ہے، تب ہی خداتعالی نے ان کو تسلی دینے کیلئے متو فیک کا لفظ پہلے فرمادیا۔ آپ مستدل ہیں اوراس آیت سے حضرت عیسے کا فوت ہونا نکالتے ہیں اور لفظ متو فیك کے پہلے ذکر ہونے سے رفع سے پہلے تو فی ہونے کے مدعی ہیں، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر توفی ، رفع سے پہلے نہ ہوتی تو اس آیت میں تو فی کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے ہونا عبث اور خالی از فائدہ ہے۔ اور یہ احتمال کہ آپ کو خوف قتل اعداء تھا۔ اس لئے آپ کو تسلی دینے کے لئے لفظ تو فی کو پہلے ذکر کیا فلاں دلیل سے مدفوع ہے اور لائق قبول نہیں ہے، لہذا آپ ہی کا فرض ہے کہ آپ پہلے لفظ تو فی کا معنی موت کے لئے مخصوص ہونا کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں، پھر رفع سے پہلے تو فی کا وقوع کسی قطعی دلیل سے ثابت کریں۔ اس کی دلیل جو آپ نے یہ پیش کی ہے کہ اگر تو فی کا وقوع رفع کے بعد ہو تو آیت میں تو فی کا ذکر رفع سے پہلے عبث اور خالی از فائدہ ہے، اس کے مقابلہ میں ہمارے اس احتمال کو کہ جائز ہے کہ خوف قتل سے مسیح کو تسلی دینے کے لئے تو فی کو مقدم کیا ہو، دلیل سے اٹھاویں، نہ یہ کہ ہم سے اس احتمال کی مئوید قطعی دلیل اور آنحضرت ﷺ کی حدیث پوچھیں۔

حکیم نورالدین صاحب یہ سن کر فرمایا مجھے اس بحث سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ آپ اس بحث کو جانے دیں۔ حضرت بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو حکیم نورالدین صاحب کس عذر پر اڑے اور پھر اتمام حجت کے بعد کیونکر بحث سے ساکت وعاجز ہوئے۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں سے قتل وایذاء کا خائف ہونا ناظرین انجیل و قرآن وحدیث وتفسیر پر مخفی ہے؟ اور کیا اس امر میں حکیم صاحب کو کچھ شک ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کو یہ شک کیونکر ہوسکتا ہے جس حالت میں مرزا قادیانی کا ازالہ اوہام اس خوف کو بیان کررہا ہے۔ اس نے تو اس خوف کو اس حد تک پہنچادیا کہ مسیح کا صلیب پر چڑھایا جانا مان لیا، اور آیہ انی متوفیک کا اشارہ اس طرف بتایا کہ حضرت مسیح نے سمجھ لیا کہ اب میں صلیب پر مرا۔ اور یہ کہدیا کہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ تب خدا نے ان کو وعدہ دیا کہ تو ان کے ہاتھ سے نہیں مرے گا اور یہ قول فرمایا (ان کے ازالہ اوہام کا صفحہ ۳۴۲ و ۳۹۴ ملاحظہ ہو)۔ مگر حکیم صاحب نے اس وقت ہٹ دھرمی سے کام لیا اور اپنے اعتقاد وکانشنس کا خلاف کرکے ایسی بات کہی جو ان کے اعتقاد کے مخالف تھی اور یہ بات جو بے سوچے انکے منہ سے نکل گئی تو اس کی پچ کرتے چلے گئے اور آخر دندان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکن جواب پا کر مباحثہ سے عاجز ہوئے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ فرماتے ہیں کہ اسی گفتگو کے اثنا میں نماز کا وقت آ گیا تو حکیم صاحب نے فرمایا نماز مل کر پڑھیں۔آپ تو میری اقتداء نہیں کریں گے، میں آپ کا مقتدی بنتا ہوں آپ نماز پڑھاویں۔خاکسار نے نماز پڑھی اور گفتگو سابق کے قطع ہو جانے کے بعد خاکسار نے حکیم صاحب سے کہا کہ مسائل کی بحث آپ نہیں کرتے تو اتنا تو بتا دیں کہ مرزا قادیانی صاف اور صریح جھوٹ کیوں بولتا ہے؟ ایک بات اپنی کتاب میں لکھتا ہے، اور پھر اس سے صاف منکر ہو جاتا ہے۔ایک جگہ ایک بات لکھتا ہے دوسری جگہ اس کا خلاف بیان کرتا ہے، اور یہ اقرار نہیں کرتا کہ پہلے جو میں نے اس کے خلاف کیا ہے اس سے اب میں نے رجوع کیا ہے۔اور اس میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

اس کی مثال ایک یہ ہے کہ فتح اسلام میں اس نے لیلۃ القدر سے رات مراد ہونے سے صاف انکار کیا ہے اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۳۰ میں اس انکار سے انکار کر دیا ہے۔

دوسری مثال توضیح المرام کے صفحہ ۱۹ میں اس نے آنے والے مسیح کے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۲۳ میں اپنے آپ کو مسیح قرار دے کر نبی بھی کہا ہے۔

تیسری مثال توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا ہے اور بعض اشتہارات وتقریرات میں دعوی نبوت سے انکار کیا ہے۔

چوتھی مثال ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۴ میں آیۃ و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کو اپنے حق میں بشارت قرار دیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے حق میں اس کی بشارت ہونے سے انکار کیا ہے۔اپنے دافع الوساوس میں اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے حق میں بشارت قرار دیا ہے۔(اور اس ہر ایک متعارض بات کو اصل کتابوں سے نکال کر حکیم صاحب کو اسی وقت دکھا دیا)۔

اس پر حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان باتوں کو مرزا صاحب کی تصانیف میں نہیں دیکھا، اب ان باتوں کو ان سے پوچھونگا اور اس تعارض کی وجہ دریافت کرونگا۔اور فرمایا کہ میں مرزا صاحب کی تصانیف نہیں دیکھا کرتا، میں تو صرف ان کا چہرہ دیکھا کرتا ہوں اور اسی سے سبق حاصل کرتا ہوں۔خاکسار محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسین نے کہا کہ آپ کی یہ بات درست نہیں، مرزا صاحب کی کتابوں اور تصانیف کو آپ کا نہ دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ قادیانی تو جو کچھ لکھتا ہے آپ کا بتایا ہوا ہے۔ مضمون آپ کا ہے، عبارت اس کی۔ آپ جو قادیانی کے چہرہ سے سبق حاصل کرنے کے مظہر ہیں یہ بھی درست نہیں ہے، کیونکہ آپ مرزا قادیانی کے مرید نہیں، پیر ہیں۔ اور آپ نے یہ مکر کیا ہوا ہے کہ ان کو پیر اور اپنے آپ کو مرید مشہور کر رکھا ہے۔ دراصل پیر و مرشد آپ ہیں اور وہ آپ کے مرید و شاگرد ہیں۔ آپ قدیم سے نیچری خیالات رکھتے اور اس قسم کے خیالات پسند کرتے ہیں۔ اور سر سید کی تصانیف کے شائق و عاشق و ناظر تھے۔ آپ نے قادیانی کی تصانیف براہین احمدیہ و سرمہ چشم آریہ میں اس قسم کی تاویلات کو دیکھا اور ساتھ ہی اس کا دعویٰ الہامات و کرامات دیکھا، تو آپ نے یہ سمجھا کہ اسکے ذریعہ سے مذہب نیچری خوب پھیلے گا۔ پس آپ قادیان پہنچے اور اس سے یہ طے کر لیا کہ تم پیر بنو، میں مرید بنتا ہوں، مسائل اور کتابوں کی عبارات و حوالہ جات میں بتایا کرونگا، ان کی عبارت آرائی آپ کریں اور مذہب نیچری کو پھیلا دیں۔ مرزا قادیانی پہلے سے لا مذہب اور نیچری تھا۔ اس نے اس امر کو غنیمت سمجھا اور یہ طریق اختیار کیا۔ آپ اس کو القاء و الہام کرتے ہیں وہ آپ کو کچھ الہام نہیں کرتا۔ آج بھی اس کو کوئی نہ کوئی الہام کرنے کیلئے آپ قادیان جا رہے ہیں۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں اس کے چہرہ سے سبق لیتا ہوں کذب نہیں تو کیا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ میری بات سن کر حکیم نورالدین نے حیران ہو کر کہا یہ بات غلط ہے۔ اس پر خاکسار نے کہا کہ آپ غلط کہیں، مجھ کو تو یہی خیال ہے جس پر دلیل، ظاہر حال ہے۔ اس پر حکیم صاحب ساکت ہو گئے۔ اتنے میں امرتسر کا سٹیشن آ گیا تو حکیم صاحب گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی میں سوار ہو کر قادیان کو گئے اور خاکسار اسی گاڑی میں پورب گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراسلت مابین شیخ الاسلامؒ و قادیانی

۱۸۹۳ء میں اس مباحثے کی تکمیل کے بعد ہم واپس ۱۸۹۱ء کی طرف چلتے ہیں اور اس مراسلت کا بیان کرتے ہیں جو اپریل ۱۸۹۱ء میں حکیم نورالدین صاحب کے لاہور میں مباحثہ کو نامکمل چھوڑ جانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی میں ہوئی تھی۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

حکیم نورالدین صاحب مباحثہ چھوڑ لاہور سے کرلودہانہ چلے گئے تو خاکسار (محمد حسین) نے دوسرے دن اس پر اطلاع پاکر حافظ محمد یوسف اور میاں رجب الدین کو بلایا اور ان سے سبب تشریف بری حکیم صاحب دریافت کیا۔ حافظ (یوسف) صاحب نے بیان کیا کہ حکیم (نورالدین) صاحب کو جموں میں جلد جانا ضروری تھا۔ وہ جلد نہ جاتے تو مسلمانوں کا سخت حرج ہوتا اسلئے ہم نے ان کو مرخص کیا۔ اور کہا کہ کاغذ اصول و جوابات پر حکیم صاحب نے دستخط کرنا چاہا تھا، ولیکن ہم نے ان کو دستخط کرنے سے روک دیا۔ اور کہا کہ حکیم صاحب یہی خوف کرتے تھے کہ اگر میں بلا اتمام مباحثہ چلا جاؤنگا تو مولوی جی (محمد حسین) کہیں گے کہ وہ شخص بھاگ گیا مگر ہم نے اس خوف سے ان کو مطمئن کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ جو الزام وہ آپ پر لگائیں گے وہ ہم اپنے ذمہ لیں گے، آپ اس الزام سے بری سمجھے جائینگے۔

پھر حافظ محمد یوسف صاحب نے اپنے بیان کی تصدیق میاں رجب الدین اور خواجہ محمد دین سے، کہ وہ بھی ان کے ساتھ آئے تھے، کرادی۔ اور خاکسار سے یہ درخواست کی کہ آپ حکیم صاحب کی اس کاروائی پر جو کہنا چاہتے ہیں ہم کو کہیں، حکیم صاحب پر کوئی الزام عائد نہ کریں۔ میں نے اس کے جواب میں حافظ جی سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں اور جو آئندہ چاہتے ہیں وہ صرف آپ کی دوست پروری اور پردہ پوشی ہے۔ آپ نے جب حکیم نورالدین صاحب کو دیکھا کہ وہ ان اصول و جوابات کی تسلیم سے بے دست و پا ہو گئے ہیں لہذا اب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ کے لئے مجلس میں آئیں گے تو الزام کھائیں گے اور خفت اٹھائیں گے، اور یہ امر آپ پر نہایت شاق گذرا اور دوستی کے اور حکیم صاحب کی اس مروت کے کہ وہ آپ کے کہنے سے مباحثہ کیلئے مستعد ہوئے مخالف معلوم ہوا، لہذا آپ نے اس کاغذ پر ان کا دستخط نہ ہونے دیا، اور ان کو یہ وعدہ دے کر کہ ہزیمت کا الزام ہم اپنے ذمہ لیں گے، ان کو بھاگ جانے کا مشورہ دیا۔ مگر آپ کی اس کاروائی سے حکیم صاحب الزام ہزیمت سے بری نہیں ہو سکتے اگرچہ وہ آپ ہی کے کہنے سے خاکسار کے مخاطب و مناظر ہوئے تھے مگر آخر مخاطب ہوئے اور مناظر بن گئے۔ لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ جاتے ہوئے خاکسار سے اجازت لیتے یا کم از کم یہ اطلاع دیتے کہ ہم نے صرف حافظ جی کے کہنے سے آپ سے مناظرہ شروع کیا تھا اب ہم حافظ جی کے حکم یا اجازت سے اس مناظرہ کو موقوف کر کے لودہانہ جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا، تو ہم ان کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔ اور ان کے نام تار دے کر ان کو اتمام مباحثہ کے لئے بلائیں گے۔ جس پر ہم نے ۱۵۔ اپریل کو ۱۱ بجے دن کے مرزا غلام احمد قادیانی کے نام اس مضمون کا ٹیلی گرام دیا:

۱۵۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ تمہارے ڈی سائیپل (حواری) (disciple) نور الدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔ اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ آپ نے شکست کھائی۔

اس تار کے جواب میں ہمارے مقدس اور شیر بہادر مرزا صاحب سے یہ نہ ہو سکا کہ فوراً تار کے ذریعہ مجلس مناظرہ میں حاضر ہو جانے کا وعدہ دیتے۔ بلکہ دوسرے دن ۱۶۔ اپریل کو ۶ بجے کی ٹرین میں ایک آدمی کے ہاتھ اس تار کے جواب میں اپنا خط ذیل روانہ کیا جو ۱۷۔ اپریل کو ہمیں ملا۔ اس خط میں پچھلے مباحثہ کو آپ نے کان لم یکن (گویا کہ وہ ہوا ہی نہ تھا) ٹھہرایا۔ اور نئے مباحثہ کے لئے ایسی فاسد شرائط کو پیش کیا جن سے مناظرہ کا وجود میں آنا محال تھا۔ ان شروط کو گویا انہوں نے سپر بنایا اور ان کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اور اپنے حواری کو مباحثہ سے بچا لیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۴۵۔ ۴۶)

☆ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا مذکورہ بالا خط درج ذیل ہے:

بخدمت اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا تار، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے وکیل بھاگ گئے ان کو لوٹاؤ، یا آپ آؤ، ورنہ شکست یافتہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ جاؤ گے، پہنچا۔

اے عزیز! شکست اور فتح خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے فتح مند کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ واقعی طور پر فتح مند کون ہونے والا ہے اور شکست کھانے والا کون ہے؟ جو آسمان پر قرار پا گیا ہے وہی زمین پر ہوگا گو دیر سے سہی۔ لیکن اس عاجز کو تعجب ہے کہ آپ نے کیونکر یہ گمان کر لیا کہ حبی فی اللہ مولوی حکیم نور الدین آپ سے بھاگ کر چلے آئے۔ آپ نے ان کو کب بلایا تھا کہ تا وہ آپ سے اجازت مانگ کر آتے (وہ بے بلائے آئے مگر حافظ یوسف کے کہنے پر مناظرہ میں پھنس گئے۔ کیا پھر ان پر واجب نہ تھا کہ وہ مجھ سے اجازت لیتے یا کم از کم اطلاع دیتے کہ میں جاتا ہوں۔ محمد حسین)۔ اصل بات تو اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف نے مولوی صاحب ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں، ہم نے ان کو دو تین روز کیلئے ٹھہرا لیا ہے (محض خلاف واقع ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن لکھوی کو میں نے ٹھہرایا جس وقت حافظ جی کا لاہور میں سراغ بھی نہ تھا، وہ تو اس دن آئے جس دن حکیم صاحب آئے تھے۔ محمد حسین) تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرا لیں اور یہ بھی لکھا کہ ہم اس مجلس میں مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلا لیں گے (نہ حافظ یوسف جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے حکیم صاحب کی خدمت میں کوئی شبہ پیش کیا اور نہ انہوں نے دور کیا۔ سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ کیا شبہ تھا جو پیش کیا اور حل ہوا۔ محمد حسین) چونکہ مولوی صاحب موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور میں پہنچے اور منشی امیر الدین کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا۔ تب مولوی عبدالرحمٰن تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین کا طریق بحث پسند نہیں آیا (میرا تو بقول آپ کے درمیان قدم ہی نہ تھا اور نہ میں نے مباحثہ کیا، پھر میری کون سی بحث کا طریق ناپسند ہوا۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ نفی مباحثہ کو بھول گئے۔ محمد حسین)۔ یہ سلسلہ تو دو برس تک بھی ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوالات کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے (محض دروغ بے فروغ ہے۔ نہ حافظ جی نے مولوی عبدالرحمٰن کے سامنے یا ان کے پیچھے حکیم صاحب سے کوئی شبہ حل کرایا، نہ اس کا شکریہ ادا کیا اور نہ آواز بلند یا آہستہ سے کہا کہ میری تو من کلّ الوجوہ تسلی ہوگئی ہے اب میرے دل میں کوئی شبہ و اعتراض باقی نہیں ہے۔ جس وقت آپ مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے اور موت سے وفات پانے کے دلائل نئے حواریوں کو سنا رہے تھے، اس وقت تو حافظ یوسف وہاں موجود ہی نہ تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر وہ ان کے ختم ہونے پر مصدق کیونکر ہوئے۔ہاں حافظ جی کے آنے پر جب وہ معہ منشی الٰہی بخش صاحب ۱۲ بجے رات کے قریب آئے تھے آپ نے وہ تقریر نقل کی تھی جو درباب عدم ثبوت قتل مسیح کے ریل گاڑی میں ایک انگریز کے ساتھ آپ کی ہوئی تھی۔وہ تقریر سن کر بھی حافظ و منشی صاحب وغیرہ حاضرین بجز ایک شخص کے خاموش رہے، نہ اس کے مصدق ہوئے نہ مکذب۔شکریہ کجا؟ آواز بلند کجا۔آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو حافظ جی و منشی الٰہی بخش و منشی عبدالحق سے اس کی تصدیق کرا دیں۔مگر یہ یاد رکھیں کہ ہم بھی انہی حضرات میں سے بعض کی تحریری شہادت اپنے بیان کی مصدق حاصل کر چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ مقدس صوفیوں کی آپس میں جنگ ہو۔وہ حضرات اگر باہم مصالحت کر لیں گے اور بحکم دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔اپنے بیان سابق کے برخلاف کذب پر آمادہ ہو کر آپ کے بیان کی تصدیق پر متفق ہو جائیں گے تو ہم تینوں کا علیحدہ علیحدہ حلفی اظہار لیں گے اور ان کی اختلاف بیانی سے، جو دروغ گوئی کیلئے لازمی ہے، انکی ناراستی ثابت کریں گے انشاء اللہ۔اس بیان میں جو آپ نے ان لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ: ہم مولوی محمد حسین کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے۔، یہ صاف مشعر ہے کہ خاکسار کا دوبارہ آنا قرار پاچکا تھا اور اس سے پیشتر ضروری تسلیم کیا گیا تھا۔وہ ضروری نہ مانا جاتا تو اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت نہ پڑتی۔اس سے آپ کی اور آپ کے حواریوں کی ان باتوں کا کہ: آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔، اور تم ناحق لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوتے ہو؛۔ وغیرہ کا دروغ ہونا ثابت ہوتا ہے۔اس مکالمہ و مباحثہ میں میرا دخل نہ تھا تو پھر ان کو میرے آنے کا انتظار کیوں رہا۔اور پھر اس کی ضرورت کی نفی کی ضرورت کیوں ہوئی۔محمد حسین)، تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کر دی یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر بلند آواز سے کہا کہ اے حاضرین! میری تو من کل الوجوہ تسلی ہوگئی اور میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبد الحق و منشی الٰہی بخش و منشی امیر دین اور مرزا امان اللہ نے کی اور بہت خوش ہو کر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہ دل سے قائل ہو گئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی، سو ہماری بکلی تسلی ہوگئی۔آپ بلا جرح تشریف لے جایئے

(محض دروغ ہے اور حافظ جی اور منشی الٰہی بخش وغیرہ اس وقت یہ بات نہ بالشرح زبان پر لائے نہ بانقباض خاطر نہ آواز بلند سے نہ آہستہ سے۔بلکہ اس مجلس میں بجز ایک شخص کے جس کی تصدیق بقول صائب: دو چیز مے شکند قدر شعرا را تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس
تکذیب کے برابر ہے، کسی نے لب نہیں ہلایا۔اگر آپ سچے ہیں تو ان تین اشخاص سے جن کا ذکر ہوا ہے حلفی اظہار دلوا دیں۔محمد حسین)

سو انہوں نے ہی بلایا اور انہوں نے ہی رخصت کیا۔آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا، پھر آپ کا یہ جوش جو تار سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔آپ خود انصاف فرماویں جب کہ ان سب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اب ہم مولوی محمد حسین کو بلانا نہیں چاہتے۔ہماری تسلی ہوگئی اور وہی تو تھے جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے کیوں اجازت مانگتے، کیا آپ نہیں سمجھتے۔(دوسری طرف غلام احمد قادیانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد، مولوی سرور شاہ قادیانی کی زبانی اس واقعہ کی ایک اور شکل بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: بیان کیا مجھ سے مولوی سید سرور شاہ نے کہ جن دنوں مرزا صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا، میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ ان دنوں میں مولوی نورالدین، مرزا صاحب کو ملنے کے لئے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے۔ ...میں مولوی صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے، تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا۔ اس نے مولوی (نورالدین) صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا ہے۔ مولوی (نورالدین) صاحب نے جواب دیا کہ مولوی صاحب میں نے تو مرزا صاحب کو صادق اور منجانب اللہ پایا ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو یونہی نہیں مانا بلکہ علی وجہ البصیرت مانا ہے۔ اس پر باہم بات ہوتی رہی۔ آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دوں گا حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کر لیں۔ مولوی (نورالدین) صاحب نے فرمایا کہ اچھا میں تیار ہوں۔ اس پر اگلا دن بحث کے لئے مقرر ہو گیا۔ چنانچہ دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی۔ لیکن ابھی بحث ختم نہ ہوئی تھی کہ مولوی (نورالدین) صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آ ؤ۔ چنانچہ مولوی صاحب فوراً بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تا کہ حضرت (مرزا) صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔ سیرۃ المہدی۔ جلد ا۔ ص ۲۷۹۔ بہاء) **اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسر و چشم حاضر ہے مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے، صرف تحریری بحث چاہیے** (تقریر کا تحریر میں آ جانا اور جو بات کسی فریق کے منہ سے نکلے اس کو فریق ثانی کا لکھ لینا مناسب ہے مگر اس میں یہ قید لگانا کہ بدون تحریر کے کوئی فریق ایک کلمہ زبان پر نہ لاوے، بالمشافہ گفتگو کو فضول ٹھہرانا ہے اور دائرہ گفتگو کو تنگ کرنا۔ یہ قید ہو تو فریقین کا گفتگو کیلئے ایک مجلس میں جمع ہونا اور بالمشافہ گفتگو کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی تحریری گفتگو غائبانہ بذریعہ تحریرات بھی ہو سکتی ہے۔ محمد حسین) **اور وہ یوں کہ مساوی طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو بآواز سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے** (ان شروط کا بدنیتی اور دھوکہ پر مبنی ہونا بیان ہو چکا ہے۔ اس طرفہ پر آپ نے طرہ یہ چڑھایا ہے کہ اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں، جس کو ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء لکھا گیا ہے، ایسی ہی چند شرطیں اور بڑھا دیں۔ ۱۔ مجلس بحث میں کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ ہو اور چند دیسی پولیس مین بھی ہوں۔ ۲۔ سوال جواب لکھنے والا کوئی ہندو خوش خط ہو۔ ۳۔ ہر ایک فریق کو ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔ ۴۔ آٹھ بجے سے دس بجے تک یہ جلسہ ختم ہو۔ اس سے زیادہ ہو تو نماز ظہر تک۔ ایسی ہی اس میں بعض اور شروط ہیں۔ ان شروط کو پیش کر کے آپ نے دائرہ مباحثہ کو اور بھی تنگ کر دیا اور ثابت کر دکھایا ہے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔ یہ صرف مباحثہ سے جان بچانے کے حیلے بنائے ہیں۔ آپ نے یہ سوچ کر ایسی شروط کو پیش کیا ہے کہ ان شروط سے کسی نہ کسی شرط کا فوت ہو جانا ممکن ہے اور اس سے مباحثہ سے ہماری نجات کی امید ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یورپین افسر یا ہندو مجسٹریٹ، جو حاکم ہیں نہ کہ رعایا کے محکوم، اس مذہبی بحث کی مجلس میں شامل ہونا پسند نہ کریں، یا کوئی ہندو خوش خط جو فارسی اردو کے علاوہ عربی لکھنا، جو اس مذہبی بحث میں لازمی امر ہے، نہ جانتا ہو۔ شرط سوم و چہارم میں آپ نے یہ بھی جتایا ہے کہ اس بحث سے آپ کو اظہار حق مقصود نہیں صرف بزعم خود الزام خصم مدنظر ہے جو جدال کہلاتا ہے یا اپنے مخاطبوں کا امتحان علم و معلومات جیسے یونیورسٹی میں طلبا کو سوال دے کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا جاتا ہے کہ اتنے گھنٹوں میں وہ ان کا جواب دیں تب وہ پاس ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اظہار حق مقصود ہو تو اس کے کیا معنی کہ وہ اظہار ایک گھنٹہ میں ہو یا آدھ گھنٹہ میں ہو، اور اس کے بعد کوئی حق کہے گا تو وہ زائد المیعاد سمجھ کر ردّ کیا جائے گا۔ اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تحریر جوابات اور اختتام مباحثہ کے لئے کوئی حد و مدت مقرر نہ ہو تو سلسلہ فضول گوئی قطع نہ ہو۔ ہر شخص مخالف حق جب تک چاہے جو چاہے بکتا رہے۔ اس میں اضاعت وقت کے علاوہ یہ بھی ایک نقصان ہے کہ حق ظاہر نہ ہو جو اصل مقصود مباحثہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب خصم مخالف حق اس قسم کی واہیات کہنا شروع کرے تب طالب حق بعض باتوں کا واہی ہونا ظاہر کر کے اس سے اعراض و خاموشی اختیار کرے اور بحث کو موقوف کر دے۔ اس سے فضول گوئی کا سلسلہ قطع ہو گا۔ اور حق خود بخود سامعین و ناظرین پر ظاہر ہو جاوے گا۔ اور اگر اس مجلس کی میجارٹی میں پارٹی فیلنگ (party feeling) ہو، یعنی اس کے جمہور ارکان کو ایک جانب طرف داری کا خیال ہو، تو اظہار حق و قطع سلسلہ فضول گوئی منصف مسلم الطرفین کی منصفی سے ہو سکتا ہے وہ جب خصم مخالف حق کو فضول باتوں کی طرف متوجہ ہوتا دیکھے گا، اس کو روک دے گا اور اس کے مخاطب حقانی کی حق گوئی کی داد دے گا۔ بالجملہ حق پژدہی و قطع سلسلہ فضول گوئی کا یہ طریق نہیں کہ تقریر حق کیلئے وقت اور مقدار اوراق مقرر کر دیں۔ اس کا طریق تو یہ ہے کہ کمال وسعت اور آزادی کے ساتھ حق کہدیں اور خصم کو بھی آزادی سے جواب کا اختیار دیں۔ پھر اس کا انصاف حاضرین و منصفین سے کرالیں۔ آپ نے اس ضروری اور لازمی شرط منصفی کو تو نظر انداز کیا اور بجائے اس کے فضول اور ناجائز شروط کو پیش کر دیا۔ محمد حسین) **اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارہ میں نہ کرے، جو کچھ ہو تحریر میں ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔ اول آپ کی طرف سے ایک چو ورقہ پرچہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعوی کا قرآن کریم اور حدیث کی رو سے ردّ لکھیں۔ اور پھر دوسرا پرچہ چو ورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے جس میں میں اللہ جل شانہ کے فضل و توفیق سے ردّ الرد لکھوں اور انہی دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جائے۔ اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آ سکتا ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ امن قائم رکھنے کیلئے انتظام کرا دونگا۔ یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔ اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپکی طرف سے گریز متصور ہو گی** (ناظرین خود انصاف کریں کہ گریز کس کی طرف سے اور کون شخص ایسی شرائط پیش کرتا ہے جو لائق تسلیم اور سہل الوقوع نہیں ہیں۔ اور عذر عدم فرصتی سے صاف انکار کس نے کیا۔ آپ کا خط نمبری ۱ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)۔ **راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج۔ اپریل ۱۸۹۱ء**

مکرر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کیلئے آپ پسند کر لیں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے اجازت دی جائے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہیے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچے صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے (نہیں نہیں اول آپ کی طرف سے تحریر ہونی چاہیے کیونکہ آپ مدعی ہیں اور بار ثبوت آپ پر ہے۔ آپ کا خصم تو آپ کا معارضہ کریگا یا مانع یا سائل بنے گا۔ جس کی نوبت آپ کے بعد آنیوالی ہے کتب فن مناظرہ، رشیدیہ وغیرہ، نظر سے نہیں گزریں تو کسی اہل علم سے پوچھ لیں) **میرے ان دونوں بیانات کا ردّ ہو گا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں** (صرف مثیل مسیح کیوں کہتے ہیں آنے والا مسیح کہیں اور لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔ صرف آپ کا مثیل مسیح ہونا محل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزاع نہیں ہے۔سخت نزاع اور شدید بحث کا محل تو آپ کا یہ دعوی ہے کہ مسیح موعود سے ،جس کے قیامت سے پہلے آنے کی خبر صحاح میں وارد ہے، حضرت عیسی نبی اللہ مراد نہیں بلکہ آپ مراد ہیں جو مثیل مسیح ہونے کے مدعی ہیں ۔ یہاں تو آپ نے دعوی وفات مسیح میں بحث ہونے کی آڑ میں دعوی مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کرنے سے گریز کیا ہے اور ایک سابق خط میں اپنے اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے اور اسکے لائق بحث ہونے سے صاف نکار کر دیا، ناظرین ان چالوں کو دیکھتے جائیں۔محمد حسین) اور نیز یہ کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس ردّ الرد کے لئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ ان دعاوی کے بطلان کے لئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ موجود ہے وہ آپ پیش کریں پھر جس طرح خدا تعالی چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دے گا۔اور بغیر اس طریق کے جس کی انصاف پر بنا اور نیز امن رہنے کے لئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں ۔اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ آخری تحریر تصور فرماویں (یہ بھی آپ کی دھوکہ آمیز دھمکی ہے جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ اگر مخاطب نے اس دھمکی میں آ کر ہماری شرط فاسد کو قبول کر لیا تو وہ دام میں آیا اور اگر اس نے جواب سے انکار یا سکوت کیا تو یہ مشہور کیا جائے گا کہ مخاطب نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا اور وہ ہار گیا۔مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ کا یہ دھوکہ ہمارے خیال میں آ گیا۔نہ ہم نے آپ کی شرط فاسد کو مانا، نہ جواب خط سے سکوت کیا۔اور آپ کے اس خط کا جواب ایسا دیا جو آپ کی شرط کے موافق نہ تھا۔وبایں ہمہ اس کو آپ نے وصول کر کے اپنے اس خط کا آخری ہونا توڑ دیا۔اور ہمارے اس جواب کے جواب میں ایک اور خط بھی لکھ دیا۔اس کا جواب ہم نے خط نمبری ۲۳۵ میں دیا اور پھر اس کی تاکید میں خط نمبر ۲۴۹ ارسال کیا تو ان خطوں کے جواب میں آپ سے کچھ بن نہ پڑا اور وہ الزام سکوت و عجز از جواب جو اس دھوکہ آمیز دھمکی سے آپ ہم پر لگانا چاہتے تھے خدا تعالی نے آپ پر لگا دیا اور آپ پر یہ مصرح صادق آ گیا: مرا خواندی وخود بدام آمدی۔محمد حسین) اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روا نہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز کوئی تحریر یا کوئی خط میری طرف نہ لکھیں۔اگر پورے اور کامل طور پر بلا کم وبیش میری ہی رائے منظور ہو تو صرف اس حالت میں ہی جواب تحریر فرماویں، ورنہ نہیں۔

آج بھوپال سے ایک کارڈ مرقومہ ۹۔اپریل ۱۸۹۱ء اخویم مولوی محمد احسن مہتمم مصارف ریاست پڑھ کر آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ تحریر کا نمونہ معلوم ہو گیا (آپ کے اخلاق کریمانہ اور مہذبانہ مندرجہ اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کا نمونہ ملاحظہ فرماتے تو یہ کلمہ لکھتے ہوئے شرماتے اور یہ خیال فرماتے کہ جس کی آنکھ میں شہتیر ہو وہ دوسرے کی آنکھ کے تنکے پر کیا اعتراض کر سکتا ہے۔اس کارڈ میں یہ الفاظ: اس کو: بصیغہ واحد، اور: یہ شخص ملہم نہیں، جو آپ کو بالمواجہ نہیں لکھے گئے، محل اعتراض وخلاف تہذیب واخلاق سمجھے گئے ہیں تو ان کا موازنہ، بے حیا وبے ایمان، سے جو آپ کے اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء سے مستفاد ہیں، اور الفاظ، دغا باز، حرامخور وغیرہ، جو آپ نے حواریوں سے کہلائے ہیں، سے کریں اور پھر انصاف سے کہیں کہ تہذیب واخلاق کا التزام کس جانب میں ہے۔محمد حسین) آپ اپنے کارڈ میں فرماتے ہیں کہ میں نے مرزا غلام احمد کے اس دعوی جدید کی اپنے ریویو میں تصدیق نہیں کی بلکہ اس کی تکذیب خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

براہین میں موجود ہے۔ آپ بلا رؤیت مرزا پر ایمان لے آئے۔ آپ ذرا ایک دفعہ آ کر اس کو دیکھ تو لیں۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ اشاعۃ السنہ میں اب ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ شخص ملہم نہیں ہے۔ فقط۔

حضرت مولوی صاحب! من آنم کہ من دانم، آپ جہاں تک ممکن ہو ایسے الفاظ استعمال کیجئے۔ میں کیا ہوں اور میری شان کیا، بے شک آپ جو چاہیں لکھیں اور اس وعدہ تہذیب کی پرواہ نہ رکھیں (یہاں اس وعدہ کا التزام برابر رہا اور رہے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ دیکھئے آپ نے اور آپ کے حکم رضا و علم سے آپ کے حواریوں نے ہم کو کس قدر برا کہا ہے۔ ہم نے کسی لفظ کا جواب دیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ ہم کو خدا تعالی سے امید ہے کہ ہمارا صبر اور آپ کا روز افزوں جور و جفا لوگوں پر اچھا اثر پیدا کرے گا۔ اس سے لوگ سمجھ جائیں گے کہ آپ الہامی نہیں ہیں؛ ایں شکل برائے اکل است۔ محمد حسین) جس کو آپ چھاپ چکے ہیں۔ ربّی یسمع و یری۔ و السلام علی من اتبع الھدی۔ خاکسار غلام احمد۔

آج ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰۔ اپریل تک آپ کے جواب کے انتظار (میں) رہیں گے۔ اگر ۲۰۔ اپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہی خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کیا جائے گا۔ فقط مرزا غلام احمد۔ بقلم خود۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ مع حواشی مولانا بٹالوی؛ اور مکتوبات احمد جلد اول، بغیر حواشی) (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول۔ ص ۲۰۴۔ ۲۰۷)

(اور مرزا قادیانی نے اپنے ایک مرید، مولوی محمد احسن امروہی کو انہی دنوں بھوپال خط لکھا جو یوں ہے: مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم..عنایت نامہ اور کارڈ بھی پہنچا جزاکم اللہ خیرا من ینصر اللہ ینصرہ آپ کے رسالہ اعلام الناس کا انتظار ہے معلوم نہیں کہ قول فصیح مولفہ مولوی عبدالکریم صاحب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا یا نہیں اگر نہیں پہنچا تو یہ عاجز بھیج دیوے۔ کارڈ واپس ارسال خدمت ہے۔ مولوی محمد حسین نے تار بھیج کر مباحثہ چاہا جب اس طرف سے تیاری ہوئی تو پھر بحث کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ مباہلہ کے اشتہارات آپ کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں باقی سب خیریت ہے والسلام خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج۔ ۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

(تیاری کیا ہوئی؟ حکیم نور الدین صاحب لاہور سے مناظرہ نامکمل چھوڑ کر لدھیانہ بھاگ آئے تھے، اور مولانا نے مرزا صاحب کو لدھیانہ تار دیا کہ حکیم صاحب کو بھیجیں تاکہ نامکمل رہ جانے والے مناظرے کو مکمل کیا جائے، اگر وہ نہیں آتے تو آپ تشریف لا کر مناظرے کو وہیں سے شروع کریں جہاں حکیم صاحب چھوڑ گئے تھے۔ مرزا صاحب نہیں آئے)

☆ مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو جواباً لکھا:

(مکتوب نمبر ۲۰۰) جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ بعد سلام مسنون۔

۱۶۔ اپریل کے خط میں جو آپ نے اپنے حواری مولوی نور الدین کے عدم گریز کی وجہ بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اس وجہ کی تفصیل میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ بھی مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔ میں اس اجمال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تفصیل اپنے رسالہ میں کرونگا۔ انشاء اللہ تعالی ۔ اصل مطلب کا جواب یہ ہے کہ آپ نے تحریری بحث کے لئے دو شرطیں پیش کی ہیں ۔ اول یہ کہ ایک ہی دفعہ فریقین اپنی اپنی تحریرات پیش کریں ۔ دوسرے یہ کہ ان تحریروں کے اوراق محدود ہوں ۔ ان میں سے جو آپ نے اپنی قدیم عادت تغلیط مخاطب کے مطابق مغالطہ دینا چاہا ہے میں اس کو تاڑ گیا ہوں جس کی تشریح اپنے رسالہ میں کروں گا مگر میں آپ کی قطع حجت کی غرض سے ان دونوں شرطوں کو منظور کرتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ میں ایک ہی دفعہ اپنی تحریر پیش کرونگا اور اس کے اوراق بھی محدود کردونگا۔ مگر دو شرطیں آپ میری بھی منظور کریں (جو نئی نہیں ہیں بلکہ پہلے بھی میرے خطوط میں معروض ہو چکی ہیں)

اول یہ کہ قبل از مباحثہ تحریری آپ رسالہ ازالہ اوہام میرے پاس بھیج دیں (تمام نہیں تو صرف اسی قدر جس قدر چھپ چکا ہے) تا کہ میں اپنی تحریر میں آپ کے جملہ دلائل کا جواب یک بارگی تحریر کرسکوں اور ان دلائل کو دیکھ کر یہ بھی اندازہ کرسکوں کہ میں ان کا جواب کس قدر اوراق میں ادا کرسکونگا۔ آپ کا وعدہ بھی ہے کہ وہ رسالہ آپ کے پاس بیس پچیس روز میں پہنچے گا اور آپ سے پہلے کسی کو نہ دیا جائے گا جو ایک دفعہ ٹوٹ بھی چکا ہے (جیسا کہ آپ کے ایک سابق خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکیم نورالدین کو بھیجا گیا ہے)۔

دوم یہ کہ میں قبل از مباحثہ چند اصول کی تمہید کروں اور آپ سے ان کو تسلیم کراؤں جیسے کہ آپ کے حواری مولوی نورالدین سے تسلیم کرا چکا ہوں۔

ان دونوں شرطوں کے تسلیم وتعمیل کے بعد آپ جس تاریخ میں اپریل کی چاہیں، لاہور تشریف لائیں میں حاضر ہوں ۔ ماہ اپریل میں آپ رسالہ ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو ماہ مئی میں سہی ۔ اس مہینے میں مجھے سفر در پیش آگیا (جس کو میں بارہا ظاہر کر چکا ہوں) تو میں جہاں ہونگا وہاں سے تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچونگا انشاء اللہ تعالی ۔ چنانچہ اپنے خط نمبری ۱۲۰ میں عرض کر چکا ہوں ۔ میرے کارڈ اسمی مولوی محمد احسن صاحب بھوپال میں جو الفاظ لکھے گئے ہیں ان کا موازنہ اپنے الفاظ اشتہار ۲۶ مارچ سے کریں اور انصاف سے کہیں کہ تہذیب کا التزام کس جانب ہے۔ اس کی توضیح بھی رسالہ میں ہوگی ۔ ابوسعید محمد حسین

☆ ضمیمہ خط نمبری ۲۰۰ ۔ لاہور ۱۸ ۔ اپریل ۱۸۹۱ء ۔ خیالی مسیح مرزا غلام احمد قادیانی هداه الله الصراط المستقیم ۔سلام علی من اتبع الهدی ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل آپ کے خط ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب ہمدست حامل خط مذکور ارسال کر چکا ہوں، آج اس خیال سے کہ شاید اس خط کے وصول سے آپ انکار کریں جیسے کہ آپ نے میرے مقابلہ میں اپنے حواری کے مباحث ہونے سے انکار کیا ہے اس خط کی نقل بذریعہ رجسٹری ارسال کرتا ہوں۔ علاوہ براں دو باتیں (جن سے آپ کو ڈھیل دینا اور آپ کی حجت قطع کرنا مقصود ہے) میں اور لکھتا ہوں ان باتوں کو آپ خط سابق کا ضمیمہ قرار دیں۔

اول یہ کہ اگر آپ مباحثہ کی مجلس میں اصول کی تمہید و تسلیم سے ڈریں اور یہ خیال کریں کہ خدا جانے وہ اصول جو ہم سے تسلیم کرائے جائیں، کیسے سخت مشکل اور ہمارے فہم اور علم سے اجنبی ہوں گے اور بناء علیہ آپ یہ کہیں (جیسے کہ آپ کے حواری نے مجلس مباحثہ میں کہا تھا) کہ خدا جانے ان اصول کی تسلیم سے ہم پر کیا پتھر پڑیں گے، تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں، بشرطیکہ آپ تمہید اصول کو تسلیم کریں۔ اس سے آپ کو ان اصول کے سمجھنے اور ان میں غور کرنے کیلئے کافی مہلت مل جائے گی۔ اور اس ناگہانی ابتلاء سے جس میں آپ کے حواری صاحب مبتلا ہو گئے اور اس سبب سے وہ مباحثہ چھوڑ کر بھاگ گئے نجات ہوگی۔

دوم یہ کہ اگر آپ میری شرط اول کو تسلیم نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام میرے پاس بھیج نہ سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ آپ اپنی شرط فاسد (مبنی بر مغالطہ) میں اتنی ترمیم کر دیں کہ پہلے تحریر آپ کی ہو۔ جس میں آپ اپنے دعاوی کے جملہ دلائل درج کریں اس کے بعد میری تحریر ہو جس میں آپ کے دلائل کا جواب ہو۔ اور اگر آپ اپنی اس شرط فاسد میں اتنی ترمیم بھی روا نہیں رکھتے تو اس کی ایسی وجہ معقول بیان کریں جس کو آپ کے مخالف اور موافق سب قبول کر سکیں۔ یا آپ یہ ثابت کر دکھائیں کہ آپ میں ایسی مزیت و فوقیت پائی جاتی ہے کہ آپ جو کہیں اس کو اور لوگ کالوحی من السّماء بلا دلیل مان لیں اور جو بات کوئی دوسرا کہے اس کی تسلیم آپ کیلئے جائز نہ ہو، چہ جائے واجب! جو لوگ آپ کو ملہم مانتے ہیں صرف وہی آپ کے خیال و مقال کی نسبت یہ کہتے ہیں آمنّا کلّ من عند ربّنا میں تو آپ کا مرید نہیں ہوں کہ جو آپ کہیں بلا دلیل مان لوں۔ میں نے جو تار دیا تھا وہ اسی مباحثہ کے سلسلہ میں تھا جو آپ کے حواری نے شروع کیا تھا۔ جس کا منشاء صاف یہ تھا کہ جو مباحثہ شروع ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اپنے حواری کو واپس کریں یا خود تشریف لائیں، نہ یہ کہ آپ نئے مباحثہ کیلئے نئی شروط قائم کریں اور پھر اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ میں جو شرط خصم پیش کرے اسے تسلیم نہ کریں۔ان خطوط کا جواب ۲۱ ماہ حال تک نہ پہنچا تو ان خطوں کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا اور اس پر ناظرین خود غور وانصاف کر لیں گے کہ واجبی بات ماننے سے کس کو انکار ہے اور گریز از مباحثہ کس نے کیا۔ابوسعید محمد حسین (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ج ۱۳۔ص ۵۷۔۵۹)

☆ مرزا قادیانی نے شیخ الاسلام کو جواباً تحریر کیا:

بخدمت اخویم مکرم مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا، باعث تعجب ہوا۔آپ نہ تو اظہار حق کی غرض سے بحث کرنا چاہتے ہیں (ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بحث کون نہیں چاہتا اور کون شخص ناجائز شروط پیش کر کے اس سے جان چھوڑاتا ہے اور اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ بحث تو چاہتے ہیں مگر نہ بغرض اظہار حق بلکہ بغرض الزام خصم، تو یہ امر مضمر ہے اس کا تصفیہ بجز اس کے کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم اور آپ قسم کھائیں اور جھوٹے پر لعنت سنائیں اور آیت مباہلہ پر عمل کریں، اگر آپ جائز سمجھیں۔محمد حسین) اور نہ اس جوش بے اصل سے باز رہ سکتے ہیں۔عزیز من (اس لفظ میں اپنی بزرگی کا ادعا ہے مگر معلوم نہیں کہ کس وصف میں آپ بزرگ بنتے ہیں۔عمر میں یا علم میں یا زہد وتقوی میں جو دعوی نازیبا ہے اور ثناء خویش خود گفتن...الخ..کا مصداق۔محمد حسین) رحمکم اللہ۔

یہ عاجز آپ کو کوئی الزام دینا نہیں چاہتا (آپ کا تو دلی منشاء یہی ہے، مگر خدا پورا نہیں کرتا۔جو الزام آپ دوسروں پر قائم کرنا چاہتے ہیں وہ آپ پر عائد ہو جاتا ہے کما قیل: میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔محمد حسین) مگر آپ ہی کا قول وفعل آپ کو الزام دے رہا ہے آپ کا آدھی رات کو تار پہنچا کہ ابھی آؤ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔کس قدر آپکی اس تار پود سے مخالف ہے جو آپ اب پھیلا رہے ہیں۔افسوس کہ آپ نے بحث کرنے کے لئے بذریعہ تار بلایا پھر آپ گریز کر گئے (گریز اس شخص کی طرف سے ہوا ہے جس نے مباحثہ سے جان بچانے کیلئے ناجائز شروط کو پیش کیا اور مخاطب کی جائز شروط کو نہ مانا۔اب اس امر کا تصفیہ ناظرین خود کر لیں گے کہ ایسا کس نے کیا۔آپ چاہیں اس امر میں کسی منصف کے سامنے بحث کر لیں آپ کا گریز ثابت نہ ہوا اور منصف مسلّم الطرفین نے اس کو تسلیم نہ کیا تو ہم آئندہ آپ کے ساتھ معارضہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔لیجئے! ایک بات میں میدان ہاتھ میں آتا ہے اور کیا چاہتے ہیں۔محمد حسین) اور اب آپ کا خط مشت بعد از جنگ کا نمونہ ہے (یہ آپ کی تہذیب، انصاف پسندی، حق طلبی، روحانیت اور انکسار کا نمونہ ہے۔کوئی پوچھے جنگ کب ہوئی اور ختم کب ہوئی، آپ نے جنگ کیلئے ناجائز شروط پیش کیں ادھر سے بھی بعرض چند شروط مقابلہ کیا گیا۔آپ نے نہ شروط کو مانا نہ ان سے انکار کیا بلکہ جواب خط دینا ترک کر دیا، اس کا نام اختتام جنگ ہے تو یہ آپ کی طرف سے ہوا، گریز ہے تو آپ نے کیا ہے برطبق مثل الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، الزام گریز دوسروں پر لگایا۔سو ایسے الفاظ سے جس کو ادنی اہل تہذیب وصاحب اخلاق استعمال نہیں کر سکتا چہ جائے مدعیان روحانیت وانکسار وایثار وانوار وغیرہ۔محمد حسین)۔فضول باتوں کو پیش کر کے اور بھی تعجب میں ڈالتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں آپ کے اقوال کا جواب دیتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولہ (یعنی قول محمد حسین)۔ دو باتیں جن سے آپ کو ڈھیل دیتا ہوں، لکھتا ہوں۔

اقول (یعنی قول مرزا): حضرت! یہ تو آپ حیلہ حوالہ سے اپنے تئیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ میں نے کب کہا تھا کہ مجھے ڈھیل دیں۔ آپ کی آدھی رات کو تار آئی۔ میں تیار ہو گیا۔ آپ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لئے خرچ دے کر بلا توقف اپنا آدمی روانہ کیا۔ بحث منظور کر لی۔ سب انتظام مجلس اپنے ذمہ لے لیا مگر آپ تیاری کا نام سنتے ہی کنارہ کش ہو گئے (دل سے پوچھئے۔ اور خدا سے، لوگوں سے، کسی سے تو شرمایئے۔ شروط فاسد کی آڑ بنا کر کون کنارہ کش ہوا، اور اب تک کون کنارہ کش ہے۔ میں تو آپ کے گھر کے قریب بھی پہنچا اور آپ کو مناظرہ کے لئے بلایا پھر آپ نے جج کے کام کا بہانہ پیش کر کے کنارہ کشی کو اختیار کیا۔ بایں ہمہ یہ الزام دوسروں پر لگانا آپ ہی کا کام ہے۔ محمد حسین)۔ اب سوچیں کہ کیا میں نے بحث کو ڈھیل میں ڈال دیا یا آپ نے؟ اگر میں آپ ہی لاہور میں پہنچتا تو کس قدر تکلیف ہوتی۔ آپ کی اس حرکت نے نہ صرف آپ کو شرمندہ کیا بلکہ آپکی تمام عقلمند پارٹی کو خجالت کا حصہ دیا۔ اس کنارہ کشی کا آپ پر بڑا بار ہے کہ جو بودے عذروں سے دور نہیں ہو سکتا۔ آپ نے ناگوار طریقہ سے مقابل آنے کی دھمکی تو دی مگر آخر آپ ہی نہ ٹھہر سکے۔ کیا اس دعوی کے ساتھ جو آپ کو ہے، یہ گریز آپ کی علمی وجاہت پر دھبہ نہیں لگاتے؟

قولہ (یعنی قول محمد حسین): اگر آپ عین مباحثہ کے جلسہ میں اصول کی تمہید و تسلیم سے ڈریں تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دیتا ہوں تا کہ آپ کو ان کے سمجھنے کیلئے کافی مہلت مل جائے۔ ناگہانی ابتلاء سے بچ جائیں اور وہ حال نہ ہو جو آپ کے حواری کا ہوا۔

اقول (یعنی قول مرزا)۔ حضرت آپ کو خود مناسب ہے کہ آپ ان اصولوں سے ڈریں۔ کوئی عقلمند ان بیہودہ باتوں سے ڈر نہیں سکتا اور میں تو آپ کے ان اصولوں کو محض لغو سمجھتا ہوں (یہاں تو آپ نے اصول اسلام کو لغو کہہ دیا مگر اپنے خط نمبری ۱۱ و ۱۴ میں ان اصول کی تمہید کو تسلیم کو منظور کر لیا۔ معلوم نہیں اس خط میں آپ اس خیال لغویت کو بحکم آنکہ، دروغ گورا حافظہ نہ باشد، بھول گئے۔ یا جو اس خط میں لکھتے ہیں وہ دل سے نہیں کہتے۔ اور آپ کے مذہب کا کوئی اصول نہیں۔ بہر حال آپ نے یہ بات دل سے کہی ہے تو آپ کی تسلیم خط نمبری ۱۱ و ۱۴ لغو ہے اور آپ پر آیت و الّذ ین ھم عن اللّغو معرضو ن، اور آیت لم تقولو ن ما لا تفعلو ن کے خلاف الزام قائم ہے اور اگر وہ تسلیم دل سے ہے، تو آپ کا ان اصول کو لغو کہنا اصول اسلام کو لغو کہنا ہے۔ زیادہ ہم کیا لکھیں۔ محمد حسین) اور ایسے لغویات کی طرف سے مجھے یہ آیت روکتی ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے و الّذین ھم عن ا للّغو معرضو ن، نیز یہ حدیث نبوی کہ من حسن اسلا م المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات ظاہر ہے کہ جو بات ضرورت سے خارج ہے وہ لغو ہے۔اب دیکھنا چاہیے کہ اس بحث کے لئے شرعی طور پر آپ کو کس بات کی ضرورت ہے۔سوادنی تامل سے ظاہر ہوگا کہ آپ صرف اس بات کے مستحق ہیں کہ مجھ سے تشخیص دعوی کرادیں (یعنی اس دعوی کے دلائل نہ پوچھیں۔ یہ مسئلہ نہ شریعت اسلام کا ہے نہ فن مناظرہ کا ہے۔آپ سچے ہیں تو بتائیں کہ شرع یا فن مناظرہ کی کس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مدعی سے صرف تشخیص دعوی کرائی جائے،اس دعوی پر دلیل اس سے طلب نہ ہو۔محمد حسین) ۔سو میں نے بذریعہ فتح اسلام وتوضیح مرام اور بذریعہ اس حصہ ازالہ اوہام کے جو قول فصیح میں شائع ہو چکا ہے، اچھی طرح اپنا دعوی بیان کیا ہے اور بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی میرا دعوی نہیں جو آپ پر مخفی ہو اور وہ دعوی یہی ہے کہ میں الہام کی بنا پر مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں۔سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر مان چکے ہیں اور میں اس سے زیادہ آپ سے تسلیم بھی نہیں کراتا۔اگر میں حق پر ہوں تو خود اللہ جل شانہ میری مدد کرے گا اور اپنے زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

رہا ابن مریم کا فوت ہونا،سوفوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے ذمہ پر کچھ فرض نہیں (کسی دعوی کے مدعی پر دلائل لکھنا فرض نہیں تو پھر کیا اس کے منکر پر فرض ہے۔اس امر کی نہ شریعت مصدق ہے نہ فن مناظرہ۔کتب شریعت میں اتفاقی مسئلہ ہے البیّـــنة علی المدّعی ،اور رشیدیہ کتاب فن مناظرہ میں بھی المدّعی من نصب نفسه لا ثبا ت الحکم بالدّ لیل او البیّنة محمد حسین) کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو (یہ آپ کا ایک اور دعوی ہے جو خصم کے نزدیک مسلّم نہیں چنانچہ اس خط کے جواب میں بیان کیا گیا کہ اس میں آپ نے دھوکہ دیا ہے لہذا اس کی دلیل بھی آپ کے ذمہ ہے۔محمد حسین) بلکہ مسلسل طور پر ابتدائے حضرت آدم سے یہی طریق جاری ہے،جو پیدا ہوا وہ آخر ایک دن جوانی کی حالت میں یا بڈھا ہو کر مرے گا۔جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے و منكم من يتوفّى و منكم من يردّ الى ارذل العمر لكيلا يعلم من بعد علم شيئاً ۔پس جب کہ میرے پر یہ فرض ہی نہیں کہ میں مسیح کے فوت ہونے کے دلائل لکھوں،اور ان کا فوت ہونا تو میں بیان کر ہی چکا تو اب اگر میں آپ سے پہلے لکھوں تو فرمایئے کیا لکھوں؟ (اپنے دعوی کے دلائل لکھیے۔محمد حسین) یہ تو آپ کا حق ہے کہ میرے ابطال کے لئے پہلے آپ قلم اٹھائیں اور آیات اور احادیث سے ثابت کر دکھائیں کہ سارا جہان تو اس دنیا سے رخصت ہوتا گیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات پا گئے مگر مسیح وفات پانے سے اب تک باقی رہا ہوا ہے۔ کسی مناظر کو پوچھ کر دیکھ لیں کہ داب مناظرہ کیا ہے؟ (آپ ہی بتلا دیجئے مگر کتاب کے حوالہ سے، ہم نے تو کتب مناظرہ میں یہی پڑھا ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہے، نہ کہ منکر و مانع کے۔ محمد حسین)

اب یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی دوسری سب بحثیں مسیح کے زندہ مع الجسد اٹھائے جانے کی فرع ہیں (فرع اب بن گئی۔ فتح اسلام، توضیح مرام اور دیگر ابتدائی تحریروں میں اور خط سابق نمبر ۸ وغیرہ میں تو آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی اصل ہے۔ مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر تو ان میں تبعاً و ضمناً ہے۔ رسالہ توضیح مرام و رسالہ فتح اسلام کو ایک دفعہ پھر دیکھ جایئے اگر بھول گئے ہیں۔.. اس کی مزید توضیح ہمارے خط نمبری ۱۷،۳ کے حواشی میں ہوگی۔ محمد حسین)۔ اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو پھر آپ نے سب کچھ ثابت کر دیا۔ غرض پہلے تحریر کرنا آپ کا حق ہے۔ اگر اب بھی آپ مانتے نہیں تو چند غیر قوموں کے آدمیوں کو منصف مقرر کر کے دیکھ لو (اس میں آپ یہ جتاتے ہیں کہ آپ کسی مسلمان سے حق گوئی کی امید نہیں رکھتے۔ تب ہی غیر مسلم ثالث کی منصفی تجویز کرتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کو و من یشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نولّه ما تولّی و نصله جهنم و ساء ت مصیراً سے ڈرنا مناسب ہے۔ محمد حسین) اور اخویم حکیم مولوی نور الدین صاحب کب آپ کے بلائے لاہور میں گئے تھے (یہ دعوی میں نے کب کیا ہے اور مناظرہ واقع ہونے کیلئے میرا بلانا کہاں شرط ہے۔ حافظ یوسف کے کہنے سے وہ آئے اور ان ہی کے کہنے سے وہ مناظرہ میں پھنس گئے۔ پھر ان کا بلا اطلاع خاکسار جانا فرار نہیں تو کیا ہے؟ محمد حسین) جنہوں نے بلایا انہوں نے مولوی صاحب موصوف سے اپنی پوری تسلی کرا لی اور آپ کے ان لغو اصولوں سے بیزاری ظاہر کی تو پھر اگر مولوی صاحب آپ سے اعراض نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟ اعراض کا نام آپ نے فرار رکھا۔ اس لئے خدا تعالی نے دست بدست آپ کو دکھا دیا کہ فرار کس سے ظہور میں آیا۔ یہ مولوی صاحب کی راست بازی کی کرامت ہے جس نے یہ مصرعہ سچا کر دیا: مرا خواندی و خود بدام آمدی

قولہ (یعنی قول محمد حسین): اگر آپ میری اس شرط کو قبول نہ کریں اور مباحثہ سے پہلے ازالہ اوہام نہ بھیج سکیں تو میں اس شرط کی تسلیم سے آپ کو بری کرتا ہوں بشرطیکہ پہلی تحریرات آپ کی ہوں اور بعد میں میری۔

اقول (یعنی قول مرزا): حضرت آپ ازالہ اوہام کے اکثر اوراق دیکھ چکے (محض دروغ ہے۔ ازالہ اوہام پچیس جز سے زیادہ بتایا جاتا ہے اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے اس کا ایک جزو بھی پورا منقول نہیں ہوا۔ پھر اکثر مقابل اقل کہاں صادق آیا۔ سبحان اللہ یہ دعوی تقدس اور یہ سفید جھوٹ اور دھوکہ دہی۔ محمد حسین)۔ اب مجھے کس شرط سے بری کرتے ہو۔ اور میں ابھی ثابت کر چکا ہوں کہ پہلے تحریر کرنا آپ کا ذمہ ہے۔ اب دیکھئے یہ آپ کا آخری ہتھیار بھی خطا گیا۔ عنقریب یہ آپ کا خط بھی بذریعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخبارات پبلک کے سامنے پیش کیا جاوے گا۔لوگ دیکھ لیں گے کہ آپ کی تحریرات میں کہاں تک راستی اور حق پسندی اورحق طلبی ہے۔

بالآخرایک مثال بھی سنیئے ۔زید ایک مفقود الخبر ہے۔جس کے گم ہونے پر مثلاً دوسو برس گذر گیا۔ خالد اور ولید کا اس کی حیات اور موت کی نسبت تنازع ہے اور خالد کو ایک خبر دینے والے نے خبر دی کہ درحقیقت زید فوت ہو گیا لیکن ولید اس خبر کا منکر ہے۔اب آپ کی کیا رائے ہے؟ بارثبوت کس کے ذمہ ہے؟ کیا خالد کو موافق اپنے دعوی کے زید کا مرجانا ثابت کرنا چاہیے یا ولید زید کا اس مدت تک زندہ رہنا ثابت کرے؟ کیا فتوی ہے؟ راقم خاکسار۔غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۲۰۔اپریل ۱۸۹۱ء

نوٹ اس مثال سے یہ غرض ہے کہ جس پر بارثبوت ہے اس کی طرف سے ثبوت دینے کے لئے پہلے تحریر کرنا چاہیے۔(اشاعۃ السنہ جلد۱۳ص ۵۹تا ۶۵ مع حواشی؛مکتوبات احمد۔ج۱۔ص ۳۲۶۔۳۲۹۔مکتوب نمبر۱۳۔بغیر حواشی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

اس خط کو مرزا صاحب اوران کے حواریوں نے ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ۲مئی ۱۸۹۱ء میں شائع کیا۔مگر خاکسار کے خط نمبری ۲۰۷ کوجس کا یہ خط جواب ہے،شائع ومشتہر نہ کیا۔شائد الہامیوں کو جائز ہو گا۔عام انصاف کا تو یہی قانون ہے کہ جس تحریر مخاطب کا جواب دیں اس کو بھی نقل کریں تاکہ ناظرین کو دونوں میں موازنہ وانصاف کا موقع ملے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ج۱۳ص ۶۵)

☆ شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے مرزا قادیانی کو لکھا:

(مکتوب نمبر ۲۲۵)لاہور ۲۲۔اپریل ۱۸۹۱ء۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب عافاہ اللہ وہداہ۔سلام علی من اتبع الھدی۔آپ کا خط ۲۰۔اپریل ۱۸۹۱ء میں نے مسرت سے پڑھا اوراس سے میں از بس ممنون ہوا۔آپکی اس قسم کی مجادلانہ ومعاندانہ اور مغالطہ آمیز تحریرات مجھے یہ یقین دلاتی جاتی ہیں کہ آپ اپنے دعاوی جدیدہ کے اظہار واشتہار میں خطاء اجتہادی نہیں کرتے ، بلکہ دیدہ دانستہ حق کا خلاف کرتے اور عمداً لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔اور یہ تاروپود جو ایک مدت سے آپ نے پھیلا رکھا ہے اس سے مقصود صرف نام آوری ودنیا طلبی ہے۔ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر مے طلبی۔حق گوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حق پژوہی آپ کا اصلی فرض اور اقصی غرض نہیں ہے لہذا آپ آئندہ بھی ایسی ہی تحریرات کے ارسال سے مجھے سرفراز فرمائیں گے تو میرے اس یقین کو اور بڑھائینگے اور مجھے اپنا ممنون بنائینگے۔ اس اجمال کی تفصیل میں اپنے رسالہ میں کرونگا انشاء اللہ تعالی۔ اس خط میں بطور تمثیل آپکے چند مغالطات معاندانہ کو ذکر کرتا ہوں۔

آپ لکھتے ہیں: میں آپ کے ان اصول کو محض لغو سمجھتا ہوں۔

اس میں اپنے عناد و جدال کو ایسا مبرھن کیا ہے کہ اس میں کسی اہل علم و طالب حق کیلئے مجال مقال نہیں رکھی۔ کوئی اہل علم جس کو حق طلبی سے ادنی تعلق ہو اور پابندی اسلام کا دعوی، ان اصول کو (۱۔ کتاب وسنت حجج اتفاقیہ ہیں۔ ۲۔ ظواہر نصوص سے بلا دلیل عدول کرنا جائز نہیں۔ ۳۔ محسوس نیچر، جس کو نیچری لوگ خدا کی قدرت کا قانون سمجھتے ہیں، واقعی خدا کی قدرت کا قانون ومعیار نہیں، ایسے ہی اور وہ اصول جو آپ کے حواری سے مجلس مباحثہ میں تسلیم کرائے گئے ہیں) لغو نہیں کہہ سکتا اور نہ امور متنازعہ فیہا سے بے تعلق یا غیر ضروری ٹھہرا سکتا ہے۔ ان اصولوں کو لغو اور ضرورت سے خارج کہنا اس شخص کا کام ہے جس کو حق اور اصول اسلام سے کام نہ ہو بلکہ اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کو دین قویم بنانا چاہتا ہو۔ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک مسلمان سے، جو عالم ہو اور آپکا مرید نہ ہو، اس دعوی کی تصدیق کرا دیں۔

آپ لکھتے ہیں: میں نے اپنا دعوی بیان کر دیا کہ میں مثیل المسیح ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت ابن مریم درحقیقت فوت ہو گئے ہیں، سو اس عاجز کا مثیل مسیح ہونا تو آپ امکانی طور پر مان چکے ہیں۔ رہا ابن مریم کا فوت ہونا، سو فوت ہونے کے دلائل لکھنا میرے پر فرض نہیں کیونکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا جو خدا تعالی کی سنت قدیمہ کے مخالف ہو بلکہ مسلسل طور پر حضرت آدم سے یہ طریق جاری ہے کہ جو پیدا ہوگا ایک دن مرے گا۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ اب میں آپ سے پہلے کیا لکھوں۔

اس میں آپ نے کئی وجہ سے حق کا خلاف کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا:

اول دھوکہ یہ دیا کہ خاکسار کو آپ نے اپنے مثیل مسیح ہونے کا قائل بنا دیا حالانکہ میں نے آپ کے مثیل مسیح ہونے کو امکانی طور پر بھی تسلیم نہیں کیا۔ صرف آپ کے بعض الہامات کا، جن میں مثیل مسیح ہونے کا الہام شامل نہیں ہے، امکان تسلیم کیا ہے (گو میں اب اس امکان کا بھی قائل نہیں رہا۔ آپ کی مجادلانہ ومعاندانہ تحریرات نے وہ امکان میرے خیال سے اٹھا دیا ہے۔ محمد حسین) آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو میرا وہ قول نقل کریں جس میں میں نے آپ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثیل مسیح ہونا امکانی طور پر مانا ہے۔

دوسرا دھوکہ یہ کہ صرف تسلیم امکان کو مثبت مدعا سمجھ لیا، حالانکہ کوئی عاقل صرف امکان سے وجود ثابت نہیں کرسکتا۔ مثلاً زید اگر یہ دعوی کرے کہ میں بادشاہ یا فلاسفر ہوں اور کوئی شخص اس کا امکان مان لے، تو اس سے اس کا بادشاہ یا فلاسفر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ اس تسلیم امکان کے سبب اپنے دعوی کے ثبوت سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

تیسرا دھوکہ یہ کہ ابن مریم کے فوت ہونے کا اعتقاد بحکم سنت اللہ اور بہ شہادت کتاب اللہ مسلّم ٹھہرا کر اس کو ثبوت سے مستغنی قرار دیا۔ اس سے اگر آپ کا یہ مقصود ہے کہ یہ اعتقاد صرف ہمارے نزدیک مسلّم ہے، گو اور مسلمانوں کے نزدیک مسلّم نہیں، تو ایسی حالت میں آپ اس دعوی کا ثبوت پیش کرنے سے بری نہیں ہو سکتے، کیونکہ آپ کا اعتقاد دوسرے مسلمانوں کا مسلّمہ نہیں ہے اور اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ تمام مسلمان اس اعتقاد کو مانتے ہیں تو یہ محض خلاف واقعہ ہے۔ صحابہ و تابعین اور ان کے اتباع سلف صالحین سے اس وقت تک کوئی مسلمان ایسا اعتقاد نہیں رکھتا۔ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک شخص کا سلف صالحین سے نام لیں جو یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ پھر اس انوکھے دعوی کے ثبوت میں دلائل پیش کرنا آپ کا فرض کیوں نہیں ہے؟ اور فن مناظرہ کی کون سی کتاب ہے جو آپ کو اس دعوی کے ثبوت پیش کرنے سے سبک دوش کرتی ہے؟ آپ سچے ہیں تو کم سے کم ایک کتاب کی شہادت پیش کریں۔ اپنے دعوی کا ثبوت پہلے پیش کرنے کی درخواست آپ سے اسی صورت میں ہوئی ہے کہ آپ اپنی ناجائز شروط کو (کہ تحریرات مباحثہ جانبین سے صرف دو ہی ہوں۔ پہلے ہماری طرف سے ہو پھر آپ کی طرف سے) قائم رکھیں۔ اب اگر آپ ان شروط فاسد کو واپس لیں اور منصب ادعاء چھوڑ کر سائل یا مانع بنیں تو میں اس دعوی کا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور وہ وجود عنصری کے ساتھ آسمان سے اتریں گے، ثبوت پیش کرنے کو تیار ہوں۔

چوتھا دھوکہ یہ کہ سنت اللہ اور آیت کتاب اللہ کو موت مسیح پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ سنت سے مراد آپ کی نیچر ہے اور اس تقریر سے آپ کا مسلمان کو یہ جتانا مدنظر ہے کہ ایک شخص کا اٹھارہ سو برس تک زندہ رہنا نیچر کے برخلاف ہے۔ لفظ نیچر آپ نے اسلئے نہیں کہا کہ آپ کا چھپا اعتقاد نیچریت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ اس تقریر میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے یہ دھوکہ بھی دیا ہے کہ خدا کی ایک سنت کو جو اموات میں جاری ہے آپ نے ظاہر کیا اور اس سنت کو جو اس نے مسیح کے زندہ رکھنے میں قائم کی ہے نظر انداز فرمایا۔ آیت کے ذکر میں بھی دھوکہ دیا ہے۔ اس آیت میں یہ بیان ہرگز نہیں کہ اس وقت تک جو پیدا ہوا وہ فوت ہو چکا۔ اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ ہر شخص کیلئے موت کا ہونا لازمی ہے، جو حضرت مسیح کو جب وہ دنیا میں آئیں گے، نیز شامل ہوگا۔

خط حال وسابق میں آپ لکھتے ہیں کہ: حکیم صاحب آپ کے بلانے سے کب لاہور میں آئے کہ پھر بلا اجازت جانے سے فراری متصور ہوئے اور آپکا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔

یہ تو میں نے بھی نہیں کہا کہ وہ میرے بلانے سے لاہور میں آئے۔ صرف اسی مضمون کا تار دیا تھا کہ وہ مجھ سے گفتگو شروع کر کے بھاگے۔ اگر میرا یہ بیان غلط ہے اور گفتگو میں میرا قدم ہی نہ تھا تو آپ کے راست باز ہونے میں کیا شک ہے۔ آپ سچے تو ہیں، ذرا اس پر قسم بھی کھالیں اور وہ آیت مباہلہ پڑھیں جو مولوی محمد اسماعیل ساکن علی گڈھ کے مقابلہ میں لکھ چکے ہیں۔ مرزا صاحب! آپ کی ایسی ہی باتوں نے، جو محض خلاف واقعہ ہیں، مجھ کو یقین دلایا ہے کہ آپ ملہم نہیں ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ: آدھی رات کو تار آیا تو بلا توقف آدمی روانہ کیا اور ازالہ اوہام کے اکثر اوراق آپ دیکھ چکے ہیں۔

ان فقرات میں ایک بھی سچا ہے تو اس پر قسم کھائیں اور جھوٹے کو لعنت سنائیں۔ فرمایئے تار کس وقت آپ کو ملا، اور آدمی کس وقت روانہ ہوا؟ اور ازالہ اوہام کے اوراق کس قدر ہیں؟ اور قول فصیح میں جو میں نے دیکھا ہے کس قدر اوراق منقول ہیں؟ اکثر یا اقل؟ کیا ملہمین یا صادق القول مومنین کی یہ شان ہے کہ ایسی خلاف واقع باتیں ان کے منہ سے نکلیں۔

اخیر میں جو آپ نے مثال لکھی ہے، اس میں بھی آپ دھوکہ دینے سے رک نہیں سکے۔ حضرت مسیح باتفاق اہل اسلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں ان کے وجود وحیات میں کسی قدیم مسلمان کا اختلاف نہیں صرف آپ بہ تقلید ملاحدہ یورپ جو مسیح کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد لیتے ہیں، یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی دوبارہ زندگی سے ان کے مقاصد کی زندگی مراد ہے۔ پھر یہ دعوی زندگی اس مفقود الخبر کی حیات کی نظیر کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس مثال میں آپ کئی صورت سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اول: مسیح علیہ السلام کا معلوم الوجود والحیات کو مفقود الخبر شخص کی نظیر قرار دینا۔ دوم۔ ان کی حیات کو جو متفق علیہ اہل اسلام ہے محل اختلاف قرار دینا۔ سوم۔ انکی موت کی تجویز کو ایک معمولی اور قابل تسلیم موت کی مانند ٹھہرانا۔ حضرت مسیح کی سچی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دس برس سے زندہ وموجود اور بحکم مشاہدہ مسلّم الحیاۃ چلا آیا ہے۔ اس کی نسبت ایک شخص نے خبر دی کہ پانچ برس ہوئے کہ وہ مر گیا ہے۔ اس شخص کا دعوی ان لوگوں کے سامنے جو دس برس سے اس کو زندہ دیکھتے چلے آئے ہیں لائق سماعت نہیں اور اس شخص کا فرض ہے کہ اس کی موت کو بدلائل ثابت کرے جن سے ان لوگوں کی رویت ومشاہدہ کی غلطی ثابت ہو۔

یہ تو آپ کے جدال وعناد کا ثبوت اور مخالطات کا جواب ہے۔ اب میں اپنے خط نمبری ۲۰۷ کی اس بات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا اور اس کا جواب چاہتا ہوں جس سے آپ نے چشم پوشی کی ہے۔ آپ میرے تار کے مضمون کو غور سے پڑھیں اور اس مباحثہ کو جس کے سلسلہ میں تار دیا گیا ہے پورا کریں اور اپنے حواری کو واپس بھیجیں یا خود تشریف لا کر اس کا اتمام کریں۔ نئی شروط فاسدہ پیش کر کے نیا مباحثہ قائم نہ کریں۔ شروط فاسدہ کی تسلیم وتحقق محال ہے اور ایسی شروط والے مباحثہ کا وجود بھی ناممکن ہے۔ آپ کی ان شروط کو پیش کرنے سے لوگ یقیناً جان لیں گے کہ درحقیقت آپ کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آپ ان شروط کو پیش کرتے اور ان کی آڑ میں مباحثہ سے جان بچاتے ہیں۔ آپکا ناصح ابوسعید محمد حسین۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۶۵ تا ۷۰)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں: اس خط کا مرزا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور ہمارے خطاب وجواب سے سکوت اختیار کیا جس سے عام نظروں میں آپ کا عجز وہزیمت کا الزام قائم ہو گیا۔

مگر اس سکوت پر آپ سے صبر نہ ہو سکا اور آپ نے

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند   از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند

در مبحثے کہ غیر خموشی علاج نیست   برہرزہ است تکیہ بچوں وچرا کنند

پر عمل نہ کیا اور اپنی جگہ اپنے حواریوں کو، جو برا نہ کہنے سے اندیشہ رکھتے ہیں، نہ برا سننے سے، کھڑا کر دیا اور اپنے خط نمبری ۸ کو مع اس کے جواب منجانب خاکسار نمبر ۲۲۵ کے ضمیمہ اخبار پنجاب سیالکوٹ ۲۵۔ اپریل میں چھپوایا۔ اور اس پر اڈیٹر کی قلم سے خوب نمک مرچ چھڑکوایا۔ اس پر خاکسار نے مرزا صاحب کے نام رقیمہ ذیل لکھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (نمبر۱۴۹) لاہور۲۶۔اپریل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔جناب مرزا غلام احمد صاحب عا فاہ اللہ و هداه ۔سلام علی من اتبع الھدی ۔

ا۔میرے خط نمبری ۲۲۵ مورخہ ۲۲۔اپریل ۱۸۹۱ء کا جواب دیجئے۔منتظر ہوں۔

۲۔آج ضمیمہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ مطبوعہ ۲۵۔اپریل میری نظر سے گذرا۔اس میں آپ کا خط مورخہ ۱۶۔اپریل ۱۸۹۱ء منقول ہے اوراس پر اعتماد کر کے آپ کے وکیل اڈیٹر نے یہ لکھا ہے کہ:مولوی محمد حسین صاحب کو اگر اپنی بات پر اس قدر اصرار ہے تو وہ اس مضمون کی حافظ محمد یوسف، منشی امیر الدین، منشی عبدالحق، منشی الٰہی بخش،اور مرزا امان اللہ کی دستخطی تحریر شائع کریں کہ مولوی نورالدین ان سے شکست کھا کر بھاگ گئے

میں اس کے جواب میں آپ کے وکیل اڈیٹر کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ آئندہ ان کو یا کسی اور نئے وکیل کو کسی امر میں مخاطب کرونگا۔انشاء اللہ تعالی ۔صرف آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں اور انہی حضرات کی شہادت پر آپ کے دعوی کی بنا اور آپ کے وکیل کا اعتماد ہے تو آپ ہی ان حضرات میں سے تین شخصوں حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش اور منشی عبدالحق سے میرے سوالات ذیل کا حلفی جواب لے کر ارسال کریں ۔اسی سے مقدمہ شکست و ہزیمت کا فیصلہ ہوسکتا ہے ۔اگر ان حضرات ثلاثہ نے بالاتفاق میرے سوالوں کا جواب اثبات (لفظ ہاں یا نعم) سے دیا تو میں آپ کے بیان کو صحیح مان لوں گا اور اپنے دعوی شکست دہی سے دست بردار ہو جاؤ نگا۔

ا۔حکیم نورالدین صاحب نے رخصت کی رات جو تقریر درباب وفات مسیح کی تھی ،اس تقریر میں اول سے آخر تک یہ تینوں صاحب موجود تھے۔

۲۔اس تقریر کے اختتام پر ان تینوں صاحبوں نے حکیم (نورالدین) صاحب کا شکریہ ادا کیا اور یہ کہا تھا کہ ہماری من کل الوجوہ تسلی ہوگئی ہے۔اور اب ہمارے دل میں کوئی شبہ واعتراض باقی نہیں رہا۔

۳۔ان تینوں صاحبوں کا اب یہ اعتقاد ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں بذات خود تشریف نہیں لائیں گے جیسا کہ تم مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔اور موعود مسیح جن کے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے آپ ہی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ان سوالات کے جواب کے ساتھ آپ حافظ محمد یوسف کے اس خط کی نقل بھی ارسال فرماویں جس کا ذکر آپ کے خط ۱۶۔اپریل (۱۸۹۱ء) میں ہے اور اس کا مضمون آپ نے یہ نقل کیا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن اس جگہ آئے ہوئے ہیں ہم نے ان کو دو تین روز کے لئے ٹھہرا لیا ہے تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات اپنے آپ سے دور کرالیں اور اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین کو بھی بلالیں گے۔ابوسعید محمد حسین

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۷۱۔۷۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں: اس کے جواب میں آپ نے پھر وہی سکوت اختیار کیا اور ہماری کسی بات کا جواب نہ دیا۔مہربانی فرما کر لکھا، تو اس مضمون کا کارڈ لکھا جس سے جواب خط سے انکار اور آئندہ کے لئے گفتگو سے اعراض وفرار پایا جاتا ہے۔وہ یہ ہے:

☆ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛ (نمبر ۱۰)۔مجی اخویم مولوی صاحب سلمہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ پہنچا۔اس عاجز کو کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوتی جس کا جواب لکھا جائے۔اس عاجز کے دعوی کی بناء الہام پر تھی مگر آپ ثابت کرتے کہ قرآن اور حدیث اس دعوی کے مخالف ہے اور پھر یہ عاجز آپ کے ان دلائل کو اپنی تحریر سے توڑ نہ سکتا تو آپ تمام حاضرین کے نزدیک سچے ہو جاتے اور بقول آپ کے میں اس الہام سے توبہ کرتا۔لیکن خدا جانے آپ کو کیا فکر تھی جو آپ نے اس راہ راست کو منظور نہ کیا خیر اب ازالہ اوہام کا رد لکھنا شروع کیجئے۔لوگ خود دیکھ لیں گے۔والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(مکتوبات احمد۔جلد اول۔ص ۳۳۰؛ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے مکتوبات کے مرتب نے لکھا ہے:

اس کارڈ کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں خط وکتابت کو گونہ بند کر دیا تھا۔اس لئے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف آتے نہ تھے۔آپ نے اتمام حجت کے لئے اشتہار ۳ مئی میں علماء لدھیانہ کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن کو بھی مخاطب فرمایا۔مولوی محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا، اسلئے جو خطوط اس موقعہ پر مرزا صاحب نے لکھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں بھی درج سلسلہ کرتا ہوں۔ (مکتوبات احمد۔ج ا۔ص ۳۴۰)

اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اس خط (نمبر ۱۰) کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس کارڈ کے ذریعہ ہم سے تو آپ نے پیچھا چھوڑایا اور سلسلہ مباحثہ و مراسلہ کو بزعم خود قطع کیا۔ مگراز آنجا کہ جدال ...آپ کی طینت میں کوٹ کوٹ کر بھر رہا ہے لہذا اس قطع و تفصی (خلاصی) پر آپ سے صبر نہ ہو سکا اور نچلا نہ بیٹھا گیا اور بقول اسد:

چھیڑ خوبوں سے چلی جائے　　　گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

لودہانہ کے علماء سے آپ نے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو چندروز کا مشغلہ سمجھ کر اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں ان کو مدعو مباحثہ کیا (یہ وہی اشتہار ہے جس کی شروط کا خلاصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ محمد حسین، اور اسے ہم متفرقات میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)۔ اس میں میرے دوست مولوی محمد حسن رئیس لدھانہ کو بھی مخاطب کیا۔ ان کے خطاب میں بدقسمتی سے آپ کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا کہ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل مقرر کردیں۔ ہر چند یہ اشتہار آپ نے میرے پاس نہ بھجوایا بلکہ تمام لاہور والوں میں صرف اس کا ایک قطعہ پہونچا اور کانفی ڈنشل (مخفی)(confidential) رہا۔ مگر آخر حاجی محمد دین کے ذریعہ سے وہ اشتہار خاکسار کی نظر سے بھی گذر گیا جس پر یہ شعر عاجز کے خیال میں آیا۔

دیدار می نمائی و پرہیز مے کنی　　　بازار خویش و آتش ما تیز مے کنی

اس اشتہار نے اس شعر کے مطابق خاکسار کے نائرہ اشتیاق مباحثہ کو جو مرزا جی کے خط نمبری ۱۰ سے وہ دب گیا تھا مشتعل کر دیا اور اس وقت مجھے وہ سفر ہندوستان جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے نیز درپیش تھا بناء علیہ خاکسار نے مولوی محمد حسن صاحب کے نام رقعہ مندرجہ ذیل تحریر کیا۔

☆　(خط نمبر ۳۲۳)۔ لاہور ۸۔ مئی ۱۸۹۱ء۔ مجی مولوی محمد حسن صاحب۔ السلام علیکم

آج میں نے مرزا کا آخری اشتہار دیکھا (یہ اشتہار متفرقات کے حصے میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)۔ اس میں آپ کو لکھا ہے کہ چاہو تو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو وکیل بنا کر پیش کرو۔ اور اس کے ساتھ ایسی شرطیں بھی لگا دی ہیں جو جلد وقوع میں نہ آئیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان کو (مرزا جی کو) اس مضمون کا رقعہ لکھیں کہ ۹ مئی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صباح کو ابوسعید محمد حسین بارادہ پٹیالہ، لودہانہ پہنچیں گے۔ آپ ان سے بات چیت کر سکیں گے تو آپ میرے مکان پر تشریف لے آویں۔ آپ نہ آسکیں تو ہم ان کو آپ کے مکان پر لے آویں گے اور اس مجلس میں جس کو آپ چاہیں شامل کر لیں اور شروط کو جن کا تحقق سر دست دشوار ہے پیش نہ کریں وہ اس امر کو منظور کریں تو بندہ گفتگو کے لئے حاضر ہے۔ ابوسعید محمد حسین۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں کہ اس خط کے لودھانہ پہنچ جانے کے بعد خاکسار بھی ۹ مئی کی صبح کو لدھیانہ پہنچ گیا اور جاتے ہی مولوی محمد حسنؒ لدھیانوی کو مرزا جی کے پاس بطور سفارت بھجوایا۔ اور انہی کی طرف رقعہ مندرجہ ذیل لکھوا کر ان کے ہاتھ میں دیا (خاکسار نے اپنی طرف سے اسلئے نہ لکھا کہ مرزا جی خاکسار سے سلسلہ مراسلت ومخاطبت قطع کر چکے تھے۔ محمد حسین) اور یہ کہہ دیا کہ آپکی سفارت کے جواب میں جو کچھ مرزا صاحب کہیں وہ تحریر میں لاویں، زبانی کوئی پیام وکلام مسموع نہ ہوگا۔ وہ رقعہ چونکہ خاکسار ہی نے لکھوایا تھا لہذا اپنے رجسٹر خطوط کا نمبر اس پر لگایا اور جو خط اس کے جواب میں مرزا کا آیا اس پر بھی انکے سلسلہ خطوط کا نمبر لگایا گیا۔ وہ خط یہ ہے:

☆ لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ (نمبر ۳۶۹)۔ بخدمت شریف مرزا صاحب۔

بعد سلام مسنون کے گزارش ہے کہ آپ نے اشتہار مطبوعہ ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں مجھے مخاطب فرمایا ہے کہ آپ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین کو بحث کے لئے وکیل کریں۔ بناء علیہ میں مکلّف ہوں کہ جناب مولوی ابوسعید محمد حسین حسب اتفاق وارد لدھیانہ ہیں جو آج ہی ۱۱ بجے کی ٹرین میں پٹیالہ تشریف لے جائیں گے۔ آپ اس وقت ان سے مباحثہ کرنا چاہیں تو میرے مکان پر تشریف لاویں اور ان سے گفتگو کریں اور باقی شروط کو جو متعلق انتظام ہیں آپ جانے دیں کیونکہ اپنے مکان پر انتظام کا ذمہ دار میں خود ہوں۔ مگر یہ واضح رہے کہ جناب مولوی صاحب گفتگو سے پہلے چند اصول آپ سے تسلیم کرائیں گے جناب کو بھی اختیار ہے جو اصول چاہیں ان سے تسلیم کرالیں۔ اور متنازعہ فیہ آپ کا یہ دعوی ہوگا کہ مسیح جس کے آنے کی احادیث میں خبر ہے وہ آپ ہیں۔ خاکسار محمد حسن۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳۔ ص ۷۴۔ ۷۵)

☆ مرزا قادیانی نے جواباً محمد حسن لدھیانویؒ کو لکھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخدومی ومکرمی مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہ عاجز بسر وچشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔اصول پیش کرنے کو بھی مانتا ہوں (اب تمہید اصول کو آپ مان گئے حالانکہ ایک سابقہ خط میں اس کو لغو قرار دے چکے تھے۔یہ تسلیم صحیح اور دل سے ہے تو انکار سابق سے آپ کا عناد اور استخفاف اصول اسلام ثابت ہوتا ہے۔اور اگر وہ انکار صحیح اور دل سے تھا تو اس تسلیم سے آپ پر التزام لغو کا الزام قائم ہوتا ہے۔محمد حسین)۔چند سوال آپ کی طرف سے، چند سوال میری طرف سے ہوں اور امر مبحوث عنہ وفات یا حیات مسیح ہوگا۔کیونکہ اس عاجز کا دعوی اسی بنا پر ہے (الہام وفات مسیح کے مبنی اور اصل ہونے کے معنی در بطن قائل ہیں۔اصل ومبنی ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ دعوی مسیح موعود ہونے کا اس الہام وفات مسیح سے نکالا گیا ہے تو یہ محض بناوٹ ہے ۔آپ کو صرف وفات مسیح کا الہام ہوتا اور اس الہام سے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی نکالتے تو آپ یہ بات کہہ سکتے تھے۔اور جس حالت میں ان دونوں امر کی نسبت آپ الہام کے مدعی ہیں، اور یہ دونوں امراز قسم اخبار ہیں، جن میں ایک پسین گوئی دوسرا پیشین گوئی، نہ از قسم انشاء، امر یا نہی، تو امر دوم کا امر اول پر مبنی اور اول کا اصل اور دوم کا فرع ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔یہ تو دونوں جداگانہ اور مستقل الہام ہیں جن میں سے ایک میں ایک امر گزشتہ کے وقوع کی خبر دی گئی ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، دوسرے میں امر آئندہ کی نسبت خبر ہے کہ آنے والا مسیح جس کی خبر احادیث میں وارد ہے، تو (یعنی مرزا) ہے۔یا ایک زمانہ کے بعد ہوگا، جب مسلمان تجھے تسلیم کرلیں گے، جن میں نفیاً واثباتاً تلازم نہیں ہے۔کیونکہ اگر حضرت مسیح بن مریم کی وفات ثابت ومسلّم ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر مسیح موعود آپ ہیں۔کیوں جائز نہیں کہ درصورت وفات مسیح ابن مریم، مسیح موعود کوئی اور ہو۔ اس صورت میں آپ کو مسیح موعود ہونے کیلئے دلائل قائم کرنے پڑیں گے۔صرف وفات مسیح سے آپ اپنا مسیح ہونا ثابت نہ کرسکیں گے۔اور اگر مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کا یہ الہام کہ آنے والے مسیح آپ ہیں، غلط ہو۔اس صورت میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں تو رہیں وہ کسی اور کام کیلئے ہونگے۔جس مسیح کے نزول کا احادیث صحاح ستہ میں ذکر ہے اور ان کے عالی شان کارناموں، قطع صلیب، وضع جزیہ، قتل خنازیر وغیرہ، کا ان احادیث میں بیان ہے اس سے میں ہی مراد ہوں۔آپ یہ بات نہ بھی کہیں تو کوئی اور نیچری آپ کا حواری یہ بات کہہ سکتا ہے و بناء علیہ صرف حیات مسیح کے ثبوت سے اس دعوی کا، آپ کریں یا کوئی اور نیچری، ابطال نہیں ہوسکتا بلکہ اس دعوی کے ابطال کے لئے دلائل پیش کرنے کی حاجت رہتی ہے۔اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ان دونوں الہامات اور دعاوی میں نفیاً واثباتاً تلازم نہیں ہے۔اور ایک دوسرے کی فرع نہیں ہوسکتا مگر اس بات کے سمجھنے کیلئے علوم عقلیہ میں مداخلت بکار ہے۔صرف جعلی اور خیالی الہاموں کے زور سے یہ سمجھ میں نہیں آسکتے ۔اور اگر الہام وفات مسیح کے اصل ومبنی ہونے سے یہ مراد ہے کہ الہام وفات الہام مسیح موعود ہونے کی شرط ہے جیسا کہ آپ کے خط نمبر ۱۲ میں آپ کے قلم سے نکل گیا ہے تو اس پر اس خط کے حواشی میں بحث ہوگی انشاء اللہ۔محمد حسین)۔جب یہ بناء ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعوی خود ٹوٹ جاوے گا، اصل امر وہی ہے۔

اس وقت بارہ بجے تک مجھے بباعث بعض نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔بہتر ہے کہ آنمکرم عید کے بعد یعنی شنبہ کے دن کو بحث کے لئے مقرر کریں تا فرصت اور فراغت سے ہر یک شخص حاضر ہو سکے (کیوں حضرت! یہ گریز نہیں، کنارہ کشی نہیں، فرار نہیں، ہزیمت نہیں، تو اور کیا ہے؟ اور اس کام سے بڑھ کر اہم اور ضروری کون سا کام آپ کو اس دن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش آ گیا تھا؟ مسیح ہو جانے، اور اس کا ثبوت پیش کرنے سے بڑھ کر کوئی کام آپ کے لئے تھا تو آپ اس کو بیان کریں تا کہ ناظرین کو آپکے اس عذر کا محض حیلہ و بہانہ نہ ہونا ثابت ہو۔ بعد عید، شنبہ کا دن آپ نے اس لئے مقرر کرانا چاہا تھا کہ آپ کو یہ علم ہو چکا تھا کہ ہمارا مناظر، یہ خاکسار، پٹیالہ کو تیار ہے اور وہ شنبہ تک لدھیانہ میں رہ نہیں سکتا۔ محمد حسین)۔ خاکسار غلام احمد۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد۔ ج ا ص ۳۳۱؛ ماہنامہ اشاعۃ السنہ خط کا نمبر ۱۱ ص ۷۵۔۷۶، جلد ۱۳)

☆ جواباً شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مولوی محمد حسنؒ سے لکھوایا:

لودہانہ۔ ۹ مئی ۱۸۹۱ء (نمبر ۳۷۰)۔ جناب مکرم مرزا صاحب۔

بعد سلام مسنون گزارش ہے۔ آپ کے اشتہار میں دونوں دعوی ہیں۔ مسیح کے فوت ہونے کا دعوی، اور آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا دعوی ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، پھر حضرت ابن مریم کے فوت ہونے میں۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوی کر چکے ہیں تو اب دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ بیان اشتہار کے مطابق دونوں دعاوی میں بحث کرنے کو مستعدر ہیں اور ہماری اس تجویز کو، کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو، منظور کر لیں کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپ کے جس دعوی پر چاہیں بحث کریں۔ ہاں آپ اپنے دوسرے دعوی سے دست بردار ہو جائیں اور اس امر کو بذریعہ تحریر ظاہر کریں تو ہم آپ کے اسی اول دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔ مورخہ ۹ مئی ۱۸۹۱ء۔ احقر محمد حسن عفا اللہ عنہ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ صفحہ ۷۸)

☆ جواباً مرزا قادیانی نے محمد حسن لدھیانویؒ کو لکھا:

مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصلی امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے کیونکہ الہام یہ ہے کہ: مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے (تذکرہ اڈیشن چہارم۔ ص ۱۴۸) (مولانا بٹالویؒ لکھتے ہیں: یہ الہام ابھی گھڑا گیا ہے۔ اس سے پہلے تحریروں میں اس کا نام ونشان نہیں۔ اصل الہام یہ ہوتا تو فتح اسلام، توضیح مرام، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی مشتہرہ پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء، اور آپ کے جملہ خطوط اسی خاکسار میں اسکا ذکر کیا جاتا۔ ان تحریرات میں تو پہلا اور اصل الہام یہی بیان کیا گیا ہے کہ: آنیوالا، یا موعود مسیح، میں ہوں۔ وفات حضرت مسیح کا ذکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو منجملہ تحریرات مذکورہ بعض تحریرات میں اس کے بعد ضمناً وتبعاً ہوا ہے اور بعض میں اس سے تعرض ہی نہیں ۔ چنانچہ حاشیہ خط نمبری ۱۷۴ میں یہ نقل عبارت سامی ثابت کیا جائے گا۔ یہ الہام اصل تھا تو ان تحریرات میں اس کو اصل واول کیوں قرار نہیں دیا گیا۔ کہیں اس کو اصل قرار دیا گیا ہے تو بتائیں کس تحریر میں؟ اور کب؟ حضرت! یہ من گھڑت الہام مشت بعداز جنگ کا نمونہ ہے۔ آپ نے ہم پر ناحق یہ الزام لگایا تھا۔ خدا تعالی نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے دیا کہ آپ نے دعوی مسیحائی اور اسکے دلائل سابقہ کو مشتہر کرنے کے ایک مدت کے سکوت کے بعد یہ ایک نیا ہتھیار اٹھایا جس میں آپ کا وار خطا گیا۔ ہم نے اس کے مقابلہ میں یہ بات ثابت کر دکھائی کہ یہ اصل الہام نہیں ہے۔ من گھڑت ہے۔ محمد حسین) **سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ اب ظاہر ہے اور ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح کا زندہ ہونا ثابت کر دیں گے تو جیسا کہ پہلا فقرہ الہام کا اس سے باطل ہو گا ایسا ہی دوسرا فقرہ بھی باطل ہو جائے گا کیونکہ خدا تعالی نے میرے دعوی کی شرط صحت مسیح کا فوت ہونا بیان فرمایا ہے** (یہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کا یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں، ابھی گھڑا گیا ہے اور اگر ہم اس من گھڑت کو الہام فرض کریں اور خدا کی طرف سے مان لیں تو بھی اس سے وفات مسیح کا شرط اور آپ کے دعوی یا الہام مسیح موعود ہونے کا مشروط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس الہام میں کوئی ایسا حرف شرط مذکور نہیں ہے اور نہ مقدر ہو سکتا ہے جس سے یہ شرطیت ثابت ہو اور اگر ترتیب عبارت سے اور خبر وفات مسیح کے اولاً پیشگوئی مسیح موعود ہونے ثانیاً مذکور ہونے سے یہ شرطیت نکالی گئی ہے تو محض بے خبری و ناواقفی پر مبنی ہے۔ ترتیب ذکری سے مذکور اول کا شرط اور مذکور دوم کا مشروط ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اور حرف، اور، یا، واو، عاطفہ اس ترتیب کے مثبت نہیں ہوتے۔ کسی اہل علم سے پوچھ لیں اگر اس بات کو سمجھ نہ سکیں۔ اس شرطیت کو ثابت کرنے کے لئے اور الہام ہے تو اس کو پیش کریں مگر یاد رکھیں کہ جو من گھڑت الہام اس شرطیت کے ثبوت میں پیش کریں گے اس سے ہم بحول اللہ وقوتہ شرطیت ثابت نہ ہونے دیں گے آپ جو مثال چاہیں پیش کر کے دیکھ لیں۔ یہ ہماری لیاقت کا اثر نہیں بلکہ آپ ہی کے ان الہامات کی کرامت ہے۔ آپ کے دونوں الہام اس قسم سے ہیں کہ ان میں ایک کا دوسرے کے لئے شرط ہونا بحکم عقل ممکن نہیں اور کوئی عاقل سلیم الحواس اول کو دوسرے کے لئے شرط نہیں ٹھہرا سکتا۔ اس کی وجہ صاف اور صریح یہ ہے کہ شرط، جس سے کسی امر کے وقوع کو مشروط کیا جائے، کا متکلم یا مخاطب کے نزدیک شکی ہونا ضروری ہے۔ اور جو امر یقیناً واقع اور موجود ہو اس کے وجود سے کسی واقعی امر کو مشروط و معلق نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ کا وہ الہام جس کو آپ نے پہلا الہام قرار دیا ہے ایک ایسے امر کے متعلق ہے جو اس الہام کی رو سے یقیناً واقع اور متحقق ہو چکا ہے اور اس کے وقوع اور وجود میں اس الہام کے ملہم، بزعم جناب خدا تعالی، اور اس کے مخاطب، خود بدولت، کو شک نہیں ہے، لہذا اس امر واقعی اور متحقق الوقوع سے دوسرے الہام کو جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کی پیش گوئی ہے مشروط و معلق کرنا اور مثلاً یوں کہہ دینا، کہ اگر مسیح فوت ہو چکے ہیں تو پھر مسیح موعود تو ہے یا ہو جائیگا، جب مسلمانوں میں تسلیم کیا جائے گا، جائز نہیں ہے اور کسی عاقل سلیم الحواس سے اس کا صدور ممکن نہیں۔ کوئی عاقل سلیم الحواس آفتاب کے نصف النہار کو پہنچنے کے وقت، اگر مخاطب و متکلم دونوں شپر چشم نہ ہوں اور آفتاب کی رؤیت و وجود میں شک نہ رکھتے ہوں، یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر آفتاب نکلا ہے تو فلاں امر واقع ہے یا ہو جائے گا۔ کوئی ایسا کہے تو اس کو مالیخولیا یا... ہسٹیریا میں مبتلا سمجھا جائے گا۔ آپ علوم عقلیہ کو مری ہوئی کیڑی کی مانند جانتے ہیں چنانچہ فتح اسلام کے صفحہ ۳۳ میں لکھ چکے ہیں، وبناء علیہ ان علوم سے واقف نہیں تو کیا کتب نحو میں بھی نظر نہیں رکھتے یا بھول گئے ہیں۔ محمد حسین) **اور بحکم اذا فات الشرط فات المشروط مسیح کی زندگی کے ثبوت سے دوسرا دعوی میرا خود ہی ٹوٹ جائے گا۔ ماسوا اس کے میرے دعوی مثیل مسیح میں کسی پر جبر و اکراہ تو**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ خواہ نخواہ اس کو قبول کرو۔ صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس پر مسیح بن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو جائے پھر وہ خدا تعالی سے ڈر کر میری صحبت میں رہ کر میرے دعوی کی آزمائش کرے (فتح اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کو آپ نے جبراً قبول کرانا چاہا اور اس سے انکار کرنے والوں کو خوب ڈرایا دھمکایا ہے۔ چنانچہ اس کے صفحہ ۱۰ میں آپ اپنا مسیح موعود ہونا بیان کر کے صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں: پس ہر ایک (اس میں آپ نے یہ قید نہیں لگائی کہ جس پر حضرت مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہو) کو چاہیے کہ اس سے (یعنی آپ کے مسیح موعود ہونے سے) انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا سے لڑنے والا نہ ٹھہرے۔ دنیا کے لوگ جو تاریک اور اپنے پرانے خیالات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا تعالی اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔،، اسی سلسلہ میں اور اسی دعوی مسیحائی کے بعد آپ صفحہ ۵۷۔۵۸ میں اسی رسالہ کے لکھتے ہیں: جو مجھے چھوڑتا ہے، وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اسکو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔،، مگر اس مقام میں آپ لوگوں کو اپنے مسیح ہونے کی تسلیم و عدم تسلیم میں آزادی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: میں اپنے مسیح موعود ہونے کے تسلیم و قبول پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ صرف یہ کہتا ہوں کہ جس پر مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ثابت ہو وہ میری صحبت اختیار کر کے میرے دعوی مسیح موعود ہونے کی آزمائش کرے۔، جو تخویف و ترہیب فتح الاسلام کے بالکل مخالف ہے۔ اب اگر اس آزادی کو دل سے سمجھا جائے تو وہ دھمکی فتح الاسلام کی لغو بلکہ کذب ٹھہرتی ہے اور اگر وہ دھمکی دل سے ہے اور کچھ صحت و اصلیت رکھتی ہے تو یہ آزادی صرف دھوکہ دہی ہے۔ بہر حال وہ دھمکی اور یہ آزادی دونوں صحیح نہیں ہو سکتیں۔ اور دونوں میں سے ایک ضرور آپ کے صدق مقال اور استقامت حال کو بٹہ لگاتی ہے۔ ہاں اگر آپ ایک میں غلطی یا خطا کا اقبال کر لیں تو اس الزام سے آپ بری ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ آپ سے نہ کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو گا کیونکہ اس سے آپ کے خیال باطل و ادعا عاطل، قطعیت الہامات، کو بٹہ لگتا ہے۔ اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا اور نہ ہو گا کہ آپ کی اس قسم کے مغالطات پر خاموش رہیں اور آپ کے دھوکے لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔ محمد حسین۔ ص ۸۲۔۸۳۔ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ ج ۱۳ حاشیہ) اب ظاہر ہے کہ پھر وفات و حیات پر قرعہ پڑا (یہ تب ہوتا جب آپ کا مسیح موعود ہونا الہام وفات مسیح سے مستنبط ہوتا یا وہ اس کے فرع اور یہ اس کی شرط ہو سکتا۔ ان باتوں کا بطلان حواشی سابق میں ظاہر ہو چکا ہے۔ محمد حسین)۔ بہر حال یہی امر حقیقی اور طبعی طور پر مبحوث عنہ اور متنازعہ فیہ ٹھہرتا ہے (ایسا تھا تو پہلے تحریرات میں کیوں اس کو مبحوث عنہ قرار نہ دیا۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید)۔

ماسوا اس کے آپ کی غرض دوسری بحث سے، جو آپ کے دل میں ہے وہ اس بحث سے بھی بخوبی حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ میں اقرار کرتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ اگر آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الہی سے ثابت کر دیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا اور الہام کو شیطانی القاء سمجھ لونگا اور توبہ کرونگا (توبہ تو آپ مدت کی کر چکے ہیں اور بنا بر بیان حافظ محمد یوسف اس دعوی مسیح موعود ہونے پر خلوت میں پچھتاتے اور افسوس ظاہر کر چکے ہیں مگر برطبق:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاد مرا گفتی کہ تو توبہ مکن　　من کنم دل نکند من چہ کنم

آپ کا دل نہیں مانتا کہ اس توبہ کا اظہار و عام اشتہار دیں۔ کیونکہ اس میں کساد بازاری متصور ہے اور دکان بند ہوتی ہے۔ یہی سوچ کر آپ اپنے خط نمبری ۳ و نمبری ۵ میں فرما چکے ہیں کہ یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کرسکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے۔ پھر اس مقام میں اس علم واعتقاد سے توبہ کرنے کا وعدہ فقرہ بازی اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہوا؟ محمد حسین)۔اب حضرت! اس سے زیادہ کیا کہوں۔ خدا تعالی آپ کے دل کو آپ سمجھاوے۔

مکرر یہ کہ اول قرآن کریم کی رو سے دیکھا جائے گا کہ کس کس آیت کو آپ حضرت مسیح ابن مریم کے زندہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور اگر بغیر کسی جرح قدح کے وہ ثبوت آپ کا مسلّم ٹھہرے گا تو بھلا پھر کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کر جائے۔ لیکن اگر قرآن شریف سے آپ ثابت نہ کریں گے تو پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ بعد تحریری اقرار اس بات کے کہ قرآنی ثبوت پیش کرنے سے ہم عاجز ہیں اور احادیث صحیحہ غیر متعارضہ کو اس ثبوت کیلئے آپ پیش کریں (یہ قید آپ نے ان احادیث صحیحہ کی ردّ و انکار کے لئے لگائی ہے جن میں حضرت مسیح کے حلیہ میں کسی قدر لفظی اختلاف وظاہری تعارض پایا جاتا ہے جیسے ایک حدیث میں آپ کا رنگ گندم گوں ہونا مذکور ہے دوسری میں سرخ ہونا، مگر آپ کو یہ معلوم نہیں، اور کیونکر معلوم ہو جب آپ حدیث کے کوچہ سے آشنا نہیں، کہ یہ تعارض اٹھایا گیا ہے۔ اور گندم گوں ہونا اور سرخ رنگ ہونا باہم یوں متوافق ہو سکتے ہیں کہ گندم گونی سرخی کے ساتھ ہو، چنانچہ لاکھوں اشخاص ایسے نظر آتے ہیں کہ گندم گوں ہونے کے ساتھ سرخ رنگ بھی ہیں۔ آپ نے امام الآئمہ ابن خزیمہ کا یہ قول نہیں سنا کہ میں ایسی کوئی دو حدیثیں نہیں دیکھتا جو صحیح اسناد کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے مروی ہوں اور وہ آپس میں متعارض رہیں یعنی جمع نہ ہوسکیں۔ جس کے پاس ایسی دو حدیثیں ہوں وہ میرے پاس لائے۔ میں ان کو باہم متوافق کردوں۔ و قد روینا عن محمد بن اسحاق ابن خزمه الامام انه قال لا اعرف انه روی حدیثان عن النبی ﷺ حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عنده فیاتینی به لاالف بینهما۔ علوم الحدیث المشهور بمقدمہ ابن الصلاح) اور جب آپ ایسا ثبوت دے چکیں تو منصفین ترازوئے انصاف لے کر خود جانچ لیں گے کہ کس طرف پلہ ثبوت بھاری ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ راقم میرزا غلام احمد ۹ مئی ۱۸۹۱ء　(مکتوبات احمد۔ ج ا ص ۳۳۲؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۷۹۔۸۵)

☆ مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اسکا جواب خاکسار نے مولوی محمد حسن کی طرف سے لکھوایا:

(نمبر ۱۷/۳) لودہانہ۔ ۹ مئی۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ بعد از سلام مسنون گزارش ہے: ۱۔ آپ نے یہ الہام کسی رسالہ میں بایں الفاظ و ترتیب نقل نہیں کیا۔ کہیں منقول ہے تو بتایئے۔ ۲۔ اس الہام کے الفاظ سے اگر اس کو تسلیم کرلیا جاوے تو نہ شرطیت ثابت ہے، نہ دونوں الہاموں کا تلازم۔ ۳۔ آپ نے جملہ تحریرات و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتہارات میں یہ دونوں مستقل دعوی کئے ہیں (اپنے رسالہ فتح الاسلام میں جو آپ کے دعوی کا مفتح ہے چار صفحات، نمبر۱۰، ۱۵، ۱۷، ۲۳، میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے۔ان چاروں صفحات میں کہیں آپ نے یہ دعوی نہیں کیا، جس کو اب اصل دعوی بتایا جاتا ہے، کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔اس رسالہ میں صرف ایک اور جگہ، ص ۳۵، میں حضرت مسیح کے فوت ہونے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور مستقل دعوی بلکہ اس اجنبی بیان کے ضمن میں کہ لوگ میرے ساتھ باستہزاء پیش آویں تو کوئی افسوس کا مقام نہیں کیونکہ مجھ سے پہلے نبیوں سے بھی ٹھٹھا ہوا ہے۔اور اس کی تنظیر میں ذکر ہوا اور یہ کہا گیا ہے کہ ایک دفعہ اس کو اپنے زعم میں صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا مگر چونکہ ہڈی نہیں توڑی گئی تھی اس لئے وہ ایک خوش اعتقاد اور نیک آدمی کی حمایت سے بچ گیا اور بقیہ ایام زندگی بسر کر کے آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔اور اس سے پہلے صفحہ ۱۰ میں بھی ایک تمثیل کے ضمن میں کہا گیا ہے کہ مسیح کی روح ہیرودیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیف کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ روح بلا جسم اٹھائی گئی یا معہ جسم اور نہ اس میں اور بیان صفحہ ۲۵ میں کہیں یہ تصریح ہے کہ ان دو مقاموں میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ الہام ہے یا الہام مسیح موعود ہونے کی شرط یا اس کا مبنی واصل ہے۔ان دو مقاموں کے سوا سر رسالہ میں حضرت مسیح کی موت کا کہیں ضمنی اور تبعی و تمثیلی ذکر بھی نہیں ہے۔اور آپ کے دوسرے رسالہ توضیح مرام میں ایک جگہ بصفحہ ۸ حضرت مسیح کے فوت ہو جانے کا ذکر ہے سو بھی نہ بطور بیان الہام اور نہ بطور دعوی بلکہ دعوی عدم نزول حضرت مسیح ابن مریم کے ثبوت پر ایک دلیل کے ضمن میں بیان ہوا ہے چنانچہ پہلے بصفحہ ۷ عیسائیوں پر ان کے قرارداد اور ان کے اعتقاد کے مطابق یہ الزام قائم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بہشت میں داخل ہو چکے ہیں اور جو بہشت میں داخل ہوتا ہے وہ پھر اس سے خارج نہیں ہوتا۔پھر بصفحہ ۸ لکھا ہے کہ قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بہ تصریح کہیں ذکر نہیں ہے لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے اور مقدس بندوں کے لئے وفات پانا اور بہشت میں داخل ہونا ایک ہی حکم میں ہے۔۔اور اس کے مقابل دعوی مسیح ہونے کو بالاستقلال بیان کیا اور اس کو الہام قرار دیا ہے چنانچہ شروع رسالہ میں بصفحہ ا پر لکھا ہے: اور نیز یہ بھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے درحقیقت مسیح ابن مریم کا نزول مراد نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہے جسکا مصداق حسب الہام واعلام الٰہی یہی عاجز ہے۔۔ان دونوں مقام کے بیان کو ادنی توجہ وانصاف کے ساتھ دیکھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا اصل اور پہلا اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح دعوی عدم نزول حضرت مسیح کی دلیل کا ایک جزو یا مقدمہ ہے وبس۔اور آپ کی تیسری تحریر، جواب مباہلہ صوفی عبدالحق غزنوی جو پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۲۸ فروری ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی ہے، میں بھی اصل اور پہلا الہام اسی دعوی مسیح موعود ہونے کو قرار دیا گیا ہے۔اور دعوی وفات مسیح کو اس الہام کے بعد بیان کیا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں: یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی والہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے اور یہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔سو میں الہام کی بنا پر اپنے تئیں وہ موعود مسیح سمجھتا ہوں جس کو دوسرے غلط فہمی کی وجہ سے مسیح موعود کہتے ہیں...لیکن میرے پر کھول دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی فوت ہو چکا ہے۔۔اور اپنی چوتھی تحریر، اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں اور پانچویں تحریر، اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء میں گو دعوی وفات حضرت مسیح کو آپ نے اولاً، اور دعوی مسیح موعود ہونے کو ثانیاً ذکر کیا ہے مگر اس ذکر و بیان میں ایسا کوئی لفظ یا حرف آپ کی قلم سے نہیں نکلا جس سے دعوی اول کا اصل یا شرط ہونا اور دعوی دوم کا فرع یا مشروط ہونا ثابت ہو، بلکہ ان دونوں تحریروں میں یہ دونوں دعوے آپ نے مستقل طور پر کئے ہیں۔اور دونوں کی نسبت الہام ہونے کا دعوی آپ کی کلام میں موجود ہے۔اور آپ کے جملہ خطوط میں جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ میں شائع ہوئے ہیں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر و نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ بلکہ ہمارے اس استفہام انکاری کے مقابلہ میں کہ کیا آپ مسیح موعود ہیں؟ آپکا یہی دعوی واقرار مستمر رہا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔اپنے خط نمبر اول میں آپ نے یہ مجمل اقرار کیا ہے۔اور خط نمبری ۶ میں آپ نے یہ فرمایا ہے: مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والانہیں۔،اور آپ کے خط نمبر ۸ و ۹ میں جو نمبر ۳ جلد ۱۳ میں منقول ہیں، گووفات حضرت مسیح کا ذکر بھی ہوا ہے مگراس کو بھی آپ نے اصل اور پہلا دعوی قرار نہیں دیا۔ بلکہ پہلا دعوی آپ کا وہی مسیحائی ہے۔اور دعوی وفات مسیح دوسرا دعوی جو علاوہ یا ضمیمہ جس کو بلفظ نیز،اور،ساتھ ہی اس کے،شروع کیا ہے،ہے۔خط نمبر ۸ میں آپ یہ کہتے ہیں: میں مثیل مسیح ہوں اور نیز حضرت مسیح بن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔،اور خط نمبر ۹ میں لکھتے ہیں؛ میں مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی کہتا ہوں کہ حضرت مسیح بن مریم درحقیقت فوت ہو چکے ہیں۔،آپ کی ان تصریحات وعبارات کو جن کا خلاف پہلے کہیں نہیں پایا گیا۔احمق سے احمق اور بلید سے بلید، بشرطیکہ وہ کچھ انصاف وایمان رکھتا ہواور آپ کی حبّ میں اندھا نہ ہو گیا ہو، سمجھ سکتا ہے کہ دعوی مسیحائی آپ کا پہلا اور اصل اور مستقل دعوی ہے اور دعوی وفات مسیح اصل اور اول دعوی نہیں ہے۔اور جو الہام اس مقام میں گھڑ لیا اور اس کو اصل قرار دیا ہے، تحریرات سابقہ میں اس کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔محمد حسین)

بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی آپ کا پہلا دعوی ہے۔اب آپ اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں تو صاف الفاظ سے کہیں کہ ہم نے اس دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے۔اس اقرار کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ اولاً آپ دعوی وفات مسیح کو دلائل سے ثابت کریں۔پھر ہم اس دعوی میں کلام کریں گے انشاءاللہ۔خاکسار محمد حسن (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۱۳۔ص ۸۵ تا ۸۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ:

اس خط کا جواب دینے سے مرزا صاحب نے صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں بار بار کیا لکھوں۔اور ایک ہی بات کا اعادہ کہاں تک کروں۔اور ۹ مئی سے ۲۷ مئی تک ہمارے جواب وخطاب سے سکوت کیا جس سے اکثر احباب اولی الالباب فریقین کو یقین ہو گیا کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوی مسیحائی سے گریز،اور ادعاء مباحثہ سے فرار اختیار کیا لہذا آئندہ مباحثہ موقوف ہوا۔آخر جب بعض احباب سکنائے ریاست پٹیالہ نے آپ کے پاس پہونچ کر اس گریز وفرار کے سبب آپ کو منفعل کر کے مباحثہ پر مجبور کیا تو آپ نے کرہاًو جبراً پھر مباحثہ پر اپنے آپ کو آمادہ کیا۔اور ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن صاحب رئیس لودہانہ کے نام ایک خط لکھا جس میں دعوی مسیحائی میں مباحثہ کرنے کو منظور کیا۔مگر اس میں بھی ایک راستہ گریز کا رکھ لیا اور یہ تحریر کر دیا کہ درمیانی شروط کا تصفیہ مباحثہ سے ایک روز پیشتر ہوگا۔اور اپنی مراسلت ماقبل ۲۷ مئی کو اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۳۰ مئی ۱۸۹۱ء کے ضمیمہ میں چھپوا دیا اور اس میں ایک تو دیانت وامانت کا کام کیا کہ ہمارے آخری خط نمبری ۱۷ ۔۳ کو نہ چھپوایا۔دوسرا تہذیب وروحانیت کا کام کیا کہ اڈیٹر اخبار سے خوب تبرا کہلایا اور آئندہ کی مخالفت پر زیادہ تبرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے کا ڈر سنایا۔

ہر چند آپ کے دو دفعہ کے فرار (پہلی دفعہ آپ نے خط نمبری ۱۰ میں فرار اختیار کیا، دوسری دفعہ ہمارے خط نمبر ۱۷۳ کے جواب میں اعراض فرما کر اور حامل رقعہ کو یہ کہہ کر کہ ایک ہی بات کا میں کہاں تک اعادہ کروں۔ محمد حسین) اور تین ہی دفعہ کی تبرابازی (پہلی دفعہ اشتہار ۲۶ مارچ میں، دوسری دفعہ رسالہ قول فصیح میں، دیکھو اس کا صفحہ ۳ و ۵ وغیرہ۔ تیسری دفعہ ضمیمہ اخبار سیالکوٹ میں۔ محمد حسین) پر آپ اس امر کے مستحق نہ تھے کہ آپ کے دعوی مباحثہ کی اجابت کی جاتی یا کسی مضمون کی آپ سے خط و کتابت عمل میں آتی مگر صرف مسلمانوں کی نصیحت اور ہدایت اور آپ کے مغالطات سے ان کی صیانت کی نیت سے آپ کی دعوت مباحثہ کو قبول کیا گیا۔ اور ۲۹ مئی کو خط متضمن منظوری مولوی محمد حسن کے نام لکھا گیا۔ اور اس میں آپ کے گریز کا راستہ بھی بند کر دیا گیا۔ اور یہ معروض ہوا کہ جو شرائط اب مباحثہ سے ایک دن پہلے طے کرنا چاہتے ہیں وہ آپ سے طے کر لیں ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کسی شرط کی نامنظوری کے عذر سے پھر فرار وقوع میں آوے

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳ ص ۸۹۔۹۰)

☆ وہ خط مرزا صاحب اسمی مولوی محمد حسن لدھیانوی کا یہ ہے:

مخدومی مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس عاجز کی گذارش یہ ہے کہ اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جاتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص ملحد اور دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔ میں نے اول نرمی سے یہ عرض کیا تھا (محض دروغ ہے۔ سچے ہو تو بتاؤ کس خط میں، کس تحریر میں؟ محمد حسین) کہ میرا مسیح ہونے کا دعوی مبنی بر الہام ہے اور جو امور محض الہام پر مبنی ہوں وہ زیر بحث نہیں آسکتے بلکہ خدا تعالی ان کی سچائی آپ ظاہر کرتا ہے۔ ہاں! مسیح کی وفات و حیات کا مسئلہ گو میرے الہام کا اصل الاصول ہے (مطلبش دربطن قائل) مگر بباعث ایک شرعی امر ہونے کے زیر بحث آسکتا ہے اور اگر مسیح کی زندگی ثابت ہو جائے تو میرا دعوی مؤخر الذکر خود ہی ٹوٹ جاتا ہے (بالکل غلط اور مغالطہ ہے۔ محمد حسین) لیکن یہ عرض میری منظور نہیں کی گئی اور اصل حقیقت کو محرف کر کے منشی سعد اللہ صاحب نے جو چاہا چھپوا دیا اور لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ اور میرے پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ لیلۃ القدر سے منکر ہیں اور اس کے خلافِ اجماع معنی کرتے ہیں۔ اور یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ ملائکہ کے وجود کے منکر ہیں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملائکہ کو صرف قوتیں سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سارے الزام محض بہتان ہیں (جو کچھ محبی منشی سعد اللہ نے لکھا ہے آپ کی کلام میں موجود ہے۔ پھر دعوی بہتان سراسر طوفان نہیں تو کیا ہے۔محمد حسین)۔ یہ عاجز اسی طرح ان سب باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو قال اللہ وقال الرسول سے ثابت ہیں اور سلف صالحین کا گروہ ان کو مانتا ہے (محض کذب وصریح مغالطہ ہے۔سلف صالحین سے ایک شخص بھی آپ کے مخترعات کا قائل نہیں۔محمد حسین) سو اس وقت مجھے خیال ہے کہ میرا ہر حال میں خدا ناصر ہے (نہیں نہیں، آپ کے مخترعات کا خدا ناصر نہیں ہے وہ اپنے دین کا ناصر ہے۔محمد حسین)۔ مجھے ہر طرح سے اتمام حجت کرنا چاہیے۔ لہذا مکلّف ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب کی یہ درخواست بھی منظور کی کہ مسیح موعود میں بحث کی جائے (آنچہ دانا کند کند ناداں، لیک بعد از خرابی بسیار۔محمد حسین) مگر بحث تحریری ہوگی اور تحریر میں کسی دوسرے کا ہرگز دخل نہیں ہوگا کیونکہ اب میں ایک مہجور کی طرح آدمی ہوں۔ میرے ہاتھوں کی طرح کسی دوسرے کے ہاتھ یہ کام نہیں کریں گے۔ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے ہاتھ سے لکھیں اور میں اپنے ہاتھ سے لکھوں گا۔ درمیانی شرائط کا تصفیہ بحث سے ایک دن پہلے ہو جائے لیکن بحث سے دس روز پہلے مجھے خبر ملنی چاہیے تاکہ لوگ جو شکوک شبہات میں غرق ہو گئے ہیں ان کو بذریعہ خطوط واشتہارات میں بلالوں اور تا اس بحث سے ایک عام نفع مترتب ہو اور ہر روز کا جھگڑا طے ہو جائے۔ آپ پر یہ فرض ہے کہ آپ براہ مہربانی آج مولوی محمد حسین صاحب کو اطلاع دے دیں اور بحث سے دس دن پہلے مجھے بھی مطلع فرما دیں۔ والسلام۔ خاکسار غلام احمد۔ ۲۷ مئی ۱۸۹۱ء۔

(مکتوبات احمد۔ ج ۱، ص ۳۳۳۔۳۳۴ مکتوب نمبر ۱۷؛ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ ص ۹۱۔۹۳ مکتوب نمبر ۱۳)

☆ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا جواب خاکسار نے محبی مولوی محمد حسن سے لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کے خط مورخہ ۲۷ مئی (۱۸۹۱ء) سے جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو اطلاع دی گئی۔ مباحثے کیلئے آپ جو تاریخ مقرر کریں گے اس پر مولوی صاحب کو تیار سمجھیں۔ لیکن شرائط کیلئے جو آپ نے لکھا ہے کہ، درمیانی شرائط کا تصفیہ ایک دن پہلے ہو جائے، وہ اس کو منظور نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ شرائط کا تصفیہ بھی پہلے ہو جانا چاہیے اور ابھی بذریعہ تحریر شرائط کو ٹھیک کر لینا چاہیے۔ اسلئے گزارش ہے کہ:

۱۔ میرے مکان پر بحث ہو۔ اپنے مکان پر انتظام کا میں خود ذمہ ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔تحریر طرفین اپنے اپنے ہاتھ سے کریں یا کوئی نویسندہ مقرر کریں اس میں اختیار ہے۔

۳۔اپنا دعوی مع دلائل پیش کریں، اور اس پر جانب ثانی جو جواب دینا چاہیں دیں۔

۴۔ختم بحث وکلام کیلئے کوئی حاضرین سے منصف ہو جائے کسی کی منصفی منظور نہ ہو تو جو فریق چاہے کلام قطع کر دے اور منصفی کو ناظرین پر چھوڑ دے۔

آپ جو شرائط اور مناسب سمجھیں، اس سے اطلاع دیں یا ان میں کوئی تغیر وتبدل چاہیں تو لکھیں۔

۵ جون ۱۸۹۱ء۔خاکسار محمد حسن عفا اللہ عنہ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ص ۹۴۔۹۵)

☆ مرزا قادیانی نے جواباً محمد حسن لدھیانوی ؒ کو لکھا:

مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عنایت نامہ پہنچا۔شرائط مندرجہ ذیل ہونی چاہییں۔

۱۔جلسہ بحث آپ کے مکان پر ہو اور امن قائم رکھنے کے لئے تمام انتظامات آپ کے ذمہ ہوگا۔ یہ بات قریب یقین کے ہے کہ چھ سات ہزار آدمی تک اس جلسہ میں جمع ہو جاویں گے۔ایسا مکان تجویز کرنا آپ ہی کے ذمہ ہوگا۔میرے نزدیک یہ بات نہایت ضروری ہوگی کہ کوئی یورپئین افسر اس جلسے میں ضرور تشریف رکھتے ہوں کیونکہ اس طرف چند آدمی اور دوسری طرف صدہا آدمی ہوں گے اور اکثر بدزبان اور مکفر ہوں گے۔بغیر حاضری کسی یورپئین کے ہرگز انتظام نہیں ہوسکتا لیکن اگر آپ کے نزدیک یورپئین افسر کی ضرورت نہیں تو اول مجھے اپنی دستخطی تحریر سے مطلع فرما دیجئے کہ میں کامل انتظام کروہ مفسد خیال لوگوں کا کرلونگا اور ان کا منہ بند رہے گا اور کسی یورپئین افسر کی کچھ ضرورت نہیں ہوگی۔اس صورت میں میں یہ شرط چھوڑ دونگا پھر اس تحریر کے بعد ہر ایک نتیجہ کے آپ ہی ذمہ دار ہوں گے۔

۲۔بحث تحریری ہو، ہر ایک فریق کے اپنے ہاتھ سے لکھے اور جو لکھنے سے عاجز ہو وہ اول یہ عذر ظاہر کرکے کہ میں لکھنے سے عاجز ہوں، دوسرے کو لکھا دیوے۔کیونکہ اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا اول درجے پر سند کے لائق ہوتا ہے اور دوسروں کی تحریریں اگرچہ تصدیق کی جائیں مگر پھر بھی اس درجے پر نہیں پہنچتیں کیونکہ ان میں تحریف کا تب کا عذر ہوسکتا ہے (بعد تصدیق وملاحظہ یہ عذر نا ممکن ہے۔محمد حسین)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ پرچے پانچ ہونے چاہییں۔ جو صاحب اول لکھے ایک زائد پرچہ ان کا حق ہے اور مولوی محمد حسین صاحب کو اختیار ہوگا چاہیں وہ پہلا پرچہ لکھنا منظور کر لیں یا اس عاجز کا لکھنا منظور رکھیں (یہ امر آپ نے اب منظور کیا۔ خط نمبری ۹ میں اس سے اصرار کے ساتھ انکار تھا۔ یہاں سے آپ کی وقعت رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ محمد حسین) جس طرح پسند کریں مجھے منظور ہے۔

۴۔ ہر ایک پرچہ فریقین کی، ایک ایک نقل بعد دستخط صاحب راقم فریق ثانی کو اسی وقت بلا توقف دی جاوے (جب تحریر کا دستخطی ہونا قرار پایا تو پھر شرط دستخط کے کیا معنی۔ آپ کی رائے کو ناظرین دیکھیں۔ محمد حسین) اور پھر جلسہ عام میں وہ پرچہ بآواز بلند سنا دیا جاوے۔

۵۔ اس بحث میں تقریراً یا تحریراً کسی تیسرے آدمی کا دخل نہ ہوگا۔ نہ تصریحاً، نہ اشارۃً، نہ کنایۃً۔ اور جلسہ بحث میں کسی کتاب سے مدد نہ لی جائے بلکہ جو کچھ فریقین کو زبانی یاد ہے وہ لکھا جاوے تاکہ تصنع اور تکلف کو اس میں دخل نہ ہو (یہ صرف بہانہ اور بناوٹی علت ہے۔ کتاب سے نقل پیش کرنے میں تکلف کیا ہے اور تصنع کیسا؟ منصفین انصاف کریں۔ محمد حسین)۔ لیکن اگر کوئی فریق یہ ظاہر کرے کہ میں بغیر کتابوں کے کچھ نہیں لکھ سکتا تو پہلے یہ تحریری اقرار اپنی عجز بیانی کا دے کر پھر اسے کتاب سے مدد لینے کا اختیار ہوگا۔

۶۔ اگر کوئی فریق بعض امور تمہیدی قبل از بحث پیش کرنا چاہے تو فریق ثانی کا بھی اختیار ہوگا کہ ایسے ہی تمہیدی امور وہ بھی پیش کرے (یہ بھی بعد از خرابی بسیار منظور ہوا۔ خط نمبر ۹ میں تو آپ اصول تمہیدی کو لغو کہہ چکے ہیں۔ آپ کی متانت اور استقلال رائے کو دیکھنا چاہیے۔ محمد حسین)۔ مگر دونوں کی طرف سے یہ تمہیدی امور ایک ایک پرچہ پر تحریری طور پر پیش ہونگے۔ ایسے پرچہ کی نسبت فریقین کو اختیار ہوگا کہ جو پہلے لکھ رکھا وہی پیش کر دے لیکن دوسری تمام تحریر روبرو جلسہ کے ہوگی۔ کوئی تحریر اپنے گھر سے لکھی ہوئی پیش نہیں کی جائے گی۔

۷۔ بحث صبح کے چھ بجے سے دن کے گیارہ بجے تک ہوگی اور اگر ایک جلسہ کافی نہ ہوگا تو پھر دوسرے جلسے میں اور اگر دوسرا بھی کافی نہ ہو تو تیسرے دن تک ہو سکتی ہے۔

۸۔ پرچوں کی تحریر کا وقت مساوی ہونا چاہیے۔

۹۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے ہمیں اطلاع ہونی چاہیے کیونکہ اس بحث کے دیکھنے کیلئے دور دور سے لوگ آنے والے ہیں۔

۱۰۔ بحث جلسہ عام میں ہوگی (یہ عبث تکرار ہے شرط اول میں عموم جلسہ آ گیا ہے۔ محمد حسین) اور یہ عاجز اپنے دوستوں کو اطلاع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے کے لئے ایک اشتہار چھاپ کر شائع کرے گا اور فریق ثانی کا اختیار ہوگا، چاہے وہ بھی اشتہار شائع کرے یا نہ کرے۔

۱۱۔حاضرین کی منصفی کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ ہوسکتی ہے بلکہ دونوں فریق کی تحریریں اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ سے پبلک کے سامنے رکھی جائیں گی۔تب عام طور پر خود انصاف کرلیں گے۔

راقم۔مرزا غلام احمد عفی عنہ از لودھیانہ محلّہ اقبال گنج۔۶ جون ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمد۔ج ۱ص ۳۳۵۔۳۳۶۔مکتوب نمبر ۱۸؛اشاعۃ السنہ ج ۱۳ص ۹۶ تا ۹۷ مکتوب نمبر ۱۴)

☆ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں نے مولوی محمد حسن لدھیانویؒ سے یہ جواب لکھوایا:

مکرمی جناب مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔خط مورخہ ۶ جون ۱۸۹۱ء میں جو شروط جناب نے پیش کی ہیں ان میں سے اکثر شروط فاسدہ ہیں (جن سے آپ کا مناظرہ سے گریز ثابت ہوتا ہے۔آپ کو مناظرہ منظور نہیں تو ٹٹی کی آڑ میں کیوں شکار کھیلتے ہیں صاف انکار کیوں نہیں کرتے۔محمد حسین)

آپ کی پہلی شرط کہ مکان چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو اور پھر ذمہ داری خاکسار کی طرف سے ہو، ناقابل قبول شرط ہے۔میں نے صرف اپنے مکان میں ذمہ داری کا وعدہ کیا ہے اور میرے مکان میں جس قدر آدمیوں کی گنجائش ہے جناب کو معلوم ہے۔پھر میں اس شرط کو کیونکر قبول کرسکتا ہوں۔آپ میری تحریر سابق کے خلاف یہ شرط بڑھاتے اور چھ سات ہزار کی جمعیت کا مکان تجویز کرنا چاہتے ہیں تو خود کریں اور خود ہی ذمہ دار امن اس اژدہام کے بنیں۔یورپئن افسر کو بلاویں یا پولیس سے کام لیں، اور اگر خاکسار کی ذمہ داری منظور خاطر سامی ہے تو آپ اس بے فائدہ اور عسیر الوقوع شرط کو جانے دیں اور صرف چند آدمی (جیسا کہ جناب خط میں لکھتے ہیں) ہمراہ لے کر خاکسار کے مکان پر آنا منظور فرماویں۔مگر پہلے ان آدمیوں کی فہرست مرتب کر کے میرے پاس بھیج دیں یا (اگر منظور نہ ہو) تو خاص ان کی طرف سے فساد وقوع میں نہ آنے کے آپ ذمہ دار ہوں۔ جانب ثانی کی جمعیت کا مجھے اختیار ہے، میں چاہوں اور مطمئن نہ ہوں تو ایک کو بھی اپنے مکان میں نہ آنے دوں، اور چاہوں تو چند معزز ذی وقار اشخاص کو جن کی طرف سے مطمئن ہوں آنے دوں۔اس صورت میں جناب کو اس مضمون کی دستاویز دے سکتا ہوں کہ اس جانب سے کوئی شخص شر وفساد نہ کریگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرط نمبر دوم میں جب کہ فریقین کی تحریرات کا پڑھا جانا اوران پر فریقین کے دستخطوں کا ثبت ہونا آپ نے تجویز کیا ہے،تو پھر تحریف کا امکان کہاں رہتا ہے۔ ومعہذا حسب درخواست آپ کی یہ شرط منظور ہے۔(یہ شرط بھی ایک گریز کا بہانہ تھا مگر ہم نے ڈھیل دینے کی غرض سے اس کو منظور کرلیا۔محمد حسین)

آپ کی تیسری اورساتویں شرط کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔اور کوئی اہل علم قبول نہ کرے گا (کیونکہ وہ صریح مغالطے پر مبنی ہیں اور گریز کا ایک بہانہ۔ایسی شروط کو وہ شخص پیش کرے گا جس کو مباحثہ منظور نہ ہوگا۔محمد حسین)۔ جناب من! ایسے مشکل مسائل کی بحث کا دو دو سوال و جواب میں اور محدود اوقات وایام میں طے ہونا عادتاً محال ہے۔مباحثہ سے مقصود تحقیق و اظہار حق ہے نہ مغالطہ۔ہمارے اور ہر ایک منصف طالب تحقیق کے نزدیک نہ ایام کی تعیین ہونی چاہیے نہ تعداد سوالات و جوابات۔ بلکہ جس قدر سوال و جواب فریقین چاہیں اور جس قدر ایام میں مباحثہ تمام ہو،کیا جاوے جب تک کوئی فریق کہنے سننے کی گنجائش پاوے کہتا سنتا جائے۔اور جب وہ دیکھے کہ فریق ثانی کج بحثی کرنے لگا ہے،جس کے جواب سے تعرض ضروری نہیں تو وہ اس وقت اپنی کلام کو قطع کردے اور انصاف کو سامعین و ناظرین پر چھوڑ دے۔

شرط پنجم میں جو آپ نے لکھا ہے کہ فریقین جو کچھ لکھیں زبانی یاد سے لکھیں،کتاب کی طرف رجوع نہ کریں، قابل قبول نہیں (یہ شرط آپ کے گریز پر روشن دلیل ہے۔آپ سے اس شرط کا ایفاء ممکن ہے کیونکہ آپ کا علم صرف خیالی ہے۔لہذا جو کچھ آپ کے خیال میں آتا ہے اس کو آپ تحریرات میں درج کردیتے ہیں اور کسی کتاب سے شہادت پیش نہیں کرتے۔چنانچہ آپکے رسائل فتح الاسلام وتوضیح المرام اس پر شاہد ہیں۔آپ کے مقابل اس امر کو جائز نہیں سمجھتے اور کوئی بات ایسی پیش کرنا نہیں چاہتے جس پر عبارت کتاب کی شہادت نہ ہو۔وہ اس شرط کو کیونکر پورا کرسکتے ہیں۔محمد حسین)۔مقابل اپنی تحریر میں کوئی ایسی بات لکھنا نہیں چاہتے جس میں ان کا سلف سے کوئی امام نہ ہو۔لہذا ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ہر ایک بات پر شہادت کتب پیش کریں اوران کتابوں کی عبارتیں نقل کریں۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ بجز قرآن مجید بڑی بڑی کتب حدیث وتفسیر وفقہ واصول کو اول سے آخر تک کوئی شخص برزبان یاد نہیں رکھتا۔پس وہ آپ کی اس شرط کو کیونکر منظور کریں۔آپ اس شرط پر اصرار کریں گے تو کافہ اہل علم کے نزدیک جو ثبوت دعوی کے لئے کتب سلف کی عبارات کی شہادت ضروری سمجھتے ہیں اور تحریری و تقریری مناظرات میں عبارتیں نقل کرتے چلے آئے ہیں، مصر علی خلاف الحق متصور ہونگے کیونکہ علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقول یعنی دین میں نقل بکار ہے نہ محض خیالی اور عقلی باتیں۔

آپ کی شرط ہشتم محض تحکم ہے۔ جناب من! یہ کسی یونیورسٹی کا امتحان نہیں کہ چند سوالات کیئے گئے اوران کیلئے وقت مقرر کیا جا ئے۔ مباحثہ اور مناظرہ میں ایک شخص مدعی ہوتو اس کو اثبات دعوی میں پرزور دلائل کیلئے اس قدر وقت بکار ہے کہ اسکے مقابل مانع کو جو صرف لا نسلم کہہ کر سکوت اختیار کر سکتا ہے اس وقت کا عشر عشیر بھی بکار نہیں اور دو مدعیوں میں سے بھی ممکن ہے کہ ایک کا دعوی تھوڑے ثبوت کا محتاج ہو اور دوسرے کا زیادہ ثبوت طلب ہو۔ بنظر انصاف دیکھیں گے تو خود بھی اس شرط کو ترک فرماویں گے۔

شرط یازدہم بھی خلاف انصاف ہے۔ مجلس مناظرہ میں اگر کوئی منصف نہ ہو تو کم از کم شروط مسلمہ کی پابندی کرانے والا کوئی حکم تو ضرور چاہیے۔... صرف آپ کی خاطر ہم اس شرط کو منظور کرتے ہیں۔

شروط فاسدہ کو جناب واپس لیں اور بجائے ان کے شرائط صحیحہ کو تسلیم کر لیں تو اس امر کو... خط اسمی جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ظاہر کریں اور وہ خط خاکسار کے پاس بھیج دیں۔ جس پر جناب مولوی صاحب تاریخ مناسب مقرر فرما کر میری معرفت جناب کو اطلاع دیں گے۔

۱۳ جون ۱۸۹۱ء لودہانہ خاکسار محمد حسن عفی اللہ عنہ)۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۱۳ صفحہ ۹۷۔۱۰۰)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ بتاتے ہیں کہ اس خط کا جو جواب مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن لدھانوی کو دیا ہے اس میں شرط اول کی ترمیم سے انکار کیا اور اپنی اسی شرط پر اصرار کا اظہار فرمایا۔ باقی شرائط کی ترمیمات کی نسبت سکوت اختیار کیا اور یہ بہانہ پیش کر دیا کہ باقی .... جس قدر اس عاجز سے کیں وہ آن مکرم سے نہیں بلکہ مولوی محمد حسین سے ہیں، ان کو منظور ہوں یا نا منظور ہوں وہ اپنی قلم سے اطلاع دیں اور جب تک وہ خود اطلاع..... (کاغذ کرم خوردہ ہونے وجہ سے اس صفحہ ۱۰۰، اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ اسلئے یہ نقل نامکمل ہے۔ بہاء)

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۳۔ ص ۱۰۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء

مابین شیخ الاسلامؒ و مرزا قادیانی

طویل خط و کتابت کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین جولائی ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں تحریری مباحثہ ہوا جو بارہ روز تک جاری رہا۔ اس مباحثہ کی تفصیلات مولانا بٹالویؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۴ تا ۳۲۶، اور جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۳ تا ۳۵۲ سے نقل کی جارہی ہیں اور ضرورت کے مطابق قادیانی مطبوعہ مباحثہ الحق لدھیانہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔ یہ روئداد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے متکلم کے صیغے میں بیان کی تھی، ہم نے متکلم کو غائب میں تبدیل کر کے اسے نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس مباحثے میں ایک شرط یہ تھی کہ مباحث، فریق ثانی یا محتسب فریق ثانی کے سامنے پرچے لکھیں۔ غائبانہ اور علیحدگی میں نہ لکھیں۔ اس شرط پر حضرت بٹالویؒ کی طرف سے پورا عمل ہوا۔ انہوں نے سب پرچے مرزا صاحب کے سامنے بیٹھ کر لکھے، اور جس وقت مرزا صاحب موجود نہ ہوئے، ان کے وکیل کے سامنے ایک جلسہ میں لکھ کر اس کے ہر ایک صفحہ پر اس کے دستخط کرائے گئے۔ مرزا صاحب نے اس شرط کو یوں توڑا کہ اپنے حرم سرا میں بیٹھ کر آخری پرچہ لکھا۔ جب اس پر حضرت بٹالویؒ نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے خط مورخہ یکم اگست ۱۸۹۱ء میں یہ عذر بدتر از گناہ کیا کہ آپ کے آدمی کو (جو تحریر وصول کرنے کے لئے ہماری رہائش گاہ پر آیا تھا) کہا گیا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جس طرح تمہاری مرضی ہو، لکھا جاوے، اس نے منظور کیا کہ میں باہر بیٹھتا ہوں آپ گھر میں بیٹھ کر لکھیں۔ حضرت بٹالوی ؒ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ خیال نہ کیا کہ جو معاہدہ ہم سے ہوا تھا، ہمارے قاصد کو اسے فسخ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا۔

اس مباحثہ کی شرائط میں یہ بھی شامل تھا کہ جب تک امور پیش شدہ کا تصفیہ نہ ہو، تحریرات فریقین جاری رہیں، اور فریقین اپنی اپنی تحریر کی نقل فریق مقابل کو دیں۔۔ مرزا صاحب نے اس شرط کا بھی خلاف کیا اور اپنی آخری تحریر کی نقل دینے سے انکار کیا اور مباحثہ کو بلا فیصلہ، ناتمام موقوف کیا۔

حضرت شیخ الاسلام بٹالوی ؒ بتاتے ہیں کہ پہلے تو مرزا صاحب نے سب کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ ہم نقل آپ کے پاس بھیج دیں گے اور جب دوسرے دن بذریعہ رقعہ نقل کا مطالبہ ہوا تو آپ نے اس عذر سے نقل دینے سے انکار کیا کہ تم نے شروط مقررہ کا جلسہ میں خلاف کیا تھا، اس لئے تمہارا اب یہ حق نہیں رہا کہ تم کو نقل دی جاوے، اور مرزا صاحب نے بحکم: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، یہ نہ سوچا کہ اگر بقول ان کے میں نے شروط کو توڑا تھا تو وہ پہلے دن سے توڑا، یا خاص آخری جلسہ میں وعدہ نقل دینے سے پہلے توڑا تھا، اور وعدہ اس کے بعد ہوا۔ پھر وہ وعدہ اس جرم متقدم سے کیونکر واجب الایفاء نہ رہا؟ نیز ازالہ اوہام کے صفحہ ۸۶۳ میں مرزا صاحب نے اس نقل نہ دینے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ جس حالت میں یہ عاجز بحث تمہیدی ختم کر چکا تھا تو پھر مولوی (محمد حسین) صاحب کو جواب تحریر کرنے کا کیوں موقع دیا جاتا؟ اگر وہ جواب تحریر کرتے تو پھر میری طرف سے بھی جواب الجواب چاہیے تھا۔ اس صورت سے یہ سلسلہ کب اور کیونکر ختم ہوتا؟ اس وجہ کے بیان کے وقت مرزا صاحب نے یہ بھی نہ سوچا کہ جب تک فریق مخالف اختتام منظور نہ کرتا، تمہیدی بحث کیسے ختم ہو سکتی تھی؟

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس نقل نہ دینے سے جو مرزا صاحب سے خلاف ورزی شرط مقررہ ہوئی، یہ ان کے خاص مریدوں پر بہت شاق گذری اور انہوں نے آپ کی مذمت بھی کی۔ اور سچ پوچھو تو میر عباس علی لدھیانوی (جو قادیانیت میں حکیم نورالدین کے بعد اعلیٰ ترین مقام و مرتبے کے حامل تھے) کا آپ سے الگ ہونا، اسی دن سے اور اسی خلاف ورزی کے سبب سے شروع ہوا تھا۔ اور آپ کے کئی معتقدوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اس نقل نہ دینے سے یہ امر کھل گیا کہ آپ اپنی اس تحریر (ہشتم) کے جواب سے ڈرتے ہیں، اور جواب الجواب دینے سے قاصر ہیں۔ اور اسی وجہ سے مباحثہ کو بند کر چکے ہیں۔

ایک وجہ مرزا صاحب کے معتقدین کے منحرف ہو جانے کی یہ ہوئی کہ انہوں نے اس مباحثہ کے بعد ایک جھوٹا بیان اخبار نور افشان لودہانہ ۳ ستمبر ۱۸۹۱ء میں اور پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ اخیر میں شائع کر دیا کہ مولوی محمد حسین اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لودہانہ سے شہر بدر کیے گئے۔ ڈپٹی دلاور علی شاہ صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لودہانہ، بحکم ڈپٹی کمشنر آپ کو ریل پر سوار کرا آئے، لیکن اس عاجز کی نسبت کوئی حکم صادر نہیں ہوا، بلکہ میری چٹھی کے جواب میں صاحب ڈپٹی کمشنر نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو بمتابعت قانون سرکاری، لودہانہ میں ٹھہرنے کے لئے وہی حقوق حاصل ہیں جیسا کہ دیگر رعایا تابع قانون سرکاری کو حاصل ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ کہتے ہیں کہ اس بیان میں مرزا قادیانی نے دو جھوٹ بولے:

ایک یہ کہ ابوسعید محمد حسین بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر، لودہانہ سے نکالے گئے اور ریل پر پہونچائے گئے،

دوسرا یہ کہ اس قسم کا حکم لودہانہ سے چلے جانے کا آپکی نسبت کوئی نہیں ہوا۔

دوسرا جھوٹ تو مرزا صاحب کے نام، ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی اسی چٹھی سے ثابت ہے جو جس کا ذکر اوپر ہوا ہے اور جس میں اس نے مرزا صاحب کو لدھیانہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی ہے۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ مرزا صاحب کو اخراج از لدھیانہ کا حکم نہ ہوا ہوتا تو وہ اپنی چٹھی میں اپنے والد کی خدمات ۱۸۵۷ء کا ذکر کر کے اپنے لئے قیام لودہانہ کی اجازت کیوں چاہتے؟

پہلا جھوٹ اس خط سے ثابت ہوتا ہے جو حضرت مولانا بٹالویؒ کے نام ڈپٹی کمشنر لودہانہ کی طرف سے بجواب ان کی چٹھی کے موصول ہوا، جس میں انہوں نے مضمون اخبار نور افشان دیکھ کر ان سے دریافت کیا تھا کہ آیا واقعی کوئی حکم ایسا میری نسبت ہوا ہے، اس سرکاری خط کی نقل یہ ہے:

مولوی محمد حسین کو بجواب ان کی درخواست مورخہ ۱۶، ماہ حال اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے سٹیشن تک نہیں پہونچائے گئے۔

اس خط کی وصولی کے بعد اڈیٹر نور افشان نے تو اس بیان قادیانی کی تکذیب کر دی۔ مگر قادیانی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے گروہ کو اپنی دروغ گوئی کا اعتراف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کہتے ہیں کہ مباحثہ کے پرچوں کو پڑھتے ہوئے درج ذیل امور کا ملحوظ خاطر رکھنا مناسب ہوگا۔

امر اول۔ یہاں مرزا قادیانی اور انکے اتباع کے خطاب میں کسی قدر سختی (مگر واجبی) سے کام لیا گیا ہے۔شاید یہ امر کچھ لوگوں کو پسند نہ ہو۔لیکن اگر وہ ہماری تحریرات متعلقہ قادیانی کی غرض واصول کو غور وتامل سے ملاحظہ فرمائیں گے اور اسلامی ہدایت و اغلظ علیهم کو نظر تدبر سے دیکھیں گے تو امید ہے کہ اس سختی پر معترض نہ ہونگے۔

مولانا بٹالویؒ کی غرض حسب ہدایت آیت مذکورہ یہ ہے کہ قادیانی کے عقائد ومقالات مستحدثہ سے (جو باتفاق علماء پنجاب وہندوستان کفر وضلالت قرار دیئے گئے ہیں اور ان عقائد ومقالات کی پیروی سے عوام وبعض ناواقف خواص کے مرتد ہوجانے کا اندیشہ ہے) ان عوام وخواص کو کفر وضلالت سے بچائیں۔اس غرض کو پورا کرنے اور اس ہدایت کی تعمیل کے لئے انہوں نے الفاظ مثل کفر وکافر وکذب وکذاب ودجالیت ودجال کا استعمال کرنا ناگزیر خیال کیا ہے۔اور بجائے ان الفاظ کے قادیانی کے عقائد باطلہ کی نسبت،غلط یا غیر صحیح یا خطاء وغیرہ الفاظ کا استعمال کرنا کافی نہیں سمجھا ہے ۔وہ کہتے ہیں کہ اگر عوام وخواص کو کفر وضلالت سے روکنے کے لئے،ہمارے الفاظ کے سوا اور الفاظ کو کافی سمجھا جائے تو ان الفاظ سے ہمیں بادلیل آگاہ کریں،ہم آئندہ انہیں الفاظ سے ان لوگوں کو مخاطب کیا کریں گے۔

جو لوگ قادیانی کے معتقد یا حامی ہو کر بے جا سختی کا اعتراض کریں،ان کی خدمت میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے گذارش کی تھی کہ وہ حضرات پہلے قادیانی کی کلام کو غور وانصاف سے ملاحظہ کریں،اس میں اگر ہمارے مستعملہ الفاظ سے نو حصہ زیادہ سخت الفاظ ہوں،تو ہم کو اس کے دسویں حصہ کے استعمال میں معذور رکھیں۔قادیانی تو مدعی روحانیت ونبوت اور ولایت عظمیٰ ہے۔وہ اس قسم کے الفاظ دس گنا استعمال کر چکا ہے،تو پھر وہ لوگ علماء ظاہر کے لئے ان کے دسواں حصہ کا استعمال کیوں روا نہ رکھیں؟

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے یہ بھی لکھا تھا کہ ان حضرات کو مرزا غلام احمد قادیانی کی کلام میں اس قسم کے الفاظ مستعمل ہونے سے انکار ہو تو وہ ہماری کلام میں جس لفظ کو زیادہ سخت سمجھیں اس کی نشان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہی کریں۔ہم اس لفظ کا قادیانی کی کلام میں اپنی کلام کی نسبت دس گنا زیادہ مستعمل ہونا ثابت کر دکھائیں گے ۔نیز وہ حضرات، مرزا قادیانی کے ازالہ اوہام صفحہ ۱۲ سے ۳۶ تک ملاحظہ کریں جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ واقعی امر کا نیک نیتی سے اظہار سخت گوئی خلاف تہذیب نہیں ہے۔اس مقام میں ازالہ اوہام کے چند فقرات نقل کئے جاتے ہیں:

پہلی نکتہ چینی۔اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہوکر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی بے ادبی کی اور پر دشنام تالیفات شائع کردیں.

.اما الجواب .... بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو، محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کا لازم حال ہوا کرتی ہے، دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔حالانکہ دشنام اور سبّ وشتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر ایک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کرسکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے، کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں، یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سبب سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں، بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔کیا خدا تعالی کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انتم و ما تعبدو ن حصب جهنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے۔کیا خدا تعالی کا قرآن شریف میں کفار کو شر البر یه قرار دینا اور تمام رزیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا، یہ معترض کے خیال کی رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا۔کیا خدا تعالی نے قرآن شریف میں و اغلظ علیهم نہیں فرمایا۔کیا مومنوں کی علامات میں اشداء علی الکفار نہیں کہا گیا۔کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سور اور کتے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لونبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلی درجہ کے عزت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے، ان کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرام زادے ہو، حرام کار ہو، شریر ہو، بدذات ہو، بے ایمان ہو، احمق ہو، ریاکار ہو، شیطان ہو، جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں؟

اس کے بعد (مرزا قادیانی نے) ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶ تک قرآن اور انجیل کے سخت الفاظ کی تفصیل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ سخت گوئی اور گالیاں نہیں، بلکہ حق گوئی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا بٹالوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس کلام کو دیکھ کر قادیانی کے حامی ہمارے ان الفاظ کو جو مرزا قادیانی کے حق میں علماء پنجاب و ہندوستان کے اتفاق و اجازت سے اور کمال نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں، ہرگز سخت گوئی، خلاف تہذیب نہ کہیں گے، بلکہ سراسر حق گوئی اور مسلمانوں کی خیر خواہی تسلیم کریں گے، اور ان کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے ان الفاظ کو جو ہمارے اور دیگر علماء کے حق میں وہ فیصلہ آسمانی اور دافع الوساوس و دیگر تصانیف میں شائع کر چکا ہے، فحش گالیاں قرار دیں گے۔ اور مرزا قادیانی کے اس اصول و بیان کو ازالہ اوہام کی حد جواز سے ان کو خارج تسلیم کریں گے۔

☆ امر دوم۔ مرزا قادیانی نے مباحثہ لدھیانہ چھپوایا تو اس کے اکثر پرچوں کو الٹ پلٹ کر دیا، سوال کچھ ہے اور اس کا جواب کچھ اور لگا دیا۔ ناظرین اس کے مطبوعہ مباحثہ کو ہماری تحریر سے مقابلہ کر کے ملاحظہ میں لائیں گے تو اس سے قادیانی کے دجال و کذاب ہونے کا یقین فرمائیں گے۔

تمہید ختم ہوئی اب مباحثہ کے پرچے ملاحظہ فرمائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی پہلی تحریر

میں آپ کے چند عقائد و خیالات پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس سے پہلے چند اصول کی تمہید ضروری ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں ان اصول کو پیش کروں۔ ۲۰۔ جولائی ۱۸۹۱ء۔ ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی تحریر

آپ کو اجازت ہے، بخوشی پیش کریں، لیکن اگر یہ عاجز مناسب سمجھے گا تو آپ سے بھی اصول تمہیدی دریافت کرے گا۔ ۲۰۔ جولائی۔ ۱۸۹۱ء۔ مرزا غلام احمد

(یہاں تو ان اصول کو پیش کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ خود بھی اس قسم کے اصول پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، مگر بعد از فرار و شکست یابی، ان اصول کو بے ہودہ ولایعنی کہا جاتا ہے۔ ناظرین اس سے ان حضرات کے صدق و انصاف کا اندازہ کریں۔ محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی دوسری تحریر

میرے ان اصول کو جن کو میں رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نمبر ایک جلد ۱۳ میں بیان کر چکا ہوں اور ان کو آپ کے حواری حکیم نور الدین نے تسلیم کیا ہے، آپ بھی تسلیم کرتے ہیں یا کسی اصول کی تسلیم میں عذر ہے؟

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری تحریر

مجھے ان اصولوں کی اطلاع نہیں۔ مجھے بتلائے جائیں، تب ان کی نسبت اطلاع دونگا۔

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ غلام احمد (قولہ اطلاع نہیں، یہ محض کذب ہے اور ممکن نہیں کہ مرزا صاحب نے ان اصول کو نہ دیکھا ہو۔ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱، ۲، ۳۔ جلد ۱۳ آپ کے پاس پہنچا اور وہ آپ کے جواب و خطاب میں ہے۔ پھر کیا امکان تھا کہ آپ رسالہ مذکور کو نہ دیکھتے۔ آپ نے اپنے خط مورخہ ۲۰ اپریل ۱۸۹۱ء میں میرے ان اصول کو لغو قرار دیا ہے، جس سے ثابت ہے کہ آپ کو ان پر اطلاع ہوئی ہے، ورنہ آپ ان کو لغو نہ کہتے۔ اور اگر اس کے جواب میں یہ کہیں کہ ہم نے قبل از اطلاع ان کو لغو کہا تھا، تو اس سے آپ کی ایمان داری اور راست شعاری کو بٹہ لگتا ہے کہ ایک امر کو قبل از علم، لغو کہہ دیا۔ محمد حسین)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کی تیسری تحریر

وہ اصول یہ ہیں۔ان میں سے جس اصول کی نسبت آپ کو تسلیم یا عدم تسلیم ظاہر کرنا ہو، آپ ظاہر کریں۔ چونکہ رسالہ چھپا ہوا ہے اس لئے ان اصول کے دوبارہ تحریر میں لانے کی حاجت نہیں۔آپ ایک ایک اصول پر یکے بعد دیگرے کلام کریں (رسالہ مذکور میں سے اصول پڑھ کر سنانا شروع کئے گئے تو مرزا صاحب نے رسالہ پڑھنے سے روک دیا اور کہا کہ رسالہ مجھے دیدیں میں خود ان اصول کو دیکھتا اور ان کی نسبت اپنی رائے لکھتا ہوں)۔

۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ابو سعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تیسری تحریر

کتاب اور سنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے، جس امر میں احادیث نبویہ کے معنے جو کئے جاتے ہیں، کتاب کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معنے بطور حجت شرعیہ قبول کئے جائیں گے (معنی حدیث سے سوال نہ تھا۔صرف صحت حدیث سے سوال تھا جو الفاظ سے متعلق ہے نہ معانی سے۔معانی ہمیشہ الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔جس حدیث کے الفاظ صحیح ہوں، اس کے معنے صحیح ہو سکتے ہیں اور وہ قرآن شریف کے موافق و مطابق کئے جا سکتے ہیں اور جس حدیث کے الفاظ غیر صحیح ہوں، اس کے معنی باوجودکہ بجائے خود صحیح و مطابق قرآن ہوں، قابل اعتبار نہیں ہوتے۔اور وہ اپنے الفاظ کے تابع ہو کر غیر صحیح و نا قابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔لہذا ہر ایک منصف و طالب حق کا فرض ہے کہ جب وہ کسی حدیث سے تمسک کرنا چاہے، تب پہلے اس کی صحت الفاظ کی تحقیق کرے۔پھر اس کے معانی کی طرف رجوع کرے، جو بصورت صحت الفاظ صحیح و موافق قرآن ہو سکتے ہیں۔مرزا قادیانی نے جو بحث صحت الفاظ کو چھوڑ کر پہلے ہی سے صحت معانی کی طرف رجوع کیا ہے تو اس سے اس کا مقصود احقاق حق نہیں ہے، بلکہ بحث سے خروج اور احقاق حق سے گریز اس کا مقصود ہے۔ناظرین اسی ایک امر کو توجہ سے ملاحظہ کریں گے تو اس سے مرزا قادیانی کے خروج از بحث وشکست و فرار کا یقین کریں گے انشاء اللہ تعالی۔جو لوگ قادیانی کے اس جواب کو، جس سے بڑھ کر اس نے تمام مباحثہ میں ہمارے اصل سوال کا جواب نہیں دیا، ہمارے سوال کا کافی جواب سمجھتے ہیں، وہ اس منصفانہ اصول کو پیش نظر رکھیں تو یقین کریں کہ قادیانی نے ہمارے سوال کا شروع مباحثہ سے اخیر تک جواب نہیں دیا۔ ہمارا سوال صحت الفاظ حدیث سے ہے۔مرزا قادیانی کا جواب صحت معانی کے متعلق ہے۔ونیز اس کا جواب ایک شرطی جواب ہے کہ اگر کسی حدیث کے معنی قرآن کے موافق پائیں گے تو اس کو صحیح سمجھیں گے ورنہ موضوع قرار دیں گے۔ اور ہمارا مطلوب قطعی جواب ہے جو اگر اور مگر سے ادا نہیں ہوتا۔ اور وہ یہ تصریح چاہتا ہے کہ بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی احادیث، خواہ ان کو اس شرطی اصول روایت مجوزہ قادیانی سے پرکھا جائے یا اصول روایت محدثین سے، سب کے سب صحیح ہیں یا نہیں ہیں۔اور یہ جواب مرزا قادیانی کی کلام میں اول سے آخر تک صاف و صریح طور پر نہیں پایا جاتا بلکہ جابجا اس کے بیان سے گریز و فرار و خروج از بحث پایا جاتا ہے۔جس کی یہ پہلی دفعہ ہے۔محمد حسین) لیکن جو معنے نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقع ہوں گے، ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معنے کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بین کے موافق و مطابق ہوں اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت سے ہم اس کی تاویل پر قادر نہیں ہوسکیں گے، تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے۔ (موضوع قرار دینے کی تجویز کو آپ آئندہ جوابات میں خاص کر صحیح بخاری و مسلم کی نسبت بھی ظاہر کر چکے ہیں۔ ناظرین مرزا صاحب کے اقوال اور ہمارے نوٹوں کو توجہ سے دیکھتے جائیں۔ پھر انصاف سے کہیں کہ آپ بخاری و مسلم کی جملہ احادیث کو صحیح جانتے یا نہیں؟ اور آپ کا اقرار اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء کہ میں صحیحین کو بسر و چشم مانتا ہوں اور بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں، دل سے ہرگز نہیں کیا گیا۔ محمد حسین) کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فبای حدیث بعدالله و آیاته یومنون یعنی تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہاں تک کہ اس فیصلے میں کسی طور سے شک باقی نہ رہ جائے۔ اور مسئلہ اچھی طرح کھل جاوے تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہے، مومن کا کام نہیں ہے۔ پھر فرمایا ہے فبای حدیث بعده یومنون ان دونوں آیتوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس لئے اس جگہ تصریح کی ضرورت نہیں۔ سو آیات متذکرہ بالا کی رو سے ہر ایک مومن کا یہی مذہب ہونا چاہیے کہ وہ کتاب اللہ کو بلاشرط اور حدیث نبوی کو شرطی طور پر حجت شرعی قرار دیوے اور یہی میرا مذہب ہے (آیہ فبای حدیث بعد الله و آیاته یومنون کا ترجمہ مرزا قادیانی نے جو ان الفاظ سے کیا: تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے، کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ تو اس میں انہوں نے یہ جتانا چاہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حدیث نبوی کا حکم خود قرآن میں یہ بیان فرمایا ہے کہ آیات قرآن کے ہوتے ہوئے کسی حدیث نبوی کو نہ مانو۔ اور اس معنے کے بیان سے اپنا ملحد و محرف قرآن ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ اس آیت میں لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی اور الہام الٰہی ہے، ہرگز مراد نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کے لغوی معنے، بات چیت، مراد ہے جس کو اصطلاحی معنے حدیث نبوی وحی خفی سے یہاں تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ لوگ خدا کی آیات چھوڑ کر اور کس بات بات پر ایمان لائیں گے۔ اس بات سے خاص کر آنحضرت ﷺ کی حدیث مراد ٹھہرانا، یا اس بات سے عام باتیں مراد ٹھہرا کر آنحضرت ﷺ کی حدیث کو ان میں داخل و شامل سمجھنا، اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث وحی خفی و الہام الٰہی اور معنی آیات میں داخل نہیں، جس پر کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ اور قرآن مجید کی وہ آیات جن میں ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ جو تمہیں دیں، تم قبول کرو اور جس سے روکیں اس سے باز آؤ ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا۔ الحشر۔ اور ارشاد ہے آنحضرت ﷺ جو کچھ، دین میں، فرماتے ہیں، وہ وحی سے کہتے ہیں اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے ما ینطق عن الهوی ان هو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا وحی یوحی ۔ النجم ۔ ع ا ۔اس اعتقاد کے کذب وضلالت ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۵،۳۴۱و۶۰۱ میں خود اقرار کیا ہے کہ قرآن کے کوئی معنی عام محاورہ قرآن کے مخالف اپنے دل سے گھڑ لینا الحاد وتحریف ہے۔اس کے اس اقرار و شہادت سے بھی اس کی اس جرأت کا کہ یہ قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد ہے، الحاد وتحریف ہونا ثابت ہے کیونکہ قرآن مجید کے جس مقام میں لفظ حدیث استعمال ہوا ہے اس سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی کہلاتی ہے، مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے حدیث کے لغوی معنے، بات، مراد ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف صورتوں میں، حدیث، الحدیث، حدیثاً، بائیس مقامات میں وارد ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

۱۔ نساء۔رکوع ۲۰۔ فلا تقعدوا معهم حتى يخو ضوا في حد يث غيره ۔آیات قرآن سے انکار وہنسی کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ کوئی اور بات کریں۔

۲۔انعام۔رکوع ۸۔ و اذا رئيت الذ ين يخو ضو ن في آ يا تنا فاعر ض عنهم حتى يخو ضوا في حد يث غيره اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں ٹٹول (کرید) کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیرو یہاں تک کہ وہ اور بات میں ٹٹول کریں۔

۳۔ اعراف۔رکوع ۲۳۔ فبا ى حد يث بعده يو منو ن ہماری بات کو چھوڑ کر کس بات میں ایمان لاویں گے۔

۴۔کہف۔ع ۱۔ ان لم يو منوا بهذا الحد يث اسفاً شائد تو افسوس سے اپنا گلا گھونٹ ڈالے کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے۔

۵۔طہ۔ع ۱۔ و هل اتا ك حد يث موسى اور کیا تجھے موسیٰ کی بات، یعنی حکایت، پہنچی ہے۔

۶۔لقمان۔ع ۱۔ و من النـاس من يشترى لهو الحد يث ليضل عن سبيل الله بغير علم ۔بعض ایسے لوگ ہیں جو کھیل کی باتیں، یعنی قصے کہانیاں، خریدتے ہیں، اس لئے کہ بن سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو بہکادیں۔

۷۔احزاب۔ع ۷۔ و اذا دعيتم فـا د خـلوا فا ذا طعمتم فا نتشروا و لا مستا نسين لحد يث آنحضرت ﷺ کے گھر جب بلائے جاؤ، اس وقت جاؤ، پھر کھانا کھا چکتے ہی وہاں سے چل دو، آپس کی باتوں میں جی لگاتے نہ ٹھہرے رہو۔

۸۔ زمر۔ع ۳۔ الله نز ل احسن الحد يث كتا باً متشا بهاً مثا نى تقشعر منه جلود الذين يخشو ن ر بهم ۔ ثم تلين جلـود هم و قلو بهم الى ذكر الله ۔خداتعالیٰ نے اچھی بات اتاری، کتاب آپس میں ملتی۔ دہرائی گئی، جو لوگ اپنے مالک سے ڈرتے ہیں ان کی کھال کے روئیں کھڑے ہوجاتے ہیں، پھر اللہ کی یاد کی طرف ان کے پوست، اور دل نرم ہوجاتے ہیں۔

۹۔جا ثیہ۔ع ۱۔ فبا ى حد يث بعد الله و آ يا ته يو منو ن ۔پھر اللہ اور اس کی آیات کو چھوڑ کر کس بات کو مانو گے۔

۱۰۔زاریات ع ۲۔ هل اتا ك حد يث ضيف ابرا هيم المكر مين ۔کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟

۱۱۔طور۔ع ۲۔ فلياْ توا بحديث مثله ان كا نوا صا دقين۔وہ سچے ہیں تو ایسی ہی کوئی بات لے آویں۔

۱۲۔واقعہ۔ع ۱۔ افبهذا الحد يث انتم مد هنو ن۔کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔

۱۳۔نجم۔ع ۳۔ افمن هذا الحد يث تعجبو ن۔کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو۔

۱۴۔القلم۔ع ۱۔ ذر نى و من يكذ ب بهذا الحد يث۔چھوڑ دے مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔مرسلت۔ع۲۔ فبای حدیث بعدہ یو منو ن ۔اس کو چھوڑ کر کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۱۶۔ نازعات۔ع۱۔ ھل اتاك حدیث موسی ۔کیا تجھے موسیٰ کی بات پہنچی۔

۱۷ ۔بروج۔ع۱ ۔ ھل اتاك حدیث الجنود ۔کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی۔

۱۸۔غاشیہ۔ع۱۔ ھل اتاك حدیث الغاشیہ ۔کیا تجھے ڈھانکنے والی، یعنی قیامت، کی بات پہنچی۔

۱۹۔نساء۔ع۶۔ ولا یکتمو ن اللہ حدیثاً ۔اللہ سے کوئی بات نہ چھپائیں گے۔

۲۰۔نساء۔ع۱۱۔ فمال ھو لاء القوم لا یکادو ن یفقھو ن حدیثاً۔ ان کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایک بات بھی سمجھنے نہیں لگتے۔

۲۱۔یوسف۔ع ۱۱۔ ماکان حدیثاً یفتری ۔یہ بناوٹی بات نہیں۔

۲۲۔تحریم۔ع۱۔ و اذ اسر النبی الی بعض ازوا جہ حدیثا ۔جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات۔

ان مقامات میں سے کسی جگہ لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی جو وحی خفی والہام الٰہی ہوتی ہے، مراد نہیں۔آخری آیت میں گو حدیث کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف ہوئی ہے، مگر اس سے بھی اصطلاحی حدیث نبوی وحی الٰہی مراد نہیں بلکہ لغوی حدیث، بات، مراد ہے جو آنحضرت ﷺ نے صرف اپنے جی سے، نہ وحی الٰہی سے، ایک بیوی کو کہدی تھی کہ میں اپنے حرم ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ یا ایک بیوی کے پاس جا کر شہد نہ پیؤں گا۔ جو خدا تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور اس پر یہ آیت اتری کہ اے نبی تو خدا کے حلال کو حرام کیوں کرتا ہے۔

اس عام محاورہ قرآن کے مخالف مرزا قادیانی کا قرآن کے لفظ حدیث سے حدیث نبوی مراد لینا اپنے اقرار واصول کے مطابق الحادو تحریف قرآن کا مرتکب ہونا ہے۔قادیانی کے اتباع اس الحادو تحریف پر بھی اس کی اتباع سے دست بردار نہ ہوں تو پھر ان کی ہدایت کی کوئی صورت وامید نہیں ہے۔ و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور ۔محمد حسین)

اور آپ کے دوسرے امر مندرجہ صفحہ ۱۹۔اشاعۃ السنہ کی نسبت علیحدہ جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا جواب اس میں آ گیا ہے، یعنی جو امر قول یا فعل یا تقریر کے طور پر جناب رسالت مآب ﷺ کی طرف سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے، ہم اس امر کو بھی اسی محک سے آزمائیں گے اور دیکھیں گے کہ حسب آیت شریف فبای حدیث بعدہ یو منو ن وہ حدیث قولی یا فعلی، قرآن کریم کی کسی صریح اور بین آیت سے مخالف تو نہیں۔اگر مخالف نہیں ہوگی تو ہم بسر وچشم اس کو قبول کریں گے اور اگر بظاہر مخالف نظر آئے گی تو ہم حتی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کے لئے کوشش کریں گے۔اور اگر ہم باوجود پوری پوری کوشش کے اس امر تطبیق میں ناکام رہیں گے اور صاف کھلے کھلے طور پر ہمیں مخالفت معلوم ہوگی تو ہم افسوس کے ساتھ ایسی حدیث کو ترک کر دیں گے۔کیونکہ حدیث کا پایہ، قرآن کریم کے مرتبہ اور پایہ کو نہیں پہنچتا۔قرآن کریم وحی متلو ہے اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام بلیغ کیا گیا ہے جو احادیث کے اہتمام کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر احادیث غایت درجہ مفید ظن ہے اور ظنی نتیجہ کے منتج ہیں۔ اور اگر کوئی حدیث تواتر کے درجہ پر بھی ہو، تاہم قرآن کریم کے تواتر سے اس کو ہرگز مساوات نہیں (ظنی یا قطعی ہونے احادیث سے سوال نہ تھا، صرف صحت یا عدم صحت احادیث سے سوال تھا۔ لہذا جواب میں صرف صحت یا عدم صحت کا بیان چاہیے نہ ظنیت وقطعیت کی بحث۔ یہ دوسری دفعہ آپ نے بحث سے خروج کیا۔ محمد حسین) ۔ بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ راقم خاکسار غلام احمد ۔ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کی تحریر چہارم

آپ کی کلام میں میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں ہے (مرزا قادیانی کی تقلید ومحبت میں اندھے حواری، مباحثہ الحق لدھیانہ مطبوعہ قادیانی میں اس کے جواب کو قطعی جانتے اور ہمارے انکار قطعیت پر حیرت ظاہر کرتے ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ علم سے تو یہ لوگ پہلے ہی عاری وبے بصیرت تھے، رہا فہم سو مرزا قادیانی کی بیعت کر کے اس کی نذر کر چکے ہیں۔ لہذا وہ اس قدر نہیں سمجھ سکتے کہ لفظ، اگر، حرف شرط ہے۔ اور یہ حرف شرط مرزا کے جواب میں موجود ہے، جو اس کو قطعی نہیں ہونے دیتا۔ جواب قطعی وہ ہوتا ہے جس میں بغیر کسی شرط کے ہست یا نیست کا بیان ہو، لہذا ہمارے سوال کا جواب قطعی یہ ہے کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح ولائق عمل ہیں ۔ یا سب کی سب غیر صحیح وموضوع ہیں۔ یا بعض صحیح اور بعض غیر صحیح۔ جس کا مرزا کی کلام میں اول سے آخر تک کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ محمد حسین) آپ نے قبولیت اور حجیت حدیث یا سنت کی ایک شرط بتائی ہے۔ یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط اس حدیث یا سنت میں جو کتب حدیث خصوصاً صحیحین میں (جن کا ذکر اصل سوم میں ہے، اور یہاں سے خاکسار نے اصل سوم منجملہ اصول مندرجہ صفحہ ۱۹۱ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ کو شامل بحث کر دیا ہے اور آئندہ سوالوں و جوابوں میں خاص کر صحیحین کی حدیثوں سے بحث کی ہے۔ محمد حسین) پائی جاوے، متحقق ہے یا نہیں۔ وبناء علیہ وہ حدیث یا سنت جو ان کتب میں ہے، شرعی حجت ہے یا نہیں۔ علاوہ بریں اس کلام میں آپ نے جو شرط حجیت وقبولیت بیان کی ہے وہ شرط قانون درایت ہے نہ قانون روایت۔ اب آپ بیان کریں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین جن کا ذکر اصل سوم میں ہے مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں۔ اور ان کتابوں کی احادیث بلا وقفہ ونظر واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر بلا تحقیق صحت بحسب اصول روایت عمل واعتقاد جائز نہیں (اس سوال جواب اعتقاد کی بنا امام ابن الصلاح اور ان کے موافقین کے مذہب پر ہے جو احادیث صحیحین کو قطعی نظری جانتے ہیں اور موجب اعتقاد سمجھتے ہیں۔ ہم کو اس مقام میں اس مذہب کی حمایت وتائید مقصود نہیں۔ ہماری بحث صرف صحت احادیث صحیحین میں ہے، جس کو آپ قطعی صحت مانیں خواہ ظنی۔ قادیانی نے جملہ احادیث صحیحین کی ظنی صحت کا بھی نہ اقبال کیا اور نہ صاف انکار۔ اور ہمارے اس سوال کے جواب میں قطعی صحت سے انکار کی بحث کو چھیڑ دیا اور خروج از مبحث کیا جس ذکر آگے آئیگا۔ محمد حسین) ۔ ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء۔ ابوسعید محمد حسین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر چہارم

مولوی صاحب کا جواب سن کر میں عرض کرتا ہوں کہ میرے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک حدیث خواہ وہ بخاری کی ہو یا مسلم کی، اس شرط سے ہم کسی خاص معنوں میں جو بیان کئے جاتے ہیں، قبول کریں گے کہ وہ حدیث ان معنوں کی رو سے قرآن کریم کے بیان سے موافق ومطابق ہو (یہاں سے آپ بخاری ومسلم کی طرف متوجہ ہوئے، اوران کی احادیث کو موضوع قرار دینے پر آمادہ ہو بیٹھے ہیں۔ بخاری ومسلم پر آپ کا یہ پہلا کھلا حملہ ہے۔ محمد حسین)۔ اب آپ کے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اصول روایت کی رو سے کتب حدیث خصوصاً صحیحین، مثبت سنت نبویہ ہیں یا نہیں؟ اوران کتابوں کی احادیث بلاوقفہ واجب العمل والاعتقاد ہیں یا ان کتابوں میں ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر عمل واعتقاد جائز نہیں۔ (یہ صاف اقرار ہے کہ آپ نے میرے سوال کا مطلب سمجھ لیا ہے مگر افسوس کہ اخیر بحث تک اس کا قطعی جواب نہ دیا۔ جو کچھ کہا اس میں خروج از بحث کہا۔ محمد حسین) اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ چونکہ حدیثوں کا جمع ہونا ایسے یقینی اور قطعی طور سے نہیں ہے جس سے انکار کرنا کسی طور سے جائز نہ ہو، اور جس پر ایمان لانا ایسے پایہ اور مرتبہ کا ہو جیسا کہ قرآن کریم پر ایمان لانا۔ لہذا ہمارا یہ مذہب ہرگز ایسا نہیں ہے کہ روائت کے رو سے بھی حدیث کو وہ مرتبہ یقین دیں، جیسا کہ ہم قرآن کریم کا مرتبہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حدیثیں غایت کار مفید ظن ہیں تو ہم کیونکر روایت کے رو سے بھی ان کو وہ مرتبہ دے سکتے ہیں جو قرآن کریم کا مرتبہ ہے۔ جس طور سے حدیثیں جمع کی گئی ہیں اس طریق پر ہی نظر ڈالنے سے ہر ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ ہم اس یقین کے ساتھ ان کی صحت روایت پر یقین لاویں کہ جو قرآن کریم پر ایمان لاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی ہے، لیکن قرآن کریم کے کھلے کھلے منشاء کے برخلاف ہے، تو کیا ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہم اس کی مخالفت کی حالت میں قرآن کریم کو اپنے ثبوت میں مقدم قرار دیں۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ احادیث اصول روایت کی رو سے ماننے کے لائق ہیں، یہ ایک دھوکہ دینے والا قول ہے کیونکہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ حدیث کے ماننے میں جو مرتبہ یقین کا ہمیں حاصل ہے وہ مرتبہ قرآن کریم کے ثبوت سے ہم وزن ہے یا نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مرتبہ ثبوت کا قرآن کریم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مرتبہ ثبوت سے ہم وزن ہے تو بلا شبہ ہمیں اسی پایہ پر حدیث کو مان لینا چاہیے۔ مگر یہ تو کسی کا بھی مذہب نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اکثر احادیث مفید ظن ہیں۔ و الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ مثلاً اگر کوئی شخص اس قسم کی قسم کھاوے کہ اس حدیث کے تمام الفاظ نبی ﷺ کی طرف سے ہیں اور تمام الفاظ وحی سے ہیں تو اس قسم کھانے میں وہ جھوٹا ہوگا۔ اور خود حدیثوں کا تعارض جو ان میں واقع ہے صاف دلالت کر رہا ہے کہ وہ مقامات تحریف سے خالی نہیں ہیں۔ پھر کیونکر کوئی مومن یہ اعتقاد رکھ سکتا ہے کہ حدیثیں روایتی ثبوت کی رو سے قرآن کریم کے ثبوت سے برابر ہیں۔ کیا آپ یا کوئی اور مولوی صاحب ایسی رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ ثبوت کی رو سے جس مرتبہ پر قرآن کریم ہے اسی قرینہ پر حدیثیں بھی ہیں؟ (یہ میرے سوال کا، جس کو مرزا صاحب خود نقل کر چکے ہیں، جواب نہیں ہے۔ اس طولانی جواب کا خلاصہ دو امر کا بیان ہے جو خارج از بحث ہیں: امر اول یہ کہ احادیث صحیحین، قرآن کے برابر قطعی ویقینی صحیح نہیں ہیں، جس کے بیان میں مرزا قادیانی نے تیسری دفعہ خروج از مبحث کیا۔ امر دوم یہ کہ جو حدیث صحیحین قرآن کے موافق نہ ہو، وہ لائق قبول نہیں ہے، جس کے بیان میں مرزا قادیانی نے چوتھی دفعہ خروج از مبحث کیا۔ ناظرین اس جواب کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے تو اس میں ان دو امروں خارج از بحث کے بیان ومئویدات کے سوا کچھ نہ پائینگے۔ محمد حسین) پھر جبکہ آپ خود مانتے ہیں کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے اعلیٰ مرتبہ ثبوت سے گری ہوئی ہیں (مرتبہ اعلیٰ ثبوت وصحت کا جو قرآن کو حاصل ہے، اس کا ادعاء تو احادیث صحیحین کی نسبت کسی نے نہیں کیا۔ ہاں مرتبہ قرآن کے بعد جو اعلیٰ مرتبہ صحت ہے، اسی کا دعویٰ احادیث صحیحین کے حق میں ہم نے کیا ہے اور وہی اہل اسلام میں مسلّم ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا قادیانی بھی منافقانہ طور پر اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو مانتے ہیں۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہیں۔ تو آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں کہ اسی مرتبہ یقین پر انہیں مان لینا چاہیے جس مرتبہ پر قرآن کریم مانا جاتا ہے۔ پس صحیح اور سچا طریق تو یہی ہے کہ جیسے حدیثیں صرف ظن کے مرتبہ تک ہیں، بجز چند حدیثوں کے، تو اسی طرح ہمیں ان کی نسبت ظن کی حد تک ہی ایمان رکھنا چاہیے اور ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہیں (اس تحقیق کو مرزا قادیانی کا ناقص کہنا اپنے عقل کے نقصان کا اظہار ہے اور اس اعتقاد ونقصان کے ساتھ آپ کا اشتہار یکم اگست میں صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنا نفاق نہیں تو کیا ہے؟ یہ آپ کا صحیحین پر چوتھا حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ان کے درمیانی راویوں کی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکی (ہو چکی ہے، مگر مرزا قادیانی اس کوچہ سے محض نابلد ہیں۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین) اور نہ ممکن تھی کہ کسی طرح شک باقی نہ رہتا۔ آپ خود اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھ چکے ہیں کہ احادیث کی نسبت بعض اکابر کا یہ مذہب ہوا ہے کہ ایک ملہم شخص صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو بالہام الٰہی موضوع ٹھہرا سکتا ہے اور ایک موضوع حدیث کو بالہام الٰہی صحیح ٹھہرا سکتا ہے (اشاعۃ السنہ میں نہ یہ تصریح ہے کہ بعض اکابر نے یہ بات اتفاقی احادیث صحیحین کی نسبت کہی ہے اور نہ یہ تصریح ہے کہ ان اکابر، مثل شیخ اکبر، کی رائے سے صاحب اشاعۃ السنۃ کو اتفاق ہے۔ بلکہ اشاعۃ السنہ میں صاف تصریح ہے کہ صاحب اشاعۃ السنہ کو قول شیخ اکبر سے اتفاق نہیں ہے... اور اس قول شیخ اکبر کا صحیح محمل وہی احادیث معلوم ہوتی ہیں جن کی صحت میں اختلاف ہو، لہذا اس عبارت اشاعۃ السنہ کو اس مقام میں پیش کرنا مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے۔ محمد حسین) اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب کہ یہ حال ہے کہ کوئی حدیث بخاری یا مسلم کی بذریعہ کشف کے موضوع ٹھہر سکتی ہے تو پھر کیونکر ہم ایسی حدیثوں کو ہم پایہ قرآن مان لیں گے۔ ہاں یہ تو ہمارا ایمان ہے کہ ظنی طور پر بخاری اور مسلم کی حدیثیں بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہیں اور غالباً اکثر ان میں صحیح ہوں گی۔ لیکن کیونکر ہم اس بات پر حلف اٹھا سکتے ہیں کہ بلاشبہ وہ ساری حدیثیں صحیح ہیں جب کہ وہ صرف ظنی طور پر صحیح ہیں نہ یقینی طور پر، تو پھر یقینی طور پر ان کا صحیح ہونا کیونکر مان سکتے ہیں۔ (یہ صاف اقرار ہے کہ آپ کشف کے ذریعہ احادیث صحیحین کو موضوع ٹھہرانے کے مدعی ہیں، اب آپ کے صحت احادیث صحیحین سے منکر ہونے میں کیا کسر رہ گئی ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر مرزا کا پانچواں حملہ ہے۔ اگر کہو کہ تم اور شیخ اکبر یہ بات کہہ چکے ہو تو اس کا جواب ابھی دیا گیا ہے کہ یہ محض کذب ہے۔ یہ بات نہ ہم نے کہی ہے، نہ شیخ اکبر نے فرمائی ہے۔ محمد حسین)

الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن ومخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی، وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔ آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ جس طریق سے انہوں نے حدیثوں کو جمع کیا ہے اس طریق پر نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ طریق ظنی ہے اور ان کی نسبت یقین کا ادعا کرنا ادعائے باطل ہے۔ دنیا میں جو اس قدر مخالف فرقے اہل اسلام میں ہیں، خاص کر مذاہب اربعہ ان چاروں مذہبوں کے اماموں نے اپنے عملی طریق سے خود گواہی دیدی ہے کہ یہ احادیث ظنی ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر حدیثیں ان کو ملی ہوں گی مگر ان کی رائے میں وہ حدیثیں صحیح نہیں تھیں (مرزا کی اس تحریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے وقت میں موجود تھیں۔ بعد میں ایک پرچے میں مرزا صاحب نے لکھا کہ میں نے یہ کب کہا ہے کہ امام اعظم کے وقت میں صحیح بخاری موجود تھی۔ اس کو پڑھنے اور دیکھنے کے وقت قادیانی کے کذب وجرئت ومغالطہ کا اندازہ کریں۔ محمد حسین) بھلا آپ فرمادیں کہ اگر کوئی شخص بخاری کی کسی حدیث سے انکار کرے کہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اکثر مقلدین انکار کرتے ہیں، تو کیا وہ آپ کے نزدیک کافر ہو جائے گا۔ پھر جس حالت میں وہ کافر نہیں ہو سکتا تو آپ کیونکر ان حدیثوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتی ثبوت کے رو سے یقینی ٹھہرا سکتے ہیں (تحریر نمبر ۸ میں ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ مقلدین مذہب اربعہ کسی حدیث صحیحین کی صحت کے منکر نہیں اور ان کی مخالفت بعض احادیث صحیحین سے اختلاف رائے وفہم معانی وتاویل وترجیح پر مبنی ہے۔ صرف آپ ہیں جو بعد اتفاق اہل سنت انکاری ہوئے ہیں۔ اور احادیث صحیحین کو ایسا یقینی کون کہتا ہے کہ ان کے انکار سے کفر لازم آئے جمہور علماء بظن غالب ان کو صحیح جانتے ہیں اور امام ابن الصلاح اور ان کے ہم خیال نظری یقینی کہتے ہیں۔ لہذا ان کے انکار سے فاسق اور مبتدع ہونا لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کو دعوی نہیں ہے۔ محمد حسین)۔ اور جب کہ وہ یقینی نہیں ہیں تو اس حالت میں اگر ہم کسی حدیث کو قرآن کریم کے مخالف پائیں گے (ایک حدیث صحیح دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی۔ چہ جائے کہ مخالف قرآن ہو۔ حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف قرار دینا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو اس حیلہ سے حدیث کو موضوع بنانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ آپ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار بناتے ہیں اور اپنا منکر احادیث ہونا ثابت کر رہے ہیں جس کا جواب انہیں کئی بار دیا گیا ہے۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا آٹھواں حملہ ہے۔ محمد حسین) اور صریح طور پر دیکھ لیں گے کہ وہ قرآن کریم سے صریح طور پر مخالف ہے اور کسی طور سے تطبیق نہیں دے سکیں گے، تو کیا ہم ایسی صورت میں قرآن کریم کی اس آیت کو ساقط الاعتبار کر دیں گے یا اس کے کلام الٰہی ہونے کی نسبت شک میں پڑیں گے۔ کیا کریں گے؟ آخر یہی تو کرنا ہے کہ اگر ایسی حدیث کسی طور سے کلام الٰہی سے تطبیق نہیں کھائے گی تو اس کو بغیر خوف زید اور عمرو کے وضعی قرار دیں گے (بلاخوف زید وعمرو کیوں کہتے ہیں۔ بلاخوف خدا کہیں۔ بار بار احادیث صحیحین کو مخالف ومعارض قرآن کہنے سے آپ کی غرض یہی تھی کہ ان احادیث کو موضوع قرار دیں، سو ان کے منہ سے یہ بات صاف نکل گئی کہ وہ بخاری ومسلم کی احادیث کو موضوع کہیں گے۔ یہ ان کا احادیث صحیحین پر نواں حملہ ہے۔ محمد حسین)۔ بلاشبہ آپ کا نور قلب اس بات پر شہادت دیتا ہوگا کہ حدیثیں اپنے روایتی ثبوت کی رو سے کسی طور سے قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اس وجہ سے گو وہ وحی الٰہی ہی ہوں، نماز میں بجائے کسی سورت کے ان کو نہیں پڑھ سکتے (اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ حدیث عین قرآن اور وحی متلو نہیں، نہ یہ کہ حدیث واجب العمل نہیں۔ اور یہ تو ہم نے بھی نہیں کہا کہ حدیث عین قرآن ہے اور بجائے قرآن اس کو نماز میں پڑھ سکتے ہیں۔ صرف یہی کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مانند واجب العمل ہے پھر اس بات کے کہنے سے بجز دھوکہ دہی عوام کیا فائدہ متصور ہے۔ محمد حسین) اور ایک نقص حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور پر سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں، اسی وجہ سے ان میں باہم تعارض ہو گیا ہے جیسا کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثیں ہیں (لفظ اجتہاد سے جو مراد اپنی تحریر نمبر ۵ میں مرزا صاحب نے بیان کی ہے اس مراد سے احادیث متعلقہ ابن صیاد، دجال اجتہادی نہیں ہو سکتیں۔ اس کی تفصیل آئندہ ہوگی۔ محمد حسین)، ان حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں جو گرجا والے دجال کی نسبت ہیں، جس کا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کو صحیح سمجھیں۔ دونوں حضرت مسلم صاحب کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح میں موجود ہیں۔ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت یہاں تک وثوق پایا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کیا کہ دجال معہود یہی ہے۔ تو آپ ﷺ چپ رہے، ہرگز انکار نہیں کیا۔ اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا قسم کھانے کے وقت میں چپ رہنا گویا خود آنحضرت ﷺ کا قسم کھانا ہے، اور پھر ابن عمرؓ کی حدیث میں صریح اور صاف لفظوں میں موجود ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ مسیح دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور پھر جابرؓ نے بھی قسم کھا کر کہا کہ دجال معہود یہی ابن صیاد ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے آپ بھی فرمایا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ پھر ایک اور حدیث مسلم میں ہے، جس میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہو گیا تھا کہ دجال معہود ابن صیاد ہی ہے۔ لیکن فاطمہؓ کی حدیث تمیم داریؓ والی جو اسی مسلم میں موجود ہے، صریح اس کے مخالف ہے۔ اب ہم ان دونوں دجالوں میں سے کس کو دجال سمجھیں (احادیث صحیح مسلم میں وجود تعارض کا دعوی کرنا، جو مرزا قادیانی کے نزدیک موضوع ہونے کی دلیل ہے، احادیث صحیح مسلم پر دسواں کھلم کھلا حملہ ہے اور اس تعارض کا ادعا محض کذب ہے۔ جس حدیث میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے وہ حدیث تمیم داریؓ کے مخالف و معارض نہیں اور نہ کسی اور حدیث صحیح کی معارض ہے۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اس پر قسم نہیں کھائی کہ ابن صیاد دجال موعود ہے، اور نہ آنحضرت ﷺ نے اس مضمون قسم پر سکوت کیا۔ ان کی قسم اور آنحضرت ﷺ کا سکوت تو صرف ابن صیاد کو دجال کہنے پر تھا۔ جس کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ ایسا ہی حضرت جابر کا ابن صیاد کو دجال کہنا ہے۔ اس میں بھی یہ تصریح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ رہا حضرت ابن عمر کا ابن صیاد کو مسیح دجال کہنا۔ سو یہ حضرت ابن عمر کا اپنا قول موقوف ہے، جو حدیث صحیح تمیم داری وغیرہ کا معارض نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت ﷺ سے جو مرزا صاحب نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے سے ڈرتا ہوں، یہ ایک سفید جھوٹ ہے، جس کا ثبوت مرزا صاحب سے طلب کیا گیا تو اخیر تک کچھ نہ بتلایا اور جو کہا ان میں افتراء سے کام لیا ہے۔ تحریرات فریقین نمبر ۶ و ۷ ملاحظہ ہوں۔ اور قادیانی کا یہ دعوی بھی محض کذب ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہو گیا تھا کہ دجال موعود ابن صیاد ہی ہے۔ صحیح مسلم میں اس مضمون کی کوئی حدیث موجود نہیں۔ مرزا قادیانی سے اس کا ثبوت طلب کیا گیا تو اس نے بھی کوئی پتہ نہیں دیا جس سے اس کا دعوی ثابت ہو۔ جو کہا اس سے مرزا صاحب کا اور بھی کذب ثابت ہوا۔ اس کا مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۷ میں ہے۔ محمد حسین)۔ (نواب) صدیق حسن صاحب، جیسا کہ میرے ایک دوست نے بیان کیا ہے، ابن صیاد کی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور تمیم داری کی حدیث کو اپنی کتاب آثار القیامہ میں ضعیف قرار دیتے ہیں (یہ محض کذب وافتراء ہے اور یہ مرزا قادیانی اور اس کے اتباع واحباب کے دجال وکذاب ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم نے ابن صیاد کے دجال ہونے کو ترجیح نہیں دی اور نہ حدیث تمیم داری کی تضعیف کی ہے، اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۴۱۶ میں ابن صیاد کے دجال موعود ہونے کے باب میں صحابہ سے دو قول نقل کر کے فتح الباری شرح صحیح بخاری سے احادیث جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عمر وابوسعید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدری وقسم حضرت عمر بحضور آنحضرت ﷺ نقل کئے ہیں۔ پھر صفحہ ۴۱۷ میں صاحب فتح الباری حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ احادیث اس باب میں نص، یعنی بیان واضح نہیں کہ ابن صیاد دجال موعود ہے۔ پھر نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد کے باب میں متردد رہنا، یعنی حضرت عمر کو ارادہ قتل ابن صیاد کے وقت یہ فرمانا کہ اگر ابن صیاد دجال موعود ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہوگی اور اگر یہ اور ہے تو اس کا قتل کرنا اچھا نہیں ہے، تمیم داری کا قصہ سننے سے پہلے تھا۔ اور پھر جب تمیم داریؓ سے آنحضرت ﷺ نے اس کا حال سن لیا تو آپ کو یقین ہوگیا کہ دجال موعود وہی شخص ہے جو جزیرہ میں محبوس ہے۔ اور تمیم داری اس کو دیکھ آیا ہے۔ پھر حدیث تمیم داری کی نسبت فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی راوی صرف فاطمہؓ بنت قیس ہی نہیں ہے، بلکہ ابو ہریرہ وعائشہ وجابر بھی اس حدیث کی روایت میں فاطمہ کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر ان اصحاب کی روایات حدیث تمیم داری کو کتب محدثین سے نقل کر کے ان کا صحیح وحسن ہونا محدثین سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم سے پوری حدیث تمیم داری نقل کر کے صفحہ ۴۱۸ میں بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال کہن سال بڈھا ہے۔ پھر اس حدیث کی سند کی صحت نقل کر کے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ دجال اکبر جو اخیر زمانہ میں پیدا ہوگا، ابن صیاد کے سوائے کوئی اور شخص ہے۔ اور ابن صیاد من جملہ دجالین کذابین، جن کے خارج ہونے کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے، ایک دجال ہے۔ اور جو لوگ ابن صیاد کو دجال سمجھتے تھے انہوں نے قصہ تمیم داری نہ سنا تھا۔ پھر صفحہ ۴۱۹ میں اس کے مؤیدات فتح الباری سے نقل کر کے کہا ہے: اینست ملخص کلام فتح الباری وحاصلش اصح بودن دجال غیر ابن صیاد ست بوجہ آنکہ اعور باشد واز یہود باشد ودر یہود یہ ساکن بود الی غیر ذالک۔ واحادیث ابن صیاد ہمہ محتمل ست وحدیث جساسہ نص ست، پس مقدم باشد ودر اشاعۃ گفتہ ومؤید مرجح بودن او غیر ابن صیاد است زیرا کہ قصہ تمیم داری متاخرست از قصہ ابن صیاد پس ہم چو ناسخ.، ہم چو ناسخ یعنی ناسخ کی مانند یعنی اس کو بے اعتبار کرنے والا، یہ اس لئے کہا ہے کہ حقیقۃً نسخ اخبار میں نہیں ہوتا، ناسخ کی مانند اس لئے ہوا کہ اس روایت تمیم نے ان روایات کو جن سے اس کے خلاف کا وہم پیدا ہوتا تھا، بے اعتبار و کان لم یکن کر دیا۔ باشد برائے او و نیز وقت اخبار آنحضرت ﷺ بآنکہ دجال در بحر شام یا بحر یمن لا بلکہ از طرف شرق برآید ابن صیاد در مدینہ بود پس اگر وی دجال می بودی فرمود کہ وی در مدینہ است ونتواں گفت کہ ایں صرف بآں جہت نفر مود کہ مبادا اورا بکشند وخبر داد بانجام کار وزیرا کہ قتل شخصی قبل از اجلے اونے تواند شد۔ ومقدر آنست کہ قاتل وی نبی خدا عیسی بن مریم علیہ السلام ست واگر ہم چنیں مے بود بیان نمی کرد آنحضرت ﷺ صنفی خوارج را، صنفی بمعنی اصل۔ یہ کلمہ بعض خارجیوں کے حق میں آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے اصل، یعنی نسل سے، ایسے لوگ پیدا ہوں ہوں گے جو دین سے خارج ہوں گے، محمد حسین)۔ **بہرحال اب یہ مصیبت اور رونے کی جگہ ہے یا نہیں کہ ایک ہی کتاب میں جو بعد بخاری کے اصح الکتب سمجھی گئی ہے دو متعارض حدیثیں ہیں، جب کہ ہم ایک کو صحیح مانتے ہیں تو پھر دوسری کو غلط ماننا پڑتا ہے۔** (مرزا قادیانی کا یہ رونا اور اظہار مصیبت و ماتم کرنا اس امر کا صریح اقرار ہے کہ وہ صحیح مسلم کی ان احادیث کو جن میں ابن صیاد اور دجال کا ذکر ہے، باہم متعارض ومتخالف جانتے ہیں اور بناء علیہ حدیث تمیم داری کو جس میں ابن صیاد کے سوا کسی اور شخص کو دجال کہا گیا ہے، غلط وموضوع قرار دیتے ہیں۔ اس تعارض اور غلطی کا وہ یقین نہ رکھتے تو یہ رونا نہ روتے اور ماتم نہ کرتے بلکہ یقین اور وثوق کے ساتھ یہ کہتے کہ ان سب احادیث میں ایک ہی دجال ابن صیاد مراد ہے۔ لہٰذا یہ سب احادیث باہم متوافق اور صحیح ہیں۔ ان کا ایسا نہ کہنا اور برخلاف اس کے ان احادیث کے تعارض پر نوحہ کر کے ایک حدیث تمیم داری کو غلط قرار دینا صاف یقین دلاتا ہے کہ اس حدیث کو وہ غلط موضوع جانتے ہیں۔ یہ احادیث صحیح مسلم پر ان کا گیارہواں حملہ ہے۔

مرزا قادیانی کی اس مصیبت پر، جس پر وہ رونا روتے ہیں، تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت ان کی خیالی مصیبت ہے، نہ واقعی مصیبت۔ کیونکہ واقع اور حقیقت میں تمیم داری کی حدیث میں اور ان احادیث میں، جن میں ابن صیاد کو دجال کہا گیا ہے، کوئی تعارض نہیں۔ حضرت عمرؓ وحضرت جابرؓ نے تو ابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیاد کے دجال معہود ہونے کا ذکر ہی نہیں کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو مسیح دجال کہا ہے سو یہ ان کا قول موقوف ہے جو حدیث مرفوع تمیم داری کا معارض نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ مصیبت کیا ہے اور یہ رونا کیسا؟ محمد حسین) ماسوا اس کے تمیم داری کی حدیث میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ وہی دجال جو تمیم داریؓ نے دیکھا تھا، کسی وقت خروج کرے گا۔ لیکن اسی مسلم کی حدیثیں صاف صاف ظاہر کررہی ہیں کہ سو برس کے عرصے تک کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا۔ بلکہ پہلی حدیث میں تو آنحضرت ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس وقت سے سو برس تک کوئی جاندار زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔ اب اگر ابن صیاد اور گرجا والا دجال جاندار اور مخلوق ہیں، تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ مرگئے ہوں۔ اب یہ دوسری مصیبت ہے کہ دونوں حدیثوں کے صحیح ماننے سے پیش آتی ہے۔ آپ فرماویں کہ ہم کیونکر ان دونوں کو باوجود سخت تعارض کے صحیح مان سکتے ہیں۔ پس اب بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ہم ایک حدیث کو غیر صحیح کہیں۔ غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ جس قدر بعض احادیث میں تعارض وتخالف پایا جاتا ہے اس کے بیان کرنے کیلئے تو ایک رسالہ چاہیے مگر اس جگہ اسی قدر کافی ہے۔ (یہ مصیبت پر مصیبت کا اظہار سخت تعارض احادیث صحیح مسلم کا اشتہار اور عدم تسلیم صحت احادیث ایک جانب کا اقرار، صاف اقبال ہے کہ مرزا قادیانی صحیح مسلم کی حدیث تمیم داری کو صحیح نہیں جانتے اور جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں تسلیم صحت کا اقرار کرتے ہیں وہ منافقانہ اقرار ہے، ان کا دلی اعتقاد یہی ہے جو بار باران کے منہ پر آتا ہے۔ یہ ان کا احادیث صحیح مسلم پر بارھواں حملہ ہے۔ اس مصیبت بار دوم پر دوبارہ قادیانی کی تعزیت کی جاتی ہے کہ یہ مصیبت بھی ان کی خیالی مصیبت ہے نہ واقعی مصیبت۔ اور جن احادیث ثلاثہ صحیح مسلم میں یہ ذکر ہے کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی زندہ نہ رہے گا، وہ حدیث تمیم داری کی معارض ومخالف نہیں ہے۔ ان احادیث میں ان ساکنین مدینہ یا زمین عرب کا جو اس وقت تک پیدا ہو چکے تھے، حال وفات بیان ہوا ہے، نہ کل زمین کے ساکنین بحر وجزائر کا۔ اور حدیث تمیم داری میں جس دجال کا قرب قیامت تک زندہ رہنا بیان ہوا ہے وہ عرب کی زمین میں نہیں بلکہ سمندر کے ایک مشرقی جزیرہ میں ہے۔ پھر ان احادیث میں اور حدیث تمیم داریؓ میں تعارض کہاں ہوا؟
ان احادیث میں زمین سے خاص زمین عرب کا مراد ہونا ایسا ہے جیسا کہ انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فساداً ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض (مائدہ۔ع ۵) میں زمین سے مراد محاربین کا وطن ہے، اور اس زمین سے نکال دینے سے ان کو جلاوطن کرنا مراد ہے۔

محدثین کرام ان احادیث کے یہی معنی کرتے ہیں اور بناء علیہ ان احادیث کے حکم سے حضرت خضرؑ وحضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ اور ابلیس کا مستثنیٰ ہونا بیان فرماتے ہیں۔

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے کہ، سو برس والی، احادیث سے بعض شاذ ونادر محدث لوگوں نے حضرت خضرؑ کی موت پر استدلال کیا ہے مگر جمہور محدثین ان کو زندہ سمجھتے ہیں۔ اور ان احادیث کے یہ معنے بیان کرتے ہیں کہ ان میں زمین کے باشندوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اور حضرت خضرؑ دریا میں رہتے تھے، یا ان احادیث میں عام لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جن سے حضرت خضر مخصوص ومستثنے ہیں

وقد احتج بهذا الاحاديث من شذ من المحدثين فقال الخضر ميت. والجمهور على حياته كما سبق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی باب فضائلہ و یتاولون هذه الاحادیث علی انه کان علی البحر لا علی الارض او انها عام مخصص ۔(شرح مسلم۔ج۲ص۳۱۰)۔

اور قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا ہے۔ لا یبقی ممن هو علی ظهر الارض احد لمن ترونه او تعرفونه عند مجیئه او المراد ارضه التی نشاء بها و منها بعث کجزیرة العرب المشتمله علی الحجاز و تهامه و نجد فهو علی قوله تعالی او ینفوا من الارض ای بعض الارض التی صدرت .... فیها فلیست الف لام للاستغراق و بهذا یندفع قوله من استدل بهذا الحدیث علی موت الخضر کالمئولف او یحتمل ان یکون الخضر غیر هذه الارض... و لئن سلما ان الف لام للاستغراق فقوله احد عموم یحتمل ان علی وجه الارض الجن و الانس و الخضر... یدخلها التخصیص بادنی قرینه ۔(قسطلانی۔ج۱ص۲۰۴) کہ آنحضرت ﷺ کے اس قول سے کہ کوئی پشت زمین پر نہ رہے گا، یہ مراد ہے کہ جن کو تم دیکھتے ہو۔یا جب وہ تمہارے سامنے آویں تو تم اس کو پہچان لو، وہ لوگ فوت ہو جائیں گے۔یا یہ مراد ہے کہ اس زمین کے لوگ فوت ہو جائیں گے جس میں آپ پیدا ہوئے اور نبی ہو کر آئے، یعنی جزیرہ عرب جس میں حجاز تہامہ نجد تینوں حصہ شامل ہیں۔اس صورت میں یہ قول نبوی ایسا ہے جیسا قول خداوندی ہے کہ محاربین زمین سے نکال دیئے جائیں، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس زمین سے نکالے جاویں جس میں ان سے جرم بغاوت صادر ہوا۔اس صورت میں الف ولام استغراق کے لئے نہیں ہے۔یعنی جو تمام حصص زمین کو شامل ہو۔اس تقریر سے ان محدثین کا قول جو اس حدیث سے حضرت خضر کی موت پر استدلال کرتے ہیں، رد ہوتا ہے کیونکہ ان کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت حضرت خضرؑ زمین عرب میں نہ تھے اور اگر ہم یہ بھی بطور فرض مان لیں کہ یہ الف لام استغراق کے لئے ہے تو پھر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خضرؑ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عینیؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے و قیل اراد النبی ﷺ بالارض البلدة التی هو منها و قال تعالی الم تکن ارض الله واسعة یرید المدینة کہ اس حدیث میں زمین سے وہ شہر، مدینہ، مراد ہے جس میں آنحضرت ﷺ موجود تھے۔چنانچہ اس قول خداوندی سے کہ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی؟ مدینہ مراد ہے۔

اور بخاری کی بعض شروح میں ہے کہ اس حدیث میں زمین کا لفظ کہنے سے ملائکہ اور حضرت عیسیٰؑ جدا ہوئے۔بخاری نے اس حدیث سے حضرت خضر کی وفات پر استدلال کیا ہے، مگر جمہور محدثین اس کے مخالف ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک عام بات فرمائی ہے جس سے حضرت خضر مخصوص ہیں۔یا یہ کہ اس میں زمین والوں کا حال بیان ہوا ہے۔اور حضرت خضرؑ دریا میں ہیں۔ہاروت ماروت کے موجود ہونے سے بھی اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ وہ دونوں بشر نہیں۔ایسا ہی ابلیس کے موجود ہونے پر اعتراض کا جواب ہے۔عینیؒ نے کہا ہے کہ بہت باوجہ جواب یہ ہے اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کا حال بیان کیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ و حضرت خضرؑ اس امت سے نہیں ہیں اور شیطان جو موجود ہے تو وہ بنی آدم سے نہیں۔

قوله ظهر الارض احتراز عن الملائكة و عیسی علیهم السلام و احتج به البخاری و غیره علی موت خضر و الجمهور علی خلافه و اجابوا بانه عام مخصوص البعض او کان فی البحر و لا یعترض بهاروت و ماروت لانهما لیسا ببشر و کذا الجواب فی ابلیس قال العینی الاوجه ان یقال المراد لمن هو علی ظهر الارض امة اجابته کانت او دعوة و عیسی و خضر لیسا داخلین فی الامة و الشیطان لیس من بنی آدم ۔

مرزا قادیانی نے اپنے اس قول کی شرح میں زبانی یہ تقریر کی تھی کہ یہ بات کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار زمین پر نہ رہے گا۔آنحضرت ﷺ نے سوال قیامت کے جواب میں فرمائی تھی۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں قیامت قائم ہونے اور تمام زمین کے زندہ اشخاص کے مرجانے کی خبر دی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی ہے۔ یہ بات آپ نے اپنے خسر دوم منشی ناصر نواب کو بھی زبانی کہی تھی اور اس کی تصدیق کے لئے مشکوۃ کے صفحہ ۴۷۲ میں ایک حدیث دکھا کر اس کا مطلب یہ سمجھایا تھا کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے وقت قیامت سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ سو برس کے بعد زمین پر کوئی نہ رہے گا۔ اس کے بعد زبانی تقریر میں قادیانی صاحب نے فرمایا تھا کہ اس قول نبوی سے زمین سے کوئی خاص زمین مراد ہو تو یہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں بنتا کیونکہ کسی ایک زمین کے زندہ اشخاص کے فوت ہو جانے سے قیامت کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ قیامت تب ہی قائم ہوگی جب کہ تمام زمین پر کوئی زندہ نہ رہے۔

اس تقریر میں قادیانی نے حاضرین مجلس کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا خوب ثابت کیا۔ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ سو برس کے بعد کوئی جاندار نفس زمین پر نہ رہے گا۔ سوال قیامت کا جواب ہرگز نہیں ہے۔ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا تو پھر کیا ممکن تھا کہ سو برس کے بعد کوئی زمین پر زندہ رہتا۔ اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی میں تخلف ہوتا۔ اور قیامت کا ہنگامہ برپا نہ ہوتا؟ ہرگز نہیں۔ یہ قول تو آپ ﷺ نے سوال قیامت کے جواب سے اعراض و انکار کر کے فرمایا تھا۔ لوگوں نے آپ سے وقت قیامت سے سوال کیا۔ آپ نے جواب میں وقت قیامت سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور صاف فرمادیا کہ وقت قیامت کا علم تو مجھے نہیں۔ یہ علم تو خدا تعالیٰ ہی سے مخصوص ہے۔ ہاں میں یہ بات قسم سے کہتا ہوں کہ جو لوگ آج کے دن تک زمین پر موجود ہو چکے ہیں، وہ سو برس کے بعد زندہ نہ رہیں گے۔

اصل حدیث یہ ہے جو صحیح مسلم کے صفحہ ۳۱۰ میں ہے، وہی حدیث مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۲ منقول ہے عن جابر بن عبد الله سمعت النبی ﷺ یقول قبل ان یموت بشهر تساء لونی عن الساعة و انما علمها عند الله و اقسم بالله ما علی الارض من نفس منفوسة تاتی علیها مائة سنة و هی حیه یومئذ اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل قرن، ہم عصر لوگ، سو برس تک فوت ہو جائیں گے، نہ یہ کہ تمام دنیا کے لوگ سو برس تک مر جائیں گے اور قیامت برپا ہوگی۔ چنانچہ اسی کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ لوگ جو آپس میں سو برس کے بعد قیامت آنے کی باتیں کرتے ہیں اس میں وہ آنحضرت ﷺ کے کلام کے معنے سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جو آج تک پیدا ہو چکے ہیں وہ سو برس کے بعد نہ رہیں گے، جس سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ آپ ﷺ کا قرن سو برس کے بعد گزر جائے گا قال ابن عمر فوهل الناس فی مقالة رسول الله ﷺ تلك فیما یتحدثون من هذه الاحادیث عن مائة سنة و انما قال رسول الله ﷺ لا یبقی ممن هو الیوم علی ظهر الارض احد یرید بذلك ان ینخرم ذالك القرن (صحیح مسلم۔ ص ۳۱۰)۔ یہ قول ایک جلیل الشان صحابی ابن عمر کا بھی اس باب میں نص ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وہ قول سوال قیامت کا جواب نہیں تھا۔ اور اس سے قیامت برپا ہونے کی خبر دینا مقصود نہ تھا، بلکہ بیان انقضاء قرن مقصود ہے۔ اور جب اس قول سے جواب سوال قیامت مقصود نہ ہوا تو پھر اس سے تمام زمین کے زندہ اشخاص کا فوت ہو جانا مراد ٹھہرانا ضروری نہ ہوا۔ کیونکہ یہ تو بقول مرزا قادیانی اسی صورت میں ضروری تھا جب کہ یہ قول سوال قیامت کا جواب ہوتا، اور اس سے قیامت ہونے کی خبر دینا مقصود حضرت رسالت ہوتا۔

لفظ قرن کو، جس کے گزر جانے کا بیان بقول حضرت ابن عمر مقصود حضرت رسالت تھا، دیکھا جائے تو اس سے بھی تمام زمین کے لوگوں کا مراد نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے اہل قرن وہی لوگ کہلاتے ہیں جو آپ ﷺ سے شرف صحبت و ملاقات رکھتے تھے، نہ تمام دنیا کے لوگ۔ حدیث مشہور خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قرن والوں کو بہترین اہل زمانہ فرمایا ہے۔ پھر ان کو جو ان کے قریب ہوں، پھر ان کو جو اس سے متصل ہوں۔ اور اس قول سے ان تینوں زمانوں کے تعامل عام کو حجت ٹھہرایا ہے۔ کیا اس حدیث میں ان تین زمانوں کے تمام دنیا کے لوگوں کو، یورپ میں ہوں خواہ ایشیا میں یا امریکہ و چین وغیرہ میں آنحضرت ﷺ نے بہتر کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

؟اوران کے تعامل کو حجت ٹھہرایا ہے؟ ہرگز نہیں۔

مجمع البحار جلد سوم کے صفحہ ۱۲۸ میں نہایہ جزری سے نقل کیا ہے :

قرنہ اصحابہ علی الصحیح و قیل قرنہ ما بقیت عین رئتہ و الثانی ما بقیت عین راءت من راہ و الثالث کذالک ولثالث ابناء ابنائھم۔ و قیل کل طبقۃ مقترنین فی وقت و الصحیح ان قرنہ اصحابہ و الثانی التابعون و الثالث تابعوھم و قد ظھر ان مدۃ ما بین البعثۃ الی آخر من مات من الصحابۃ ماۃ و عشرون بالتقریب و ان نظر الی وفاتہ کان ماۃ اما قرن التابعین فان اعتبر من سنۃ ماۃ کان نحو خمسین فظھر ان مدۃ القرن مخلتف باعتبار اعمار اھل کل زمان و اتفق ان اخر اتباع التابعین من عاش الی عشرین و ماتین و فیہ ظھر البدع ظھوراً ناشیاً و اطلقت المعتزلۃ السنتھا و رفعت الفلاسفۃ رئوسھا کہ آنحضرت ﷺ کا قرن بنابرقول صحیح آپ کے اصحاب تھے۔بعض کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔دوسرا قرن اس وقت تک ہے کہ آپ کو دیکھنے والوں کو دیکھنے والی آنکھ رہے۔ایسا ہی تیسرا۔

اوراسی مجمع البحار جلد ثالث کے صفحہ ۱۲۴ میں طیبی سے نقل کیا ہے قرنہ اصحابہ و الثانی ابناءھم کہ آپ ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب تھے، دوسرا قرن ان کے بیٹے، تیسرا قرن ان کے پوتے۔

بعض کا قول ہے کہ قرن وہ لوگ ہیں جو کسی وقت میں ملے ہوں۔مگر صحیح یہ تفسیر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قرن آپ کے اصحاب ہیں، دوسرا قرن تابعین کا تیسرا قرن تبع تابعین کا۔اور یہ امر ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبعوث ہونے کے وقت سے آخری صحابی کی موت تک تقریباً ایک سوبیس برس ہوتے ہیں اوراگر آنحضرت ﷺ کے سال وفات سے، جس سے ایک مہینہ پیشتر آپ نے وہ قول سوبرس تک کسی کے زندہ نہ رہنے کا فرمایا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں بصفحہ ۳۱۰ اور مشکوۃ میں بصفحہ ۴۷۲ تصریح موجود ہے، حساب کیا جاوے تو ایک سوبرس ہوتے ہیں۔تابعین کا قرن اس سوبرس کے بعد شمار کیا جائے تو تقریباً ستر برس تک ختم ہوتا ہے اور تبع تابعین کا قرن اس کے بعد سے شمار کیا جائے تو تقریباً پچاس برس تک ختم ہوتا ہے۔اس سے بھی ظاہر ہوا کہ قرن ہرایک زمانہ والوں کی عمر کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے اوراس پر اتفاق ہے کہ آخری تبع تابعی دوسوبیس ہجری تک زندہ رہا ہے۔اس کے بعد بدعت وفساد کا عام شیوع ہوگیا۔معتزلہ نے زبان کو کھولا اور فلاسفہ نے سراٹھایا وغیرہ وغیرہ۔

ان عبارات کی شہادت سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قرن سے جس کے گزرجانے کی بقول حضرت ابن عمرؓ، آنحضرت ﷺ نے اس قول میں خبردی تھی، صحابہ مراد ہیں۔جو عرب وغیرہ بلاد کی زمین میں رہتے تھے۔آنحضرت ﷺ نے اس قول میں ان ہی کے فوت ہونے کی خبردی تھی، نہ تمام دنیا کے لوگوں کی۔آپ کے قرن سے ساری دنیا کے لوگوں کو مراد ٹھہرایا جائے تو آنحضرت ﷺ کی اس حدیث مشہور میں جو لفظ قرن وارد ہے اس سے بھی تمام دنیا کے لوگ مراد لینا اوران کا بہتر ہونا اوران کے تعامل کا حجت ہونا لازم آئے گا جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی فن حدیث سے ناواقف ہوکر ناحق دخل درمعقولات دیتا ہے اوراحادیث صحیحہ کے غلط معنے کرکے ان کو باہم متعارض ٹھہراتا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے۔محمد حسین) **اب ظاہر ہے کہ اگر تمام حدیثیں روایت کے طور سے یقینی الثبوت ہوتیں تو یہ خرابیاں کاہے کو پڑتیں** (جملہ احادیث کو یقینی الثبوت کہنے کا جواب بارہا دیا گیا۔ان میں تعارض کا عدم وقوع بھی ظاہر کیا گیا۔مرزاصاحب قادیانی بارباراسی بات کا اعادہ کرتے اور خروج ازمبحث کا ارتکاب عمل میں لائے ہیں جس کی پانچویں دفعہ ہے۔محمد حسین)۔**اب میں خیال کرتا**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ میں آپ کے سوال کا پورا پورا جواب دے چکا ہوں (پورا چھوڑ ادھورا جواب بھی نہیں دیا اور نہیں بتایا کہ احادیث صحیحین اصول روایت کی رو سے صحیح ہیں یا سب کی سب غیر صحیح یا بعض صحیح بعض موضوع۔ ہمارے سوال کا یہی جواب تھا جس کا کوئی حصہ بھی مرزا قادیانی کی تمام کلام میں پایا نہیں جاتا) کیونکہ جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ حدیثیں بوجہ اپنی ظنی حالت اور تعارض اور دوسری وجوہ کے یقین کامل کے مرتبہ پر نہیں ہیں، اس لئے وہ بجز شہادت وموافقت قرآن کریم یا عدم خلاف اس کے حجت شرعی کے طور سے کام میں نہیں آسکتیں (احادیث صحیحین کا واجب العمل ہونا باوجود ظنی تسلیم ہونے کے شرط توافق قرآن سے مشروط نہیں۔ وہ احادیث بلا مراجعت قرآن واجب العمل ہیں اور کوئی حدیث صحیحین قرآن شریف کے مخالف نہیں۔ محمد حسین) اور قانون روایت کی رو سے ان کا وہ پایہ ہرگز تسلیم نہیں ہوسکتا جو قرآن کریم کا پایہ ہے (یہ ہم پایہ ہونا کس نے کہا اور کس نے اس سے سوال کیا؟ یہ چھٹی دفعہ مرزا صاحب نے مبحث سے خروج کیا کہ ایک ایسے امر سے تعرض کیا جس سے بحث وسوال نہ تھا۔ محمد حسین) سو بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے۔ ۲۱۔ جولائی ۱۸۹۱ء۔ مرزا غلام احمد

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی تحریر پنجم

(اس تحریر کے متعلق قادیانی روایت یہ ہے کہ یہ پرچہ ان کے پاس نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مختصر سا پرچہ تھا جو محمد حسین ہی کے پاس رہ گیا ہوگا۔ تاہم انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ محمد حسین نے یہ پرچہ ان کے حوالے نہیں کیا۔ ایسا ہوتا تو جب مرزا قادیانی کے آخری پرچے کے بارے میں مولانا نے کہا کہ تم نے یہ پرچہ ہمیں نہ دے کر شرائط مباحثہ کی خلاف ورزی کی ہے، تو مرزا صاحب کہتے کہ تم تو یہ جرم پہلے ہی کر چکے ہو۔ ہمیں الزام دینے کا کیا مطلب؟ دراصل اس پرچہ میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ نے کچھ سوال مرزا صاحب پر وارد کئے ہیں۔ جن کا جواب وہ دے نہیں سکے۔ اس لئے اصل سوالات کو غائب کر کے جو کچھ ان کے منہ میں آیا کہتے رہے اور اپنے اتباع پر ظاہر کیا کہ میں نے ایک مدلل تحریر لکھی ہے۔ بہاء)

شیخ السلام مولانا محمد حسین نا بٹالویؒ اس پرچہ میں لکھتے ہیں: آپ (مرزا) نے میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہیں دیا اور نہ فرمایا کہ احادیث کا قانون روایت بجز اس عقلی پیمانہ کے کہ موافق قرآن ہوں تو مقبول ورنہ مردود، یعنی پیمانہ صحت کیا ہے اور اصول روایت کی رو سے احادیث صحیحین صحیح ہیں یا نہیں؟ مگر آپ کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کسی حدیث کو، بخاری ومسلم کی کیوں نہ ہو، صحیح ولائق قبول نہیں جانتے جب تک کہ اس کا مطابق قرآن ہونا ثابت نہ ہو۔ (ہمارے اس اظہار مفہوم پر بعض مرزائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب تم کو اس مفہوم کا علم واعتراف ہے تو پھر کیوں کہتے چلے گئے ہو کہ ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ اس مفہوم کی نسبت مرزا قادیانی سے اسی مقام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ سوال کیا گیا کہ: ہماری کلام کا یہی مطلب ہے تو صرف ہاں کہدو ۔ تو اس نے اس کے جواب میں ہاں نہیں کہا۔ لہذا سوال واستفسار کا حق رہا ۔ جواب دوم یہ کہ یہ مفہوم مرزا قادیانی کے لفظ لفظ سے ٹپک رہا ہے، مگر ہم اس سے صاف اقرار کرانا چاہتے تھے تا کہ عوام کو اس کا منکر صحت صحیحین ہونا اس کے اقرار سے ثابت ہو۔ سو اگرچہ اس نے یہ صریح اقرار نہیں کیا، مگر بار بار کا مفہوم واشارہ بھی صریح اقرار کے مانند ہو جاتا۔ اسی وجہ سے ہم نے تحریر نمبر ۸ میں اس کو یقیناً منکر صحت صحیحین ٹھہرا دیا اور اس پر جو حکم مناسب تھا، لگایا۔ محمد حسین) و بناء علیہ ان کتب کی احادیث کی نسبت یہ عام حکم نہیں لگاتے کہ وہ صحیح ہیں یا موضوع ہیں۔ اور نہ یہ تفصیل و تشقیق کر سکتے ہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے، فلاں موضوع، بجز احادیث متعلقہ ابن صیاد و دجال، جن کی ایک جانب کو آپ موضوع جانتے ہیں۔ آپ کے کلام کا یہی مطلب ہے تو آپ صرف ہاں کہدیں اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمادیں کہ اس اعتقاد و بیان میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے اور آپ سے پہلے کون اس کا قائل ہے؟ اس کا مطلب کچھ اور ہے تو وہ بیان کریں (ناظرین خیال رکھیں کہ ہم نے کس اعتقاد و بیان میں قادیانی کے امام کا نام دریافت کیا ہے اور قادیانی نے جواب میں کس مسئلہ میں اپنے لئے امام کا ہونا غیر ضروری ہونا بتایا ہے۔ محمد حسین)

نمبر۲۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تم کتب احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے برابر سمجھتے ہو۔ اس کی نسبت یہ سوال ہے کہ میرے کن الفاظ سے آپ نے یہ مطلب سمجھا ہے۔

نمبر۳۔ آپ نے یہ دعوی کیا کہ آنحضرت ﷺ نے بعض احادیث اجتہادی فرمائی ہیں، کیا اس سے آپ کا یہ مقصود ہے کہ وہ وحی الہی نہیں ہے، یا کچھ اور ہے۔ یہی ہے تو فرمائیے کہ احادیث متعلقہ ابن صیاد اسی قسم اجتہادی سے ہیں یا نہیں۔

نمبر۴۔ آپ نے لکھا ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع تھا کہ ابن صیاد، دجال معہود ہے، اس پر کتب حدیث میں کہاں شہادت پائی جاتی ہے جس سے اجماع ثابت ہو۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے۔

نمبر۵۔ آپ نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں۔ کتب حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے۔

نمبر۶۔ آپ نے جو مضمون اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اسکی تصحیح نقل کریں اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کریں کہ اس امر کی نسبت میں نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سوالات کا آپ جواب دیں گے تو آپ کے طولانی جواب پر مفصل بحث ہوگی۔ بلاحصول جواب سوالات مذکورہ اس پر تفصیلی بحث نہیں ہو سکتی۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء۔ابوسعید محمد حسین

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر پنجم

میری طرف سے مکرر گذارش یہ ہے کہ آئمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں فرق کرتے ہیں اور جو قاعدہ تنقید احادیث انہوں نے بنایا ہوا ہے وہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے کہ وہ راویوں کے حالات پر نظر ڈال کر باعتباران کے صدق یا کذب اور سلامت فہم یا عدم سلامت فہم اور باعتباران کی قوت حافظہ یا عدم حافظہ وغیرہ امور کے جن کا ذکر اس جگہ موجب تطویل ہے۔ کسی حدیث کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی نسبت حکم دیتے ہیں۔ مگر ان کا کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ ثبوت کامل تک پہنچ گئی ہے جس میں امکان غلطی کا نہیں، بلکہ ان کا مطلب صحیح کہنے سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ بخیال ان کے ان آفات اور عیوب سے مبرا ہے جو غیر صحیح حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو (جس قدر ثبوت عمل کے لئے کافی ہے وہ تو کامل و مکمل احادیث صحیحین کو حاصل ہے۔رہی مرزا صاحب کی قید عدم امکان غلطی ہو، یہ محض دھوکہ ہے۔عمل کے لئے یہ امر ضروری نہیں ہے اور حدیث صحیح باوجود امکان غلطی، واجب العمل ہے۔اور صحیحین کی احادیث واقعی صحیح نہ ہوں تو ان کی صحت پر قسم کھانے سے کفارہ لازم آوے، حالانکہ یہ کفارہ لازم نہیں ہے۔ان کتابوں کی صحت پر امت کا اتفاق واقعی صحت کا مثبت ہے کیونکہ امت اپنے اتفاق میں معصوم ہے،اس کا بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ محمد حسین)۔غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے، اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں، تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ سے مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں وبس۔ بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے (نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اعمال کے اتفاقیہ ارکان گو تعامل سے ثابت ومعلوم ہیں مگر ان کے اختلافی اجزاء ومسائل تعامل سے ثابت نہیں۔ان کا ثبوت احادیث ہی سے ملتا ہے۔حدیث نہ ہو تو ان مسائل کے ثبوت کا پتہ نہ لگے۔ان پر تعامل پایا جاتا تو ان میں اختلاف واقع نہ ہوتا۔مرزا قادیانی جو ان سب کو تعامل سے ثابت بتاتا اور ان کو یقینی ٹھہراتا ہے، تو اس کی وجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ وہ نہ تعامل کے معنے جانتا ہے اور نہ ان اختلافات سے واقف ہے جو ان اعمال میں پائے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ اور اس کے حواشی میں ہوگی۔ محمد حسین) ۔ اگر فرض کر لیں کہ یہ فن حدیث دنیا میں پیدا نہ ہوتا، پھر بھی یہ سب اعمال وفرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھتے تھے، یا زکوۃ نہیں دیتے تھے (قادیانی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ احادیث وہی نہیں کہلاتیں جو کسی کتاب میں جمع ہوں اور لکھی بھی جا چکی ہوں۔ صدر اول میں تو احادیث زبانی روایت کی جاتی تھیں اور سینوں میں محفوظ تھیں۔ اور ان ہی حدیثوں کی ہدایت کے موافق صدر اول کے لوگ نماز، روزہ وحج، زکوۃ وغیرہ اعمال وارکان اسلام بجالاتے اور کسی وقت میں وہ احادیث سے مستغنی نہیں ہوئے۔ حدیث نہ ہوتی تو اسلام کے ایک رکن پر مطلق عمل جاری نہ ہوتا۔ تعامل کیسا اور کس کا؟ محمد حسین) ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام واعمال کو یک دفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ باتیں جمع کی جاتیں، تو بے شک یہ درجہ یقین وثبوت تام جواب ان میں پایا جاتا ہے، ہرگز نہ ہوتا (ان اعمال کے جملہ ارکان ومسائل کا یقین ثبوت آپ کو ہوگا۔ مسلمان تو عموماً ان کی اختلافی تفصیلات کے لئے وہی مرتبہ تجویز کرتے ہیں جو احادیث صحیحہ کا مرتبہ ثبوت ہے، یعنی ثبوت بظن غالب۔ یہی وجہ ہے کہ ان اختلافی مسائل میں ایک فریق دوسرے کی تکفیر وتفسیق نہیں کرتا۔ محمد حسین) سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم وصلوۃ وغیرہ تفاصیل معلوم ہوئی ہیں، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو طبعی طور پر ہر یک مذہب کو لازم پڑا ہوا ہوتا ہے اور میرا مذہب احادیث بخاری اور مسلم کی نسبت یہ نہیں ہے کہ میں خواہ مخواہ ان کی کسی حدیث کو موضوع قرار دوں (خواہ مخواہ کیوں موضوع کہیں گے، آپ کوئی وجہ نکال کر موضوع قرار دیں گے۔ مخالفت قرآن کی وجہ وجیہ آپ کو ہاتھ لگ گئی ہے، جس حدیث کو چاہا مخالف قرآن قرار دے کر موضوع قرار دے دیا۔ جیسا کہ احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو آپ نے مخالف قرآن وتوحید قرآن قرار دے کر موضوع قرار دیدیا ہے۔ محمد حسین) بلکہ میں ہر یک حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے کھلے طور پر ان کے مخالف نہ ہو تو میں بسر وچشم اس کو قبول کرونگا۔ بلکہ اگر مخالفت بھی ہو تو کوشش کرونگا کہ وہ مخالفت اٹھ جائے۔ لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہو سکے تو پھر البتہ کہونگا کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں تغیر الفاظ یا پیرایہ بیان میں کچھ فرق آ گیا ہوگا، یا جو کچھ کسی صحابی نے بیان فرمایا ہوگا اس کے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے ہوں گے۔ مگر اب تک تو مجھے ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ بخاری یا مسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجھ کو ملی ہو جس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی وجہ سے تطبیق نہ کر سکا، بلکہ جو کچھ بعض احادیث میں کچھ تعارض پایا جاتا ہے خدا تعالیٰ نے اس تعارض کے دور کرنے کے لئے بھی میری مدد فرمائی ہے (جس طور سے تطبیق احادیث بقرآن مرزا قادیانی کرتے اور اس کو خدا کی مدد سمجھتے ہیں وہ صریح انکار احادیث سے بدتر ہے۔ وہ اگر ان احادیث کی نسبت، جن کو بزعم خود قرآن کے مخالف سمجھتے، صاف یہ کہہ دیں کہ یہ احادیث موضوع ہیں، تو اس سے اسلام اور مسلمانوں کو کچھ نقصان نہ ہو۔ مسلمان ان کو اس دعوی میں مبتدع سمجھیں اور ان احادیث کا موافق قرآن ہونا علماء اسلام سے دریافت کر لیں۔ مگر جب ناواقف اردو خوان مسلمان مرزا صاحب کی کلام میں ان احادیث کی قرآن سے تطبیق دیکھتے ہیں اور ایسے ایسے معانی سنتے ہیں جو زمانہ حضرت رسالت سے اس وقت تک کسی مسلمان کے خیال میں نہیں آئے تو وہ اس سے سخت گمراہ ہوتے ہیں اور وہ ان احادیث کے ظاہری معانی کو، جو ابتداء سے آج تک مسلمانوں میں متوارث چلے آئے ہیں، حقارت کی نگاہ سے دیکھ کر ان سے انکاری ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ پورے ملحد و باطنی ہو جائیں گے۔ اور صوم و صلوۃ کے ظاہری معانی سے بھی انکار کریں گے۔ اس کی تمثیلات فتوی تکفیر مرزا اور ریویو میں بکثرت بیان ہوئی ہیں۔ اس مقام میں ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

حدیث اتفاقی صحیحین میں آیا ہے کہ مسیح آئیں گے تو وہ خنازیر کو قتل کریں گے، جس سے مراد یہ ہے کہ وہ خنزیر پالنے اور اس کو کام میں لانے کو موقوف کر دیں گے۔ موجودہ خنزیروں کو قتل کا حکم دیں گے اور آئندہ خنزیر رکھنے سے لوگوں کو روک دیں گے۔

مرزا قادیانی نے جب دیکھا کہ عام دنیا کو خنزیر پالنے سے روکنا تو ریاست و سیاست کا کام ہے۔ اور حاکم وقت کے سوا کسی سے ممکن نہیں ہے، اور ان کا اپنا حکم تو خاص قادیان کے ایک محلّہ میں بھی نہیں چلتا۔ حکم کیسا، انہیں تو اپنی جان بچانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ قادیان میں سر چھپا کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دہلی گئے تو پولیس کی پناہ میں رہے۔ پھر مسیح موعود بنیں تو کیونکر بنیں۔ یہ سوچ کر انہوں نے پہلے اس حدیث کے معنے کو بگاڑا اور اس لائق کر دیا کہ ان کے بے علم اتباع کی نظر میں ان کا مخالف قرآن ہونا دکھائی دے، اور کہا کہ اس حدیث کے ظاہری معنے یہ ہیں کہ حضرت مسیح جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے۔ اور چوہڑے اور سانسی، جو پنجاب میں ایک قوم ہے جو چوہڑوں کی طرح مردار کھاتے ہیں، گھنڈیلے اور شکاری کتے آپ کے ساتھ ہوں گے پھر ان معنے کے مخالف قرآن ہونے کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ معنے نبی کی شان کے برخلاف ہیں، جو قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنے کی رو سے قرآن کریم کے مخالف ہے۔ پھر اس حدیث کے قرآن سے تطبیق کرنے کی غرض سے اس کی یہ تاویل فرمائی کہ اس حدیث میں خنزیر سے مراد خنزیر صفت انسان مراد ہیں اور قتل سے ان کا مغلوب کرنا۔ اور اس معنی سے یہ حدیث قرآن کے موافق ہو سکتی ہے۔ دیکھو توضیح مرام ص ۱۳ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۱ وغیرہ۔ اس تاویل و تطبیق قادیانی کو جو لوگ مان چکے ہیں وہ قتل خنزیر کے ظاہری معنے پر خوب قہقہہ اڑا رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کے حق میں جو زمانہ رسالت سے اس وقت تک اسکے ظاہری معنی مراد سمجھتے چلے آئے ہیں، یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کی نسبت خنزیروں کا شکار کھیلنے اور چوہڑوں اور چماروں اور کھنڈیلوں اور کتوں کو ساتھ لے کر جنگلوں میں دوڑتے پھرنے کا اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں اور اس گمان سے وہ نصوص نبویہ اور قرآنیہ کے ظاہری معنے مراد لینے کو ایک نہایت شرمناک اور غیر مہذبانہ واحمقانہ خیال سمجھنے لگے ہیں۔ جسکا عنقریب یہ نتیجہ ظاہر ہوگا کہ وہ آیات حرمت خنزیر میں بھی خنزیر سے خنزیر صفت انسان مراد لیں گے۔ اور اصل خنزیر کو حلال سمجھ کر نوش جان فرمائیں گے۔

اس اصول پر وہ نماز و روزہ و حج و زکوۃ کی نصوص کی وہ تاویلیں کریں گے جو فتوی تکفیر مرزا میں باطنیہ سے منقول ہوئی ہیں۔ اس وقت تک تو وہ احادیث کے ظاہری معانی پر قہقہے اڑا رہے ہیں۔ چند روز بعد جب اصول تاویل قادیانی ان کے خیال میں استحکام کے ساتھ جاگزین ہوگا، تو وہ آیات قرآن کے ظاہری معانی پر ان کو دوسری آیات اور تعلیم قرآنی و تقدس رحمانی کے برخلاف سمجھ کر قہقہے اڑائیں گے اور ان ظواہر سے انکار کرینگے۔ اس انکار ظواہر آیات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پٹری بھی ان کے پیغمبر قادیانی نے جمادی ہے۔اور آیات لیلۃ القدر وسجود آدم ومعجزات مسیح از قسم احیاء موتے وخلق طیور وغیرہ کے ظاہری معانی کو خلاف تعلیم قرآنی وتقدس رحمانی و برخلاف حقائق نفس الامر یہ قرار دے کر ان کی تاویل کر دی ہے اور یہ انکار ان کا حدیث نبوی کے ظاہری معانی میں محدود ومحصور نہیں رہا۔ظواہر حدیث کو تو انہوں نے ظنی ہونے کے بہانہ سے نشانہ بنایا ہے،ظواہر قرآن کو اس حیلہ سے اڑانا شروع کر دیا ہے کہ وہ ظواہر دوسری آیات کے مخالف ہیں،اور تعلیم قرآنی وتقدیس رحمانی کے منافی ہیں،جس سے یقین ہوتا ہے کہ آپ کی یہ تطبیق وتاویل آپ کے اتباع میں مسلم ہو گئی تو مرزا اور مرزائی جملہ نصوص قرآنیہ واحادیث نبویہ کے ظواہر وحقائق سے منکر اور پکے اور پورے باطنی وملحد ہو جائیں گے۔محمد حسین) ہاں میں دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں ہر ایک تعارض کو دور کر سکتا ہوں کیونکہ جو حقیقی اور واقعی تعارض ہوگا اس کو میں کیوں کر دور کر سکتا ہوں یا کوئی اور شخص کیونکر دور کر سکتا ہے (یہ صاف وصریح اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک صحیحین کی بعض احادیث میں حقیقی اور واقعی تعارض بھی موجود ہے جس کو نہ آپ دور کر سکتے ہیں،نہ ان کے زعم میں کوئی اور شخص۔اور تعارض آپ کے نزدیک وضع وتحریف کی علامت ہے۔چنانچہ اپنی تحریر نمبر۴ وغیرہ میں آپ بیان کر چکے ہیں۔ان دونوں مقدمات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ صحیحین میں مرزا صاحب کے نزدیک بعض احادیث موضوع بھی ہیں۔یہ احادیث صحیحین پر ان کا تیرہواں حملہ ہے۔محمد حسین)۔

☆ اور آپ نے جو مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ جو تعارض ابن صیاد والی حدیث اور گرجا والے دجال والی حدیث میں پایا جاتا ہے،اس تعارض کے ماننے میں کون تمہارے ساتھ ہے؟ (میں نے یہ سوال نہیں کیا،اور جو اس سوال کے جواب میں آپ نے کہا،وہ بھی بے محل ہے۔اور جس عبارت ریویو سے آپ نے استدلال کیا ہے وہ آپ کے مدعا سے اجنبی ہے۔اس عبارت میں آیہ وحدیث کے ہوتے تقلید کو غیر ضروری بتایا گیا ہے اور آپ کا دعویٰ تعارضی احادیث ابن صیاد اور دجال محض باطل خیال ہے،احادیث نبویہ سے اس پر شہادت نہیں پائی جاتی۔محمد حسین)

اس سوال سے میں متعجب ہوں کہ جس حالت میں مدلل اور موجہ طور پر میں تعارض کو ثابت کر چکا ہوں تو پھر میرے لئے ضرورت کیا ہے کہ میں کسی کی سلف میں سے تقلید ضروری سمجھوں۔اور آپ بھی تو ریویو براہین احمدیہ صفحہ ۳۱۰ میں اس بات کو قبول کر چکے ہیں کہ بلا تقلید غیری استدلال منع نہیں۔چنانچہ آپ اس صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے معاصرین جو باوجود ترک تقلید کے خوگر ہیں بلا واسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے تمسک نہیں کرتے اور جو بلا واسطہ سابقین کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرے اس کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

☆ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میرے کس لفظ سے یہ سمجھ لیا ہے کہ میں احادیث کا مرتبہ صحت قرآن کے مرتبہ صحت سے برابر سمجھتا ہوں،یہ مجھے آپ کی فحوائے کلام سے خیال گذرا تھا۔اگر آپ کا یہ منشا نہیں ہے اور آپ میری طرح احادیث کا مرتبہ صحت،قرآن کریم کے مرتبہ صحت سے متنزل سمجھتے ہیں اور قرآن کریم کو امام قرار دیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور محک صحت احادیث ٹھہراتے ہیں، تو پھر میری غلطی ہے کہ میں نے ایسا خیال کیا (حدیث صحیح کا مرتبہ ثبوت میں قرآن کے مساوی نہ ہونا تو میں نے ظاہر کیا تھا مگر قرآن کا محک صحت احادیث صحیحہ ہونا مرزا صاحب نے اپنی طرف سے ملا کر مجھے ان دونوں باتوں کا قائل قرار دیا اور اس میں اپنی دجالیت کا ایک ثبوت پیش کیا ہے۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ احادیث صحیحہ کا معیار صحت، اصول روایت ہیں اور احادیث صحیحہ، ثبوت صحت کے بعد خود بخود موافق قرآن ہو جاتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کی صحت کو قرآن سے نہیں پہچانا جاتا۔ ممکن ہے کہ ایک حدیث کا مضمون قرآن کے مطابق ہو اور وہ حدیث صحیح نہ ہو۔ محمد حسین) لیکن اگر آپ درحقیقت قرآن کریم کا اعلیٰ مرتبہ مانتے ہیں اور اس کو واقعی طور پر محک صحت احادیث قرار دیتے ہیں اور اس کی مخالفت کی حالت میں کسی حدیث کو قبول نہیں کرتے تو پھر تو آپ مجھ سے متفق الرائے ہیں۔ پھر اس لمبی چوڑی تکرار سے فائدہ کیا ہے؟

اور یہ جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اجتہاد سے کیا مطلب ہے، تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس جگہ اجتہاد سے مراد، اس عاجز کی، اجتہاد فی الوحی ہے، کیونکہ یہ تو ثابت ہے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت وحی مجمل میں اجتہادی طور پر دخل دیا کرتے تھے اور بسا اوقات وہ تفسیر اور تشریح جو آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے صحیح اور سچی ہوتی تھی اور بعض اوقات غلطی بھی ہو جاتی تھی چنانچہ اس کی نظیریں بخاری اور مسلم میں بہت ہیں (اس قول میں مرزا قادیانی نے عجیب تدلیس و تلبیس سے کام لیا ہے، اس کی جملہ تلبیسات و تحریفات نصوص قرآن و حدیث کا اصل اصول یہی امر ہے جو اس قول میں اس نے اختیار کیا ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی مجمل میں اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کیا کرتے۔ جو جملہ مجملات وحی متلو، قرآن مجید، اور وحی غیر متلو، حدیث شریف، کو شامل ہے اور اس دعویٰ سے مرزا قادیانی نے یہ جتایا ہے کہ قرآن کی جو آیت مجمل ہے یا احادیث نبویہ سے جو حدیث مجمل ہے، وہ محل اجتہاد ہے اور اس میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اسی نظر سے قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ۴ میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں۔ اس وجہ سے ان میں باہم تعارض ہو گیا ہے، جس پر ہم نے اپنی تحریر نمبر ۵ میں معنے اجتہاد سے سوال کیا تھا۔ اسی کا جواب مرزا قادیانی نے اس قول میں دیا ہے جس کا مطلب اس کے مضمون تحریر نمبر ۴، اور ازالہ اوہام کا مضمون صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۷ وغیرہ ملا کر یہ ہوا: بعض آیات و احادیث کی وحی آنحضرت ﷺ کو مجمل ہوتی۔ آنحضرت ﷺ اپنے اجتہاد سے اس کی تفسیر و تشریح فرماتے۔ اور اس میں غلطی بھی کیا کرتے۔ اسی وجہ سے ان میں تعارض واقع ہو گیا۔ اور احادیث متعلقہ دجال و ابن صیاد و حضرت مسیح اسی قسم سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس باب میں کچھ مجمل وحی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کی تشریح و تفسیر اپنے اجتہاد سے کر کے وہ حدیثیں فرما دی ہیں۔ اور ان میں غلطی کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان احادیث میں تعارض واقع ہو گیا ہے۔

اس عام دعویٰ، وحی مجمل قرآن و حدیث کو آپ ﷺ کا اجتہاد سے تفسیر کرنا اور اس میں غلطی کا مرتکب ہونا، پر جو دو دلیلیں مرزا قادیانی نے پیش کی ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے دو خواب ہیں، چنانچہ آئندہ ان کی تشریح ہوگی، اور نبی کا خواب گو ایک خاص قسم کی وحی ہے، جس کی تعبیر اجتہاد سے ہو سکتی ہے اور اس میں غلطی ممکن ہے، مگر اس خاص قسم کی وحی کو محل اجتہاد و غلطی ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر قسم کی وحی مجمل قرآن و حدیث کی تفسیر آنحضرت ﷺ اجتہاد سے فرماتے اور اس میں غلطی کیا کرتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوی تو مرزا صاحب نے عام کیا کہ ہر ایک وحی مجمل قرآن وحدیث میں آنحضرت ﷺ اجتہاد کرتے اور اس میں غلطی کے مرتکب ہوتے، اور دلیل خاص ایک قسم، خواب، میں آنحضرت ﷺ کا اجتہاد و غلطی کرنا پیش کیا، اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اس دھوکہ سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔ مسلمان اور غیر مسلم سبھی عقلاء اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب کو ایسے اتباع مل گئے ہیں جو عقل سے بھی اب کوئی تعلق نہیں رکھتے، جیسا کہ نقل کو پہلے ہی آپ کی بیعت کر کے سلام کہہ چکے ہیں۔ لہذا آپ بے دھڑک و بلا پابندی نقل و عقل جو چاہتے ہیں، کہہ دیتے ہیں اور وہ آمنا کل من ربنا کہہ کر اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب دو تین خوابوں کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کے اجتہاد و خطا کو ہتھکنڈا بنا کر انہیں کی دست آویز سے جس پیش گوئی قرآن وحدیث کو چاہتے ہیں، وحی مجمل قرار دیتے ہیں اور اس کو آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کا ایک غلط نتیجہ ٹھہرا کر اس کے ظاہر معانی کو بے کار و بے اعتبار ٹھہراتے اور اپنی تاویل کا محل بنا لیتے ہیں۔ اور نصوص قرآن وحدیث کو زیر و بالا کر دیتے۔ اور ان کے مرید اس کو حقائق و معارف سمجھ کر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم اہل اسلام کو یہ بتاتے ہیں کہ اسلام میں مجملات قرآن حدیث کا کیا حکم مقرر و مسلم ہے۔

اسلام و مسلمانوں میں مجملات قرآن وحدیث کا یہ حکم مسلم و مقرر ہے کہ جس مخزن و مخرج سے مجمل کا صدور ہوتا ہے اسی مخزن و مخرج سے اس کا بیان صادر ہوتا ہے، یعنی وحی الٰہی و نص شارع سے جس کو اجتہاد اور اجتہادی غلطی ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی کتاب اصول فقہ حسامی میں لکھا ہے: و ضد المفسر المجمل و ھو ما اند حمت فیه المعانی فا شتبه المراد به اشتبا ھا لا ید رك ا لا ببیا ن من المجمل كآیت الر بوا و حكمه التو قف فیه علی اعتقا د حقیقة المراد به الی ان یاتیه البیا ن (حسامی۔ص۶) مفسر کی ضد مجمل ہے، جس کی مراد میں کثرت معانی کے سبب ایسا اشتباہ واقع ہو جو بلا بیان شارع رفع نہ ہو جیسے آیت ربوا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا جائے جب تک کہ شارع سے بیان وارد نہ ہو۔

آیہ ربو کے مجمل ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رباء عربی زبان میں ہر ایک بڑھوتری کو کہا جاتا ہے اور کوئی بیع ایک جانب کی بڑھوتری سے خالی نہیں۔ لہذا یہ معنی لغوی ربو کے اس آیت میں مراد نہیں ہو سکتے۔ اور وجوہات سے بڑھوتری مراد لیں تو ان میں کثرت وجوہات کے سبب اشتباہ واقع ہے۔ اور کسی خاص وجہ کی بڑھوتری مراد نہیں لی جا سکتی۔ لہذا اس کی مراد قرار دینے میں توقف کیا گیا۔ یہاں تک کہ شارع ﷺ نے اس کی مراد کو خود بیان کر دیا اور صاف فرما دیا کہ چھ چیزوں گندم، جو، نمک، کھجور، سونا، چاندی، کا اپنی ہم جنس سے مبادلہ ہو تو اس میں ایک جانب کی بڑھوتری رباء ہے۔ تو وہ اشتباہ رفع ہوا۔ اس بیان نبوی کی نسبت کوئی مسلمان یہ تجویز نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بیان اجتہاد سے فرمایا ہے، جس میں خطا کا احتمال ہے۔ بلکہ بالاتفاق یہی تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ بیان وحی الٰہی سے ہوا ہے۔ جس کو شریعت کہا جاتا ہے۔ اور اس بیان میں آپ ﷺ کو شارع تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں کتاب وسنت میں اور بہت ہیں۔ کتاب اللہ کی اور تمثیلات کا کوئی شائق ہو تو تفسیر اتقان مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۳۰۸ میں دیکھے۔ اور احادیث کی تمثیلات کتب احادیث میں۔

نبی کے خواب کے مجملات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور اس کی تعبیر وحی الٰہی پر موقوف نہیں، وہ اجتہاد سے بھی ہو سکتی ہے۔ نبی کا خواب گو ایک قسم کا وحی ہے، چنانچہ ابن ابی حاتم اور بخاری کی حدیث میں آیا ہے رئو یا الانبیاء و حی۔ رواہ ابن ابی حا تم مر فوعاً و البخاری من قو ل عبید بن عمر مگر چونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی خوابوں کی اجتہاد سے تعبیر کی اور اس میں بعض جگہ غلطی بھی ظاہر ہوئی۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اس قسم کی مجمل وحی منامی کا حکم عام مجملات قرآن وحدیث سے متغایر ہے۔ اس میں اجتہاد سے کام لینا جائز ہے۔ اور شرع اور وحی سے ورود بیان کی تعبیر خواب میں ضرورت نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی وحی منامی کے چھیالیسویں حصہ، مومنوں کے خواب، میں جس کو بخاری کی حدیث نبوی میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے رؤیا المومن جزء من ستة و اربعین جزءٌ من النبوة (بخاری۔ص ۱۰۲۵) اجتہاد سے تعبیر کو جائز رکھا گیا ہے اور اگر اس قسم کی وحی کی تعبیر بھی بیان شارع پر موقوف رکھی جاتی تو اس کے جزء (چھیالیسواں حصہ) میں بھی اس بیان شارع کے کسی جزء کی ضرورت ہوتی۔ اور چونکہ یہ ناممکن امر ہے کہ ہر ایک مومن کی سچی خواب کی تعبیر کا کوئی حصہ بیان شارع میں پایا جائے، لہٰذا اس کے کل یعنی منامی وحی نبوی میں بھی اس بیان کی ضرورت کو اٹھا یا گیا اور اجتہاد سے اس کی تعبیر کو جائز رکھا گیا۔

الحاصل خاص خواب کا حکم اور ہے، عام مجملات قرآن وحدیث کا حکم اور۔ مرزا قادیانی، مسلمانوں کو دھوکہ دیتا ہے کہ عام وحی مجمل قرآن وحدیث کو خواب کے حکم میں ٹھہرا کر جس آیت، حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل قرار دے کر اجتہادی غلطی کا محل قرار دیتا اور اس میں جو تاویل چاہتا ہے، کرتا ہے۔

یہ مرزا صاحب کے ملحدانہ اصول کا ابطال ہے۔ اب اس باطل اصول کے بداثر سے ان احادیث کو بری کیا جاتا ہے جن کو اس اصول کے شکنجہ میں پھنسا کر مرزا قادیانی نے خواب یا تعبیر ٹھہرا کر محل اجتہاد و غلطی اجتہادی و ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یعنی احادیث متعلقہ دجال و ابن صیاد خصوصاً حدیث تمیم داری جس کو خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ۴ میں نشانہ بنایا ہے۔

پس واضح ہو کہ جن احادیث میں دجال کی آمد کی خبر ہے ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں کسی قسم کا اجمال ہو یا احادیث ابن صیاد سے اس کا تعارض ہو، یا اس میں آنحضرت ﷺ کے خواب کی حکایت یا کسی خواب کی تعبیر ہو۔ یا اس کا خلاف مشاہدہ میں آیا ہو جس سے ثابت و مفہوم ہو کہ وہ اجتہادی تعبیر تھی جو خلاف واقعہ نکلی بلکہ وہ احادیث اپنے منطوق و مفہوم والفاظ وسیاق سے صاف بتا رہی ہیں کہ ان احادیث میں آنحضرت ﷺ نے جو حالات بیان کئے ہیں وہ آپ ﷺ کے چشم دید واقعات ہیں، جو بمشاہدہ عینی بوحی الٰہی آپ پر منکشف ہوئے ہیں۔ اور ان احادیث میں کسی قسم کا تعارض و تخالف نہیں ہے۔

احادیث متعلقہ ابن صیاد کا احادیث دجال سے متعارض نہ ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے اور احادیث دجال کا آپس میں متعارض نہ ہونا ریویو، ازالہ اوہام مرزا قادیانی میں ثابت کیا جائے گا۔ اور حدیث تمیم داری ہماری تحریر نمبر ۸ میں منقول ہے اس مقام میں چند احادیث متعلقہ آمد دجال نقل کی جاتی ہیں جو ابطال عموم دعویٰ قادیانی کے لئے کافی ہیں۔ ناظرین بتائیں کہ ان میں کسی قسم کا اجمال یا ان کا خواب یا تعبیر ہونا، یا ان کا اجتہادی ہونا، کس لفظ سے مفہوم ہوتا ہے؟

عن عبد اللہ بن عمر قال قام رسول اللہ ﷺ فی الناس فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم ذکر الدجال فقال انی لا نذر کموہ و ما من نبی الا انذرہ قومہ ولاکنی ساقول فیہ قولاً لم یقلہ نبی لقومہ انہ اعور و ان اللہ لیس باعور (بخاری ص ۱۰۵۵ ومعناہ فی مسلم ص ۴۰۰)۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روائت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ خدا کی تعریف کے بعد آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا نہ ہو، ولیکن میں اس کے حق میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو پہلے کسی نبی نے نہیں کہی، وہ یہ ہے کہ وہ دجال کانا ہوگا اور خدا تعالیٰ کانا نہیں۔

عن انس بن مالك ما بعث نبی الا انذر امتہ الاعور الکذاب و ان ربکم لیس باعور و ان بین عینیہ مکتوب کافر، (بخاری ص ۱۰۵۶ و مسلم ۴۰۰ و فیہ یقرء کل مومن کاتب و غیر کاتب)۔ حضرت انس آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ کوئی نبی نہیں ہے جس نے اس کانے کذاب سے نہ ڈرایا ہو، اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کانے کذاب کی دو آنکھوں کے مابین ك ف ر لکھا ہوگا جس کو ہر ایک مومن پڑھا ہوا ہو، یا ان پڑھ، پڑھ لے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن حذیفه عن النبی ﷺ قال فی الدجال ان معه ماء و نارا فناره ماء بارد و مائه نار ۔ (بخاری ۱۰۵۶ و مسلم ۴۰۰) ۔ و فیه فاما ادرکن احد فلیأت النهر الذی یراه نارا فلیغمر حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ پانی بھی ہوگا، آگ بھی ہوگی۔ سواس کی آگ (واقعہ میں) پانی ہوگا اور پانی (واقعہ میں) آگ۔ پس اگر کوئی اس کو پائے تو جو آگ نظر آوے اس میں غوطہ لگائے۔

و عن ابی سعید الخدری قال حدثنا رسول الله ﷺ یوماً حدیثاً طویلاً عن الدجال فکان فیما حدثنا قال یاتی و هو محرم علیه علیه ان یدخل نقاب المدینه فینتهی الی بعض السباخ التی تلی المدینة فیخرج الیه یومئذ رجل هو خیر الناس او من خیر الناس فیقول اشهدانك الدجال الذی حدثنا رسول الله حدیثه فیقول الدجال ارایتم ان قتلت هذا ثم احیته اتشکون فی الامر فیقولون لا قال فیقتله ثم یحییه فیقول حین یحییه و الله ما کنت فیك قط اشدبصیرة منی الآن فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه ۔ (مسلم ۴۰۴ ۔ بخاری ۱۰۵۶)

حضرت ابوسعید خدری نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو ایک دن دجال کے حق میں ایک لمبی حدیث سنائی اس میں یہ ذکر بھی تھا کہ دجال پر شہر مدینہ کے دروازوں میں داخل ہونا حرام کیا جائے گا، وہ مدینہ کے متصل بعض شور میں پہنچے گا تو اس کی طرف ایک شخص نکلے گا جو اس دن تمام لوگوں سے بہتر ہوگا (علما کہتے ہیں وہ خضر ہوں گے، لو یہ ایک اور مصیبت مرزا قادیانی پر نازل ہوئی وہ حیات حضرت مسیح کو ناممکن سمجھتا تھا، یہاں ایک اور بھی غیر معمولی زندہ پیر نکل آئے) وہ شخص دجال کو کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دجال ہے جس کی بات ہم مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے کہی ہوئی ہے۔ دجال اپنی ذریات کو کہے گا بتاؤ اگر میں اس شخص کو مار ڈالوں اور پھر زندہ کروں تو تم کو میرے معاملہ میں کچھ شک رہے گا؟ وہ کہیں گے نہیں۔ پھر وہ اسکو قتل کرے گا پھر زندہ کریگا تو وہ شخص کہے گا کہ مجھے جیسا اس وقت (یعنی تیرے افعال دیکھ کر) تیرے دجال ہونے کا یقین حاصل ہوا ہے، ایسا یقین پہلے حاصل نہ تھا۔ پھر وہ اس کو (دوبارہ) مارنا چاہے گا تو اس پر قدرت نہ پائے گا۔

عن انس بن مالك قال قال النبی یجئی الدجال حتی ینزل فی ناحیة المدینة ترف ثلث رجفات فیخرج الیه کل کافر و منافق (بخاری ص ۱۰۵۵ مسلم ۴۰۵) حضرت انس کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے دجال آئے گا تو مدینہ کی ایک جانب اترے گا۔ اس وقت مدینہ میں تین دفعہ زلزلہ واقع ہوگا جس سے ہر ایک منافق و کافر جو مدینہ میں ہوگا، نکل کر دجال کے پاس چلا جاوے گا۔

ان احادیث کے الفاظ اور سیاق اور محل بیان (موقعہ خطبہ) صاف بتا رہے ہیں کہ ان احادیث میں جو حالات دجال، آنحضرت ﷺ نے بیان کئے ہیں وہ آپکے چشم دید حالات ہیں۔ اور ان احادیث کے الفاظ وسیاق وسباق میں کوئی تصریح یا اشارہ پایا نہیں جاتا کہ یہ خواب کی حکایت یا خواب کی تعبیر ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ان میں فرمایا ہے وہ ظن واجتہاد سے کہا ہے۔ یہ تصریح یا اشارہ نہ ان احادیث میں پایا جاتا ہے نہ کسی اور حدیث میں۔ اب ہم ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ان احادیث کو اپنے اس باطل اصول کے شکنجہ میں کیوں کر پھنسایا اور کس تحریر میں ان کو خواب ٹھہرا کر اجتہادی و ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اور اس کا جواب کیا ہے جس سے ان کی احادیث کے خواب ہونے سے برات ہو۔

پس واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے ایک تو مسلم کی حدیث دمشقی روایت نواس بن سمعان سے دجال کے حق میں آنحضرت کا لفظ کانی اشبه بعبد العزی جس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں گویا دجال کو عبدالعزی سے تشبیہ دے رہا ہوں، لے لیا اور اس لفظ کو اس امر کا مشعر ٹھہرایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کو حقیقۃً نہیں دیکھا تھا بلکہ کشف یا خواب کی حالت میں دیکھا تھا، تب ہی لفظ گویا فرمایا۔

دوسری بخاری کی وہ حدیث لے لی ہے جو اس کے صفحہ ۴۸۹ وغیرہ میں مروی ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دجال کو کعبہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طواف کرتے دیکھا،

اس حدیث کے بیان خواب اور حدیث نواس بن سمعان کے لفظ، گویا، کے مشعر کشف یا خواب ہونے سے اس نے یہ نکال لیا ہے کہ نواس بن سمعان کی تمام حدیث اور حضرت مسیح اور دجال کی جملہ احادیث خواب و مکاشفات ہیں جو تعبیر و تاویل کے محتاج ہیں، نہ حقائق واقعیہ۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۳ میں حدیث نواس بن سمعان کے لفظ مذکور سے استدلال کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو حضرت عیسی اور دجال کی نسبت امور معلوم ہوئے تھے وہ حقیقت میں سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے، جو اپنے اپنے محل پر مناسب تاویل و تعبیر رکھتے ہیں۔ ان ہی میں سے یہ دمشقی حدیث بھی ہے جو مسلم نے بیان کی ہے، جس کا اس وقت ہم ترجمہ کر رہے ہیں اور ہمارے اس بیان پر کہ تمام پیش گوئیاں مکاشفات نبویہ ہیں اور رویا صالحہ کی طرح بالتزام قرائن محتاج تعبیر ہیں خود آنحضرت ﷺ کے بیانات مقدسہ شاہد ہیں۔ پھر اس کی تمثیل و تائید میں صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵ میں بخاری کی حدیث مذکور متضمن خواب طواف دجال نقل کر کے صفحہ ۲۰۷ میں اس کی نسبت کہا ہے کہ: ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔ یہ درحقیقت مکاشفات اور خوابوں کے پیرایہ میں بیانات ہیں، جن کی تعبیر و تاویل کرنی چاہیے جیسا کہ عام طور پر خوابوں کی تعبیر کی جاتی ہے، سو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دجال اپنے ظہور کے وقت میں فتنہ اندازی کے کام کے گرد پھرے گا۔ اس کے بعد بڑے زور شور کے ساتھ جلی قلم سے کہا ہے کہ اب کہاں ہیں وہ حضرات مولوی صاحبان جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر و الحاد سمجھتے ہیں، ذرہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ سلف صالح نے اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت مسیح دجال کے طواف کرنے کو ایک خواب کا معاملہ سمجھ کر کیسی اس کی تاویل کر دی جو ظاہر الفاظ سے بہت بعید ہے۔ پھر جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزو کی تعبیر کی گئی تو پھر کیا وجہ کہ باوجود موجود ہونے قرائن قویہ کے دوسری جزو کی تعبیر نہ کی جائے۔ اس کے بعد صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ جس طرح ہمارے علماء نے مسیح دجال کے طواف کو ایک کشفی امر سمجھ کر اس کی ایک روحانی تعبیر کر دی ایسا ہی جناب خاتم الانبیاء ﷺ نے کئی مقامات میں ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، جب تک من جانب اللہ قوی اور یقینی معنے اس کے معلوم نہ ہوں، میں ظاہر پر حمل نہیں کر سکتا۔ پھر اس کی تمثیل میں ایک حدیث صحیح بخاری کی صفحہ ۵۵۱ سے یہ نقل کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں بی بی عائشہ دکھائی گئیں اور یہ کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے۔ تس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ امر خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو نافذ کرے گا۔ دوسری حدیث خواب میں مقام ہجرت دیکھنے کی ہے جس کا بیان آگے ہوگا۔

یہ مرزا قادیانی کی تقریر پر تزویر ہے جس میں اس نے احادیث متعلقہ دجال اور حضرت مسیح کو اپنے اصول کے شکنجہ میں پھنسا کر خواب قرار دیا ہے۔ اب اس کا جواب ناظرین سنیں۔

مرزا قادیانی نے جو کچھ اس تقریر میں کہا ہے اس کا حاصل مطلب و ماحصل وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی دو تین خوابوں کو ہتھ کنڈا بنا کر ان کے ذریعے سے جس آیت یا حدیث کو چاہتا ہے وحی مجمل اور خواب یا مکاشفہ محتاج تشریح و تاویل بنا دیتا ہے۔ اور اسکا جواب بھی گذر چکا ہے کہ یہ محض مغالطہ اور صاف دھوکہ ہے۔ بعض احادیث میں جو آنحضرت ﷺ کی خاص خوابوں کا بیان ہے وہ جملہ احادیث نبویہ متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو وحی مجمل اور خواب نہیں بنا سکتا۔ اور دلیل خاص سے دعوی عام ثابت نہیں ہوتا۔ اور خاص خواب کا حکم اور ہے اور عام مجملات قرآن و حدیث کا حکم اور ہے۔ مگر اس مقام میں مرزا قادیانی کے مغالطات مسلمانوں پر ظاہر کرنے کی غرض سے اس جواب کی تشریح کی جاتی ہے۔

مرزا قادیانی کا حدیث نواس بن سمعان کے لفظ کانی بمعنی گویا کو مشعر کشف یا خواب کہنا، پھر کشف اور خواب دونوں کو یکساں محتاج تعبیر و تاویل کہنا، پھر اس لفظ کی شہادت سے تمام حدیث نواس کو ایک کشف یا خواب قرار دینا مغالطہ در مغالطہ ہے۔

اس میں ایک مغالطہ مرزا قادیانی کا آنحضرت ﷺ کی رویت دجال کو خواب تجویز کرنا ہے جو محتاج تعبیر و محل تاویل ہوتا ہے۔ دوسرا مغالطہ اس خواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ لفظ، یا کشف، ملا دینا تا کہ ناظرین کو یہ متوہم ہو کہ وہ کشف بھی خواب میں ہی ہوگا۔ یا یہ کشف بھی خواب کی طرح محتاج تعبیر و تاویل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ آگے چل کر یہ بات اس نے بتصریح بھی کہدی ہے۔ یہ دونوں مغالطے اس ایک تجویز سے دفع ہو سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خدا تعالی نے بحالت بیداری دجال کی اصل صورت دکھائی ہو جیسے آپ ﷺ کی سیر بیت المقدس کو اہل مکہ کے نہ ماننے کے وقت بیت المقدس کی اصل صورت آپ کو دکھائی تھی۔ آپ مکہ کے مقام حجر میں بیت المقدس کو بچشم خود دیکھ رہے تھے اور کفار قریش کو اس کے پتے بتاتے جاتے تھے۔ قال رسول الله لما كذ بنی قریش قمت فی الحجر فجلی الله البیت المقدس فطفقت اخبر هم عن آ یا ته و انا انظر الیه ۔ متفق علیه (مشکوۃ۔ص ۲۴۲)۔ یا جیسے حضرت عمر فاروق کو خطبہ کی حالت میں کئی منزلوں کے فاصلہ پر ایک امیر لشکر (ساریہ نامی) کی (جو لڑائی میں بے موقع کھڑا ہونے کے سبب شکست پا چکا تھا) صورت و حالت خدا تعالی نے دکھا دی تو آپ نے اسی حالت خطبہ میں چلا کر یہ بات کہی کہ اے ساریہ پہاڑ کو پس پشت لے۔ اور ادھر ساریہ کو خدا تعالی نے یہ آواز سنا دی تو اس نے پہاڑ کو پس پشت لے کر جنگ کی اور فتح پائی۔

عن ابن عمر ان عمر بعث جیشاً و امر علیه ر جلا یقا ل له سا ریة فبینما عمر یخطب فجعل یصیح یا سا ریة الجبل فقدم رسو ل من الجیش فقا ل یا امیر المومنین لقینا عدو نا فهز مو نا فا ذا بصا ئح یصیح یا ساری الجبل فا سند نا ظهور نا الی الجبل فهز مهم الله تعا لی ۔(مشکوۃ۔ص ۵۴۸)۔

یہ رؤیت عینی اور کشف بحالت بیداری ہوا تھا جو کسی تاویل کا محل اور تعبیر کا محتاج نہیں سمجھا گیا اور زمانہ صحابہ سے اس وقت تک اہل اسلام کے نزدیک اپنے ظاہری معانی پر محمول ہوا۔ پھر کیوں جائز نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا دجال کو دیکھنا بھی ایسا ہوا ہو۔ اور جو آنحضرت ﷺ نے اس روایت کے بیان اور صورت دجال کی تشبیہ کے وقت بلفظ کا نی یعنی گویا ، تردد ظاہر فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ رویت اس تشبیہ و بیان کے وقت سے پہلے کسی وقت ہوئی ہو اور بوقت تشبیہ، دجال کی پوری صورت آپ کے یاد و خیال سے جاتی رہی ہو۔ اس لئے کا نی ،گویا، کا لفظ فرمایا۔

اس میں تیسرا مغالطہ یہ ہے کہ قادیانی نے اس رویت صورت دجال کا وقوع خواب یا کشف میں تجویز کر کے جملہ مضامین حدیث دمشقی روایت نواسؓ بن سمعان کو خواب یا کشف قرار دے دیا۔ حالانکہ اس حدیث کے واقعات و احکام و ہدایات صاف شہادت دے رہے ہیں کہ وہ خواب یا کشف نہیں بلکہ واقعات خارجیہ و احکام نفس الامر یہ ہیں۔

اس میں ایک ہدایت یہ ہے کہ جو شخص دجال کو پاوے وہ اس کے سامنے سورہ کہف پڑھے۔ وہ دجال کے فتنے سے اس کی محافظ ہوگی۔ ایک واقعہ آئندہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ جب دجال نکلے گا چالیس روز زمین پر ٹھہریگا جس میں ایک دن برس روز کا ہوگا۔

اس کو صحابہ نے ظاہری معنی پر محمول کر کے ایک واقعہ آئندہ خارجی سمجھا تو اس پر آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا کہ کیا برس روز کے دن میں ہم کو ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ تو اس کے جواب میں یہ حکم ہوا کہ کافی نہ ہوں گی، بلکہ اوقات پنجگانہ کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھنی ہوں گی۔ یعنی نماز صباح سے چھ یا سات گھنٹہ کے بعد نماز ظہر پھر تین یا چار گھنٹہ کے بعد نماز عصر پھر دو یا تین گھنٹہ کے بعد نماز مغرب پھر ایک دو گھنٹہ کے بعد نماز عشا۔ پھر آٹھ دس گھنٹہ کے بعد نماز فجر۔ وعلی ہذا القیاس۔ اسی قسم کے واقعات و احکام اس حدیث میں اور بیان ہوئے ہیں جن کو کوئی صاحب ہوش و حواس سلیمہ خواب نہیں کہہ سکتا۔ وہ بیان خواب ہوتا تو اسکے سامعین اصحاب اس پر اس قسم کے سوالات نہ کرتے اور نہ آنحضرت اس کے متعلق یہ احکام ہدایات فرماتے۔

اور مرزا قادیانی کا حدیث طواف دجال سے استدلال بھی مغالطات کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک مغالطہ تو قادیانی نے یہ دیا ہے کہ اس ایک واقعہ خواب سے جملہ احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو خواب بنا دیا اور یہ کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ کو جو امور حضرت عیسی اور دجال کی نسبت معلوم ہوئے ہیں وہ سب کے سب مکاشفات نبویہ تھے۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ حدیث طواف دجال میں ایک واقعہ خواب بیان ہوا ہے، اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دجال اور مسیح کے باب میں فرمایا ہے، وہ سب کا سب اس واقعہ خواب کا بیان یا تعبیر ہے۔ یہ بات نہ اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے نہ کسی اور حدیث میں پائی جاتی ہے۔ اور نہ عقل اس کی مجوز ہے۔ کیا جو شخص ایک دفعہ زید کو (مثلاً) خواب میں دیکھے اور پھر وہ زید کے حالات واقعیہ وسوانح عمری (کہ وہ عمرو کا بیٹا ہے اور خالد کا باپ اور وہ تجارت پیشہ ہے، دہلی میں دس برس رہا۔ کلکتہ میں ۵۰ برس اور سال آئندہ وہ بمبئی جانے والا ہے وغیرہ) بیان کرے تو ان واقعات وحالات کو سن کر کوئی عاقل، سلیم الحواس یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی خواب کی تعبیر کا بیان ہے۔ ہرگز نہیں ۔

اور اس میں دوسرا مغالطہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ مکاشفات رویاء صالحہ کی مانند محتاج تعبیر ہیں۔ اس کا جواب گذر چکا ہے کہ مکاشفات بحالت بیداری محتاج تعبیر نہیں ہوتے۔ اور وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوتے ہیں جیسے مکاشفہ بیت المقدس ومکاشفہ جنگ ساریہ وغیرہ

تیسرا مغالطہ حدیث طواف دجال کو نقل کر کے قادیانی کا یہ کہنا ہے کہ ایسے کلمات کو ظاہر پر حمل کرنا بڑی غلطی ہے۔ اس میں قادیانی نے پیش تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی ہے جو کسی کے نزدیک ظاہر معنی پر محمول نہیں، مگر اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح خواب ہیں اور ظاہری معنی پر محمول نہیں۔ اس کا جواب بھی سابق میں ادا ہو چکا ہے کہ بے شک حدیث طواف دجال ایک خواب ہے، جو ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جملہ احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح (جن میں واقعات خارجیہ ومشاہدات عینیہ واحکام عملیہ کا بیان ہے اور ان کو کوئی مسلمان خواب یا تعبیر خواب نہیں کہہ سکتا) خواب یا تعبیر خواب ہوں اور ظاہری معانی پر محمول ہوں۔

چوتھا مغالطہ حدیث طواف دجال کی تعبیر کرنے کے بعد مرزا قادیانی کا قلم جلی سے یہ لکھنا ہے کہ: کہاں ہیں وہ علماء جو ان حدیثوں کے الفاظ کو حقیقت پر حمل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے معانی کو ظاہر عبارت سے پھیرنا کفر والحاد سمجھتے ہیں۔

اس میں آپ نے وہی (تیسرا) دھوکہ دیا ہے کہ پیش تو ایک حدیث خواب طواف دجال کی اور اس سے ان سب حدیثوں کا جو دجال اور حضرت مسیح کے باب میں وارد ہیں، ظاہر پر محمول نہ ہونا اور ان کی تاویل کا کفر نہ ہونا، نکال کر علماء پر اعتراضی سوال قائم کر دیا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ کوئی عالم ایسا نہیں کہ حدیث طواف دجال کو ظاہر پر حمل کرتا ہو اور اس کی تعبیر وتاویل کو کفر والحاد سمجھتا ہو۔ مرزا کو جو علماء وقت کافر وملحد کہتے ہیں تو وہ حدیث خواب طواف دجال کی تاویل کے سبب نہیں کہتے، بلکہ اس لئے کافر وملحد کہتے ہیں کہ وہ دیگر نصوص قطعیہ قرآن واحادیث میں (جن میں احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح بھی شامل ہیں) تاویل وتحریف کرتے ہیں اور بلا وجہ قوی ومانع قطعی ان کے ظاہری معانی کو چھوڑ جاتے ہیں جو ملحدین باطنیہ کا شیوہ ہے۔

پانچواں مغالطہ قادیانی کا تاویل طواف دجال کو ذکر کر کے یہ کہنا ہے کہ جس حالت میں لاچار ہو کر ان مکاشفات کے ایک جزء کی تعبیر کی گئی ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسری اجزاء کی تعبیر نہ کی جاوے۔ اس میں مرزا قادیانی نے حدیث طواف دجال کو ایک جزء ٹھہرا دیا ہے اور دوسری احادیث متعلقہ دجال و حضرت مسیح کو دوسرے اجزاء۔ اور ان سب روایات کو ایک حدیث قرار دیا ہے اور ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

اس کا جواب بھی جوابات سابقہ میں ادا ہوا اور ثابت ہو چکا ہے کہ یہ محض کذب قادیانی ہے۔ حدیث طواف دجال خاص ایک وقت کا واقعہ ہے، جن کو دوسری احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح سے کوئی اتحاد نہیں ہے۔ نہ وہ اس کے اجزا ہیں، نہ ایک دوسرے کا جز، نہ جانبین کسی تیسری حدیث کا جزء ۔

اخیر تقریر میں جو قادیانی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے کئی مقامات میں فرما دیا ہے کہ جو کچھ میرے پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں ان کو ظاہر معانی پر حمل نہیں کر سکتا جب تک من جانب اللہ اس کے قطعی اور یقینی معنے معلوم نہ ہوں۔

یہ بھی مرزا صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو بھی دھوکہ دینا چاہا ہے کہ جو تاویل وتحریف نصوص قرآن وحدیث کا ملحدانہ اصول اس نے بیان کیا ہے وہ خود آنحضرت کا فرمودہ ہے لہذا اس میں کسی مسلمان کو جائے کلام نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ ملحدانہ اصول اور قول ہرگز نہیں فرمایا اور نہ مکاشفات عینیہ حالت بیداری کو اپنے ظاہری معنے پر حمل کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہیں انکار یا توقف وتر دد ظاہر فرمایا ہے۔ یہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر محض افتراء کیا ہے۔ اس کذب صریح و بہتان قبیح کے ثبوت میں جو حدیثیں مرزا صاحب نے پیش کی ہیں ان میں یہ ملحدانہ قول واصول نہیں پایا جاتا۔ پہلی حدیث میں صرف یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عائشہ صدیقہ خواب میں دکھائی گئیں اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر خدا کی طرف سے ہے تو خدا اس کو نافذ کرے گا۔ تو دیکھو اس میں آنحضرت ﷺ نے صرف ایک خواب کے ظاہری معنے مراد ہونے میں اپنا تردد ظاہر فرمایا ہے، نہ اس کو تمام خوابوں کی نسبت عام اصول وقانون بنایا ہے اور نہ خواب کے سوا مکاشفات حالت بیداری کی نسبت اس میں کچھ ارشاد ہے۔ پھر قادیانی نے جو اس خاص خواب کی تعبیر میں آپ ﷺ کے متردد ہونے سے وہ عام ملحدانہ اصول نکال لیا اور اس کو آپ ﷺ کا قول قرار دیا ہے۔ یہ آپ ﷺ پر افتراء اور کذب محض نہیں تو کیا ہے؟

دوسری حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کا خواب میں اپنے ہجرت کی جگہ کو دیکھنا اور پھر تعبیر میں وہم کرنا بیان ہوا ہے۔ اس میں بھی نہ قادیانی کے اصول ملحدانہ کا نام ونشان ہے، نہ بجز خواب مکاشفات خارجیہ حالت بیداری کا حکم پایا جاتا ہے۔

بالجملہ مرزا صاحب نے جو کچھ اس تقریر پرتزویر میں کہا ہے وہ ازسرتاپا کذب ومغالطہ ہے۔ اس سے احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح کا خواب اور محتاج تعبیر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور احادیث متعلقہ دجال وحضرت مسیح، قادیانی کے ملحدانہ اصول کے اثر سے بری ہیں۔ وہ احادیث وحی مجمل اور اجتہادی اور خواب اور ظاہری معنے سے مصروف ومحتاج تعبیر ہرگز نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ اپنی معانی میں نصوص ہیں اور ظاہری معانی پر محمول ہیں۔ محمد حسین)

اور حدیث فذھب وھلی بھی اس کی شاہد ہے (یہ حدیث بخاری میں ہے جس کا پورا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں جس میں درخت خرما ہیں۔ پس میرا وہم اس طرف گزرا کہ وہ زمین یمامہ ہے یا موضع ہجر ہے۔ ناگاہ وہ مدینہ نکلا۔ عن النبی ﷺ رئیت فی المنام انی اھا جر من مکه الی ار ض بھا نخل فذھب وھلی انھا یما مة او ھجر فا ذا ھی مد ینه ۔ (بخاری۔ ص ۵۵۱)۔ اس حدیث کو ناظرین بنظر غور وانصاف ملاحظہ کریں اس میں خاص ایک واقعہ خواب کی تعبیر میں آنحضرت ﷺ کو وہم ہوجانا بیان ہوا ہے۔ اس سے عام وحی مجمل قرآن وحدیث کا محل اجتہاد وغلطی ہونا ثابت نہیں ہوتا، جس کا مرزا قادیانی نے تحریر نمبر ۵ میں دعویٰ کیا ہے، اور نہ اس حدیث میں آپ ﷺ کا یہ قول پایا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر کشفی طور پر کھلتا ہے، میں اس کو ظاہر پر حمل نہیں کرسکتا جیسا کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۰ میں دعویٰ کیا ہے۔ قادیانی نے ان دونوں دعاوی میں کذب سے کام لیا اور آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا ہے۔ محمد حسین) **اور آنحضرت ﷺ کا ایک جماعت کثیر کے ساتھ مدینے سے مکہ کی طرف بعزم طواف کعبہ سفر کرنا، یہ بھی ایک اجتہادی غلطی ہے۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں** (یہ اجتہاد یا اس میں غلطی آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی بلکہ آنحضرت ﷺ کے ایک خواب کی تعبیر میں بعض صحابہ سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کا طواف کررہے ہیں۔ اس خواب کو آنحضرت ﷺ نے اصحاب کے پاس بیان کیا تو انہوں نے اس کی تعبیر میں یہ سمجھ لیا کہ اسی سال آپ مکہ فتح کریں گے اور اس میں داخل ہوکر طواف کریں گے اور جب آنحضرت ﷺ اس سال بعزم عمرہ وزیارت کعبہ وبحکم حکمت الٰہی، جس کا ظہور بیعت الرضوان سے ہوا، نہ بنا بر تعبیر خواب خود، مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مقام حدیبیہ میں کفار مکہ کی طرف سے روکے گئے تو وہ صحابہ اپنی تعبیر کی غلط فہمی سے آپ پر معترض ہوئے کہ کیا آپ ہم کو نہ فرماتے تھے کہ ہم کعبہ میں داخل ہوں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ اسکے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا۔ اس پر آپ نے ارشاد کیا کہ پھر تم ضرور، ایک نہ ایک دن اس میں داخل ہو گے۔ اور اس کا طواف کروگے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی آنحضرت ﷺ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے یہی جواب دیا اوران لوگوں کو مطمئن کیا جب ان کے سامنے یہ اعتراض پیش ہوا و قد کا ن اصحا ب رسول الله خر جوا و هم لا يشكو ن فى الفتح لر ئيا راها رسول الله ۔(معالم التنز يل) ۔ ، قا ل عمر قلت له ﷺ او ليس كنت تحد ثنا انا سنا تى البيت فنطوف به و عند الواقدى انه ﷺ كا ن راى فى منا مه قبل ان يعتمر انه دخل هو و اصحا به البيت فلما راو ا تا خير ذا لك شق عليهم قا ل عليه السلا م بلى فا خبر تك انا ناتيه العا م هذا قا ل عمر قلت لا قال فا نك آ تيه و تطوف به قا ل عمر فا تيت ابا بكر فقلت او ليس كا ن يحدثنا انا سنا تى البيت و نطو ف به قا ل ابو بكر بلى افا خبر ك عليه السلا م انك تا تيه العام هذا قا ل عمر قلت لا۔ قا ل فا نك آ تيه و مطوف به ۔(قسطلا نى۔ ج ٤) یہ صحیح بخاری اوراس کی شرح قسطلانی اورتفسیر معالم التنزیل کے بیان کا خلاصہ ہے اوراس سے صاف ثابت ہے کہ اس خواب کی تعبیر میں جو غلطی ہوئی ہے وہ آنحضرت ﷺ سے نہیں ہوئی۔ وہ بعض صحابہ کے فہم کی غلطی تھی آنحضرت ﷺ اورصدیق اکبر نے ان کی غلطی ان پر ثابت کردی اوراس غلطی سے آپ ﷺ کی برئت ظاہر کی۔ مرزا قادیانی نے جواس غلطی کو آنحضرت ﷺ کے اجتہاد کی غلطی قرار دیا ہے تو اس میں آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ۔محمد حسین) **پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کا صحابہ کا کہاں اجماع تھا؟ اس کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اجماع مسلم کی حدیث سے جو ابی سعید الخدریؓ سے بیان کی ہے، ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث میں ابن صیاد کہتا ہے کہ لوگ کیوں مجھے دجال معہود کہتے ہیں؟ اب ظاہر ہے کہ اس وقت کہنے والے صرف صحابہ تھے اورکون لوگ تھے جو اس کو دجال کہتے تھے۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ صحابہ کوئی ایسی بڑی جماعت نہیں تھے جن کے اجماع کا حال معلوم ہونا محالات میں سے ہوتا۔ بلکہ ان کا اجماع بباعث وحدت مجموعی ان کی کے بہت جلد معلوم ہوجاتا تھا** (یہ محض کذب ہے یا صریح مغالطہ۔ اس حدیث میں نہ اجماع صحابہ کا بیان ہے اورنہ وہ اجماع اس کے کسی لفظ سے مستنبط ومفہوم ہوسکتا ہے۔ ابن صیاد کے ان الفاظ سے کہ لوگ مجھے دجال سمجھتے ہیں، یہ اجماع مستنبط نہیں ہوسکتا۔ ہاں بجائے لوگ، سبھی لوگ بولتا، تو ابن صیاد کے بڑے بھائی اوراس کو سچا جاننے والے مرزا قادیانی کو اجماع استنباط کرنے کا موقع ملتا اورجس حالت میں اس نے یہ لفظ نہیں کہا۔ اور بہت سے صحابہ کا ابن صیاد کو دجال نہ کہنا کتب حدیث میں ثابت وموجود ہے۔ تو پھر قادیانی کا اس قول ابن صیاد کے تمسک سے دعوی اجماع کذب یا مغالطہ نہیں تو اورکیا ہے؟ محمد حسین) **پھر تین صحابیوں کا قسم کھانا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صاف اجماع پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان کی مخالفت منقول نہیں** (اس قول میں مرزا قادیانی نے ایک صریح جھوٹ بولا ہے اور ایک مغالطہ دیا ہے۔ اس کا صریح جھوٹ تین صحابہ، حضرت عمرؓ، حضرت جابرؓ وحضرت ابن عمرؓ، جن کا نام وہ تحریر نمبر ۴ میں بتا چکا ہے، کو اس بات کا قائل بنانا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے۔ حالانکہ ان حضرات ثلاثہ سے صرف ایک ابن عمر ہیں جنہوں نے ابن صیاد کو مسیح دجال کہا ہے۔ باقی حضرت عمرؓ وحضرت جابرؓ نے تو اس کو صرف دجال کہا ہے، جس کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے ایک دجال ہے جن کے خروج کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے، نہ دجال معہود۔ اوراس کا مغالطہ صرف تین صحابہ کے، بزعم خود، اتفاق کو اجماع قرار دینا ہے حالانکہ صحابہ میں صرف تین یا دس بیس صحابہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق، شرعی اجماع نہیں کہلاتا۔ مفصل بیان ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہوگا۔ محمد حسین) پھر بعد اس کے آپ دریافت فرماتے ہیں کہ اجماع کی حقیقت کیا ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سوال سے آپ کا مطلب کیا ہے۔ ایک جماعت کا ایک بات کو باتفاق مان لینا، یہی اجماع کی حقیقت ہے جو صحابہ میں بآسانی محقق ہو سکتی تھی اگرچہ دوسروں میں نہیں (یہ بھی کذب یا مغالطہ ہے، ایک جماعت کا اتفاق اجماع نہیں کہلاتا، بلکہ اجماع اتفاق کل کا نام ہے۔ اور کل میں ایک شخص کا خلاف بھی مانع انعقاد اجماع ہے۔ اس کا ثبوت بھی ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے۔ محمد حسین)

اور یہ جو آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے پر ڈرتے تھے سو واضح ہو کہ وہ حدیث مشکوۃ میں بحوالہ شرح السنۃ موجود ہے اور اصل عبارت حدیث کی یہ ہے

فلم یزل رسول اللہ ﷺ مشفقاً انه هو الدجال (اس سوال وجواب کے بیان میں بھی قادیانی نے اپنا شیوہ کید و مغالطہ پورا ظاہر کیا ہے اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کر دکھایا ہے۔ ناظرین اس کا بیان توجہ سے سنیں۔ نہ ہم نے اس سے دریافت کیا تھا کہ کہاں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اور نہ اس نے صرف ابن صیاد کے دجال ہونے سے آنحضرت ﷺ کے فعل ڈرنے کا دعوی کیا تھا۔ تاکہ اس کا ثبوت اس سے طلب کیا جاتا۔ اس نے تو تحریر نمبر ۴ میں آنحضرت کے قول کا دعوی کیا اور یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت ڈرتا ہوں۔ جس پر اپنی تحریر نمبر ۵ میں، میں نے سوال کیا کہ آپ (مرزا) نے دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کی نسبت فرمایا ہے کہ میں اس کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، کتب حدیث میں اس کا ذکر کہاں ہے۔ اس سوال کے جواب میں مرزا قادیانی نے اخیر مباحثہ تک نہیں بتایا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول فلاں فلاں کتب حدیث میں ہے۔ بلکہ اول تو ہمارے سوال کو بدلا دیا۔ اور ہم کو بہلانا چاہا۔ اور بجائے سوال ثبوت قول نبوی، سوال ثبوت فعل نبوی (خوف کرنے کا) ہماری طرف سے قائم کیا۔ اور اس کے جواب میں حدیث شرح السنۃ کو ثبوت فعل میں پیش کر دیا اور اس چالاکی سے یہ ثابت کر دیا کہ مخاطب کو دھوکہ دینے اور اس کا سوال اس کو بھلا دینے میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اور اس وجہ سے آپ ہمیشہ تحریری مباحثہ کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ایسی بات زبانی کہیں تو حاضرین مجلس سے کوئی تو اس کو سمجھ لے اور ایسی بات کو واپس لینے پر آپ کو مجبور کرے۔ طولانی تحریروں میں ایسی باتیں پڑی ہی جاتی ہیں تو غالباً ان کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے اور آپ کا داؤ چل جاتا ہے۔ پھر جب کہ آپ کی اس بھول بھلیاں کو ہم نے سمجھ لیا اور آپ کے اس جواب کا اپنی تحریر نمبر ۶ میں یہ جواب دیا کہ شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں۔ بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کے فہم میں آتا ہے، کہ آپ ﷺ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے، اس قول صحابی کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دینا آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟ تو مرزا صاحب نے تحریر نمبر ۶ سے یہ کہنا شروع کیا کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، تب ہی اس نے آپ ﷺ سے یہ فعل نقل کیا کہ: آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے، جسکا جواب تحریر نمبر ۷ میں مفصل دیا گیا ہے۔

اس مقام کے بیان سے اور بیان ہائے تحریرات آئندہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہوگا کہ یہ قول کہ: میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، آنحضرت ﷺ سے کسی کتاب حدیث میں مروی و منقول نہیں ہے۔ اور نہ قادیانی نے اس قول کا ثبوت کسی کتاب کی نقل سے پیش کیا ہے۔ اس قول کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں اس نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ اب اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے ان احتمالات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ قول فرمایا ہوگا، یا صحابی نے آپ کے اشارہ سے یہ قول سمجھ لیا ہوگا ، ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔جن کے مقابلہ میں ایسے احتمال بھی موجود ہیں جن سے ممکن وقرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد سے ایسے معاملات کئے جن سے آنحضرت ﷺ کا ابن صیاد سے ڈرنا صحابی کے خیال میں آیا۔ جیسے آنحضرت ﷺ کا چھپ کر ابن صیاد کے حالات دیکھنا اوراس کا امتحان کرنا وغیرہ، جو ہماری تحریر نمبر ۷و۸ میں بیان ہوئے ہیں، تو اس صحابی نے کہدیا کہ آنحضرت ﷺ ابن صیاد سے ڈرتے تھے۔لہذا اس کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ کہ: میں ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا۔اور صحابی نے اس کو آنحضرت ﷺ کے منہ سے سنا۔محمد حسین)

اور آپ نے جو دریافت فرمایا تھا کہ بعض اکابر کا قول اشاعۃ السنہ میں کہاں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ بعض موضوع حدیثیں کشف کے ذریعہ سے صحیح ٹھہر سکتی ہیں اور صحیح موضوع ٹھہر سکتی ہیں۔سو وہ قول ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۴۰ میں موجود ہے،جس میں آپ نے بتائید اپنے خیالات کے شیخ ابن عربی صاحب کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصحیح کرالیتے ہیں۔بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو اس فن کے لوگوں کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں ان کے نزدیک موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔(اس سوال کے جواب میں بھی مرزا صاحب نے تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔نہ ہمارا سوال پورا نقل کیا ہے اور نہ اس کا جواب پورا دیا ہے۔ہمارا سوال تحریر نمبر ۵ میں ہے اور آپ کا دعوی تحریر نمبر ۴ میں، جس پر وہ سوال کیا گیا تھا۔ناظرین انصاف سے کہیں کہ ہمارا صرف یہی سوال تھا؟ اور اس کا یہی جواب ہے؟ محمد حسین)

اب اگرچہ میں اس بات پر زور نہیں دیتا کہ ایمانی طور پر آنمکرم کا یعنی آپ کا یہی عقیدہ ہے لیکن میں آپ کے فحوائے بیان سے سمجھتا ہوں، بلکہ ہر یک تدبر کرنے والا سمجھ سکتا ہے،کہ امکانی طور پر ضرور آپ کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ اگر یہ امر بکلی آپ کے عقیدہ سے باہر نہ تھا تو پھر اس کا ذکر لغو ٹھہرتا ہے جو آپ کی شان سے بعید ہے(اب آپ کو سوجھا کہ ہمارا جواب، پورا جواب نہیں تو آپ کو برطبق مثل مشہور چور کی داڑھی میں تنکا، یہ کھٹکا ہوا کہ اس سوال میں یہ امر بھی تو درج تھا کہ کشف سے احادیث کو صحیح وموضوع قرار دینے کی نسبت مولف رسالہ اشاعۃ السنہ نے اپنا اعتقاد کیا ظاہر کیا ہے؟ جس کا ہم نے کوئی جواب نہیں دیا،تو آپ نے تنکا نکالنے کو یہ کہا ہے کہ اگرچہ اس امر کی نسبت آپ نے اپنا اعتقاد ظاہر نہیں کیا مگر آپ کے فحوائے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ کا عقیدہ اس کے موافق ہوگا، ورنہ وہ قول آپ کے مئویدات میں مذکور نہ ہوتا۔اس کا جواب ہم نے اپنی تحریر نمبر ۶ و ۷ میں مفصل دیدیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث کی تصحیح وتضعیف سے ہم نے اشاعۃ السنہ میں اتفاق نہیں، بلکہ اختلاف ظاہر کر دیا تھا۔اور اس قول کی نقل سے ہمارا اور ہی مقصود تھا جس سے اس قول کو تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ ہماری نقل اس صورت میں لغو ٹھہرتی ہے کہ اس کی نقل سے کوئی اور مقصود نہ ہو اور جس حالت میں اس قول کے نقل سے اور مقصود اسی پرچہ اشاعۃ السنہ میں، جہاں یہ قول منقول ہے، بیان ہو چکا ہے تو پھر اس کی نقل بلا اعتقاد کو لغو ٹھہرانا خود لغو کہنا ہے۔محمد حسین)

انسان جس کسی کا قول یا مذہب اپنے ریویو میں بطور نقل کے ذکر کرتا ہے وہ اپنے مئویدات دعوی اور رائے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مد میں لاتا ہے اور یا اس کے رد کی غرض سے، لیکن صاف ظاہر ہے کہ آپ اس قول کو اپنے مئویدات دعوی کے ضمن میں لائے ہیں چنانچہ آپ نے بغیر اس کے ایسے دعوی کی تائید کیلئے ایک بخاری کی حدیث بھی لکھی ہے کہ محدث کا الہام دخل شیطان سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہاں تو آپ نے کھلے طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ آپ اسی قول کے حامی ہیں، گو ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر ضرور حامی ہیں (اس حدیث کی نقل و تسلیم صحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ کشف کے ذریعہ سے احادیث صحیحہ کا موضوع ہونا، ہمارے نزدیک مسلم ہے۔ ہمارے نزدیک جو محدث ہونے کا دعوی کرے اور احادیث صحیحہ اتفاقیہ کو کشف کے ذریعہ سے موضوع کہے وہ محدث نہیں، شیطان ہے، ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین) اور میرے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کیونکہ میرا مطلب تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیثیں اگر چہ صحیح ہی ہوں، لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں (اس قدر کیوں؟ یہ مقدار کس نے مقرر کر دی۔ اور اس امر میں کہ احادیث صحیحہ کا مرتبہ ظن یا غالب ظن سے زیادہ نہیں، کس نے آپ سے نزاع کی تھی؟ اور یہ مسئلہ آپ سے کس نے پوچھا تھا جس پر آپ کو اس مقدار کے بیان و تقرری کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے اس بیان اور تقرری میں ناحق و بلا ضرورت خروج از بحث کیا جس کی ساتویں دفعہ ہے۔ محمد حسین)

سوان حدیثوں کی حقیقی صحت کا پرکھنے والا قرآن مجید ہے (حقیقی صحت کے لفظ سے اگر مرزا صاحب کی مراد قطعی صحت ہے، تو اس کے پرکھنے کے لئے قرآن معیار نہیں ہوسکتا۔ جو حدیث ظنی ہے وہ موافقت قرآن کی حالت میں بھی ظنی رہے گی۔ موافقت مضمون قرآن اس کو قطعی نہ بنائے گی۔ اور اگر موافقت مضمون قرآن، موجب صحت یا قطعیت ہوسکتی ہے تو چاہیے کہ ایک موضوع حدیث جس کا مضمون قرآن کے موافق ہو، صحیح اور قطعی ہو۔ جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔ اور اگر اس قطعی صحت کا مطلب کچھ اور در بطن قائل ہے تو اس کے اظہار پر اس میں گفتگو کی جائے گی۔ محمد حسین) اور قرآن مجید جس قدر اپنے محامد اور اپنے کمالات بیان کرتا ہے، ان پر نظر غور ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے تئیں اپنے ماسوا کی تصحیح کے لئے محک ٹھہرایا ہے، اور اپنی ہدایتوں کو کامل اور اعلی درجہ کی ہدائتیں بیان فرمایا ہے، جیسا کہ وہ اپنی شان میں فرماتا ہے: فیھا کتب قیمة ۔ فصلناہ علی علم ۔یھدی به الله من اتبع رضوانه سبل السلام و یخرجھم من الظلمات الی النور ۔ و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ۔ قل ان ھدی الله ھو الھدی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی ۔لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه ۔فمن یکفر بالطاغوت و یئومن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقی لا انفصام لھا ۔ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ۔ ان فی ھذا لبلاغاً لقوم عابدین ۔ و انه لحق مبین ۔حکمة بالغه ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبیا ناً لکل شیء رو حا من امر نا ۔ نور علی نور ۔انز ل الکتا ب با لحق و المیزا ن ۔ ھدی لـلـنـاس و بیـنـا ت من الھدی و الفر قا ن ۔ انه لقر آ ن کر یم فی کتا ب مکنو ن۔ فـصـلـنـاہ علی علم ۔انه لقول فصل لا ریب فیه ۔و ما انز لنا علیك الکتا ب ا لا لتبین لھم الذین اختلفوا فیه ھدی و ر حمة لقوم مومنو ن۔ قل نز له رو ح القدس من ر بك لیثبـت الذ ین آ منوا و ھدی و بشری للمسلمین ۔ ھذا بیا ن للناس و مو عظة للمتقین .بـا لحق انز لناہ و با لحق نز ل ۔ قل ھو للذ ین آ منوا ھدی و شفاء ۔ ما کا ن حد یثاً یفتری ۔

اب ظاہر ہے کہ خدا تعالی نے ان آیات میں کئی قسم کی خصوصیتیں اور صفتیں قرآن کریم کی بیان فرمائی ہیں ۔ازانجملہ ۔ا۔ یہ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل ہے ۔۲۔وہ مفصل کتاب ہے ۔۳۔وہ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے کہ جو خدا تعالی کی رضا مندی کے اور دار السلام کے طالب ہے ۔۴۔وہ ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہے اور نامعلوم باتیں سکھا تا ہے ۔۵۔ ہدایت اس کی ہدایت ہے ۔۶۔ باطل اس کی طرف کسی طور سے راہ نہیں پا سکتا ۔ ۷۔جس نے اس سے پنجہ مارا، عروۃ وثقی کو پنجہ مارا ۔۸۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ بتلا تا ہے ۔۹۔ وہ حق الیقین ہے ظن اور شک کی جگہ نہیں ۔۱۰۔ وہ حکمت بالغہ ہے، اس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے ۔۱۱۔ وہ حق ہے ۔ یعنی آپ بھی سچا ہے اور سچ کی شناخت کے لئے محک بھی ہے ۔۱۲۔ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایتوں کی اس میں تفصیل ہے اور حق و باطل میں فرق کرتا ہے ۔۱۳۔ وہ قرآن کریم ہے، کتاب مکنون ہے ۔جس کے معنی یہ ہیں کہ صحیفہ فطرت میں اس کی تعلیمیں منقوش ہیں ۔یعنی اس کی تعلیم فطرتی ہے جیسا کہ فرمایا فطرۃ اللہ التی فـطـر الناس علیھا۔ ۱۴۔ وہ قول فصل ہے اس میں کچھ بھی شک نہیں ۔۱۵۔ وہ اختلاف کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے ۔۱۶۔ وہ ایمانداروں کیلئے ہدایت و شفا ہے ۔

اب فرمائیں کہ یہ عظمتیں اور خوبیاں جو قرآن کریم کی نسبت بیان فرمائی گئیں ہیں احادیث کی نسبت ایسی تعریفوں کا کہاں ذکر ہے (ان صفات و خصوصیات میں ایک خصوصیت بھی ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ قرآن، احادیث نبویہ کی صحت و قطعیت کے لئے معیار ومحک ہے ۔ناظرین غور و انصاف سے ان خصوصیات وصفات کو ملاحظہ کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات کے نقل وبیان سے قادیانی نے خروج از مبحث کیا ہے۔جس کی یہ آٹھویں دفعہ ہے۔

خصوصیت نمبر ۱۱ میں آپ نے قرآن کا سچ کی شناخت کے لئے محک ہونا بیان کیا ہے سو وہ آیات میں سے کسی کا ترجمہ نہیں ہے۔ ہوتا، تو بھی احادیث صحیحہ نبویہ سے اس کا کچھ تعلق نہ ہوتا۔ حدیث صحیح نبوی بذات خود حق ہے۔ وہ صحت وثبوت کے بعد اپنے حق ہونے کے ثبوت میں کسی اور کسوٹی پر لگانے کی محتاج نہیں ہے۔

پھر مرزا قادیانی نے ایک جگہ متعدد آیات کے الفاظ یکجا لکھ کر تاثر دیا ہے کہ وہ ایک آیت ہیں اور ان کا ترجمہ بھی اسی انداز میں کیا ہے۔ جب کہ وہ ایک آیت نہیں ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کا تصرف ہے۔ جس شخص کا الفاظ قرآن کے حفظ وضبط میں یہ حال ہو وہ قرآن کے حقائق ومعارف خاک بیان کرے گا۔ لاہور کے مباحثہ میں جو مولوی عبدالحکیم کلانوری سے ہوا تھا، مرزا قادیانی نے آیات قرآن کو غلط پڑھا۔ ایک کتاب حدیث کی عبارت پڑھی تو غلط پڑھی۔ جس سے حاضرین کو یقین ہوا کہ آپ ایک رکوع قرآن شریف اور ایک حدیث صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ اور قرآن پاک کی عظمتوں اور خوبیوں کا منکر کون مردود ہے۔ اور اس سے بحث ونزاع کس کو ہے۔ مرزا قادیانی نے ناحق بلاضرورت ان خوبیوں کو بیان کیا۔ اور تحصیل حاصل اور خروج از مبحث کا ارتکاب کیا۔ یہ نویں دفعہ ہے۔ محمد حسین)

پس میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح پر نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قال اللہ اور قال الرسول پر کچھ نکتہ چینی کروں ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں (آپ کی اس قسم کی نکتہ چینیاں کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ سے اوپر ہوا نہیں، لہذا آسمان پر کسی زندہ کا جانا ممکن نہیں۔ بناء علیہ آنحضرت ﷺ کا جسمانی معراج اور حضرت مسیح کا جسم سے آسمان پر عروج ممکن نہیں ہے۔ مسیح آسمانوں پر ہیں تو وہاں کیا کھاتے ہوں گے، اور آپ کے بال بڑھ گئے ہوں گے اور اگر حضرت جبریل امین بذات خود زمین پر نازل ہوں تو سورج، جو ان کا ہیڈ کوارٹر ہے، فاسد اور معدوم ہو جائے، اور حضرت مسیح نے واقعہ میں کوئی جانور نہیں بنایا اور کوئی مردہ زندہ نہیں کیا اور کوئی کوڑھی اور اندھا اچھا نہیں کیا۔ وہ صرف مسمریزم کا عمل کیا کرتے یا اپنے باپ یوسف نجار سے سیکھے ہوئے کام نجاری سے کلیں اور کھلونے بناتے، اور ان چیزوں کے ظاہری معنی مراد لینا عقل وایمان وتوحید قرآن کے مخالف ہیں، وغیرہ وغیرہ، نیچریوں کی طرح نکتہ چینی نہیں تو آپ بیان کریں کہ پھر کس صحابی یا تابعی یا امام ومجتہد قرون ثلاثہ سے اس قسم کی نکتہ چینی قال اللہ وقال الرسول پر مروی ہے

اور مرزا صاحب نے رجل قضی علی نفسہ اپنے نفس پر خود ہی فیصلہ کیا اور صحیح فتویٰ لگایا۔ اسی نظر سے کہ ایسے نکتہ چینی کرنیوالے ان کے اعتراف سے ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کو علماء اسلام ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ محمد حسین) **بلکہ میں جو کچھ آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے، اس سب پر ایمان لاتا ہوں** (محض کذب اور ابلہ فریبی ہے۔ مرزا صاحب گو ان الفاظ پر جو خدا اور رسول نے فرمائے ہیں، ایمان رکھتے ہیں مگر ان معانی پر جو ان الفاظ سے خدا ورسول نے مراد رکھے ہیں، اور زمانہ رسالت سے اس وقت تک مسلمانوں میں وہ مراد خدا ورسول تسلیم کی گئی ہے، وہ ہرگز ایمان نہیں رکھتے۔ اور لفظی ایمان، جو آپ رکھتے ہیں، نیچری بھی رکھتے ہیں۔ وہ ملک جبریل وحی نزول وغیرہ الفاظ زبان پر لاتے اور ان کو مانتے ہیں بایں ہمہ وہ ان کے اقرار لسانی کے بموجب ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، تو پھر مرزا صاحب کیوں خارج نہ ہوئے؟ محمد حسین) **صرف عاجزی اور انکساری سے کہتا ہوں** (یہ عاجزی دلی اور مخلصانہ نہیں بلکہ لفظی اور منافقانہ ہے۔ مصداق بیت صائب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنگین دل ست ہر کہ بظاہر ملائم ست صائب درون پنبہ نگر میپسند دانہ را

اور ظاہری اور لفظی عاجزی بھی بعض تحریروں میں ہے۔ اپنی بعض تحریروں میں تو آپ نے درشتی اور سخت گوئی اس وسعت سے اختیار کی ہے کہ اس سے صحابہ تابعین و تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور عامہ مسلمین قرون اولی سے لے اس وقت تک نہیں چھوٹے۔ آپ ان لوگوں کو اعتقاد حیات و معجزات مسیح کی سزا میں مشرک واحمق و بے حیا و بے ایمان لکھ چکے ہیں۔ کیا عاجزی وانکساری اسی کا نام ہے۔ یہ تو پرلے سرے کی رعونت وتکبری ہے۔ ہمارے اس بیان کے تصدیق مطلوب ہو تو نمبر ۴ جلد ہذا (اشاعۃ السنہ) کا صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ ملاحظہ کریں اور فیصلہ آسمانی اور اشتہار مطبوعہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں اس وقت کے علماء کے حق میں گالیاں دیکھیں۔ محمد حسین) **کہ قرآن کریم ہر یک وجہ سے احادیث پر مقدم ہے** (محض کذب ہے اور صریح مغالطہ۔ ہر چند قرآن کریم رتبہ ثبوت میں حدیث سے مقدم ہے۔ مگر حدیث صحیح اپنے منصب وخدمت تشریح وتفسیر میں قرآن سے مقدم ہے۔ حدیث نہ ہو تو قرآن مجید کے بہت سے احکام سمجھ میں نہ آویں اور نہ وہ دستور العمل ہو سکیں۔ محمد حسین) **اور احادیث کی صحت، عدم صحت پر کھنے کے لئے وہ محک ہے** (غلط محض ومغالطہ ہے چنانچہ بارہا بیان ہوا ہے۔ مرزا صاحب بار بار ایک ہی بات کا اعادہ کرتے ہیں ہم کہاں تک اس کے جواب کا اعادہ کریں۔ محمد حسین) **اور مجھ کو خدا تعالی نے قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مامور کیا ہے** (اشاعت نہیں، آپ قرآن کا اخمال اور اماتت چاہتے ہیں۔ کیا قرآن کی یہی اشاعت ہے کہ اس کے معجزات کے حقائق مشہورہ متوارثہ کو مٹا دیں اور اس کے اخبار اور پیش گوئیوں کو نیست نابود کرنا چاہیں جو آپ کر رہے ہیں، مگر آپ خوب یاد رکھیں کہ خدا قرآن کا محافظ خود ہے انا نحن نز لنا الذکر و انا لہ لحا فظو ن اور وہ اپنے نور کو آپ پورا کرنے والا ہے اگرچہ منکر ناخوش ہوں و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکا فرو ن۔ محمد حسین) **تا میں جو ٹھیک ٹھیک منشاء قرآن کریم کا ہے، لوگوں پر ظاہر کروں اگر اس خدمت گذاری میں علمائے وقت کا میرے پر اعتراض ہو اور وہ مجھ کو فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرف منسوب کریں تو میں ان پر کچھ افسوس نہیں کرتا، بلکہ خدا تعالی سے چاہتا ہوں کہ خدا تعالی انہیں وہ بصیرت عطا فرمادے جو مجھے عطا فرمائی ہے۔ نیچریوں کا اول دشمن میں ہی ہوں** (آپ نیچریوں کے شاگرد اور اس گھرانے کے فیض یاب ہیں: بابا کے یہاں سے کون لایا۔ جس نے پایا یہیں سے پایا، اور پھر مدعی عداوت؟ نمک خوردن اور نمک دان شکستن، اسی کا نام ہے۔ حضرت آپ نے جو عقائد باطلہ ظاہر کئے ہیں کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں، اور وہ سولی چڑھائے گئے ہیں، اور ان کے معجزات مسمریزم کا اثر تھا، وغیرہ، اس میں سر بسر، سید احمد خان کی زلہ ربائی اور کاسہ لیسی کی ہے۔ چنانچہ حواشی تحریر نمبر ۸ میں تفصیل وتشریح سے ثابت کیا جائے گا۔ پھر آپ کا یہ دعوی کہ نیچری کا اول دشمن میں ہوں، اس خاندان کا کفران نعمت نہیں تو کیا ہے۔ اس خاندان کے متوسلین خصوصاً امرتسر و گجرات کے ساکنین کی خدمت میں ناصحانہ التماس ہے کہ ایسے ناشکر وعاق شاگرد سر سید احمد کو آپ لوگ سر سید کا خلیفہ سمجھ کر اس سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، یہ سر سید احمد کی حق تلفی وناشکری ہے، اور بڑے افسوس اور کمال شرم کی بات ہے۔ سر سید احمد، قادیانی کا یہ کلمہ سنیں اور پھر قادیانی کے حق میں آپ لوگوں کے حسن عقیدت پر مطلع ہوں تو یقیناً آپ لوگوں سے دل سے ناخوش ہوں۔ گو فرط مروت سے بظاہر کچھ نہ کہیں۔ آپ لوگ یہ تو سوچیں کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے، جو سر سید سے حل نہیں ہوا، اور اس کو قادیانی نے حل کر دیا ہے، جس کی وجہ سے آپ اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ ایسا کوئی عقدہ بیان نہ کر سکیں تو خیال فرماویں کہ پھر سر سید احمد خان کو چھوڑ کر اس کا اتباع آپ کے لئے کب زیبا ہے۔ محمد حسین) **اور ضرور تھا کہ علماء میری مخالفت**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے، کیونکہ بعض احادیث کا یہ منشا پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علمائے وقت اس کی مخالفت کریں گے۔ اسی کی طرف مولوی صدیق حسن صاحب مرحوم نے آثار القیامۃ میں اشارہ کیا ہے اور حضرت مجدد صاحب سرہندی نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جب آئے گا تو علماء وقت اس وقت کے اہل الرائے کہیں گے، یعنی خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے اور اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ والسلام علی من اتبع الھدی ۔غلام احمد۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء

(یہاں مرزا نے کذب و مغالطہ سے کام لیا ہے۔ کسی حدیث میں یہ پایا نہیں جاتا کہ حضرت مسیح آئیں گے تو علماء وقت ان کی مخالفت کریں گے۔ اور نہ نواب صدیق حسن مرحوم و مغفور نے کتاب آثار قیامہ میں یہ بات کہی ہے۔ حضرت مجدد سرہندی نے بھی مکتوبات کے صفحہ ۱۰۷ میں یہ نہیں کہا کہ علما وقت حضرت مسیح کو اہل الرائے سے کہیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ یہ حدیثوں کو چھوڑتا ہے اور صرف قرآن کا پابند ہے جیسا کہ آپ نے ان سے نقل کیا اور اس کو مسیح موعود کا خاصہ سمجھ کر اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ بلکہ مجدد صاحب نے اس مقام میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات او را علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب وسنت دانند۔

اس قول میں مجدد صاحب کی صاف تصریح ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے مجتہدات پر انکار کریں گے وہ ان کو کتاب وسنت دونوں کے مخالف قرار دیں گے، نہ قرآن کے موافق اور صرف حدیث کے مخالف۔ یہ مرزا کے کذب کا ثبوت ہے۔ اب ان کا مغالطہ سنئے کہ انہوں نے صرف الزام مخالفت حدیث کے مورد ہونے سے اپنا مسیح ہونا نکال لیا اور اس مغالطہ سے ناواقف مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کو اس روشن بات کے دیکھنے سے اندھا کرنا چاہا ہے کہ حدیث بلکہ قرآن کے ہزاروں مخالف ہر زمانہ میں گذر چکے ہیں، اور علماء وقت ان کو منکر و ملحد و بے دین کہتے چلے آئے ہیں۔ پھر وہ کیا صرف اس الزام مخالفت کا مورد ہونے سے مسیح بن گئے؟، ہرگز نہیں۔

ہم ان ناواقف مسلمانوں کو اس مغالطہ سے بچانے کی غرض سے آگاہ کرتے ہیں کہ مسیح کا خاصہ صرف یہی نہیں جو مرزا نے ان کا خاصہ قرار دیا ہے، بلکہ ان کی خواص وعلامات وہ برکات ومعجزات ہیں جو قرآن اور حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اور زمانہ نزول قرآن سے اس وقت تک اہل اسلام میں مسلم چلے آئے ہیں۔ اور مرزا کی ذات میں ان خواص وعلامات کا نام ونشان نہیں۔ بلکہ مسیحی صفات وخواص برکات کے اضداد ان میں موجود ہیں جن کی نظر سے انہیں ضد المسیح کہنا واجب ہے۔ حضرت مسیح نے مردہ زندہ کئے، کوہڑی اچھے کئے۔ مرزا صاحب خود ہمیشہ مختلف امراض میں مبتلا رہتے ہیں۔ جن کی نظر سے ان کے حواری آپ کی شان میں بلسان حال یہ کہہ رہے ہیں

جو طبیب اپنا تھا وہ خود ہی مرض سے زار ہے　　مژدہ باد اے مرگ، عیسی آپ ہی بیمار ہے

حضرت عیسی ایسے اخلاق مجسم تھے کہ خنزیر پاس سے نکلا تو اس کو سلام سے مخاطب کیا۔ مرزا صاحب ایسے بدخلق و بدگو ہیں کہ مسلمانوں کو کتے اور خنزیر کا خطاب دیتے ہیں۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۷ وغیرہ۔ حضرت مسیح برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے، امرزا صاحب ناحق ونا کردہ گناہ مسلمانوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء وفیصلہ آسمانی ملاحظہ ہو۔ لہذا ممکن نہیں کہ ان اضداد صفات مسیح کے ساتھ، صرف اس خیالی الزام کے سبب وہ مسیح بن بیٹھیں۔ محمد حسین)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریر ششم

آپ نے بایں ہمہ تطویل، میرے سوال کا جواب پھر بھی صاف نہ دیا اور آپ کی (اس) کلام میں وہی اضطراب واختلاف پایا جاتا ہے جو پہلی کلام میں موجود ہے۔

۱۔ آپ شرط صحت کو، جو آپ کے خیال میں ہے، پیش نظر رکھ کر صاف صاف الفاظ میں دو حرفی جواب دیں کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری وصحیح مسلم بلا تفصیل صحیح وواجب العمل ہیں، یا بلا تفصیل غیر صحیح وناقابل عمل، یا ان میں تفصیل ہے۔ یعنی بعض احادیث صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح وموضوع۔ اس کے ساتھ آپ یہ بھی بتا دیں کہ آپ نے اپنی تصانیف میں کسی حدیث صحیح بخاری ومسلم کو غیر صحیح وموضوع کہا ہے یا نہیں؟

۲۔ آپ نے جو میرے سوال کا کہ سلف میں آپ کا کون امام ہے، جواب دیا ہے، وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں نے ابن صیاد کی نسبت وہ سوال نہیں کیا تھا، بلکہ آپ کے اس اعتقاد کی نسبت سوال کیا تھا کہ صحت احادیث کا معیار قرآن ہے اور جو حدیث قرآن کے موافق نہ ہو وہ موضوع ہے۔ اب بھی آپ فرمادیں کہ صحت احادیث کا معیار، توافق قرآن کو ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا امام کون ہے۔

۳۔ اجماع کی تعریف میں جو آپ نے کہا ہے، یہ کس کتاب اصول وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ تین چار صحابہ کے اجماع کو علمائے اسلام سے کون شخص اجماع قرار دیتا ہے۔

۴۔ شرح السنۃ سے جو حدیث آپ نے نقل کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے جو اس کی فہم میں آیا ہے۔ اس قول صحابی کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دینا آپ ﷺ پر افتراء نہیں تو کیا ہے؟

۵۔ اشاعۃ السنۃ میں جو میں نے محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اس کی نسبت کیا میں نے آخر ریویو میں بصفحہ ۳۴۵ ظاہر نہیں کیا کہ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ اس صفحہ میں کیا یہ عبارت درج نہیں کہ:

یہی جتانا اس امر سوم کے بیان سے ہمارا مقصود تھا اس سے اس امر کا اظہار مقصود نہیں ہے کہ ہم خود بھی اس الہام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو حجت ودلیل جانتے ہیں اور غیر ملہم کو کسی ملہم غیر نبی کے الہام پر عمل کرنا واجب سمجھتے ہیں۔نہیں ہرگز نہیں۔ہم صرف کتاب اللہ وسنت کے پیرو ہیں اور اسی کو حجت ودستور العمل اور عام راہ جانتے ہیں، نہ خود الہامی ہیں نہ کسی اور کشفی الہامی غیر نبی کے، متقدمین سے ہو خواہ متاخرین سے، متبع اور مقلد ہیں۔

پھر مجھ کو اس قول ابن عربی کا امکانی قائل بنانا مجھ پر افتراء نہیں تو کیا ہے۔

آیات قرآن، جو آپ نے نقل کی ہیں ان، کو امر متنازعہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔میں اس امر کو اپنے تفصیلی جواب میں بیان کروں گا جب سوالات مذکورہ کا جواب پاؤنگا۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱۔ ابو سعید محمد حسین

مرزا قادیانی کی تحریر ششم

آپ نے پھر میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ میں نے آپکے سوال کا جواب صاف نہیں دیا۔میں حیران ہوں کہ میں کن الفاظ میں اپنے جواب کو بیان کروں، یا کس پیرایہ میں ان گذارشوں کو پیش کروں تا آپ اس کو واقعی طور پر جواب تصور فرمائیں (پیرایہ تو آپ کو معلوم ہے اور الفاظ بھی مخفی نہیں۔الفاظ صرف ہست یا نیست ہیں۔اور پیرایہ یہ کہ احادیث صحیحین سب کی سب صحیح ہیں یا نہیں۔یا بعض صحیح ہیں بعض غیر صحیح۔مگر ان الفاظ اور اس پیرایہ میں جواب دینا آپ کو مشکل ہے اس لئے آپ حیران اور یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح یا موضوع بناتے ہیں، تو آپ کے دام افتادہ آپکے دام سے نکلتے ہیں۔اور اگر جملہ احادیث صحیحین کو صحیح مانتے ہیں تو آپ کے جملہ خیالات ومقالات مثلاً یہ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں، اور آنے والے مسیح وہ نہیں، آپ ہیں وغیرہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کتب کی حدیثوں میں ان خیالات کا صریح خلاف موجود ہے۔اس حیرت وتردد میں آپ کا اس سانپ کا سا حال وخیال ہے جو چھپکلی کو منہ میں لے کر یہ سوچ رہا تھا کہ اس کو کھاتا ہوں تو کوہڑی بنتا ہوں، چھوڑتا ہوں تو کلنکی کہلاتا ہوں، جس کی پنجابی زبان کی اس مثل میں حکایت ہے: کھائے تاں کوہڑی، چھڈے تاں کلنکی۔محمد حسین)

آپ کا سوال جو اس تحریر اور پہلی تحریروں سے سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ احادیث کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم صحیح، واجب العمل ہیں یا غیر صحیح وناقابل عمل۔اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے منہ سے یہ کہلانا چاہتے ہیں کہ میں اس بات کا اقرار کروں کہ یہ سب کتابیں صحیح اور واجب العمل ہیں۔اگر میں ایسا کروں تو غالباً آپ خوش ہو جائیں گے اور فرمائیں گے کہ اب میرے سوال کا جواب پورا پورا آگیا (آپ یہ اقرار نہ کریں، اور کل یا بعض احادیث صحیحین کو غیر صحیح وموضوع قرار دیں، تو اس میں بھی ہم خوش ہیں۔آپ یہ بات صاف طور پر کہہ کر دیکھیں ہم اس پر کیسی مسرت ظاہر کرتے ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے کیا نتائج نکالتے ہیں۔ محمد حسین) لیکن میں سوچ میں ہوں کہ کس شرعی قاعدہ کے رو سے ان تمام حدیثوں کو بغیر تحقیق و تفتیش کے واجب العمل یا صحیح قرار دے سکتا ہوں۔ طریق تقوی یہ ہے کہ جب تک فراست کاملہ اور بصیرت صحیحہ حاصل نہ ہو، تب تک کسی چیز کے ثبوت یا عدم ثبوت کی نسبت حکم نافذ نہیں کیا جائے اللہ جلشانہ فرماتا ہے لا تقف ما لیس لك به علم۔ ان السمع و البصر و الفواد کل اولئك کا ن عنه مسئو لًا (اس صورت میں تقوی کا طریق یہ ہے کہ اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جائے اور لا ادری یعنی میں نہیں جانتا، کہا جائے، جو نصف العلم کہلاتا ہے۔ اور نہ یہ کہ اقبال کریں نہ صاف انکار اور ادھر ادھر کی باتوں میں جواب کو ٹلا دیں، جیسا کہ آپ کر رہے ہیں اور اگر اس قول سے یہ مقصود ہے کہ جملہ احادیث صحیحین کو صحیح کہنا بے بصیرتی ہے، تو یہ محدثین سلف و خلف پر جو ان احادیث کو صحیح سمجھتے ہیں، تعریض و طعن ہے۔ محمد حسین) سو اگر میں دلیری کر کے اس معاملہ میں دخل دوں اور یہ کہوں کہ میرے نزدیک جو کچھ محدثین خصوصاً امامین بخاری اور مسلم نے تنقید حدیث میں تحقیق کی ہے اور جس قدر احادیث وہ اپنی صحیحوں میں لائے ہیں وہ بلا شبہ بغیر حاجت کسی آزمائش کے صحیح ہیں۔ تو میرا ایسا کہنا کن شرعی وجوہات و دلائل پر مبنی ہوگا؟ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ تمام آئمہ حدیثوں کے جمع کرنے میں ایک قسم کا اجتہاد کام میں لائے ہیں اور مجتہد کبھی مصیب اور کبھی مخطی بھی ہوتا ہے۔ جب میں سوچتا ہوں کہ ہمارے بھائی مسلمان موحدین نے کس قانون قطعی اور یقینی کی رو سے ان تمام احادیث کو واجب العمل ٹھہرایا ہے؟ تو میرے اندر سے نور قلب یہی شہادت دیتا ہے کہ صرف یہی ایک وجہ ان کے واجب العمل ہونے کی پائی جاتی ہے کہ یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ علاوہ اس خاص تحقیق کے جو تنقید احادیث میں آئمہ حدیث نے کی ہے۔ وہ حدیثیں قرآن کریم کی کسی آیہ محکمہ اور بینہ سے منافی اور متغائر نہیں ہیں اور نیز اکثر احادیث جو احکام شرعی کے متعلق ہیں تعامل کے سلسلہ سے قطعیت اور یقین تام کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ ورنہ اگر ان دونوں وجوہ سے قطع نظر کی جائے تو پھر کوئی وجہ ان کے قطعی الثبوت ہونے کی معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ایک وجہ پیش کی جائے گی کہ اسی پر اجماع ہو گیا ہے، لیکن آپ ہی ریویو براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۳۰ میں اجماع کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اجماع اتفاقی دلیل نہیں ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کہ اجماع میں اولاً یہ اختلاف ہے کہ یہ ممکن، یعنی ہو بھی سکتا ہے یا نہیں؟ بعضے اس کے امکان کو ہی نہیں مانتے۔ پھر ماننے والوں کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کا علم ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایک جماعت امکان علم کی بھی منکر ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔امام فخرالدین رازی نے کتاب محصول میں یہ اختلاف بیان کر کے فرمایا ہے کہ انصاف یہی ہے کہ بجز اجماع صحابہ، جبکہ مومنین اہل اجماع بہت تھوڑے تھے اوران سب کی معرفت تفصیلی ممکن تھی، اور زمانہ کے اجماعوں کے حصول علم کی کوئی سبیل نہیں۔اسی کے مطابق کتاب حصول المامول میں ہے جو کتاب ارشاد الفحول شوکانی سے ملخص ہے۔اس میں کہا ہے: جو یہ دعوی کرے کہ ناقل اجماع ان سب علماء دنیا کی، جو اجماع میں معتبر ہیں، معرفت پر قادر ہے، وہ دعوی میں حد سے نکل گیا اور جو کچھ اس نے کہا، اٹکل سے کہا۔خدا امام احمد بن حنبل پر رحم فرمائے کہ انہوں نے صاف فرمادیا ہے کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے۔

(ریویو کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں اجماع کے متعلق اختلاف علماء اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے شرعی حجت اور معتبر سمجھا گیا ہے تو پھر الہام غیر نبی محل اختلاف ہونے کے سبب کیوں نامعتبر ہو۔

یہ غرض عبارت منقولہ قادیانی کے ماقبل و مابعد میں بتصریح بیان کی گئی ہے۔اس عبارت کے ماقبل صفحہ ۳۳۰ رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ کے کہا ہے۔اس الہام کے متفق علیہ نہ ہونے سے اس کا بے اعتبار ہونا اس لئے ثابت نہیں ہوتا کہ اعتبار کا مدار اتفاق پر نہیں ہے۔یہ ہو تو کوئی امر اختلاف، لائق اعتبار نہ ہو، حالانکہ مسائل دین اسلام کا حصہ اختلافی، حصہ اتفاقی سے بڑھ کر ہے۔اور ہر ایک فریق اس حصہ اختلافی کو معتبر اور قابل عمل سمجھتا ہے۔درآنجا، ادلہ اربعہ میں انحصار دلائل شرعیہ کے مسئلہ ہی کو دیکھو۔کیا یہ چاروں دلیلیں اتفاقی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ان میں دو دلیلیں، کتاب وسنت تو اتفاقی ہیں۔اور دو باقی اجماع وقیاس اختلافی ہیں۔اس کے بعد وہ عبارت مرقوم ہے جو مرزا قادیانی نے نقل کی ہے۔اس کے بعد صفحہ ۳۳۳ میں کہا ہے۔

پھر جب اختلاف کے سبب اکثر مسائل شرعیہ، خصوصاً ادلہ اربعہ میں حصر دلائل شرعیہ کا مسئلہ، بے اعتبار نہ ہوئے، تو اختلاف کے سبب الہام کیوں کر بے اعتبار ہوسکتا ہے۔

یہ عبارات ماقبل و مابعد عبارت منقولہ مرزا قادیانی صاف پکار رہی ہیں کہ مئولف رسالہ اشاعۃ السنہ کے نزدیک اجماع کی نسبت وہ اختلافات جو عبارات منقولہ قادیانی میں بیان ہوئے ہیں، لائق لحاظ واعتبار نہیں ہیں۔اور اجماع باوجود محل اختلاف ہونے کے حجت شرعی اور معتبر ہے۔

قادیانی نے اس عبارت کی نقل وبیان میں وہی کام کیا ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ کو تو لے لیا اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا۔یعنی اس عبارت کا ماقبل و مابعد اڑادیا اور صرف درمیانی عبارت متضمنہ اختلافات متعلقہ اجماع کو نقل کر کے مولف رسالہ اشاعۃ السنہ کو اس کا قائل ومصدق بنادیا۔اور ناظرین کو یہ جتایا کہ مولف رسالہ اشاعۃ السنہ وجود اجماع اور اس کے حصول علم سے اور حجت ہونے سے منکر ہے۔پھر احادیث صحیحین کی صحت پر دعوی اجماع کیوں کرتا ہے۔محمد حسین)

اب میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ بخاری ومسلم کی احادیث کی نسبت جو اجماع کا دعوی کیا جاتا ہے یہ دعوی کیوں کر راستی کے رنگ سے رنگین سمجھ سکیں (چونکہ جو کچھ مرزا صاحب نے اشاعۃ السنہ سے نقل کیا ہے اس میں دجالیت سے کام لیا ہے۔تو اب ان سوالات کا موقع نہیں رہا۔ہمارے نزدیک اور ہر ایک محقق قائل اجماع کے نزدیک وہ دعوی درست ہے اور راستی کے رنگ سے رنگین ۔عبارات فقہا ومحدثین اس اجماع کی مثبت ومصدق تحریر نمبر ۸ میں منقول ہوں گی۔محمد حسین) حالانکہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کے عہد کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا (یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ خاکسار ہرگز اس بات کا قائل نہیں ہے کہ عہد صحابہ کے بعد کوئی اجماع حجت نہیں ہوسکتا، بلکہ بہت صریح کہہ چکا ہے کہ اجماع باوصف محل اختلاف ہونے کے حجت ولائق اعتبار ہے۔ محمد حسین)۔ بلکہ آپ امام احمدؒ صاحب کا قول پیش کرتے ہیں کہ جو وجود اجماع کا مدعی ہے وہ جھوٹا ہے (امام احمدؒ کے اس قول سے ہم نے اپنی رضا تسلیم ظاہر نہیں کی۔ اور اس کی نقل کرنے سے جو غرض ہے وہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ امام احمد کا یہ قول لائق تسلیم ہے تو اس کا محمل و متعلق اختلافی اوراڑتے پڑتے اجماع ہیں جن کی سند وثبوت کا پتہ نہیں، نہ وہ اجماع جن کی سند وثبوت پر اتفاق ہو، جیسا کہ احادیث صحیحین پر اجماع ہے۔ محمد حسین) اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخاری ومسلم کی صحت پر بھی ہرگز اجماع نہیں ہوا۔ چنانچہ واقعی امر بھی ایسا ہی ہے کہ بہت سے فرقے مسلمانوں کے بخاری اور مسلم کی اکثر حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتے (یہ محض کذب ہے۔ اتفاقی احادیث صحیحین کو کوئی مسلمان، جس کے قول کا اجماع واختلاف میں لحاظ ہو، غیر صحیح نہیں جانتا۔ اور بعض احادیث سے ان کا عمل نہ کرنا دیگر وجوہات اجتہادیہ پر مبنی ہے۔ محمد حسین) پھر جب کہ ان حدیثوں کا یہ حال ہے تو کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ بغیر کسی شرط کے وہ تمام حدیثیں واجب العمل اور قطعی الصحت ہیں۔ ایسا خیال کرنے میں دلیل شرعی کون سی ہے۔ کیا قرآن کریم میں (پھر مرزا صاحب نے قطعی صحت کی طرف رجوع کیا اور گیارہویں بار مبحث سے خروج کیا۔ قرآن کریم یا آنحضرت ﷺ کے وصایا میں خاص بخاری ومسلم کا نام لے کر حکم بیان ہوتا، تو ان کی احادیث سے انکار پر آپ کو اور دیگر مبتدعین کو جو بخاری مسلم کو نہیں مانتے، قطعی کافر کہا جاتا۔

آپ کو اور دیگر منکرین بخاری ومسلم کو تو اس انکار کے سبب صرف فاسق ومبتدع کہا گیا ہے۔ پھر آپ آیت یا وصیت نبوی کیوں پوچھتے ہیں۔

آیات قرآن اور وصایا نبویہ میں عموماً احادیث صحیحہ کے قبول کرنے کا حکم وارد ہے اور ان احادیث میں بخاری ومسلم داخل ہیں۔ اس عموم کے ترک عمل و انکار قبول سے صرف فاسق ومبتدع ہونے کا فتویٰ لگایا جاسکتا ہے۔ محمد حسین) ایسی کوئی آیت پائی جاتی ہے کہ تم بخاری اور مسلم کو قطعی الثبوت سمجھنا اور اس کی کسی حدیث کی نسبت اعتراض نہ کرنا، یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی وصیت تحریری موجود ہے جس میں ان کتابوں کو بلا لحاظ کسی شرط اور بغیر توسط محک کلام الٰہی کے واجب العمل ٹھہرایا گیا ہو۔ جب ہم اس امر میں غور کریں کہ کیوں ان کتابوں کو واجب العمل خیال کیا جاتا ہے، تو ہمیں یہ وجوب ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے حنفیوں کے نزدیک اس بات کا وجوب ہے کہ امام اعظم صاحب کے، یعنی حنفی مذہب کے تمام مجتہدات واجب العمل ہیں (علماء محققین حنفی مذہب کا یہ قول نہیں اور نہ اس پر ان کا عمل ہے۔ وہ لوگ سبھی مجتہدات حضرت امام ابوحنیفہ پر عمل نہیں کرتے، بلکہ ان کے بعض مجتہدات چھوڑ کر نصوص شرعیہ پر عمل کرتے ہیں یا اقوال دیگر آئمہ مذہب حنفی پر۔ آپ نے ناحق یہ الزام اہل حدیث کی طرف سے حنفیہ پر قائم کیا اور ان کو اہل حدیث سے لڑانا چاہا۔ محمد حسین) لیکن ایک ادنیٰ شخص سوچ سکتا ہے کہ یہ وجوب شرعی نہیں بلکہ کچھ زمانہ سے ایسے خیالات کے اثر سے اپنی طرف سے یہ وجوب گھڑا گیا ہے جس حالت میں حنفی مذہب پر آپ لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ نصوص بینہ شرعیہ کو چھوڑ کر بے اصل اجتہادات کو محکم پکڑتے اور ناحق تقلید شخصی کی راہ اختیار کرتے ہیں، تو کیا یہی اعتراض آپ پر نہیں ہوسکتا (اہل حدیث اور مقلدین مذاہب اربعہ، صحیحین کی احادیث کو صحیح ماننے میں کسی نص بین، آیت یا حدیث کے مخالف نہیں ہیں۔ پھر ان پر یہ اعتراض تقلید مقابل نصوص بینہ، جو حنفیہ پر مرزا صاحب نے ناحق کیا ہے، کیونکر قائم ہوسکتا ہے۔ اس اعتراض کے دعوی میں مرزا نے دروغ گوئم برروئے تو، پر عمل کیا اور ناظرین کو دھوکہ دیا۔ محمد حسین) کہ آپ بھی کیوں بے وجہ تقلید پر زور مار رہے ہیں (یہ تقلید نہیں ہے بلکہ اجماع امت کی پیروی ہے جو ایک دلیل شرعی ہے۔ محمد حسین) حقیقی بصیرت اور معرفت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔ ہمیشہ آپ لوگ بیان کرتے تھے کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دیا جاوے، اب کیوں آپ مقلدین کے رنگ پر تمام احادیث کو بلا شرط صحیح خیال کرتے ہیں اس پر آپ کے پاس شرعی ثبوت کیا ہے۔ (احادیث صحیحین کی صحت باجماع امت ثابت ہے تو تمام احادیث صحیحین کو صحیح ماننا ہمارے اس بیان کے کہ جو حدیث صحیح ہو اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو غیر صحیح ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیے، مخالف نہیں ہے۔ بلکہ عین مطابق وموافق ہے۔ محمد حسین) کہاں سے امام محمد (بن) اسماعیل، اور مسلم کی معصومیت ثابت ہوگئی ہے (اس قول میں بھی مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ مسلمانوں نے امام بخاری اور امام مسلم کو معصوم سمجھ کر ان کی احادیث کو صحیح نہیں مانا، بلکہ تمام امت محمدیہ کو، جن کا ان کی کتابوں کی صحت پر اجماع ہے، معصوم مان کر ان کے اجماع کی شہادت سے ان کتابوں کی احادیث کو صحیح مانا ہے۔ اور امت محمدیہ اپنے اتفاق میں معصوم ہے۔ محمد حسین) کیا آپ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ جسکو خدا تعالی اپنے فضل وکرم سے فہم قرآن عطا کرے اور تفہیم الہی سے وہ مشرف ہو جائے اور اس پر ظاہر کر دیا جائے کہ قرآن کریم کی فلاں آیت سے فلاں حدیث مخالف ہے (کوئی حدیث صحیح، قرآن کے مخالف نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب کو جو یہ تفہیم ہوتی ہے کہ بعض احادیث قرآن کے مخالف ہیں، تو یہ تفہیم شیطان کی طرف سے ہے۔ نہ خدا کی طرف سے۔ محمد حسین) اور یہ علم اس کا کمال یقین تک پہونچ جائے تو اس کے لئے یہی لازم ہوگا کہ حتی الوسع اول ادب کی راہ سے اس حدیث کی تاویل کر کے قرآن شریف سے مطابق کرے۔ اور اگر مطابقت محالات میں سے ہو اور کسی صورت ہو نہ سکے تو بدرجہ لاچاری اس حدیث کو غیر صحیح ہونے کا قائل ہو (بخاری ومسلم کو غیر معصوم قرار دے کر ان کی احادیث کا مخالف قرآن ہونا تجویز کر کے ان احادیث کی نسبت یہ بات کہی گئی ہے جو بخاری ومسلم پر مرزا کا تیر ہواں حملہ ہے۔ محمد حسین) کیونکہ ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم بحالت مخالفت قرآن شریف، حدیث کی تاویل کی طرف رجوع کریں۔ لیکن یہ سراسر الحاد اور کفر ہوگا (یہ کفر والحاد مرزا صاحب ہی کی طرف رجوع کرتا ہے، جو صحیحین کو اصح الکتب مان کر پھر اس کی بعض احادیث کو مخالف قرآن قرار دے کر ان کے چھوڑنے پر مستعدی ظاہر کرتے ہیں۔ بخاری ومسلم کو صحیح ماننے والے مسلمان کے نزدیک تو ان کی کوئی حدیث ایسی نہیں جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے مخالف ہو۔محمد حسین) کہ ہم ایسی حدیثوں کی خاطر سے کہ جو انسان کے ہاتھوں سے ہم کو ملی ہیں اور انسان کی باتوں کا ان میں ملنا، نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے، قرآن کو چھوڑ دیں (یہاں مرزا قادیانی نے اپنا ملحد و دجال و منکر قرآن ہونا ثابت کیا ہے۔قرآن بھی تو حضرت زید بن ثابت وغیرہ انسانوں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔لکھا لکھایا عالم بالا سے نہیں اترا۔ بناء علیہ مرزا قادیانی کے نزدیک قرآن میں بھی انسانی باتوں کا ملنا نہ صرف احتمالی امر ہے بلکہ یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔محمد حسین) میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تفہیم الٰہی میرے شامل حال ہے اور وہ عز اسمہ جس وقت چاہتا ہے بعض معارف قرآنی میرے پر کھولتا ہے۔اور اصل منشاء بعض آیات کا مع ان کے ثبوت کے میرے پر ظاہر کرتا ہے اور میخ آہنی کی طرح میرے دل کے اندر داخل کر دیتا ہے۔اب میں اس خداداد نعمت کو کیونکر چھوڑ دوں اور جو فیض بارش کی طرح میرے پر ہو رہا ہے کیونکر اس سے انکار کروں (میں مرزا کو یقین دلاتا ہوں اور خود یقین رکھتا ہوں جس پر میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ خذ لا ن ان کا شامل حال ہے، اور شیطان ان پر مسلط ہے۔وہی اس قسم کے ملحدانہ خیالات ان کے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔خداتعالیٰ کی تفہیم اور اس کا الہام والقاء اس جیسے شخص کے حق میں احاطہ امکان سے خارج ہے۔خداتعالیٰ نے قرآن میں قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ جھوٹے بدکاروں کے پاس شیاطین آتے اور وہی ان کے دل میں ایسی باتیں القاء کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا وان الشیا طین لیو حو ن الی اولیاۂم لیجا دلو کم۔ انعام۔کہ شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں خیال ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے لڑیں اور جھگڑیں هل انبـئكم على من تنز ل الشيا طين على كل افا ك اثيم میں بتادوں کہ شیطان کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ وہ ان لوگوں پر اترتے ہیں جو بڑے جھوٹے ہیں اور بدکار۔محمد حسین)

اور یہ بات جو آپ نے مجھ سے دریافت فرمائی ہے کہ اب تک کسی حدیث بخاری و مسلم کو میں نے موضوع قرار دیا ہے یا نہیں۔سو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث بخاری یا مسلم کو ابھی تک موضوع قرار نہیں دیا بلکہ اگر کسی حدیث کو میں نے قرآن کریم سے مخالف پایا، تو خداتعالیٰ نے تاویل کا باب میرے دل پر کھول دیا ہے (بہت سی احادیث صحیحین کو مرزا صاحب موضوع کہہ چکے ہیں۔جیسا کہ گذر چکا۔محمد حسین)

اور آپ نے یہ سوال جو مجھ سے کیا ہے کہ صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں سلف صالحین سے آپ کا کون امام ہے۔میری اس کے جواب میں یہ عرض ہے کہ اس بات کا بار ثبوت میرے ذمہ نہیں، بلکہ میں تو ہر ایک ایسے شخص کو جو قرآن کریم پر ایمان لاتا ہے، خواہ وہ گذر چکا ہے یا موجود ہے، اسی اعتقاد کا پابند جانتا ہوں کہ وہ احادیث کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم کو میزان اور معیار اور محک سمجھتا ہوگا۔کیونکہ جس حالت میں قرآن کریم خود یہ منصب اپنے لئے تجویز فرماتا ہے اور کہتا ہے فبای حدیث بعدہ یو منو ن۔اور فرماتا ہے قل ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هدی اللہ ھو الھدی اورفرماتا ہے فاعتصموا بحبل اللہ جمیعاً اورفرماتا ہے ھدی للناس و بینات من الھدی اورفرماتا ہے انزل الکتاب بالحق و المیزان اورفرماتا ہے انہ لقول فصل لا ریب فیہ تو پھراس کے بعدکون ایسا مومن ہے جوقرآن شریف کوحدیثوں کے لئے حکم مقرر نہ کرے (ان آیات کا ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔ان آیات کومرزا قادیانی کے اس دعوی سے کہ حدیث صحیح کی صحت کا محک قرآن ہے،کیا تعلق ہے؟ محمد حسین) اور جبکہ وہ خودفرماتا ہے کہ یہ کلام حکم ہے اور قول فصل ہے اورحق و باطل کی شناخت کے لئے فرقان ہے اورمیزان ہے،تو کیا ایمان داری ہوگی کہ ہم خدا تعالی کے ایسے فرمودوں پر ایمان نہ لاویں۔اوراگر ہم ایمان لاتے ہیں تو ہمارا ضرور یہ مذہب ہونا چاہیے کہ ہم ہرایک حدیث اور ہر یک قول کوقرآن کریم پرعرض کریں (اس عرض کا قرآن یاحدیث میں کہیں حکم نہیں۔اوراس بات میں جوحدیث مرزاصاحب نے نقل کی ہے وہ موضوع ہےاوراس عرض وموافقت مضمون قرآن سے صحت حدیث ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔بعض موضوعات کا مضمون بھی قرآن کے موافق ہوتا ہے۔محمد حسین) تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ واقعی طور پر اسی مشکوۃ وحی سے نور حاصل کرنے والے ہیں جن سے قرآن نکلا ہے یا اس کے مخالف ہے۔سو چونکہ مومن کے لئے یہ ایک ضروری امر ہے کہ قرآن کریم کو احادیث کا حکم مقرر کرے،اس لئے ثبوت اس بات کا کہ سلف صالحین نے قرآن کریم کوحکم مقرر نہیں کیا،آپ کے ذمہ ہے،نہ میرے ذمہ (مرزا صاحب نے یہ عجیب طریق اختیار کر رکھا ہے کہ جس دعوی کا ثبوت نہ ہو سکے اس دعوی کو بدیہی و اتفاقی و مسلم کل بنادیا اور بارثبوت اپنے اوپر سے ٹلا دیا۔اس طریق کا ابطال یہ ہے کہ یہ ادعا ان کا محض دروغ ہے۔ان کے خصم کو اس قسم کے دعوی میں یہ کلام ہے کہ کوئی مسلمان ان باتوں کا قائل نہیں پس مرزا کا فرض ہے کہ وہ کوئی قائل بتائیں ورنہ دروغ گو سمجھے جائیں گے۔بےشک وبلاریب مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم، ہدایت ہے، حبل اللہ ہے، قول فصل ہےاورجو کچھ اس کے شان میں خدا تعالی نے فرمایا ہے اس پر مسلمانوں کا ایمان ہے مگر کسی آیت قرآن میں یہ بیان نہیں ہوا کہ قرآن مجید،صحت احادیث صحیحہ کا معیار ومحک ہے۔اور جس حدیث کا مضمون قرآن کریم کے موافق نہ ہو وہ حدیث لائق تسلیم نہیں ہے۔محمد حسین) اس جگہ مجھے یہ افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کا مرتبہ بخاری اور مسلم کے مرتبہ کے برابر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ اگر کوئی حدیث کسی کتاب کی بخاری و مسلم کی کسی حدیث سے مخالف اور مبائن پڑے اور کسی طور سے تطبیق نہ ہو سکے تو آپ صاحبان فی الفور کہہ دیتے ہیں کہ وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔مگر کمال افسوس کی جگہ ہے کہ یہ مذہب قرآن کریم کی نسبت آپ اختیار کرنا نہیں چاہتے (مرزا صاحب کی یہ بات کذب اور بہتان ہے۔اہل حدیث،صحیح بخاری کا رتبہ صحت، رتبہ کتاب اللہ کے بعد مانتے ہیں، نہ اس کے برابر۔اور کسی حدیث غیر صحیحین کو صحیحین کی مخالفت کے سبب غیر صحیح قرار نہیں دیتے۔بلکہ اس حدیث کی صحت ثابت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتو اس کو حدیث صحیحین کے موافق کرتے اور ان میں باہم تطبیق دیتے ہیں مرزا صاحب نے جو کچھ اس بات میں کہا ہے اس میں افتراء کر کے اپنا دجال ہونا ثابت کیا ہے۔ محمد حسین) اور اجماع کی نسبت جو آپ نے دریافت فرمایا ہے تو میں پہلے ہی عرض کر چکا کہ ابن صیاد، جو مسلمان ہو گیا تھا، بیان کرتا ہے کہ لوگ مجھے ایسا کہتے ہیں۔ اس کی شہادت میں کوئی استثنا نہیں، جس سے سمجھا جاتا ہے کہ عام طور پر صحابہ کا یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ ماسوا اسکے حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کا یہ مذہب ہو گیا تھا کہ حقیقت میں ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ اس صورت میں دوسرے صحابیوں کا خاموش رہنا صریح اس بات پر دلیل ہے کہ وہ اس مذہب کو مان چکے ہیں اور اگر ان کی طرف سے کوئی مخالفت اور انکار ہوتا تو وہ انکار ظاہر ہو جاتا۔ پس صحابہ کے اجماع کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ بالخصوص حضرت عمر کا آنحضرت ﷺ کے روبرو قسم کھا کر بیان کرنا کہ درحقیقت ابن صیاد ہی دجال معہود ہے، صریح دلیل اجماع پر ہے (نہ تمام صحابہ نے یہ کہا ہے کہ ابن صیاد دجال معہود ہے اور نہ دوسرے صحابہ نے اس پر سکوت کیا، اور نہ حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال معہود ہونے پر قسم کھائی۔ نہ حضرت ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ محمد حسین) کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اکثر آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ سے اکیلے نہیں ہوتے تھے، اور غالباً جس وقت حضرت عمرؓ نے قسم کھائی ہو گی اس وقت بہت سی جماعت صحابہ کی موجود ہو گی۔ پس ان کی خاموشی اجماع پر دلیل ہے (جماعت صحابہ کی خاموشی کا جواب پہلے ہو چکا۔ ایک جماعت کے سکوت یا اتفاق کا اجماع نہ ہونا بھی بیان ہو چکا۔ محمد حسین)۔

پھر آپ نے بیان فرمایا ہے کہ شرح السنہ میں آنحضرت ﷺ کا کوئی قول منقول نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک صحابی اپنا خیال ظاہر کرتا ہے۔ سو حضرت اس کے جواب میں اس قدر کافی ہے کہ آپ لوگوں کے نزدیک تو صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے، گو منقطع ہے صاف ظاہر ہے کہ صحابی، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں کر سکتا (دیکھو دجال کی چال۔ ہم نے آنحضرت ﷺ کی اس قولی حدیث کا کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے سے ڈرتا ہوں، جس کو مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ پر افتراء کیا تھا، پتہ پوچھا تھا۔ مرزا نے اس کے جواب میں جابر بن عبداللہ صحابی کے اس قول کو کہ آنحضرت، ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے شرح السنہ سے نقل کر دیا۔ جس پر ہم نے یہ سوال کیا تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اب مرزا صاحب نے کہا ہے کہ صحابی کا قول بھی ایک قسم کی حدیث ہوتی ہے۔ اور شرم وحیا کو کام میں لا کر یہ خیال نہ کیا کہ مطلق حدیث سے یا ہر قسم کی حدیث سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص آنحضرت ﷺ کی قولی حدیث سے سوال تھا۔ اور ہر ایک قسم کی حدیث تو موضوع بھی ہوتی ہے۔ پھر اس سوال کے جواب میں یہی کہا ہوتا کہ گو وہ حدیث جو ہم نے بیان کی ہے وضعی اور ہماری بناوٹی ہے، مگر آخر یہ بھی تو ایک قسم کی حدیث ہے۔ محمد حسین)۔ اور ڈرنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات ایسی ہے کہ جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحۃً بیان نہ فرماتے تو صحابی کی کیا مجال تھی کہ خود بخود آنجناب پر افتراء کر لیتا۔ بلا شبہ اس نے سنا ہو گا تب ہی تو اس نے ذکر کیا۔ سو جو کچھ اس نے سنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے ظاہر نہیں۔ لیکن ایک بچہ کو بھی سمجھ آ سکتا ہے کہ اس نے ضرور سنا، تب ہی بیان کیا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ افتراء نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے۔ کیا آپ اس صحابی پر حسن ظن نہیں رکھتے اور یہ خیال رکھتے ہیں کہ بغیر سننے کے اس نے کہہ دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس نے خیال ظاہر کیا، میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے مافی الضمیر پر اس کو کیا علم تھا جب تک آنحضرت ﷺ اشارۃً یا صراحتاً آپ ظاہر نہ فرماتے (یہ افتراء کون کہتا ہے؟ جابرؓ نے آنحضرت ﷺ کی خوف کی حالت کو دیکھا تو اس سے سمجھ لیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ کلمہ فرما دیا کہ آپ اسکے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ آنحضرت کی طرف تو انہوں نے کوئی قول منسوب نہیں کیا۔ پھر افتراء کیونکر ہوا؟ اور ہم حسن ظن رکھتے ہیں تب ہی تو یہ تجویز کرتے ہیں کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی حالت خوف کو سیکھا تو اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ اس سے ڈرتے تھے۔ محمد حسین)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اشاعۃ السنۃ میں محی الدین ابن عربی کا قول نقل کیا ہے اور آخر میں، میں نے لکھ دیا ہے کہ ہم الہام کو حجت اور دلیل نہیں جانتے۔ اس کے جواب میں باد ب ملتمس ہوں کہ آپ اگر اس قول کے مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے (ناحق کیوں؟ جس غرض سے ہم نے وہ قول نقل کیا ہے وہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اس کے نقل کرنے سے اس کے مضمون سے اتفاق ثابت نہیں ہوتا۔ محمد حسین) غایت کار آپ کی کلام میں تناقض ہو گا، کیونکہ اول صاف تسلیم کر آئے ہیں کہ الہام ملہم کے لئے حجت شرعی کے قائم مقام ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے آپ تو صاف طور پر مان چکے ہیں بلکہ بحوالہ حدیث بخاری بتصریح بیان کر چکے ہیں کہ الہام محدث کا شیطانی دخل سے منزہ کیا جاتا ہے، ماسوا اس کے میں اس بات کے لئے آپ کو مجبور نہیں کرتا کہ آپ الہام کو حجت سمجھ لیں۔ مگر یہ تو آپ اسی ریویو میں خود تسلیم کرتے ہیں کہ ملہم کے لئے وہ الہام حجت ہو جاتا ہے۔ سو میرا دعوی اسی قدر سے ثابت ہے۔ میں بھی آپ کو مجبور کرنا نہیں چاہتا (اس آخری کلام میں بھی مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ یہاں بحث وسوال اس امر کا نہ تھا کہ الہام غیر نبی حجت ہے یا نہیں؟ جس کا یہ کلام جواب ہو سکتا۔ خاکسار کا سوال تو یہ تھا کہ میں نے شیخ اکبر کے اس قول کو کہ کشف کے ذریعہ سے بعض احادیث موضوع اور بعض غیر صحیح ٹھہر سکتی ہیں، مئولف اشاعۃ السنہ نے کب صحیح تسلیم کیا۔ اور اس کی نسبت اپنا توافق رائے کہاں ظاہر کیا ہے؟ اس کا جواب تحریر نمبر ۵ میں مرزا نے یہ دیا تھا کہ آپ کے نزدیک وہ قول لائق تسلیم نہ ہوتا تو اس کو کس غرض سے نقل کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا۔اس کا جواب تحریر نمبر ۶ میں خاکسار نے یہ دیا کہ اس قول ونقل سے جو غرض ہے وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۷ میں بیان ہو چکی ہے۔اور وہاں اس قول کے مضمون سے ہم نے اپنا خلاف صاف طور پر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا ہے کہ ہم الہام غیر نبی کو حجت و دلیل شرعی نہیں جانتے، جس کو مرزا قادیانی نے اس مقام میں نقل کیا ہے، لہذا اس کے جواب میں میں قادیانی کا اب ان امور کو پیش کرنا کہ :۱۔اس قول کے آپ مخالف ہوتے تو اس کو کیوں نقل کرتے؟ ۲۔اور الہام آپ کے نزدیک ملہم کے حق میں تو حجت ہے۔۳۔اور محدث کا الہام دخل شیطانی سے منزہ ہے۔۴۔اور میرے لئے یہی کافی ہے۔۵۔آپ کو میں اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتا۔،،سوال وجواب متنازع فیہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔اور ان امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مؤلف اشاعۃ السنہ نے الہام کے ذریعہ احادیث صحیحہ کے موضوع اور موضوعہ کے صحیح ہو سکنے کو رسالہ میں تسلیم کیا ہے۔اور اسی کے ثبوت کا مرزا قادیانی سے مطالبہ ہوا)۔جولائی ۱۸۹۱ء غلام احمد بقلم خود

(مرزا قادیانی کی تحریر نمبر ۶ ختم ہوئی اس تحریر کو معہ اس کے نوٹوں اور حواشی کے ناظرین توجہ سے پڑھیں گے تو یقین کریں گے کہ اس تحریر میں بھی اس نے ان دو پرانی باتوں خارج از بحث کے کہ: جس حدیث کا مضمون قرآن کے مخالف ہوگا، وہ صحیح ولائق قبول نہیں، اور حدیث صحیح بھی ہو تو وہ رتبہ صحت میں قرآن کے برابر نہیں، اور کچھ نہیں کہا۔اور ہمارے اس سوال کا کہ بخاری مسلم کی جملہ احادیث صحیح ہیں، یا غیر صحیح، یا مختلط، کوئی قطعی اور صاف جواب نہیں دیا۔محمد حسین)

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریر ہفتم

میں افسوس کرتا ہوں کہ آپنے پھر بھی میرے سوال کا جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔آپ نے بیان کیا ہے کہ میں آپ سے ان کتب کی صحت تسلیم کرانا چاہتا ہوں اور آپ اس تسلیم کو صحیح نہیں سمجھتے، بلکہ اس کو ایک غلط اصول فرضی وخیالی اجماع پر مبنی قرار دیتے ہیں۔پھر صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں ہیں، بلکہ اس میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں، یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔جب تک آپ ایسے صریح الفاظ میں اس مطلب کو ادا نہ کریں گے اس سوال کے جواب سے سبک دوش نہ ہوں گے، خواہ برسوں گزر جائیں۔آپ حدیث ان من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه کو پیش نظر رکھ کر خارج از سوال باتوں سے تعرض کرنا چھوڑ دیں اور دو حرفی جواب دیں کہ:۱۔صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں، یا موضوع ہیں، یا مختلط ہیں۔

۲۔آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں کسی حدیث صحیح بخاری ومسلم کو موضوع نہیں کہا (لفظ موضوع آپ کے کلام میں غیر صحیح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے اور غیر صحیح بمعنی موضوع، اس وجہ سے آپ کا بعض احادیث کو ضعیف کہنا، موضوع کہنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانند ہے اور بعض احادیث کی نسبت تو آپ نے صاف اور صریح لفظ موضوع استعمال کیا ہے۔ چنانچہ متن میں اس کی تفصیل ہے اور بعض حواشی میں بعض تمثیلات گذر چکی ہیں۔محمد حسین) اور یہ امر کمال تعجب کا موجب ہے کہ آپ جیسے مدعیان الہام ایسی بات خلاف واقعہ کہیں۔آپ نے رسالہ ازالہ اوہام میں دمشقی حدیث کی نسبت کہا ہے۔

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحد ثین امام محمد (بن) اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔اب انصاف سے فرماویں کہ اس حدیث صحیح مسلم کو آپ نے ضعیف قرار دے دیا ہے یا نہیں۔

اور اگر آپ یہ عذر کریں کہ میں صرف ناقل ہوں، اس کو ضعیف کہنے والے امام بخاری ہیں، تو آپ تصحیح نقل کریں اور صاف فرماویں کہ امام بخاری نے فلاں کتاب میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے یا کسی اور امام، محدث سے نقل کریں کہ انہوں نے امام بخاری سے اس حدیث کی تضعیف نقل کی ہے، ورنہ آپ اس الزام سے بری نہیں ہوسکیں گے کہ آپ نے صحیح مسلم کی حدیث کو ضعیف قرار دیا اور پھر اس اپنی تحریر میں اس سے انکار کیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ میں آپ فرماتے ہیں: اب بڑے مشکلات یہ درپیش آتے ہیں کہ اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں، جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہے ہیں، تو یہ حدیثیں موضوع ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے۔اور اگر یہ متعارض ومتناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں، صرف دوسرے صحیفوں میں ہوتیں، تو شاید ہم ان دونوں کتابوں کی زیادہ تر پاس خاطر کر کے ان دوسری حدیثوں کو موضوع قرار دیتے، مگر اب مشکل تو یہ آپڑی کہ ان ہی دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس حدیث کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح۔تب ہم کو عقل خداداد یہ طریق فیصلہ کا بتاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں، انہیں صحیح سمجھنا چاہیے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے مسلم کی اس حدیث کو جس میں یہ بیان ہے کہ دجال معہود کی پیشانی پر ك ف ر لکھا ہوگا ، یہ کہہ کر اڑادیا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی اس حدیث کے برخلاف ہے جس میں یہ وارد ہے کہ یہ دجال مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ایسا ہی آپ نے صحیحین کی ان احادیث کو اڑایا ہے جن میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دجال کے ان خوارق کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں اور اس کے کہنے سے زمین شور، سرسبز ہو جائے گی، وغیرہ۔ پھر آپ کا اس مقام میں یہ کہنا کہ میں نے صحیحین کی کسی حدیث کو موضوع یا غیر صحیح قرار نہیں دیا اور احادیث کے صحیح معنے بیان کرنے میں خدا میری مدد کرتا ہے، خلاف واقعہ نہیں تو کیا ہے۔

آپ صحیحین کی حدیث کو موضوع جانتے ہیں اور ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔ پھر اس اعتقاد کو جو طولانی تقریروں اور ملمع سازیوں سے چھپاتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ جن باتوں کو آپ چھاپ چکے ہیں وہ کب چھپتی ہیں۔

۳۔ آپ لکھتے ہیں کہ قرآن کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں امام کی نشان دہی کا بار ثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان احادیث کی تصحیح کا معیار قرآن کو سمجھتا ہے۔

میں آپ کے اس دعوی کا بھی منکر ہوں اور یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مسلمان، جن کے اقوال سے استناد کیا جاتا ہے، اس بات کا قائل نہیں ہے۔ آپ کم سے کم ایک مسلمان کا علماء سلف سے نام لیں جو آپ کے خیال کا شریک ہو اور اگر باوجود ان دعاوی کے آپ پر بار ثبوت نہیں ہے تو آپ یہ امر کسی منصف سے (مسلمان ہو یا غیر مذہب) کہلاویں۔

اس باب میں جو آیات آپ نے نقل کی ہیں ان کو آپ کے دعاوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی تفصیل، جواب تفصیلی میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالی۔

۴۔ اجماع کے باب میں میرے کسی سوال کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ براہ مہربانی میرے سوال پر نظر ثانی کریں اور ان باتوں کا جواب دیں کہ: اجماع کی تعریف جو آپ نے لکھی ہے کس کتاب میں ہے۔ اور بعض صحابہ کے اتفاق کو کون شخص اجماع سمجھتا ہے۔ سکوت کل، کا جو آپ نے دعوی کیا ہے یہ بھی محتاج نقل وثبوت ہے۔ آپ بہ نقل صحیح ثابت کریں کہ حضرت عمرؓ وغیرہ نے ابن صیاد کو دجال کہا تو اس وقت جملہ اصحاب یا فلاں فلاں موجود تھے اور انہوں نے اس پر سکوت کیا۔ یا وہ قول جس صحابی کو پہنچا اس نے انکار نہ کیا۔ یہ بات غالباً اور ہوں گی کے الفاظ سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ ایسے دعاوی عظیمہ میں آئمہ نقل سے نقل بکار ہے، نہ صرف تجویز عقل۔

اجماع کے باب میں جو کچھ آئمہ سے منقول ہے وہ آپ کی تحریر میں موجود ہے۔ پھر تعجب ہے کہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر آپ کی توجہ نہ ہوئی۔ اور صرف اٹکل سے آپ نے کاربراری کی۔

۵۔ مضمون حدیث شرح السنۃ کے متعلق آپ نے بڑے زور سے دعوی کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے کا خوف کرتا ہوں اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ میں آپ نے لکھا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کو فرمایا کہ ہمیں: اس کے حال میں بھی اشتباہ ہے یعنی اس کے دجال ہونے کا ہم کو خوف ہے ان اقوال کا آپ نے آنحضرت ﷺ کو یقیناً قائل قرار دیا ہے۔ اب آپ کہتے ہیں کہ صحابی نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہوگا، تب ہی آنحضرت ﷺ کی طرف اس امر کو منسوب کیا ہوگا کہ آپ ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے تھے۔ اب انصاف کو اور صدق و دیانت کو پیش نظر رکھ کر فرماویں کہ احتمال موجب یقین ہوسکتا ہے؟ کیا یہ امکان نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ان معاملات سے جو ابن صیاد کی نسبت بارہا وقوع میں آئے، جیسے اس کا امتحان کرنا، یا چھپ کر اس کے حالات معلوم کرنا وغیرہ، جن کا صحیحین میں ذکر ہے، اس صحابی کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ اس کو دجال سمجھتے تھے۔ اس امکان واحتمال کے ساتھ جو حسن ظنی بحق صحابی پر مبنی ہے، کیا یہ یقین ہوسکتا ہے؟ کہ اس صحابی نے آنحضرت ﷺ کو وہ باتیں کہتے ہوئے سنا جو آپ نے برخلاف واقعہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیں۔ اور بلا حصول یقین آنحضرت ﷺ کو ان اقوال کا قائل قرار دینا اور بلا کھٹکا یہ کہہ دینا کہ آپ ایسا فرماتے تھے، جائز ہے؟ اور مسلمانان سلف سے یہ امر وقوع میں آیا ہے؟ آپ کم سے کم ایک مسلمان کا نام بتلاویں جس سے یہ جرأت ہوئی ہو۔

۶۔ آپ لکھتے ہیں کہ قول ابن عربی کے آپ مخالف ہوتے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کرتے اور اس کے ذکر سے آپ کے کلام میں تناقض پیدا ہوتا ہے۔ آپ کا یہ مفہوم میری عبارت کے صریح منطوق کے، جو میں نے نقل کی ہیں، برخلاف ہے لہذا لائق لحاظ والتفات نہیں ہے اور وہ آپ کو الزام افتراء سے بری نہیں کرسکتا۔ اور نہ میری وہ تصریحات جو میں نے محدث کی نسبت کی ہیں آپ کو اس الزام سے بری کرسکتے ہیں۔ میری کسی تصریح یا کلام میں قول ابن عربی کی تصدیق وتائید پائی نہیں جاتی اور میرا صریح اظہار کہ، میں الہام غیر نبی کو حجت نہیں سمجھتا کتاب وسنت کا پیرو ہوں نہ کسی الہامی کشفی کا مقلد، صاف شاہد ہے کہ آپ نے مجھ پر افتراء کیا ہے۔ رہا الزام تعارض واظہار خلاف عقیدت سو اس کا جواب اسی صفحہ اشاعت السنۃ میں موجود ہے کہ میں نے ان اقوال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عربی وغیرہ کو اس غرض سے نقل کیا ہے کہ الہام کو حجت ماننے میں صاحب براہین منفرد نہیں ہے اور یہ مسئلہ ایسا نیا اور انوکھا نہیں جس کا کوئی قائل نہ ہو۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ میں نے ان اقوال کو نقل کرنے سے صاحب براہین کو تفرد سے بچانا چاہا تھا، نہ یہ جتانا کہ میں بھی ایسے الہاموں کو لائق سند سمجھتا ہوں۔

آپکی تحریرات میں بہت سے مطالب زائد اور خارج از بحث ہوتے ہیں، جن سے میں عمداً تعرض نہیں کرتا۔ ان سے تعرض اس تفصیلی جواب میں کرونگا جو بعد طے ہونے امور مستفسرہ کے قلم میں لاؤنگا۔ بالفعل میں آپ کو پھر اپنے سوالات سابقہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی بنظر تحفظ اوقات فریقین میرے سوالات کا صاف اور مختصر الفاظ میں جواب دیں اور زائد باتوں کی طرف توجہ نہ کریں۔ میں بنظر آپ کی رفع تکلیف کے پھر اپنے سوال کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔

اول۔ آپ صراحت کے ساتھ کہیں کہ جملہ احادیث صحیحین، صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ غیر صحیح اور موضوع، یا مختلط۔ اور اب تک آپ نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع یا ضعیف نہیں کہا۔

دوم۔ قرآن کو صحت احادیث کا معیار ٹھہرانے میں جملہ مسلمان آپ کے ساتھ ہیں، یا کوئی امام آئمہ سلف۔

سوم۔ اجماع کی تعریف اور یہ امر کہ چند اصحاب کا اتفاق شرعاً اجماع کہلاتا ہے اور حضرت عمر وغیرہ کے ابن صیاد کو دجال (دجال بھی وہ جو موعود ہے کیونکہ اسی سے ہم کو انکار ہے) کہنے کے وقت جملہ اصحاب موجود تھے یا فلاں فلاں۔ اور اس پر انہوں نے سکوت کیا اور یہ سکوت فلاں فلاں آئمہ حدیث نے نقل کیا۔

چہارم۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب، آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی حکم یا خیال منسوب نہ کرتے جب تک کہ وہ آپ سے (کوئی بات) سن نہ لیتے۔ اور آنحضرت ﷺ کے وقائع اور قضایا سے کوئی امر استنباط کر کے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کرتے جیسے بعض صحابہ سے منقول ہے قضی بالشفعة الجار (یعنی آنحضرت ﷺ نے ہمسایہ کے لئے شفعہ کا حکم دیا۔ آنحضرت ﷺ نے کسی موقع پر کسی ہمسایہ کو شفعہ دلوایا تو اس واقعہ سے راوی حدیث نے یہ فیصلہ اور حکم نکال لیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ اس نسبت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنا ہو کہ ہمسایہ کو شفعہ دلانا چاہیے، یا اس کی مانند کوئی اور لفظ۔ محمد حسین) یا یہ کہ صرف خیال استنباط سے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ فرما دیتے کہ آپ نے ایسا ارشاد کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنجم ۔میری اس منطوق کے ہوتے وہ مفہوم قابل اعتبار ہے جو آپ کے خیال میں ہے و بناء علیہ میں ابن عربی کا مصدق ہوں ۔اور آپ اس دعویٰ میں صادق ہیں ۔فقط ۔ ابوسعید محمد حسین ۔۲۱ جولائی ۱۸۹۱ء

مرزا قادیانی کی تحریر ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی ۔حضرت مولوی صاحب آپ پھر سہ کرر شکوہ کے طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے سوال کا اب بھی جواب صاف الفاظ میں نہیں دیا۔اور آپ فرماتے ہیں کہ: صاف الفاظ میں کہنا چاہیے کہ صحیحین کی جملہ احادیث بلا وقفہ ونظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں ، بلکہ ان میں موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہیں ۔یا ان کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔آپ اس بات کا جواب مجھ سے مانگتے ہیں کہ صحیحین کی حدیثیں سب کی سب صحیح ہیں یا موضوع ہیں ، یا مختلط ہیں ۔فقط .(یہ تصریح وتکرار کے ساتھ مرزا قادیانی کا ہمارے سوال کو سمجھ لینے اور اس کا جواب صاف الفاظ میں مطلوب ہونے کا اعتراف ہے۔محمد حسین)اما الجواب۔ پس واضح ہو کہ احادیث کے دو حصہ ہیں ۔ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آ گیا ہے۔یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے، جس میں ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں (لفظ ضرورت محاورہ اہل علم میں دو معنی میں مستعمل ہوا ہے، ایک بمعنی حاجت دوسرے بمعنے بداہت ضد نظریت ۔مگر یہاں اس لفظ کے دونوں معنی صحیح نہیں ہو سکتے۔محمد حسین)سو ایسی حدیثیں تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے نہیں ہوئی ، اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے، اور نہ وہ راویوں کے وثوق اور اعتبار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل اسلامی ہے۔سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں (یقین یا ظن سے کس نے سوال کیا ہے؟ ہمارا سوال تو مطلق صحت یا عدم صحت سے ہے، مرزا صاحب نے قطعی وظنی کی بحث کو چھیڑ کر ناحق خروج از مبحث کیا، جس کی یہ بارہویں دفعہ ہے اور اصلی جواب کو ٹلایا اور اپنے ناظرین ومعتقدین کو اصل بحث مطلوب بھلا کر دوسری طرف لے جانا چاہا۔محمد حسین)۔لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو سلسلہ تعامل سے کوئی تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں کے سہارے سے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا (ان فقرات کو ناظرین خیال میں رکھیں۔ مرزا نے اپنی تحریر ہشتم میں ان کا خلاف کیا ہے اور تعامل کے تین مراتب یقین بنا کر سوم مرتبہ ظن غالب کو کہا ہے۔ محمد حسین) اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہیں وہ یقینی اور قطعی طریق نہیں، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے (اصل میں ہے اوازش کا لفظ ہے جس کا مطلب دربطن قادیانی ہے شاید اس کی مراد لفظ آویزش ہے۔ محمد حسین) وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے (ان شروط واوصاف راوی کے بیان سے مرزا نے یہ جتایا ہے کہ فن حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی ان کا گذر نہیں ہوا۔ تقوی کی صفت، نیک چلنی وصداقت وغیرہ صفات کی جامع اور اس پر حاوی ہے۔ پھر اس صفت کے ساتھ نیک چلنی وصداقت کو کیوں ذکر کیا ہے۔ سلامت فہم کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ فہم راوی میں غلطی نہ ہو اور اس معنی کو سلامت فہم شرط روایت نہیں ہے۔ یہ امر ہم نے اپنی تحریر ہشتم میں مرزا صاحب کو جتایا تو انہوں نے اپنی تحریر ہشتم میں اس کا ایسا جواب دیا کہ وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ چنانچہ اس تحریر کے جواب میں ثابت کیا جائے گا، انشاء اللہ۔ طہارت سے ظاہری مراد وضو وغسل وتیمم وغیرہ ہی ہو سکتا ہے، سو کسی کے نزدیک روایت حدیث میں شرط نہیں۔ نہ بوقت تحمل حدیث یہ طہارت شرط ہے، نہ بوقت ادائے وروایت حدیث، شرط ہے۔ محمد حسین)، اور ان تمام امور کا کما حقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ کے ثبوت پر جو حکم رویئت کا رکھتا ہے، پہونچنا، حکم محال کا رکھتا ہے اور کسی کو طاقت نہیں کہ ایسی حدیثوں کی نسبت ایسا ثبوت کامل پیش کر سکے۔ کیا آپ ایسی کسی حدیث کی نسبت حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ اس کے مضمون کی نسبت کامل اطمینان اور سکینت مجھ کو حاصل ہے۔ اگر آپ حلف اٹھانے پر مستعد بھی ہوں تاہم میں یہ خیال کروں گا کہ آپ ایک پرانے خیال اور عادت سے متاثر ہو کر ایسی جرأت پر آمادہ ہو گئے ہیں، ورنہ آپ کو بصیرت کی راہ سے ہرگز قدرت نہیں ہو گی کہ کسی ایسی حدیث کے لفظ لفظ کی صحت قطعی اور یقینی کی نسبت دلائل شافیہ، جو غیر قوم کے لوگ بھی سمجھ سکیں، پیش کر سکیں (جس قدر اطمینان عمل کے لئے بکار ہے وہ تحقیق شروط رواۃ میں حاصل ہو چکی ہے، مرزا صاحب اس کوچہ سے نابلد ہیں اس لئے اس کو محال جانتے ہیں۔ اور احادیث صحیحین کی صحت کی نسبت اطمینان لائق عمل حاصل ہے اور اس پر قسم جائز ہے۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)

سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں، وہ حسب استفاضا اور بقدر اپنے فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں، لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں، غایت کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں (پھر قطعی وظنی کی بحث کو ناحق مرزا صاحب نے چھیڑا اور خروج از مبحث اختیار کیا جس کی یہ تیرھویں دفعہ ہے۔ یہاں انہوں نے ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرایا ہے اور اپنی تحریر ہشتم میں اس کا خلاف کیا اور ظن غالب کو یقین کا ادنی مرتبہ ٹھہرایا۔ محمد حسین) اس لئے میرا مذہب بخاری ومسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے، جو میں نے بیان کر دیا ہے۔ یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں، بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہونچ گئی ہیں اور بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے، ظن کی حالت میں ہیں۔ لیکن ہر حالت میں کسی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو موضوع قرار نہیں دے سکتا (اس مقام میں مرزا صاحب نے احادیث بخاری ومسلم کی ظنی صحت تو مان لی ہے لیکن پھر ان احادیث کے مخالف قرآن ہونے کی صورت میں ان کو موضوع کہنے پر مستعدی کا اظہار کر کے آئندہ ردّ احادیث صحیحین کے لئے راستہ نکال لیا۔ جو احادیث صحیحین پر آپ کا چودھواں حملہ ہے، مگر ایک شبہ، مخالفت قرآن، کی آڑ میں، جس کے وقوع کو آپ نے ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۲۴ سے ۲۲۹ تک بیان کیا ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ کے صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۲۵ وغیرہ میں آپ کی عبارات منقول ہیں۔ محمد حسین) اور میں سچے دل سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ حدیثوں کے پرکھنے کے لئے قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی معیار ہمارے پاس نہیں۔ ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روائت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کے لئے معیار مقرر کیا ہے، لیکن کبھی انہوں نے دعوی نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے (ان کا یہ دعوی طشت از بام کا مصداق ہے وہ کبھی کسی حدیث کو اصول روایت سے صحیح ہو جانے کے بعد امتحان صحت کے لئے قرآن پر عرض نہ کرتے، اور یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ حدیث بحکم اصول روایت، صحیح ہو تو پھر وہ دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی، چہ جائے کہ قرآن کے مخالف ہو۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)

اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا یعنی اگر کوئی فاسق کوئی خبر لاوے تو اس کی اچھی طرح تفتیش کر لی جائے۔ اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا، اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر یک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے (مرزا صاحب کا اس آیت کو صرف امکان صدور کذب وغیرہ کی نظر سے ثقہ وعادل محقق الثقہ والعدالۃ راویوں پر لگانا اور ان کو فاسق بنانا اور صدق کو معصوم میں منحصر کرنا، اپنے فسق کا اقرار اور چھپے رفض کا اظہار کرنا ہے، مسلمان اہل سنت تو ظاہر العدالت راوی کی روایت کو راست اور صحیح سمجھتے ہیں اور امکان صدور کذب کے لحاظ سے صحیح روایت کی عدم صحت تجویز نہیں کرتے۔ اپنی تحریر ہشتم میں مرزا قادیانی نے صحیح احادیث کے راویوں میں امکان کذب کی جو وجہ بتائی ہے اس کا جواب اس تحریر کے حواشی میں ہوگا انشاء اللہ۔ محمد حسین) لہذا رواۃ کے حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھیں تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہونچائیں، لیکن وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیقات میسر نہیں آسکی (جس قدر کامل تحقیقات صحت حدیث کے لئے بکار ہے وہ میسر و حاصل ہو چکی ہے، مرزا صاحب فن حدیث سے جاہل ہونے کے سبب بار بار یقین کامل کا لفظ زبان و قلم میں لاتے ہیں، صحت احادیث کے لئے ظن غالب، جس کے حصول کو مرزا صاحب مان چکے ہیں، کافی ہے۔ محمد حسین) **کیونکہ اگرچہ صحابہ کی حالات روشن تھے اور ان لوگوں کے حالات بھی جنہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچایا، لیکن درمیانی لوگ جن کو نہ صحابہ نے دیکھا تھا اور نہ آئمہ ان کی اصلی حالت سے پوری اور یقینی طور پر واقف تھے، ان کے صادق یا کاذب ہونے کے حالات یقینی اور قطعی طور پر کیونکر معلوم ہوسکتے ہیں (**

اس قول مرزا میں صحابہ کے حالات کو اور آئمہ حدیث تک احادیث کو پہنچانے والے راویوں کے حالات کو روشن اور یقینی کہا ہے، اور ان دونوں گروہ کے درمیان کے راویوں کے حالات کو مرزا نے غیر یقینی و مشتبہ بتایا ہے۔ اور یہ ایسا کذب اور خلاف واقعہ قول ہے جس کی نہ قرارداد محدثین سے موافقت ہوسکتی ہے، نہ مرزا قادیانی کے اپنے قول و اعتقاد سے۔

قادیانی کے اپنے قول و اعتقاد سے اس کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس قول سے دو سطر پہلے یہ کہہ چکا ہے کہ بجز نبی اور کوئی معصوم نہیں ہے اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے، بجز نبی ممکن الوقوع ہے، اور یہ بھی وہ کہہ چکا ہے کہ امکان کذب قطعیت و یقین کا مخالف ہے۔ پھر اس کا صحابہ اور آئمہ حدیث تک احادیث کو پہنچانے والے راویوں کے حالات کو یقینی قرار دینا، اپنی سابق قرارداد کے مخالف نہیں تو اور کیا ہے؟

اور اس قول کے وقت قادیانی نے اس قول و اعتقاد سے رجوع کیا اور اس کو غلط سمجھا ہے تو پھر جیسے صحابہ و آئمہ حدیث تک رواۃ کے حالات باوجود امکان صدور کذب وغیرہ ذنوب، قطعی و یقینی ہیں، ویسے ہی درمیانی لوگوں کے حالات باوجود اس امکان کے یقینی ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ان کے حالات کی تفصیل و بیان، حالات صحابہ و رواۃ آئمہ حدیث سے کم نہیں ہے۔ جس قدر کوئی صحابہ کے حالات میں تفصیل کرے اسی قدر ہم سے درمیانی راویوں کے حالات کی تفصیل سن لے۔

قرارداد محدثین سے اس قول قادیانی کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک جس قدر تفصیل حالات درمیانی راویوں کی ہوچکی ہے اس قدر ان لوگوں کے حالات کی تفصیل نہیں ہوئی جو آئمہ حدیث سے نیچے کے لوگ ہیں اور انہوں نے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہونچا دیا ہے۔ ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے حالات قلم بند ہی نہیں ہوئے اور ان کو اکثر لوگ نہیں جانتے اور بعض ایسے ہیں جن کے حالات قلم بند ہوئے ہیں مگر وہ بہت تھوڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ ہم ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے آئمہ حدیث تک حدیثوں کو پہنچا دیا ہے، صرف ایک شخص مئولف مشکوۃ کے حالات اور ان لوگوں میں سے جو کتب حدیث کو آئمہ حدیث سے بطور سند روایت کرتے چلے آئے ہیں، چند راویوں کے حالات قادیانی اور اس کے حواریوں سے پوچھنا اور سننا چاہتے ہیں۔ اگر مرزا قادیانی اور اس کے تمام اعوان و انصار ان لوگوں کے حالات آئمہ حدیث اور صحابہ کے درمیانی راویوں کے حالات کا عشر عشیر بھی بیان کریں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جس قدر چاہیں انعام لیں۔ اور اگر وہ ان کے حالات اس قدر نہ بتا سکیں تو اس بات کو تسلیم کریں کہ قادیانی نے ان کے حالات کے علم و تفصیل کی نسبت جو دعوی کیا ہے، وہ محض کذب ہے اور بے خبری و جہالت پر مبنی ہے۔ اور ان لوگوں کے بیان حالات کو درمیانی راویوں کے بیان حالات سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک کو سو سے دی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین کے نزدیک نقل و صحت روایت کا مدار آئمہ حدیث اور ان کی مشہور تصانیف ہیں، جن کے اوپر کے راویوں کے حالات ایسی تفصیل و وضاحت سے معلوم ہوچکے ہیں کہ گویا وہ چشم دید حالات ہیں۔ اور آئمہ حدیث سے نیچے کے راویوں کے حالات کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں ہے اور اس وقت سلسلہ اسناد صرف تبرک کے طور پر ہے، نہ تصحیح روایات کی غرض سے جو محدثین سے اوپر کے اسناد سے مقصود تھا۔ امام ابن الصلاح جو ساتویں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدی میں گزر چکے ہیں اپنی کتاب علوم الحدیث میں فرماتے ہیں: اذا و جد نا فیما یر وی من اجزاء الحدیث و غیرها حد یثاً صحیح الاسناد و لم نجده فی احد الصحیحین و لا منصو صاً علی صحته فی شیء من مصنفات آئمة الحد یث المعتمده المشهوره فا نا لا نتجا سر علی الجزم بصحته فقد تعذر فه هذا الاعصار ا لاستقلا ل با درا ك الصحیح بمجرد اعتبار ا لاسا نید لا نه من اسناد من ذا لك ا لا و تجد فی ر جا له من اعتمد فی روا یته علی ما فی کتا به ... عما یشتر ط فی التصحیح و من الحفظ و الضبط و ا لاتقا ن قا ل ا لا مر اذا فی معر فة الصحیح و الحسن الی الاعتماد علی ما نص علیه آئمة الحد یث فی تصا نیفهم المعتمدة التی بین فیها الشهر تها من التغیر و التحر یف و صار معظم المقصود اول .. من الا سا نید ... عن ذا لك ابقاء سلسله ا لاسناد التی خصت بها هذها لا مه زا د ها الله شر فا ۔اس عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو عبارت آئندہ کا ترجمہ ہے۔

اور طیبی شارح مشکوۃ (جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں) شرح مشکوۃ کے مقدمہ میں جو جامع ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی کے ابتداء میں سید شریف جرجانی کے نام سے ملحق ہے، فرماتے ہیں: اعر ض النـاس فی هذه الاعصار عن مجموع ا لشرو ط المذ کورة و اکتفوا من عدالة الرا وی با ن یکو ن مستورا ومن ضبطه بو جود سما عه مثبتاً ... مو ثو ق به و روا یة من اصل موا فق لاصل شیخه ذا لك لا ن الحدیث الصحیح و الحسن وغیرهما قد جمعت فی کتب ا لآ ئمة فلا یذهب شیء عن جمعهم و القصد با لسما ع ابقاء السلسلة فی الاسناد المخصوص بهذه ا لا مه کہ ان زمانوں میں محدثین نے جملہ شروط مذکورہ سے منہ پھیر لیا ہے اور راوی کے عدالت کی جگہ اس امر کو کافی سمجھا ہے کہ وہ مستور الحال ہو، یعنی اس کا کوئی عیب معلوم نہ ہو اور اس کے ضبط حدیث سے اس قدر پر اکتفا کیا ہے کہ اس کی روایت ایسے دستخطوں سے لکھی ہوئی ہو جس پر اس کا اعتماد ہو۔ اور وہ روایت شیخ کے مطابق ہو۔ یہ اس لئے ہوا کہ احادیث صحیح اور حسن وغیرہ کتب حدیث میں جمع ہو چکی ہیں اس سے کوئی حدیث فوت نہیں ہوتی اور اس وقت روایت سننے سے مقصود صرف سلسلہ اسناد کو باقی رکھنا ہے۔ جو اس امت کا خاصہ ہے یعنی اس وقت اسناد اور حالات راویوں کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہیں۔

اور اگر آئمہ حدیث کے نیچے کے راویوں کے حالات اور ان کے اور صحابہ کے درمیانی راویوں کی نسبت زیادہ مفصل ومبین ہوتے تو محدثین پچھلے زمانوں میں اسناد کی نظر سے تصحیح حدیث کے دروازہ کو بند نہ کرتے، بلکہ پہلے زمانہ کی نسبت اس کو اور فراخ کرتے اور آسان قرار دیتے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوا۔

امام ابن الصلاح کے قول سے امام نووی وغیرہ نے خلاف کیا ہے تو صرف اس امر میں کیا ہے کہ پچھلے زمانوں میں بھی تصحیح احادث بنظر اسانید حسب بصیرت واہلیت کے لئے ممکن ہے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ پہلے یا درمیانی زمانوں کی نسبت پچھلے زمانوں میں راویوں کے حالات زیادہ مفصل ومشروح ہو چکے ہیں اس لئے ان زمانوں میں تصحیح احادیث بنظر اسناد آسان ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو اس قول میں دعوی کیا ہے وہ محض کذب ہے۔ نہ قرارداد محدثین سے اس کی موافقت ہو سکتی ہے نہ مرزا قادیانی کے اپنے قرارداد واعتقاد سے۔ محمد حسین)

سو ہر ایک منصف اور ایمان دار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ بغیر ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور ہوتی چلی آئی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں (مباحثہ لدھیانہ مطبوعہ قادیانی کے الفاظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں ہیں: باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں۔۔اور ہمارے پاس جو قادیانی کا قلمی پرچہ ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: کسی قدر تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں۔۔ پھر ان لفاظ کو کاٹ کر قادیانی کی قلم سے یہ الفاظ لکھے گئے: کسی قدر تاریکی سے باہر نہیں۔۔اور یہ مرزا صاحب ہی کا ایمان یہ گواہی دیتا ہوگا کہ صحیحین کی حدیثیں تاریکی میں ہیں۔ مسلمانان اہل سنت کا ایمان تو یہ فتوی دیتا ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث تاریکی، منافی صحت، سے باہر ہیں۔اس بارہ میں عبارات فقہاء و محدثین ہماری تحریر نمبر ۸ میں ملاحظہ ہوں۔ محمد حسین) **اور ان کی اصلی حالت بیان کرنے کے وقت ایک متقی کی یہ شان نہیں ہونی چاہے کہ چشم دید یا قطعی الثبوت خبروں کی طرح ان کی نسبت صحت کا دعوی کرے بلکہ گمان صحت رکھ کر واللہ اعلم کہہ یوے۔اور جو شخص ان حدیثوں کی نسبت و اللہ اعلم بالصواب نہیں کہتا اور احاطہ تام کا دعوی کرتا ہے وہ بلا شبہ جھوٹا ہے۔ خداوند کریم ہرگز پسند نہیں کرتا کہ انسان علم تام سے پہلے علم تام کا دعوی کرے، اسی قدر دعوی کرنا چاہیے جس قدر علم حاصل ہو۔ پھر اس سے زیادہ اگر کوئی سوال کرے تو اللہ اعلم بالصواب کہہ دینا چاہیے** (ان الفاظ سے مرزا صاحب نے اپنے جھوٹ کو کسی قدر راستی کا لباس پہنانا اور اس دھوکہ کے ملمع سے ناواقف مسلمانوں کو دام میں لانا چاہا ہے۔ ان کو بظاہر یہ کہا ہے کہ جس قدر روشنی و یقینی، ثبوت و صحت تام کا دعوی قرآن کی نسبت ہوسکتا ہے اس قدر احادیث صحیحین کی نسبت نہیں ہوسکتا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ صحیحین کی صحت مشتبہ و شکی ہے۔ اور یہ سراسر دھوکہ و مغالطہ ہے۔ کیونکہ صحت و ثبوت کا مرتبہ صرف ایک وہی نہیں ہے جو قرآن کو حاصل ہے، تا کہ احادیث صحیحین میں اس مرتبہ کے مفقود ہونے سے ان کی صحت میں شک واشتباہ لازم آوے۔ بلکہ قرآن سے اتر کر صحت و ثبوت کے مرتبہ سات اور ہیں جن میں اعلی وارفع مرتبہ صحیحین کی متفق علیہ احادیث کو حاصل ہے اور باقی مراتب اور احادیث کو حاصل ہیں۔ طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے: و تتفاوت درجات الصحیح بحسب قوۃ شروطہ و ضعفھا۔ و اول من صنف فی الصحیح .... الامام البخاری ثم مسلم و کتابا ھما اصح الکتب بعد کتاب اللہ العزیز۔،، و اعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیہ ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم ثم ما کان علی شرطھما و ان لم یخرجاہ ثم علی شرط البخاری ثم علی شرط مسلم ثم ما صحہ غیرھما من الائمۃ فھذہ سبعۃ اقسام۔ ایسا ہی شرح نخبۃ الفکر وغیرہ میں ہے۔ اس کا خلاصہ ترجمہ یہ کہ درجات صحیح قوت شروط کی نظر سے متفاوت ہیں، سب سے اعلی درجہ بخاری مسلم کی اتفاقی حدیث ہے۔ پھر جس کو صرف بخاری لایا ہے، پھر وہ جس کو صرف مسلم لایا ہے۔ پھر وہ جو ان دونوں کی شروط پر ہے مگر ان کی کتاب میں نہیں۔ پھر وہ جو صرف بخاری کی شرط پر ہے پھر وہ جو صرف مسلم کی شرط پر ہے، پھر وہ جس کو کسی اور نے صحیح کہا ہے۔

مرزا قادیانی نے غضب کیا اور ناواقف مسلمانوں کو سخت دھوکہ دیا ہے کہ ان سب مراتب ہفتگانہ صحت سے آنکھ بند کر کے صحت و ثبوت کا ایک ہی مرتبہ (جو قرآن کو حاصل ہے) مقرر کیا اور احادیث صحیحین کو اس مرتبہ سے خارج کر کے اس سے ان کی صحت کا شکی ومشتبہ ہونا نکال لیا۔ اور صحیحین پر یہ پندرھواں حملہ کیا۔ اور طرفہ یہ کہ اپنی تحریر نمبر ۸ میں اس نے اس کا خلاف کیا اور جملہ احادیث متعلقہ عمل، جن میں احادیث محل اختلاف مثل حدیث رفع یدین وغیرہ کو بھی اس نے داخل وشامل کر دیا ہے، علی اختلاف المراتب قطعی صحیح اور واجب العمل تسلیم کر لیا ہے، چنانچہ عنقریب ناظرین کو اس کی تحریر سے معلوم ہوگا، مگر اس وقت اس دجال کو بحکم: دروغ گورا حافظہ نباشد، یہ خیال نہ آیا اور یاد نہ رہا کہ میں نے تو قطعی صحت کا مرتبہ ایک ہی قرار دیا ہوا ہے، جو قرآن کو حاصل ہے۔ پھر میں ان احادیث کی قطعی صحت علی اختلاف المراتب کیوں تسلیم کرتا ہوں۔ یا یہ کہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس بات سے کوئی دام میں آوے اس سے اس کو دام میں لاتا ہے، اور اس میں اختلاف اپنے اقوال کا بھی کچھ بھی لحاظ نہیں کرتا۔ اور یہ سمجھ رہا ہے کہ جو قول کسی نظر میں پڑے گا وہ اس کے دام میں آجائے گا۔ دوسرا دوسرے قول کے دام میں۔ سبھی لوگ سبھی اقوال کہاں دیکھتے ہیں کہ اختلاف وتعارض کا اعتراض کریں گے۔ محمد حسین)

سو میں آپ کی خدمت میں کھول کر گذارش کرتا ہوں کہ میں حصہ دوم حدیثوں کی نسبت خواہ وہ حدیثیں بخاری کی ہوں یا مسلم کی، ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ وہ میرے نزدیک قطعی الثبوت ہیں (قطعی ہونے سے سوال نہ تھا، اور نہ جواب میں اس سے تعرض کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب اس قطعیت کے ذکر وتعرض سے بار بار خروج از بحث کرتے ہیں جس کی یہ چودھویں دفعہ ہے۔ محمد حسین) اگر میں ایسا کہوں تو خدا تعالی کو کیا جواب دوں۔ ہاں اگر کوئی ایسی حدیث قرآن کریم کے مخالف نہ ہو تو پھر میں اس کی صحت کاملہ کی نسبت قائل ہو جاؤں گا (مرزا صاحب کا یہ قول صاف مشعر ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیحین انہیں مخالف قرآن معلوم ہو گی، جیسے احادیث متعلقہ حضرت مسیح، ودجال ہیں، جن کو آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۴ وغیرہ میں اور تحریر نمبر ہشتم میں مخالف قرار دے چکے ہیں، تو اس کو موضوع کہنے کے لئے آپ مستعد وتیار ہیں۔ یہ احادیث صحیحین پر ان کا سولھواں حملہ ہے۔ محمد حسین)

اور آپ کا یہ فرمانا کہ قرآن کریم کو کیوں محک صحت احادیث ٹھہراتے ہو۔ اس کا جواب میں بار بار یہی دونگا کہ قرآن کریم مہیمن اور امام اور میزان اور قول فصل اور ہادی ہے اگر اس کو محک نہ ٹھہراؤں تو اور کس کو ٹھہراؤں (اس پرچہ میں ہم نے یہ سوال کہیں نہیں کیا، اور جو جواب مرزا صاحب نے دیا ہے وہ بھی کوئی نیا جواب نہیں۔ اس میں پچھلی ہی باتوں کا اعادہ ہے۔ چنانچہ اس جواب میں انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ میں بار بار یہی جواب دونگا۔ یہ ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہے جو ایک حاشیہ سابق میں کر آئے ہیں۔ محمد حسین) کیا ہمیں قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہیں لانا چاہیے۔ جو مرتبہ وہ خود اپنے لئے قرار دیتا ہے اور صاف الفاظ میں فرماتا ہے و اعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفر قوا کیا اس حبل سے حدیثیں مراد ہیں؟ (احادیث صحیحہ مسلم الصحت قرآن سے جدا اور اس کے مخالف نہیں تو وہ بھی حبل اللہ میں داخل ہیں اور ان سے تمسک بعینہ قرآن سے تمسک ہے۔ محمد حسین) پھر جس حالت وہ اس حبل سے پنجہ مارنے کے لئے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کی طرف رجوع کریں۔ پھر فرماتا ہے و من اعرض عن ذكرى فا ن له معيشةً ضنكاً و نحشره يوم القيا مة اعمى یعنی جو شخص میرے فرمودہ سے اعراض کرے اور اسکے مخالف کی طرف مائل ہو تو اس کیلئے تنگ معیشت ہے یعنی وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب ہے اور قیامت کو اندھا اٹھایا جائے گا۔

اب ہم اگر ایک حدیث کو صریح قرآن کریم کے مخالف پائیں (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں ہوتی تو پھر یہ رجوع بحدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع بقرآن ہے، نہ اعراض از قرآن۔محمد حسین) اور پھر مخالفت کی حالت میں ہی اس کو مان لیں اور اس تخالف کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں تو گویا اس بات پر راضی ہو گئے کہ معارف حقہ سے بے نصیب رہیں اور قیامت کو اندھے اٹھائے جائیں۔پھر ایک جگہ فرماتا ہے فاستمسك بالذی اوحی الیك انه لذكر لك و لقومك یعنی قرآن کو ہر ایک امر میں دست آویز پکڑ، تم سب کا اسی میں شرف ہے کہ تم قرآن کو دستاویز پکڑ و اور اسی کو مقدم رکھو۔اب ہم مخالفت قرآن اور حدیث (حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہیں بلکہ موافق اور اس کے اجمال کی مبین ہوتی ہے تو دست آویز حدیث عین دستاویز قرآن ہے اور عین شرف جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔محمد حسین) کے وقت میں قرآن کو دستاویز نہ پکڑیں تو گویا ہماری یہ مرضی ہوگی کہ جس شرف کا ہم کو وعدہ دیا گیا ہے، اس شرف سے محروم رہیں۔اور یہ فرماتا ہے و من یعش عن ذكر الرحمن نقیض له شیطاناً فهو له قرین یعنی جو شخص قرآن کریم سے اعراض کرے اور جو چیز اس کے صریح مخالف ہے اس کی طرف مائل ہو، ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں کہ ہر وقت اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے، اور حق سے اس کو پھیرتا ہے اور نابینائی اسکی نظر میں آراستہ کرتا ہے اور ایک دم اس سے جدا نہیں ہوتا۔

اب اگر ہم کسی ایسی حدیث کو قبول کر لیں جو صریح قرآن کے مخالف ہو تو گویا ہم چاہتے ہیں کہ شیطان ہمارا دن رات کا رفیق ہو جائے اور اپنے وساوس میں ہمیں گرفتار کرے اور ہم پر نابینائی طاری ہو۔اور ہم حق سے بے نصیب رہ جائیں۔اور یہ فرماتا ہے: الله نزل احسن الحدیث کتاباً متشابهاً. مثانی تقشعر من جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم و قلوبهم الی ذكر الله ۔یعنی ذالك الكتاب كتاب متشابه یشبه بعضه بعضاً لیس فیه تناقض و لا اختلاف مثنی فیه كل ذكر لیكون بعض الذكر تفسیر البعضه تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم یعنی سیتولی جلاله و هیبته علی قلوب العشاق لتقشعر جلودهم من كمال الخشية و الخوف یجاهدون فی طاعة الله لیلاً و نهاراً بتحریك تاثیرات الجلالیة و تنبیهات قهریة من القرآن ثم یبدل الله حالتهم الی التلذذ فیصیر الطاعة جزو طبیعتهم و خاصة فطرتهم فتلین جلودهم و قلوبهم الی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر اللہ ۔یعنی یسیل الذکر فی قلو بھم کسیلا ن الماء و یصدر منھم کل امر فی طاعۃ اللہ بکمال السھولۃ و الصفا لیس فیہ ثقل و لا تکلف و لا ضیق فی صدورھم بل یتلذذو ن با متثا ل امر الھھم و یجدو ن لذۃ و حلا و ۃ فی طا عۃ مولھم و ھذا ھو المنتھی الذی ینتھی الیہ امر العا بدین وا لمطیعین و یبد ل اللہ آلا مھم بـا للذا ت ... (اس آیت اوراس کی تفسیر سے، جو مرزا قادیانی نے کی ہے، گو یہ ثابت ہے کہ قرآن کی بعض آیات، بعض کی تفسیر ہیں، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث قرآن کی تفسیر نہیں ہے۔ اور مرزا نے خود بھی اس آیت سے یہ نتیجہ نہیں نکالا، بلکہ دبی زبان سے یہ اقرار کرلیا ہے کہ عوام الناس کو سمجھانے کے لئے احادیث سے بھی قرآن کی تفسیر ہوئی ہے۔ اوراس آیت یا پہلی چار آیتوں سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحت احادث کا معیار قرآن شریف ہے۔ پھران آیات کو اس مدعا کے ثبوت کے لئے پیش کرنے سے بجز تکرار بلا حاصل وتطویل بلا طائل کیا مقصود ہے۔ آخری آیت کی تفسیر میں جو آپ نے حالات باطنی کی جو تشریح کی ہے یہ محض اجنبی ہے، جس کو نہ ہمارے سوال سے کوئی تعلق ہے، نہ آپ کے جواب سے ۔لہذا اس کے بیان سے آپ نے پندرہویں دفعہ خروج از مبحث کا ارتکاب کیا ومعہذا آپ نے اس میں ارتکاب سرقہ کیا۔ کیونکہ اس تشریح کا مضمون تو آپ نے تفسیر رحمانی وغیرہ سے لیا ہے مگران کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ یہ جتایا ہے کہ یہ آپ کا ایجاد وطبع زاد ہے۔

ونیز اس تشریح میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا ہے کہ اس مضمون کے مصداق خود بدولت ہیں اوراس میں کذب محض سے کام لیا۔ آپ کو خشیت وہیبت الٰہی ومعارف وحقائق قرآنی سے کیا تعلق؟ اطاعت وعبادت وذکر سے کیا نسبت؟ اور جو یہ باتیں آپ قرآن سے نکالتے ہیں، ان کو دین سے کیا مناسبت۔ وہ تو ملحدانہ ومنافقانہ مفتریات ہیں نہ معارف قرآنیہ ونکات۔ آپ کی اطاعت وعبادت وذکر کا یہ حال ہے کہ مدت العمر جمعہ جماعت کا التزام نہیں رہا۔ آپ سے اورذکر کیا ہوگا۔ نماز کے بعد تینتیس تینتیس دفعہ سبحان اللہ و الحمد للہ کہنا آپ کو نصیب نہیں ہوتا۔ آپ کو دس ہزار روپیہ مالیت کی ملکیت کا دعوی ہے، مگر کبھی زکوۃ نہیں دی۔ اب تک حج کعبہ کی توفیق نہ ملی۔ اخلاق کا یہ حال ہے کہ بازاری اورفحش اورعامیانہ گالیوں سے آپ کا قلم وزبان نہیں بچ سکتے۔ آپ کا رسالہ شحنۂ حق وفیصلہ آسمانی وغیرہ تصانیف اور ہمارا جواب فیصلہ آسمانی وغیرہ پرچہ ہائے اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ و ۱۳ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو اس بیان کی پوری تصدیق وتائید کرینگے۔ ایسے اعتقادات واخلاق وعبادات وطاعات والے اشخاص انکشاف معارف قرآنی کے محل ہوں تو پھر وہ معارف یقیناً رحمانی نہیں، شیطانی ہونگے۔ محمد حسین)

اب ان تمام محامد سے جو قرآن کریم اپنی نسبت فرماتا ہے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد عظیمہ کی آپ تفسیر فرماتا ہے اوراس کی بعض آیات بعض کی تفسیر واقعہ ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر میں بھی حدیثوں کا محتاج ہے۔ بلکہ صرف ایسے امور جو سلسلہ تعامل کے محتاج تھے وہ اس سلسلہ کے حوالہ کردئے گئے ہیں اور ماسوا ان امور کے جس قدر امور ہیں ان کی تفسیر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہاں باوجود اس تفسیر کے حدیثوں کی رو سے بھی عوام کے سمجھانے کے لئے جو لا یمسہ کے گروہ میں داخل ہیں زیادہ تر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن جو اس امت میں الا المطھرو ن کا گروہ ہے وہ قرآن کریم کی تفسیروں سے کامل طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے (ان فقرات میں مرزا قادیانی نے پہلے تو قرآن کا اپنی تفسیر میں احادیث کا محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے۔ دوسرے فقرہ میں اس کو تعامل کا جو احادیث متعاملہ و سنن متوارثہ میں پایا جاتا ہے محتاج بنایا۔ یہ مرزا کے الفاظ ہیں جو اس کی تحریر نمبر ۸ میں ہیں، تیسرے فقرہ میں دبی زبان سے حدیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم کیا، چوتھے فقرہ میں پھر حقیقۃً ان کا مفسر قرآن نہ ہونا ظاہر کیا۔

اس سے مرزا صاحب کا مقصود یہ ہے کہ اگر جانب ثانی نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا ثابت کر دیا تو میں کہونگا کہ میں نے حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے کب انکار کیا ہے، اور ایسا ہی آپ سے وقوع میں آیا ہے، اپنی تحریر نمبر ۸ میں ہم نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا بشہادت قرآن و حدیث و آثار ثابت کیا تو اس کے جواب میں اپنی تحریر نمبر ۸ میں مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں نے کہاں اور کس جگہ کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر نہیں۔ الخ

اور اگر جانب ثانی نے اس کا ثبوت پیش نہ کیا تو اس انکار کے ذریعہ سے ان احادیث کو اڑایا جائے گا جن کو تفصیل نزول حضرت مسیح وغیرہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہم اس کے اس کلام سے اس کی غرض و مقصود کے مخالف نتیجہ نکال سکتے اور اس کو الزام دے سکتے ہیں۔ اس کے پہلے فقرہ کی رو سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے منکر ہونے کا الزام دے سکتے ہیں، چنانچہ تحریر نمبر ۸ میں ہم سے وقوع میں آیا ہے، اور اس کے تیسرے فقرہ کی نظر سے اس کو حدیث کے مفسر قرآن ہونے کا قائل بنا کر اس پر ان احادیث سے الزام قائم کر سکتے ہیں جو نزول مسیح وغیرہ میں قرآن کی تفسیر کر رہے ہیں۔ فقرہ سوم کے برخلاف دوسرے اور چوتھے فقرہ میں جو قادیانی نے قرآن کا امور غیر متعاملہ میں اپنا مفسر آپ ہونا ان میں حدیثوں کی طرف محتاج نہ ہونا بیان کیا ہے، وہ محض غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ امور غیر متعاملہ کا بڑا حصہ وہ اعتقادیات ہیں جو حالات برزخ اور وقائع حشر و نشر و صفات بہشت و دوزخ میں وارد ہیں۔ ان کی تفصیل و تفسیر جو احادیث میں وارد ہے، اور اہل اسلام کے مختلف فرقوں میں وہ اتفاق کے ساتھ مسلم چلے آئے ہیں وہ قرآن میں کہیں نہیں ہیں۔ مرزا وہ تفاصیل و تفاسیر، قرآن سے نکال دے تو ہر ایک امر کی تفصیل پر ہم سے پانچ روپئہ انعام لے۔ ورنہ ندامت کے ساتھ ان فقرات ۲ و ۴ کو واپس لے۔ قادیانی اور اس کے اتباع نے صرف احادیث متعلقہ نزول مسیح کو نا قابل تفسیر قرآن بنانے کی غرض سے تفسیر قرآن ہونے کیلئے احادیث متعلقہ اعمال کو مخصوص کیا اور جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو نا قابل تفسیر قرار دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس اصول پر جملہ احادیث متضمنہ تفاصیل برزخ و حشر و نشر و احوال جنت و اہوال دوزخ مہمل بیکار ہو جائے گی۔ محمد حسین) لیکن اس امر کا زیادہ لکھنا چنداں ضروری نہیں (اس بات میں جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے وہ کونسا ضروری امر تھا۔ اس کے بیان میں بھی آپ نے خروج از اصل بحث و مطلب کہا۔ جس کی یہ سولہویں دفعہ ہے۔ اور ضروری امر تو صرف اسی قدر ہے کہ ہر یک حدیث مخالف ہونے کی حالت میں قرآن کریم پر پیش کرنی چاہیے کیونکہ مخالفت معلوم و ثابت ہو جائے تو پھر عرض کی کیا حاجت ہے۔ عرض تو قائلین عرض کے نزدیک بھی قبل از علم مخالفت و موافقت ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخن فہمی میں ایسے طاق ہیں کہ اپنی کلام کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔ اور پھر یہ دعوی کہ الہام و تفہیم الہی میرے شامل حال ہے اور روح القدس ان کا رہبر ہے۔ لا حول و لا قوۃ۔ محمد حسین) چنانچہ یہ امر ایک مشکوۃ کی حدیث سے بھی حسب منشا بخوبی طے ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے: عن الحارث ا لاعور فا ذا الناس یخو ضو ن فی ا لا حا دیث فد خلت علی علیؓ فا خبر تہ فقال اوقد فعلو ھا قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا نها ستکون فتنة قلت ماا لمخر ج عنها یا رسول قا ل کتا ب الله فیه خبر ما قبلکم و خبر ما بعدکم و حکم بینکم هو الفصل لیس با لهزل من تر که من جبار قصمه الله و من ابتغی الهدی فی غیره اضله الله و هو حبل الله المتین.... من قا ل به صدق و من عمل به اجرو من حکم به عدل و من دعا الیه هدی الی صرا ط مستقیم

،،یعنی روایت ہے حارث اعور سے کہ میں مسجد میں، جہاں لوگ بیٹھے تھے اور حدیثوں میں خوض کررہے تھے، گذرا۔سومیں یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثوں میں کیوں لگ گئے، حضرت علیؓ کے پاس گیا اوران کو یہ خبردی ۔حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ لوگ احادیث کی خوض میں مشغول ہیں (اس بات کا ہماری تحریر ہشتم میں کافی جواب دیا گیا ہے یہاں ناظرین دیکھیں کہ مرزا قادیانی نے لفظ احادیث سے مراداحادیث نبویہ لیا ہے، جوایک تحریف ہے اوراس تحریف سے اس نے وہ نتیجہ نکالا ہے جواگلے حاشیے میں ہے۔محمد حسین) اورقرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں ۔تب حضرت علیؓ نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا، یعنی دینی امور میں لوگوں کو غلطیاں لگیں گی اوراختلاف میں پڑیں گےاور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھیں گےتب میں نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے رہائی کیوں کر ہوگی ۔تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتاب کے ذریعہ سے رہائی ہوگی ۔اس میں تم سے پہلوں کی خبرموجود ہےاورآنے والے لوگوں کی بھی خبر ہے اور جوتم میں تنازعات پیدا ہوں گےان کاان میں فیصلہ موجود ہے۔وہ قول فصل ہے، ہزل نہیں ۔جو شخص اس کو جباروں میں سے ترک کرے گا خدا تعالی اس کو ہلاک کرے گا اور جو شخص اسکے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اور اسکو حکم نہیں بنائے گا، خدااس کو گمراہ کرے گا۔وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اسکے حوالہ سے کوئی بات کہی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ماجور ہے اور جس نے اس کی رو سے حکم کیا، اس نے عدالت کی اور جس نے اسکی طرف بلایا اس نے راہ راست کی طرف بلایا رواہ التر مذی و الدار می ۔

اب ظاہر ہے کہ اس حدیث میں صاف اورصریح طور پر خبر دی گئی ہے کہ اس امت میں فتنہ ہوجائے گا اورلوگ طرح طرح کے مذہب نکال لیں گے اورانواع اقسام اختلافات اس امت میں باہم پڑجائیں گے۔تب اس فتنہ سے مخلصی پانے کے لئے قرآن کریم ہی وسیلہ ہوگا، جو شخص اس کو محک اور معیار اورمیزان قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے گا وہ بچ جائے گا اور جو شخص اس کو محک قرار نہیں دے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اب ناظرین انصاف فرماویں۔ کیا یہ حدیث بآواز بلند نہیں پکارتی کہ احادیث وغیرہ میں جس قدر اختلافات باہمی پائے جاتے ہیں ان کا تصفیہ قرآن کریم کی رو سے کرنا چاہیے (اس نتیجہ کا ماخذ و مولد وہی تحریف ہے جو لفظ احادیث کے ترجمہ میں مرزا صاحب نے کی ہے اور درحقیقت کسی مسلمان کے نزدیک اس حدیث میں لفظ احادیث سے احادیث نبویہ، جو وحی غیر متلو ہوتی ہے، مراد نہیں۔ بلکہ احادیث کے لغوی معنی لوگوں کی باتیں ہیں، جو وہ اس وقت کر رہے تھے۔ اس کی تفصیل ہماری تحریر نمبر ۸ میں ہے اور لفظ حدیث کے لغوی کی معنی تفصیل و تشریح تحریر قادیانی نمبر سوم کے حواشی میں ہو چکی ہے۔ محمد حسین) ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ اسلام میں تہتر فرقہ ہو گئے ہیں۔ ہر ایک اپنی طرز کی حدیثیں پیش کرتا ہے اور دوسرے کی حدیثوں کو ضعیف اور موضوع قرار دیتا ہے

(یہ محض غلط و مغالطہ ہے۔ جو اختلاف امت محمدیہ کے بہتر فرقوں نے فرقہ اہلسنت و جماعت سے کیا ہے وہ احادیث کی طرف رجوع کرنے پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ اختلاف احادیث کو چھوڑ کر قرآن سے تمسک کرنے پر مبنی ہے، جیسا کہ آج کل مرزا قادیانی کر رہا ہے۔

معتزلہ جو معافی گناہوں کے لئے شفاعت انبیاء سے منکر ہیں وہ اس انکار پر ان آیات قرآن سے تمسک کرتے ہیں جن میں قیامت کے دن شفاعت نہ ہونے کا ذکر ہے لا بیع و لا خلۃ و لا شفاعۃ۔ بقرہ۔ ع ۳۴۔ اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اس میں یہ صاف تصریح پاتے کہ آنحضرت ﷺ خدا کے اذن سے شفاعت کریں گے اور آپ کی شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جو مشرک نہ ہو اور آپ ﷺ کی شفاعت آپ کی امت یعنی مسلمان گنہ گاروں کیلئے ہے۔ تو وہ انکار شفاعت سے بچ جاتے۔ استا ذن علی ربی فی دارہ فیو ذن لی علیہ فاذا رایتہ وقعت ساجداً فید عنی ما شاء اللہ ان ید عنی فیقول ارفع محمد راسك و قل تسمع اشفع تشفع متفق علیہ۔ مشکوۃ ص ۴۸۰۔

اور آیات نفی شفاعت کے یہ معنی کرتے کہ وہ کافروں سے مخصوص ہیں جن کیلئے خدا تعالیٰ اذن شفاعت نہ دے گا اور نہ انبیا ان کیلئے شفاعت کرینگے۔

شیعہ وغیرہ جو قیامت کے دن دیدار خدا سے منکر ہیں وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں: لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار۔ انعام۔ ع ۱۳۔ کہ خدا تعالیٰ کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ اور اگر وہ اس باب میں اس حدیث کی طرف رجوع کرتے قال جریر بن عبد اللہ کنا عند النبی ﷺ اذ نظر الی القمر لیلۃ البدر فقال اما انکم سترون ربکم کما ترون ھذا لا تضامون فی رویتہ۔ (بخاری ص ۸۱)۔ کہ تم خدا کو ایسا دیکھو گے جیسا چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو... تو خدا کے دیدار کے قائل ہو جاتے اور اس آیت کے معنی یہ کرتے کہ دنیا کی آنکھیں خدا کو نہیں دیکھتی یا اس کے کنہ کو نہیں پا سکتیں۔

خوارج جو گناہ کے سبب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو وہ اس تکفیر پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ و من یقتل مومناً متعمداً فجزائہ جھنم خالداً فیھا۔ نساء ع ۱۳۔ اور اگر وہ اس باب میں حدیث کی طرف رجوع کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ: قال رسول اللہ و یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ و فی قلبہ وزن ذرۃ من خیر فقال ابو عبد اللہ قال ابان حدثنا قتادہ حدثنا انس عن النبی ﷺ من ایمان مکان خیر (بخاری۔ ص ۱۱) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے گا اور اس کے دل میں ذرہ کے برابر ایمان ہو گا وہ دوزخ سے نکالا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا اور بہشت میں داخل ہوگا۔ تو خوارج مومن کو گناہ کے سبب خارج از ملت نہ کہتے اور اس آیت کے معنے وہ یہ کرتے کہ جو شخص مومن کو اس کے مومن ہونے کی نظر سے مارے اور ایمان کو برا سمجھے وہ ہمیشہ آگ میں رہے گا،

معتزلہ جو الہامات وغیرہ کرامات اولیاء سے منکر ہیں تو وہ اس انکار پر اس آیت قرآن سے تمسک کرتے ہیں: و لا یظھر علی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول کہ خدا تعالیٰ اپنے غیوب پر بجز رسول کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اگر وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے اور ان میں بہت سے مواقع پر غیر نبی کا بعض امور پر خدا کی طرف سے مطلع کیا جانا (جیسے حضرت عبداللہ، والد جابر کا جنگ احد میں سب سے پہلے اپنے شہید ہونے پر مطلع ہونا۔ یا حضرت عمر کا کئی منزلوں کے فاصلہ سے حضرت ساریہ کے جنگ میں بے موقع کھڑا ہونے کو دیکھ لینا وغیرہ) اور دیگر برکات و کرامات کو دیکھتے تو الہامات و کرامات اولیاء اللہ کے قائل ہو جاتے اور اس نفی کو جو آیت سے مفہوم ہوتی ہے، اس حالت و کیفیت پر جس سے انبیاء مطلع کئے جاتے ہیں، یعنی وحی بجراست ملائکہ پر محمول کرتے۔

عن جابر قال لما حضر احد دعانی ابی من اللیل فقال لا ارانی الا مقتولاً فی اول من یقتل من اصحاب النبی ﷺ و انی لا اترک بعدک اعز علی منک غیر نفس رسول رسول الله ﷺ و ان علی دیناً فاقض و استوص باخواتك خیرا فاصبحنا فكان .. اول قتیل ۔ (رواه البخاری)

و عن ابن عمر ان عمر بعث جیشا و امر علیهم رجلاً تدعی ساریة بینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساری الجبل فقدم رسول من الجیش فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فهزمونا فاذا بصائح یصیح یا ساری الجبل فاسندنا ظهرنا الی الجبل فهزمهم الله تعالی ۔ رواه البیهقی (۔ مشكوة)

اس کے نظائر اور بہت ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ ہائے ضالہ سے جو فرقہ گمراہ ہوا ہے وہ اس سبب سے گمراہ ہوا ہے کہ اس فرقہ نے حدیث شارح قرآن کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کیا کیا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں فرقہ ہائے اہل سنت اس ضلالت سے اسی سبب سے بچے رہے کہ وہ ان مسائل میں احادیث کی طرف رجوع کر کے قرآن کا وہ مطلب سمجھتے ہیں جو اس کے شارح و مفسر احادیث سے سے ثابت و مفہوم ہوتا ہے۔ اور وہی مطلب قرآن اس امت کے سلف صحابہ نے سمجھا ہے اور اس وجہ سے اس فرقہ کا نام اہل سنت و جماعت رکھا گیا۔ اس نام میں سنت سے مراد آنحضرت ﷺ کا قول و فعل و تقریر ہے جس کا دوسرا نام حدیث قولی و فعلی و تقریری ہے اور جماعت سے صحابہ کی جماعت مراد ہے جن کے اقوال افعال و تقریرات کتب حدیث میں مروی ہیں۔

ہمارے اس بیان سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس وقت اور آئندہ بھی اس ضلالت سے وہی شخص بچے گا جو ذوالوجوہ آیات قرآن کا مطلب حدیث صحیح سے سمجھے گا اور جو شخص احادیث کو چھوڑ کر ایسی آیات کا مطلب اپنے فکر ناروا، وفہم نارسا سے کچھ قرار دے گا وہ یقیناً گمراہ ہوگا اور سیدھا جہنم کو جائے گا۔ اسی نظر سے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: انه سیاتی ناس یجادلونکم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب الله (سنن دارمی) کہ جو لوگ قرآن کی متشابہ آیتیں پیش کریں ان کو احادیث سے پکڑو کیونکہ حدیث والے قرآن خوب جانتے ہیں۔ اور سعید بن جبیر نے ایک دن ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ قرآن میں اس حدیث کا خلاف ہے، تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت ﷺ کی حدیث پڑھتا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں قرآن پیش کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، جنہوں نے یہ حدیث فرمائی ہے، تجھ سے بڑھ کر قرآن جاننے والے تھے۔ یعنی یہ حدیث مخالف قرآن ہوتی تو آپ ﷺ نہ فرماتے۔

و عن سعید بن جبیر انه حدث یوماً بحدیث عن النبی ﷺ فقال رجل فی کتاب الله ما یخالف هذا ۔ قال الا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارا نی احد ثك عن رسو ل الله و تعر ض فيه بكتا ب الله۔ کا ن رسو ل الله ﷺ اعلم بکتا ب الله منك ۔ (دار می)

اور اسی نظر سے امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے، چنانچہ شعرانی نے منہج میں نقل کیا ہے: اجتمعت ا لا مۃ علی ان السنۃ قا ضیۃ علی کتا ب اللـــه کہ سنت، کتاب اللہ کی وجوہات مختلفہ کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس حدیث پڑھی جا رہی تھی، ایک شخص وہاں آیا اور کہنے لگا ان احادیث کو چھوڑو۔ اس پر حضرت امام نے اس کو سخت جھڑکا اور فرمایا کہ حدیث نہ ہوتی تو ہم قرآن نہ سمجھتے: د خل علیـــه مر ة رجل و الحد یث یقرء عندہ فقا ل الر جل دعو نا عن ھذہ ا لا حا دیث فز جرہ ا لا مام اشد الز جر و قا ل لو لا السنۃ ما فھم احدنا القر آ ن ۔

مرزا قادیانی جو اس وقت قرآن، قرآن کہہ کر لوگوں کو حدیث سے مستغنی و بے اعتقاد کر رہا ہے اور حمقاء و جہلاء کو دام میں لا رہا ہے تو اس کا اصل مقصود یہی ہے کہ لوگ قرآن کی ذوالوجوہ آیات کے جو معنی چاہیں کریں اور اصلی دین قدیم و صراط مستقیم کو جس پر اہل سنت و جماعت کو چلنے کی توفیق ملی ہے چھوڑ کر ملحد و مرتد ہو جائیں اور کم سے کم اہل بدعت و ضلالت تو بنیں۔ ورنہ درحقیقت اس کو قرآن سے بھی کوئی اعتقاد نہیں ہے۔ قرآن کو وہ لائق اتباع سمجھتا تو اس کی متعدد آیات متعلقہ معجزات مسیح وغیرہ کو صرف عقل کے مخالف سمجھ کر کیوں ترک کرتا؟ محمد حسین)

چنانچہ دیکھنا چاہیے کہ خود حنفیوں کے بخاری و مسلم کی تحقیق احادیث پر کس قدر اعتراض ہیں تو اس حالت میں کون فیصلہ کرے؟ آخر قرآن ہی ہے کہ اس گرداب سے اپنے مخلص بندوں کو بچاتا ہے اور اسی عروہ وثقی کے پناہ سے سچے طالب ہلاک ہونے سے بچ جاتے ہیں (حنفیہ کی مخالفت احادیث بخاری سے وجوہ اجتہادیہ پر مبنی ہے چنانچہ ہماری تحریر ۸ میں مفصل بیان ہوا ہے۔ مرزا میں کچھ شرم و حیا ہے تو بتا دے کہ علماء حنفیہ کو بخاری کی کس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے اور وہ کیا ہے۔ محمد حسین)

اور آپ نے جو یہ دریافت فرمایا ہے کہ اس مذہب میں تمہارا کوئی دوسرا ہم خیال بھی ہے؟ تو اس میں یہ عرض ہے کہ تمام لوگ جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ قرآن کریم درحقیقت حکم اور رہنما اور امام اور مہیمن اور فرقان اور میزان ہے، وہ سب میرے ساتھ شریک ہیں۔ اگر آپ قرآن کریم کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ بھی شریک ہیں۔ (قرآن مجید کو عام مسلمان حکم، رہنما، مہیمن، فرقان وغیرہ جانتے ہیں۔ مگر خاص کر ان باتوں کے فیصلہ کیلئے جو لوگ اپنی رائے سے کریں اور ان میں ان کا باخود ہا اختلاف ہو، نہ حدیث صحیح نبوی مسلم الصحت کی صحت پرکھنے کیلئے جو وحی غیر متلو کہلاتی ہیں، اور وہ ہمیشہ موافق و مثل قرآن ہوتی ہے، نہ مخالف قرآن۔ مرزا صاحب بار بار یہ دعوی تحریر میں لاتے ہیں تو ہم کو بھی بار بار اس کا یہی جواب دینا پڑتا ہے۔ محمد حسین)

اور جن لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک فتنہ واقعہ ہونے والا ہے، اس سے خروج بجز ذریعہ قرآن کریم ممکن نہیں، وہ لوگ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (اس حدیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ حدیث صحیح کے فتنہ سے بجز ذریعہ قرآن نجات ممکن نہیں ہے۔ یہ مطلب مرزا صاحب نے لفظ حدیث کے معنی میں تحریف و الحاد اختیار کر کے نکالا ہے لہذا اس حدیث کے بیان کرنے والے، گو کیسے ہی قوی یا ضعیف ہوں، آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔ محمد حسین)۔ اور عمر فاروق جس نے کہا تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسبنا كتاب الله وہ بھی میرے ساتھ شریک ہیں (عمر فاروق کے قول مذکور کے یہ معنی نہیں کہ حدیث چھوڑ کر قرآن کافی ہے، چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ لہذا حضرت عمر بھی آپ کے ساتھ نہیں۔ محمد حسین) اور دوسرے بہت سے اکابر ہیں جن کے ذکر کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ صرف نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں۔

تفسیر حسینی میں زیر تفسیر و اقیموا الصلوٰۃ و لا تکونوا من المشرکین لکھا ہے کہ کتاب تیسیر میں شیخ محمد بن اسلم طوسی سے نقل کیا ہے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کر لو، اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ حدیث میری طرف سے ہوگی، ورنہ نہیں۔ سو میں نے اس حدیث کو کہ من ترك الصلوۃ متعمدا فقد کفر قرآن سے مطابقت کرنا چاہا اور تیس سال سے اس بارے میں فکر کرتا رہا تو مجھے یہ آیت ملی و اقیموا الصلوۃ و لا تکونوا من المشرکین۔ اب چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ پہلوں میں سے کسی ایک کا نام لو جو قرآن کریم کو محک ٹھہراتا ہو، سو میں نے بحوالہ مذکورہ بالا ثابت کر دیا، تو اب آپ کو ضد چھوڑ کر مان لینا چاہیے (صاحب تفسیر حسینی یا شیخ طوسی نے نہ حدیث من ترك الصلوۃ کی صحت لفظی کو قرآن سے پرکھا ہے اور نہ اس کو عام اصول ٹھہرایا ہے چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں بہ تفصیل ثابت کیا گیا ہے۔ لہذا یہ دونوں صاحب بھی مرزا قادیانی کے موافق نہیں ہیں اور ان کے قول و فعل سے مرزا کا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔ اب انہی کو مناسب کہ اپنی ضد چھوڑ دیں۔ محمد حسین) اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں جو سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں، صرف ظن یا شک کے درجہ میں ہیں (شک کے لفظ کو ناظرین دیکھیں اور پھر جملہ احادیث پر، جس میں صحیحین داخل ہیں، بلکہ خاص مقصود بالحکم ہے، مرزا صاحب کے شکی (مشکوک) ہونے کا حکم لگانے کو ملاحظہ فرماویں، یہ صحت صحیحین پر ان کا سترھواں حملہ ہے۔ محمد حسین) فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کے ثبوت، کامل درجہ تک نہیں پہنچا سکیں (وہ تحقیقاتیں مثبت صحت کامل نہیں تو پھر موافقت قرآن، جو ایک موضوع حدیث کو بھی حاصل ہے، ان کو کامل صحت تک کیونکر پہنچا سکتی ہے۔ محمد حسین) اس صورت میں اس محک مقدس سے ان کی تصحیح کیلئے مدد نہ لیں تو گویا ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ حدیثیں صحت کاملہ کے درجہ تک پہونچ سکیں۔

میں متعجب ہوں کہ آپ اس بات کے ماننے سے کیوں اور کس وجہ سے رکتے ہیں کہ قرآن کریم ایسی احادیث کے لئے محک و معیار ٹھہرایا جائے۔ کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں، کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے، کچھ شک میں ہیں؟ (یہاں مرزا صاحب لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ورنہ وہ جانتے ہیں۔ اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مان چکے ہیں کہ ہمیں قرآن کی خوبیوں کی تسلیم میں کچھ شک نہیں بلکہ اس کا اقبال ہے۔آپ کی تحریر نمبر ۵ اور ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔محمد حسین)

آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بخاری و مسلم کے صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔اب ان کو بہر حال آنکھیں بند کر کے صحیح مان لینا چاہیے۔لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ اجماع کن لوگوں نے کیا ہے اور کس وجہ سے واجب العمل ہو گیا ہے (حدیث صحیحین کے واجب العمل ہونے کو تو مرزا صاحب بارہا مان چکے ہیں۔اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں جلی قلم سے لکھ چکے ہیں کہ میں صحیحین کو مانتا ہوں بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین کرتا ہوں اور واجب العمل مانتا ہوں۔انہیں شک ہے تو وجوب اعتقاد میں ہے نہ وجوب عمل میں جو ظنیات پر بھی جائز ہے۔پھر یہ سوال معاندانہ ہے؟ یا وہ اقبال منافقانہ؟ بینوا توجرو۔اس کے جواب میں جو شق اختیار کریں گے اس سے مرزا صاحب کی قلعی کھل جائے گی۔محمد حسین)

دنیا میں حنفی لوگ پندرہ کروڑ کے قریب ہیں، وہ اس اجماع سے منکر ہیں۔ماسوا اسکے آپ صاحبان بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حدیث کو بشرط صحت ماننا چاہیے۔اور قرآن کریم پر بغیر کسی شرط کے ایمان لانا فرض ہے۔اب اگرچہ اس بات پر تو ہمارا ایمان ہے کہ جو حدیث ثابت ہو جائے وہ واجب العمل ہے، لیکن اس بات پر ہم کیوں کر ایمان لے آویں کہ ہر ایک حدیث بخاری و مسلم کی بغیر کسی شک و شبہ کے واجب العمل ماننی چاہیے۔یہ وجوب کس سند شرعی یا نص صریح سے پیدا ہوتا ہے کچھ بیان تو کیا ہوتا؟ (یہ مرزا صاحب کا بخاری و مسلم کو شکی و مشتبہ کہنا اور ان کے واجب العمل ہونے پر ایمان نہ لانے کا اقراری ہونا، صاف یقین دلاتا ہے کہ جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء وغیرہ میں انہوں نے وجوب عمل کا اقرار کیا ہے، وہ منافقانہ اقرار ہے اور درحقیقت وہ ان کتابوں کی جملہ حدیثوں کو واجب العمل نہیں سمجھتے اور وجوب عمل کے قائل ہونے کو ایک غلط و بے دلیل امر جانتے ہیں۔یہ صحیحین پر ان کا اٹھارہواں حملہ ہے۔محمد حسین)

تفسیر فتح العزیز میں فلا تجعلوا لله انداداً و انتم تعلمو ن کے تحت لکھا ہے:

چنانچہ عبادت غیر خدا مطلق شرک و کفرست اطاعت غیر او تعالی نیز بالاستقلال کفرست و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ ربقہ تقلید او در گردن انداز د و تقلید او لازم شمارد با وجود ظہور مخالفت حکم او بحکم او تعالی (یہ کھلم کھلا اشارہ ہے کہ محدثین کی تقلید بے دلیل سے احادیث صحیحین کو صحیح ماننے والے کافر ہیں کیونکہ وہ اس تسلیم و صحت میں غیر خدا کی اطاعت کرتے ہیں، جس میں حکم خدا یعنی قرآن کی مخالفت پائی جاتی ہے۔کیونکہ بخاری و مسلم کی بہت سی حدیثیں مخالف قرآن ہیں۔یہ بخاری و مسلم پر مرزا قادیانی کا انیسواں حملہ ہے جس میں اس نے بخاری و مسلم کو صحیح ماننے والوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔محمد حسین)

اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بھی اپنے ایک خط میں، جو آپ ہی کے نام ہے، جو لاہور کی گول سڑک کے باغ میں آپ نے مجھے دیا تھا، قرآن کریم کی نسبت چند سطریں اسی امر کی تائید میں لکھتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ یہ ہیں: فقیر را از ابتداء حال میلان بکلام رب عزیز بود و دعا کردم کہ یا الہ العالمین دروازہ ہائے کلام خود بریں عاجز باز کنید۔ سالہا شد و معصیت بسیار شد تا بحدے کہ ہر جا کہ میر فتم بلوا میشد و دل تنگ شد ناگاہ القا شد قد نری تقلب و جھك فی السماء فلنولینك قبلة ترضاها بعد ازاں رد بقرآن شد و آیاتیکہ در باب بوجھ بقرآن بود القاے شد مانند اتبعوا ما انزل الیکم و لا تتبعوا من دونه اولیاء وامثال آن تا بحدے کہ یک روز دیدم کہ قرآن مجید پیش روئم نہادہ شد القاء شد ھذا کتابی ھذا کتابی و ھذا عبادی فاقرئوا کتابی علی عبادی

پس یہ آیت کہ مولوی صاحب اپنے القاء کی رو سے ذکر فرماتے ہیں کہ اتبعوا ما انزل الیکم کیسی فیصلہ کرنے والی آیت ہے۔ جس سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اول توجہ مومن کی قرآن کریم کی طرف ہونی چاہیے پھر اگر اس توجہ کے بعد کسی حدیث یا قول کو من دونه میں داخل دیکھے تو اس سے منہ پھیر لیوے (حضرت شیخنا ومولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کے خط میں یہ تصریح کجا، اشارہ بھی نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث صحیح من دونه میں داخل ہے۔ صحیحین کو اور دوسری کتب کی احادیث صحیحہ کو وہ نصب العین رکھتے۔ اور مدت العمر اپنا دستور العمل بنائے ہوئے تھے۔ کسی حدیث صحیحین کو انہوں نے مخالف قرآن دے کر من دونه میں کبھی داخل نہیں کیا۔ یہ امر ان کے احباب واصحاب و اولاد میں سے کسی نے ان سے نقل نہیں کیا۔ مرزا قادیانی نے ان پر افتراء کیا ہے۔ محمد حسین)

پھر آپ مجھ سے دریافت فرماتے ہیں، بلکہ مجھے الزام دیتے ہیں کہ میں نے مسلم کی حدیث کو اس وجہ سے ضعیف ٹھہرایا ہے کہ بخاری نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کے جواب میں میری طرف سے یہ عرض ہے کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، اور اس کا ضعیف ہونا اور بات۔ اور چونکہ دمشقی حدیث ایک ایسی حدیث ہے جو اس کے متعلق کی حدیثیں بخاری نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں مگر اس طولانی حدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے بوجہ تعلقات خاصہ اس حدیث کے جو دوسری حدیثوں سے ہیں یہ شک ہرگز نہیں ہوسکتا کہ بخاری صاحب اس حدیث کے مضمون سے بے خبر رہے ہیں، بلکہ ذہن اسی بات کی طرف انتقال کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی رائے میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے (ہماری تحریر نمبر ۸ میں بتفصیل ثابت ہے کہ ضعیف وموضوع ہونا مرزا کے نزدیک ایک ہے اور آپ مسلم کی اس حدیث کو موضوع جانتے ہیں۔ محمد حسین) سو یہ میری طرف سے ایک اجتہادی امر ہے، اور میں ایسا ہی سمجھتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں اس کو موضوع ہونے سے کچھ تعلق نہیں اور یہ بحث اصلی مبحث سے خارج ہے، اسلئے میں اس میں طول دینا نہیں چاہتا۔ آپ کا اختیار ہے جو چاہیں رائے قائم کریں، پرکھنے والے خود میری اور آپ کی رائے میں فیصلہ کر لیں گے، میرے پر اس امر کا کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔

اور پھر آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ کا حوالہ دے کر ناحق ایک طول اپنی کلام کو دیا ہے۔ میری اس تمام کلام کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ میں نے فیصلہ کے طور پر کسی حدیث مسلم یا بخاری کو موضوع قرار دے دیا ہے (یہی مطلب ہے اور مرزا صاحب نے اچھے طور سے احادیث صحیحین متعلقہ دجال کو موضوع قرار دیا ہے۔ ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔ محمد حسین)۔ بلکہ میرا مطلب صرف تناقض کو ظاہر کرنا ہے اور یہ دکھلانا ہے کہ اگر تناقض کو دور نہ کیا جائے تو پھر دونوں طور کی حدیثوں میں سے ایک کو موضوع ماننا پڑے گا۔ سو میرے اس بیان میں فیصلہ کے طور پر کوئی حکم قطعی نہیں کہ درحقیقت بلاریب فلاں حدیث موضوع ہے، بلکہ میرا تو ابتداء سے مذہب یہی ہے کہ اگر حدیث کی قرآن قریم سے کسی طور سے تطبیق نہ ہوسکے تو وہی حدیث موضوع ٹھہرے گی یا وہ حدیثیں جو سلسلہ تعامل کے متواترہ حدیثوں سے یا جو ایسی حدیثوں سے مخالف ہوں جو کمی اور کیفی طور پر اپنے ساتھ کثرت اور قوت رکھتی ہیں، وہ موضوع ماننی پڑے گی۔ اگر میں کسی حدیث کو مخالف قرآن ٹھہرالوں اور آپ اس کو موافق قرآن کر کے دکھلا دیں تو میں اگر فرض کے طور پر اس کو موضوع بھی قرار دوں، تب میں عندالتطابق اپنے مذہب سے رجوع کر لوں گا، میری غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیث کا قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے۔ ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کر سکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے (احادیث سلسلہ تعامل سے مرزا صاحب کی مراد وہ احادیث ہیں جو متعلق عمل ہیں، جن میں احادیث متعلقہ فروعات اختلافی بھی داخل وشامل ہیں، ایسی احادیث کو باوجود مخالف قرآن قطعی حجت ماننا اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو، کہ ازانجملہ احادیث نزول مسیح وخروج دجال ہیں، مخالف قرآن قرار دے کر غیر قطعی قرار دینا، مرزا صاحب ہی کا کام ہے، جو نہ قطعی ویقینی کے معنی جانتے ہیں، نہ تفاوت مراتب احکام وعقائد سے واقف ہیں۔ اس امر کی تشریح اس کی تحریر نمبر ۸ کے جواب میں ہم کریں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔ محمد حسین)۔ میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ ان باتوں کے ذکر کو جانے دیں اور اس ضروری بات پر توجہ کریں کہ کیا ایسی حالت میں جب کہ ایک حدیث، صریح قرآن کریم کے مخالف ہو اور سلسلہ تعامل سے باہر، تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ پر اپنا اعتقاد بار بار ظاہر کرتا ہوں کہ صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلاوجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے۔ ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہو اور کسی طرح اس سے مطابقت نہ کھا سکے میں اس کو ہرگز من جانب رسول کریم یقین نہیں کروں گا جب تک کوئی مجھ کو مدلل طور پر سمجھا نہ دیوے کہ درحقیقت کوئی مخالفت نہیں۔ ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو حدیث کا معیار صحت ٹھہرانے میں کوئی علمائے سلف میں سے تمہارے ساتھ نہیں، سو حضرت میں تو حوالہ دے چکا، اب ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔

پھر آپ مجھ سے اجماع کی تعریف پوچھتے ہیں (میں نے مرزا سے یہ نہیں پوچھا کہ ان کے نزدیک اجماع کی تعریف کیا ہے۔ بلکہ یہ تین سوال تھے: ۱۔ تعریف اجماع جو آپ نے کی، وہ کس کتاب میں ہے۔ ۲۔ بعض صحابہ کے اتفاق کو اجماع کون کہتا ہے۔ ۳۔ باقی صحابہ کے سکوت پر نقل کی شہادت کہاں ہے۔۔ مرزا صاحب نے ان سوالات کا جواب کچھ نہ دیا بلکہ سوالات کو بھلا دینے کی نیت سے جواب سوالات میں پہلی باتوں کا اعادہ کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ سائل کو اس کا سوال بھلا دینا، اور اس کو دوسری طرف لے جانا، آپ ہی پر ختم ہے۔ مگر: بہر رنگے کہ مے آئی شناسم، کے مصداق ہم مرزا قادیانی کی بھول بھلیوں میں نہیں پھنسے، دیکھو تحریر نمبر ۸ میں اسکے اس جواب کی کیسی خبر لی گئی ہے۔ محمد حسین)

میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آ سکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ ایک اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے اس رائے کے، مخالفت ظاہر نہ فرماویں، تو یہ بھی اجماع ہے۔ ہمیں کچھ شک نہیں کہ ایسے صحابہ نے جو امیر المومنین تھے، ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت قسم کھا کر آنحضرت ﷺ کے روبرو اپنی رائے ظاہر کی، اور آنحضرت ﷺ نے اس سے انکار نہیں کیا اور نہ کسی صحابی نے۔ اور پھر اسی امر کے بارے میں ابن عمرؓ نے بھی قسم کھائی اور جابر نے بھی اور کئی اور صحابیوں نے بھی رائے ظاہر کی، تو ظاہر ہے کہ یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔ سو میرے نزدیک یہ بھی اجماع ہے۔ اور کون سی اجماع کی تعریف مجھ سے آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں، تو آپ جس قدر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ نے قسمیں کھا کر اس کا دجال معہود ہونا بیان کیا ہے، یا بغیر قسم کے اس بارے میں شہادت دی ہے، دونوں قسم کی شہادتیں بالمقابل پیش کریں، اور اگر آپ نہ پیش کر سکیں تو آپ پر من کل الوجوہ ثابت ہے کہ ضرور اجماع ہو گیا تھا، کیونکہ اگر انکار پر قسمیں کھائی جاتیں تو ضرور وہ بھی نقل کی جاتیں۔ آنحضرت ﷺ کا قسم کو سن کر چپ رہنا، ہزار اجماع سے افضل ہے اور تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کی شہادت سے کامل تر شہادت ہے۔ پھر اگر یہ چیڑ پھاڑ فضول نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر کب آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان سے اپنا ڈرنا ظاہر فرمایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام باتیں تصریح سے ثابت نہیں ہوتیں، اشارہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہیں (یہ مسلّم ہے، مگر جو بات آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے ثابت ہو، اس کو صریح قول نبوی قرار نہیں دیا جاتا۔ اور اس کی نسبت یہ نہیں کہا جاتا کہ آنحضرت ﷺ نے وہ بات خود فرمادی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا۔ ان کی تحریرات نمبر ۴ و ۵ اور ہماری تحریرات نمبر ۵ و ۶ و ۸ ملاحظہ ہوں۔ محمد حسین) جس حالت میں صحابی کا یہ قول ہے کہ جس وقت تک آنحضرت ﷺ بعد دیکھنے ابن صیاد کے زندہ رہے، اس بات سے ڈرتے رہے کہ وہی دجال معہود ہوگا، جیسا کہ لم یزل کے لفظ سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں کوئی دانا خیال کر سکتا ہے کہ اس طول طویل مدت کا ڈر ایک احتمالی بات تھی اور اس لمبی مدت میں کبھی آنحضرت ﷺ نے اپنے منہ سے نہیں فرمایا تھا۔ جس حالت میں آنحضرت ﷺ آپ فرماتے ہیں کہ ہر ایک نبی دجال سے ڈراتا رہا ہے اور میں بھی ڈراتا ہوں، تو اس صورت میں کیونکر سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جو ڈر آنحضرت ﷺ کے دل میں مخفی تھا، وہ کبھی اس مدت میں کسی صحابی پر ظاہر نہیں کیا (آنحضرت ﷺ کے دل میں کس دجال کا خوف تھا، اور مرزا نے اس کو کس کا خوف بنا دیا۔ پھر اس کا ظہور لازمی ٹھہرا دیا، بے شک آپ ﷺ دجال موعود سے ڈرتے اور اس ڈر کا بارہا اظہار کرتے، اور لوگوں کو اس سے ڈراتے رہے، مگر وہ دجال آپ ﷺ کے نزدیک ابن صیاد ہرگز نہ تھا، وہ ہوتا تو آپ ﷺ صاف فرمادیتے کہ یہی ابن صیاد دجال موعود ہے، اس سے میں ڈرتا ہوں اور اس سے پہلے انبیا ڈرتے چلے آئے ہیں۔ اور اسکی علامات ایسی بیان فرمائیں جن کا ابن صیاد میں نام ونشان بھی پایا نہ جاتا تھا، جیسے اسکے ساتھ آگ وپانی کی نہریں ہونا، اور اس کا ایک آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دینا وغیرہ، جو نہ صرف صحیح مسلم میں بلکہ صحیح بخاری میں بھی مروی ہے۔ بلکہ وہ دجال اور ہے جسکا تفصیلی حال آپ ﷺ نے صحیح حدیثوں میں فرمادیا ہے اور وہ قیامت کے قریب ظاہر ہو گا۔ محمد حسین)۔ ماسوا اس کے جب ایک آدمی قال سے ایک بات بیان کر کے اس کا قائل ٹھہرتا ہے، ایسا ہی اپنے اشارات و ایمائات اور حالات سے اس کو ادا کر کے اس کا قائل قرار پاتا ہے (ہاں قرار پاتا ہے، مگر اس معنے کو کہ وہ اس کا معتقد ہے اور اس بات کو جائز رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے، نہ اس معنے کہ اس نے یہ بات بتصریح کہدی اور فرمادی ہے۔۔ اشارہ کو صریح قول قرار دینا تو محض کذب کہلاتا ہے جو مرزا صاحب سے وقوع میں آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو بقول مرزا صاحب ابن صیاد کے دجال ہونے کی نسبت صرف اشارہ کیا تھا، مگر اس اشارہ کو صریح قول نبوی سے تعبیر کر کے مرزا صاحب خود ہی اپنی تحریر نمبر ۵ میں لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے آپ ہی فرمایا ہے کہ میں اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہوں، اور مرزا صاحب نے اپنے ازالہ اوہام میں بھی لکھ دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کیوں فرماتے کہ ہمیں اس، یعنی ابن صیاد، کے حال میں ابھی شک واشتباہ ہے۔ ان فقرات میں مرزا کا اشارہ نبوی کو جو اس کے نزدیک، نہ نفس الامر اور واقع میں، ثابت تھا، قول نبوی سے تعبیر کرنا، اور اس تعبیر کے لئے اتنی لمبی عبارت از خود بنا لینا، آنحضرت ﷺ پر افتراء نہیں تو پھر معلوم نہیں افتراء کس جانور کا نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔محمد حسین) سو یہ کون سی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے آپ مجھ کو مفتری تجویز کرتے ہیں۔آپ کو ڈرنا چاہیے، انسان جو بے وجہ اپنے بھائی کی نسبت تجویز کرتا ہے وہ خدا تعالی کی جناب میں اس لائق ہو جاتا ہے کہ کوئی دوسرا وہی تہمت اس پر کرے۔

خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو پختہ طور پر اس بات پر یقین ہے کہ اگر لم یزل کا لفظ حدیث میں صحیح اور مطابق واقعہ ہے، تو اس کا مصداق مجرد نگرانی حالات ہر گز نہیں ٹھہر سکتا مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں زید کو دس بارہ برس سے برابر دیکھتا ہوں کہ وہ دہلی جانے کا ہمیشہ ارادہ رکھتا ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ زید نے کبھی زبان سے مدت دس برس میں دہلی جانے کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔اور بفرض محال اگر یہ احتمالی امر ہے تو جیسا احتمال اس بات کا ہے کہ زبان سے کچھ نہ کہا ہو، یہ احتمال بھی تو ہے کہ زبان سے کہا ہو۔لیکن لم یزل کا لفظ احتمال کے امر کو دور کرتا ہے۔ایک مدت تک کسی امر کی نسبت وہ حالت بتائے رکھنا جس کا ادا کرنا زبان کا کام ہے، صریح اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اتنی لمبی مدت میں کبھی تو زبان سے بھی کام لیا ہوگا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا کہ اگر آپ ابن عربی کے مخالف تھے تو کیوں ناحق اس کا ذکر کیا، باطل ہے کیونکہ میری کلام کے صریح منطوق سے مخالف ہے۔میں کہتا ہوں کہ آپکے کلام کا آپ کے ابتدائی بیان میں یہ صریح منطوق بھی پایا جاتا ہے کہ آپ ابن عربی کے مئوید ہیں۔اگر آپ مئوید نہیں تو آپ نے صحیح بخاری کی حدیث کیوں نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ محدث بھی نبی مرسل کی طرح ہے (تائید صرف الہام ومحدثیت کے ثبوت و وجود کی ہے، نہ اس امر کی کہ ملہم ومحدث کا قول دوسرے پر حجت ہوتا ہے، اور نہ اس امر کی کہ اگر کسی کو احادیث صحیحہ اتفاقیہ کے برخلاف الہام یا تحدیث ہو تو وہ واقعی محدث اور من جانب اللہ ملہم ہے۔ایسا شخص تو یقیناً شیطان کا مخاطب ہے۔دیکھو ہماری تحریر نمبر ۸۔محمد حسین)

اور آپ نے کیوں محمد (بن) اسماعیل صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ محدث کی وحی نبی کی طرح دخل شیطان سے منزہ کی جاتی ہے۔اگر آپ بخاری کی حدیث کو نہیں مانتے تو گزشتہ راصلوۃ، ابھی اقرار کر دیں کہ میں محدث کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ہونے والی نہیں سمجھتا۔تعجب ہے ایک طرف تو آپ بخاری بخاری کرتے ہیں اور ایک طرف اس کے برخلاف چلتے ہیں۔پھر جب کہ آپ کا بخاری پر ایمان ہے کہ اس کی سب حدیثیں صحیح ہیں تو اس صورت میں تو آپ کو ابن عربی سے اتفاق کرنا پڑے گا کیونکہ اگر کسی محدث پر یہ کھل جائے کہ فلاں حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع ہے اور وہ بار بار کی وحی سے اس پر قائم کیا جائے تو کیا آپ حسب منشاء بخاری یہ اعتقاد نہیں کریں گے کہ محدث کو وہ حدیث موضوع مان لینی چاہیے۔ پھر جب کہ آپ کا یہ اعتقاد ہے تو میں نے آپ پر کیا افتراء کیا

حضرت مولوی صاحب! آپ ایسے الفاظ کو کیوں استعمال کرتے ہیں، اتقوا اللہ کے مضمون کو کیوں اپنے دل میں قائم نہیں کرتے۔ مفتری، ملعون، دین سے خارج ہوتے ہیں۔ اجتہادی طور پر کسی بات کو کسی نہج سے گو غلط ہی سہی، سمجھ لینا اور چیز ہے اور عمداً ایک واقعہ معلومۃ الحقیقت کے برخلاف لکھنا یہ امر اور ہے (اجتہاد نہیں محض کذب ہے۔ محمد حسین)

آپ کے خلاصہ سوال کی نسبت میرا یہی بیان ہے کہ میں اس طرح سے کہ جیسے حنفی لوگ اما اعظم صاحب پر محض تقلید کے طور پر ایمان رکھتے ہیں، بخاری و مسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔ ان کی صحت کو ظن کے طور پر مانتا ہوں اور الغیب عند اللہ کہتا ہوں (آپ کو ظن صحت کہاں ہے، آپ تو صحت صحیحین کو مشکوک و مشتبہ قرار دے چکے ہیں۔ جیسا کہ پہلے حواشی میں گذر چکا۔ محمد حسین)۔ مجھے ان کے بارے میں رویت کی مانند علم نہیں ہے۔ اگر کسی حدیث کو مخالف کتاب اللہ پاؤنگا تو بغیر تطبیق اور فیصلہ کے ہرگز اس کو قول رسول کریم نہیں سمجھوں گا (حدیث صحیحین کی قرآن سے مخالفت تجویز کرنا اور اس شرط سے اس کے قول رسول ہونے سے انکار کرنا، یہ کہنے کے برابر ہے کہ حدیث صحیحین سب کی سب صحیح نہیں۔ اور یہ صحیحین پر مرزا صاحب کا بیسواں حملہ ہے۔ محمد حسین) گو حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور قرآن کے معیار ٹھہرانے میں پہلے عرض کر آیا ہوں، اور سب کچھ بیان کر چکا ہوں، حاجت اعادہ نہیں ہے۔ فقط۔ خاکسار غلام احمد .. جولائی ۱۸۹۱ء

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحؒ کی تحریر ہشتم

افسوس آپ نے پھر بھی میرے اصل سوال کا صاف اور قطعی جواب نہ دیا اور نہ فرمایا کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث جملہ صحیح ہیں، یا جملہ موضوع ہیں، یا مختلط، یعنی بعض صحیح ہیں بعض موضوع۔ باوجودیکہ میرا سوال آپ نے شروع تحریر میں نقل کر دیا جس سے یہ گمان کہ آپ نے مطلب سوال نہ سمجھا ہو، رفع ہو گیا۔ ہر چند آپ نے یہ بات تصریح سے کہدی ہے کہ اگر میں کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو کتاب اللہ کے موافق نہ پاؤں گا تو اس کو موضوع قرار دونگا، کلام رسول نہ سمجھونگا اور اپنے پرچہ نمبر ۴ میں آپ صاف کہہ چکے ہیں کہ ان کتابوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے وہ مقامات جن میں تعارض ہے، تحریف سے خالی نہیں۔ مگر اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے یا نہیں، جس کو آپ اس اصول کی شہادت سے موضوع قرار دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہ کہ ان مقامات ازالہ اوہام میں جو میرے پرچہ نمبرے میں منقول ہوئے ہیں، آپ صحیحین کی بعض احادیث کو موضوع قرار دے چکے ہیں مگر اب اپنے پرچہ نمبرے میں آپ اس سے انکار کرتے اور یہ فرماتے ہیں کہ: جو کچھ میں نے وہاں کہا ہے شرطیہ طور پر کہا ہے کہ بشرط تعارض وعدم موافقت ومطابقت وہ احادیث موضوع ہیں۔ میرا وہ قطعی فیصلہ نہیں ہے۔، باوجودیکہ ان مقامات میں آپ نے یہ شرط نہیں لگائی، بلکہ ان احادیث کا باہم تعارض خوب زور سے ثابت کیا اور پھر ان کو موضوع قرار دیا ہے (مرزا صاحب کے جوابات ہمارے سوالات کے مقابلے میں بعض رؤساء لودہانہ نے سنے تو اس کی نظیر میں ایک رئیس نے چشم دید حکایت بیان کی۔ اس حکایت کو اس مقام میں نقل کرنا لطف سے خالی نہیں۔ رئیس مذکور نے بیان کیا کہ ایک رسالہ کے ایک کمان افسر یورپین صاحب تھے، جو رات کو دو گھنٹہ دربار کرتے اور اس میں اپنی فوج کی معروضات اور رسالے کے یومیہ واقعات سنتے۔ ایک دن ایک سردار کی اونٹنی کھوگئی۔ کمان افسر کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے رات کے دربار میں اونٹنی کے مالک سردار سے کہا کہ سردار صاحب اس واقعہ کے متعلق مجھے آپ صرف تین باتوں کا جواب دیں اور کچھ نہ فرماویں۔ یہ اسلئے کہ کمان افسر کو اس بات کا علم تھا کہ سردار صاحب بڑے باتونی ہیں، وہ مطلب کی بات کا جواب جلد نہ دیں گے۔ وہ تین باتیں یہ تھیں۔ اونٹنی کس پڑاؤ پر کھوئی گئی اور کس تاریخ اور وقت۔ سردار صاحب نے تمہید شروع کی کہ حضور وہ اونٹنی میں نے ۳۵۰ روپئے کو خریدی تھی اور اس کے عوض ۵۰۰ مانگے جاتے تھے۔ کمان افسر نے کہا سردار صاحب میں نے یہ بات آپ سے نہیں پوچھی، جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دیں۔ سردار صاحب نے کہا کہ حضور وہ اونٹنی میں نے بیکانیر کی منڈی سے خریدی تھی اس پر کمان افسر نے فرمایا کہ سردار صاحب یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ ہاں حضور جواب دیتا ہوں، وہ اونٹنی سو کوس روز چلتی تھی، اس پر کمان افسر نے پھر وہی عذر کیا کہ سردار صاحب اور تکلیف نہ کریں صرف میرے سوالات کا جواب دیں۔ اس پر بھی سردار صاحب نے ان تینوں سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی اونٹنی کے وقائع عمری شمار کرنا شروع کیا یہاں تک کہ دربار کا وقت مقررہ گذر گیا اور ان سوالات ثلاثہ کا جواب نہ دیا۔ محمد حسین) آپ کو میرے اصل سوال کا جواب نہ دینے اور ازالہ اوہام کی تصریحات مذکورہ پرچہ نمبرے سے انکار کر جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ اس سوال کے دونوں شق جواب میں پھنستے ہیں اور کوئی شق قطعی طور پر اختیار نہیں کر سکتے۔

اگر آپ یہ شق اختیار کریں کہ وہ احادیث سب کی سب صحیح ہیں تو اس سے آپ پر سخت مصیبت عائد ہوتی ہے کیونکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث آپ کے عقاید مستحدثہ جدیدہ کے صریح خلاف ہیں۔ ان احادیث کو صحیح مان کر آپ کا کوئی عقیدہ جدیدہ قائم وثابت نہیں رہ سکتا۔ اس وجہ سے آپ نے یہ مذہب اختیار کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ احادیث صحیحین کو بلا وقفہ ونظر صحیح تسلیم کرنا اندھا پن اور تقلید بلا دلیل ہے۔

اور اگر آپ یہ شق جواب اختیار کریں کہ احادیث صحیحین سب کی سب موضوع، یا ازاں جملہ بعض صحیح اور بعض موضوع ہیں، تو اس سے عام اہل اسلام اور خصوصاً اہلحدیث جن کے بعض عوام آپکے پنجہ یا دام میں پھنس گئے ہیں، آپ سے بے اعتقاد ہوتے ہیں، اور کفر یا فسق اور بدعت کا فتوی لگانے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میرے سوال کا صاف اور قطعی جواب نہیں دیتے، صرف شرطی طور پر کہتے ہیں کہ اگر کتاب بخاری ومسلم کی احادیث کو موافق قرآن نہ پاؤنگا تو میں ان کو موضوع قرار دونگا، ورنہ مجھے بخاری ومسلم سے حسن ظن ہے، میں خواہ مخواہ یعنی قبل از وقت و بلا ضرورت انکی احادیث کو موضوع قرار دینا ضروری نہیں سمجھتا، ضرورت ہو گی، یعنی قرآن سے انکی موافقت نہ ہو سکی، تو موضوع قرار دونگا۔

آپکے اس شرطی جواب پر مجھے حق واختیار حاصل ہے کہ میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ کروں۔ ولیکن اب میری یہ امید کہ آپ میرے سوال کا جواب دیں گے، قطع ہوگئی ہے اور میں یہ بھی جان چکا ہوں کہ میرے اس مطالبہ پر بھی آپ ۲۶ صفحہ یا اس سے دو چند ۵۲ صفحہ میں ایسی ہی لایعنی اور فضول باتوں کا اعادہ کریں گے جو اس وقت تک مکرر، سہ کرر تحریر کر چکے ہیں، جن سے آپ کا تو یہ فائدہ ہے کہ آپکے مرید حاضر مجلس یہ کہیں گے، اور کہہ رہے ہیں کہ سبحان اللہ ہمارے حضرت مسیح اقدس کس قدر طولانی تحریرات کرتے ہیں اور کتنے صفحہ کاغذات پر کرتے ہیں اور بیسیوں آیات قرآن تحریر فرمائے جاتے ہیں اور یہی فائدہ اس تحریر سے آپکو پیش نظر ہے، مگر میرے اوقات کا کمال حرج ہے، مجھے اس بحث کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم کام دامن گیر ہیں۔ لہذا اب میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ نہیں کرتا اور ناظرین وسامعین کو آپ کی طولانی تحریرات کے وہ نتائج بتانا چاہتا ہوں، جن نتائج کے جتانے کی غرض سے میں اب تک آپکے جواب پر نکتہ چینیاں کرتا رہا ہوں

میرا یہ مقصود نہ ہوتا تو جو بات میں آپ کے پرچہ نمبر ۳ کے جواب میں لکھ چکا تھا کہ آپ نے قبولیت حدیث کی شرط بتائی ہے مگر یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ شرط احادیث صحیحین میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ وبناء علیہ وہ احادیث صحیح ہیں یا نہیں۔ اسی پر اکتفا کرتا اور اسی کے جواب دینے پر آپ کو مجبور کرتا۔ اور دوسری کوئی بات آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نہ سنتا، کیونکہ ہر شخص جس کو فن مناظرہ سے ادنی مس ہو، یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جب کوئی اپنے مناظر و مخاطب سے اصول تسلیم کرانا چاہے، و بناء علیہ کوئی اصول پیش کر کے اس سے دریافت کرے کہ آپ اس اصول کو مانتے ہیں یا نہیں، تو اس کے مخاطب کا فرض صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو تسلیم کرے یا اس سے انکار کرے۔ اس سے زیادہ کسی اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم کی وجہ بیان کرنا اس کا فرض نہیں ہوتا۔ یہ اس صورت میں اور اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا مقابل، صاحب تمہید، اس کی تسلیم یا عدم تسلیم کے خلاف کا مدعی ہو اور اپنے ممہد و اصول پر دلائل قائم کرے۔

آپ نے میرے اصول کی نسبت تسلیم یا عدم تسلیم تو قطعی طور پر ظاہر نہیں کی، مگر ان اصول کا خلاف ثابت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ سو بھی ایسے طور پر کہ اصل سوال سے غیر متعلق اور فضول باتوں میں خامہ فرسائی شروع کر دی۔ اس صورت میں مجھ پر لازم نہ تھا کہ میں آپ کی کسی بات کا جواب دیتا، یا اس پر کوئی سوال کرتا۔ مگر اسی غرض سے اب تک آپ کے جوابات کے متعلق خدشے و سوالات کرتا رہا ہوں کہ آپ کی کلام سے وہ نتائج پیدا ہوں جن کو میں عام اہل اسلام پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اس غرض سے میں اب آپ کی تحریرات حال و سابقہ پر تفصیلی نکتہ چینی کرتا ہوں جس کا وعدہ اپنی تحریرات سابقہ میں دے چکا ہوں۔ اس نکتہ چینی میں بالاستقلال تو آپ کا پرچہ نمبر ے نشانہ ہو گا مگر اس کے ضمن میں آپ کی جملہ تحریرات سابقہ کا جواب آ جائے گا۔ بحول اللہ و قوتہ۔

آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آ چکا ہے۔ اس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہیں۔ یہ حصہ بلاشبہ صحیح ہے مگر اس کی صحت روایت کی مدد سے نہیں، بلکہ تعامل کے ذریعہ سے ہے۔ دوسرا وہ حصہ جس پر تعامل نہیں پایا گیا۔ یہ حصہ یقیناً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مدار صرف اصول روایت پر ہے اور اصول روایت سے صحت کا ثبوت اور کامل اطمینان نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس حصہ کی قرآن کریم سے موافقت ثابت ہو تو یہ بھی یقیناً صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اس قول سے ثابت ہے اور یہی جتانا اس وقت مدنظر ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایت اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہیں، اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ ضروریات دین اصطلاح علماء اسلام میں کس کو کہتے ہیں؟ اور تعامل کی کیا حقیقت ہے؟ اور وہ جملہ احادیث معاملات و احکام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے متعلق کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور اہل اسلام کے نزدیک اصول تصحیح روایت کیا ہیں؟ خاکسار ہر ایک امر سے آپ کو اور دیگر ناواقف ناظرین کو مطلع کر کے یہ جتانا چاہتا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ وہ ناواقفی پر مبنی ہے اور وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہوسکتا۔

پس واضح ہو کہ ضروریات دین وہ کہلاتے ہیں جو دین سے ضرورۃً یعنی بداہۃً اور بلا نظر وفکر معلوم ہوں، نہ وہ امور جن کی طرف دین کی ضرورت یعنی حاجت متعلق ہو۔ ضرورت سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنخضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج و مستثنیٰ نہیں ہوتی۔ آنخضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت وضرورت کے متعلق ہے۔ اس صورت میں دوسرا حصہ احادیث جس کو آپ یقیناً صحیح نہیں جانتے، ضروریات دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضروریات سے میری مراد وہی ہے جو تم نے بیان کی ہے تو پھر جملہ احکام معاملات وعقود کو ضروریات میں شامل کرنا غلط قرار پاتا ہے۔ احکام متعلقہ معاملات بلکہ عبادات جملہ ایسے نہیں جو بداہۃً دین سے ثابت ہوں۔

کسی حکم یا امر پر تعامل کی صورت یہ ہے کہ وہ حکم عام لوگوں کے عمل میں آجائے، اس کی مثال ہم احکام شرع سے صرف ان اتفاقی امور کو ٹھہرا سکتے ہیں جو جملہ اہل اسلام میں علی سبیل الاشتراک عمل میں آگئے ہیں۔ یعنی نماز یا حج یا صوم کے اتفاقی ارکان بلا لحاظ ان کے قیودات وخصوصیات کے کہ نماز رفع یدین والی ہو یا بلا رفع اور اس میں ہاتھ سینہ پر باندھے جاویں یا زیر ناف یا ارسال یدین ہو و علی هذا القياس اور ان کے قیود اور خصوصیات کا لحاظ کیا جائے تو ان پر تعامل کا ادعا محض غلط ہے۔ اور کوئی فریق یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ہمارا طریق تعامل عام اہل اسلام سے ثابت ہے۔ ان امور پر تعامل عام ہوتا تو اس میں اختلاف ہرگز واقع نہ ہوتا، جو آپ کے نزدیک وضع وعدم صحت کی دلیل ہے۔ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ احادیث کا حصہ متعلقہ عبادات و معاملات تعامل سے ثابت ہے، محض ناواقفی پر مبنی ہے۔

اور اگر تعامل سے آپ کی مراد (اس تحریر کے جواب میں آپ نے تحریر نمبر ۸ میں تعامل کی تشریح کی اس سے آپ کی یہی مراد ثابت ہوتی ہے۔ لہذا جو اعتراض اس مراد پر وارد ہوتا ہے وہ یقیناً آپ پر وارد ہے۔ محمد حسین) خاص خاص فرقوں یا شہروں یا اشخاص کا تعامل ہے۔ اور اس تعامل کو آپ قطعی صحت کی دلیل سمجھتے ہیں تو آپ پر سخت مصیبت پڑے گی، کیونکہ یہ تعامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص ہر ایک قوم وشہر و مذہب کا باہم مختلف ہے۔ یہ موجب یقین ہو، تو چاہیے کہ جملہ احادیث مختلفہ جن پر یہ تعامل ہائے خاص خاص پائے جاتے ہیں، یقینی اور صحیح ہوں، اور یہ امر نہ صرف آپ کے مذہب کے بالکل مخالف ہے، بلکہ حق اور نفس الامر کے بھی مخالف ہے۔

اصول تصحیح روایت محققین اہل اسلام کے نزدیک یہ نہیں جو آپ نے قرار دیا ہے کہ وہ توافق قرآن ہے یا تعامل امت، بلکہ وہ اصول شروط صحت ہیں جن کا مدار چار امور ہیں۔ عدل۔ ضبط۔ عدم شذوذ۔ وعدم علت۔ ان شروط میں جو آپ نے سلامت فہم راوی کو داخل کیا ہے، یہ بھی آپ کی فنون حدیث سے ناواقفی پر دلیل ہے۔ فہم معانی ہر ایک حدیث کی روائت کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ خاص کر اس حدیث کے لئے شرط ہے جس میں بالمعنی حکایت ہو اور جس حدیث کو راوی بعینہ الفاظ سے نقل کر دے اس میں راوی کے فہم معانی کو کوئی شرط نہیں ٹھہراتا۔ کتب اصول حدیث شرح نخبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ اس کے جواب میں شائد آپ یہ کہیں گے کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے مقتدا سید احمد خاں نے کہا ہے تو آپکو اس پر اہل اسلام جو فن حدیث سے واقف ہیں محض ناواقف کہیں گے

(سرسید کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔ سرسید کی اقتداء کا ثبوت درج ذیل ہے:

احادیث مسلم الصحت کو صحیح اور درحقیقت قول نبوی قرار دینے کیلئے موافقت قرآن کو شرط ٹھہرانے میں مرزا صاحب نے سرسید کی کاسہ لیسی کی ہے۔ اس مسئلہ ہی کی کیا خصوصیت ہے، جو بات بھی آپ نے تمام مسلمانوں کے برخلاف اسلام میں نکالی ہے اس میں سرسید کی متابعت وشاگردی اختیار فرمائی ہے۔ اس مسئلہ میں جو مرزا نے کہا ہے وہ ناظرین تحریرات فریقین پر مخفی نہیں ہے۔ اب ناظرین ان کے پیرومرشد سرسید احمد کا کلام سنیں اور فرع کی اصل سے فقرہ بفقرہ مطابقت کر لیں۔

سرسید احمد نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲۰ جلد ۲ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ میں مضمون نمبر ۶۱ بعنوان اقسام حدیث شائع کیا ہے۔ اس کی تمہید میں آپ نے کہا ہے: انسان کی روحانی ترقی اور دنیاوی بہبودی اور حسن معاشرت اور علم وتجربہ کا کمال بہت کچھ اس کے مسائل مذہبی کی تنقیح پر موقوف ہے۔ اوہام مذہبی کی تاریکی انسان کے دل کو سیاہ اور اس کے دماغ اور عقل کو کند اور خراب کر دیتی ہے۔ اسلئے جو لوگ مسلمانوں کی ترقی علوم اور ترقی تہذیب وشائستگی پر بحث کرتے ہیں ان کو ایسے مسائل سے بحث کرنا جو غلطی سے ان چیزوں کے مانع خیال کئے جاتے ہیں ناگزیر ہوتا ہے۔ ۲۔ منجملہ ان ہی موانع کے بہت سے مسائل ہیں جن کی بنیاد غلط یا نامعتبر حدیثوں پر بھی ہوتی ہے۔ ۳۔ مسلمانوں میں یہ ایک عام خیال ہو گیا ہے کہ جو بات کسی حدیث میں آئی ہے اس سے انکار کرنا کفر یا خوف معصیت ہے۔ مگر اس بات پر خیال نہیں جاتا کہ جب ہم یہ بات سنیں کہ فلاں بات کسی حدیث میں ہے تو اول اس بات کی بھی تحقیق کر لیں کہ آیا وہ حدیث بھی معتبر ہے یا نہیں۔ اور درحقیقت وہ قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ ہے یا نہیں۔ ۴۔ غالباً لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ تحقیق حدیث کا زمانہ گذر گیا۔ اور جو کچھ کہ اگلے علماء تحقیق کر کے لکھ چکے ہیں وہی احادیث محققہ ہیں۔ اب ہمارے لئے صرف اتنی بات کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاننا کافی ہے کہ وہ حدیث کتب حدیث میں مندرج ہے اور علماء نے اس کو صحیح لکھا ہے۔ ۵۔ ہمارا بھی مطلب اس مقام پر کسی نئی تحقیق سے نہیں ہے۔ بلکہ ہم ان ہی حدیثوں کی نسبت جو کتب حدیث میں مندرج ہیں یہ بات دیکھنی چاہتے ہیں کہ ان میں کونسی حدیث درحقیقت قول یا فعل یا تقریر رسول خدا ﷺ کی ہے۔ اور کون سی ان کی نہیں، بلکہ دوسرے شخص کی ہے۔ تاکہ ہم اپنے رسول مقبول کی کلام کو دوسرے شخص کی کلام سے بالکل جدا کر لیں۔ پس اس مراد سے ہم اقسام حدیث کو جو علماء نے بیان کئے ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں۔

اس کے بعد سرسید احمد نے ایک قسم حدیث بالمعنی بیان کیا ہے۔ یعنی وہ حدیث جس کو راوی نے آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے نقل نہ کیا ہو بلکہ اپنے الفاظ سے آنحضرت ﷺ کی مراد کو بیان کیا ہو۔ دوسرا قسم حدیث در حکم مرفوع، یعنی وہ حدیث جس کو بتصریح آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو بلکہ صحابی کے ایسے قول کو جو عقل سے نہ کہا جا سکتا ہو، آنحضرت ﷺ سے مسموع قرار دے کر حدیث نبوی قرار دیا گیا ہو، گیارھویں قسم حدیث معنعن، یعنی وہ جس کو راوی حدیث نے بلفظ عن آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہو، بارہویں قسم حدیث مئونن، یعنی وہ حدیث جسکو راوی نے بلفظ ان نقل کیا ہو، اور دیگر اقسام حدیث موقوف، مقطوع، معلق، مرسل یا منقطع بعض، مدلس، مضطر۔ ۶۔ اس کے بعد کہا ہے یہ بارہ قسمیں حدیث صحیح کی (یہ غلط ہے۔ قسم سوم سے دہم تک کو محدثین صحیح ولائق دست آویز نہیں سمجھتے۔ بلکہ ضعیف و ناقابل اعتماد قرار دے چکے ہیں۔ اور ان اقسام کی حدیثوں کو وہ کتب حدیث ملتزم الصحۃ کے مقاصد میں نہیں لائے۔ محمد حسین) جو ہم نے بیان کی ہیں ایسی ہیں کہ ہر عاقل شخص یہ بات کہے گا کہ ان میں سے حدیث نبوی ہونا بھی ممکن ہے اور ان میں سے کسی کا بھی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہیں۔

پھر آپ (سرسید) فرماتے ہیں: ۷۔ علماء متقدمین نے جو کچھ رائے اس کی نسبت قائم کی ہے وہ صرف ان کی رائے ہے، کوئی حدیث یا حکم من جانب شارع اس پر نہیں۔ پس ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہم بھی ان راویوں اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھیں اور ہمیشہ دل سے حسن ظن ان کی طرف رکھیں۔ مگر ایسا کرنے میں بالکل اندھے نہ ہو جاویں۔ اور کچھ بھی خیال نہ کریں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حدیثوں کے حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دیں پس وہ اصول یہ ہے۔ اول۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہیں۔ اگر ہو تو ہم کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ حدیث نبوی نہیں۔ ۔ اس کے بعد سرسید نے چھ اصول اور بیان کئے ہیں جو نیچری اصول ہیں۔ اور پھر کہا ہے: ۸۔ اقسام مذکورہ بالا کی حدیثیں تمام کتب میں یہاں تک کہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں۔ پس ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اسی قدر کہتے ہیں کہ اس قسم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث کو صرف اسی وجہ سے کہ فلاں حدیث کی کتاب میں، (مثلاً بخاری میں یا مسلم میں، کیونکہ بخاری و مسلم کا نام اوپر صاف لے چکے ہیں) مندرج ہے، حدیث نبوی کہنا نہیں چاہیے بلکہ ان اصول ہفت گانہ سے اس کا امتحان کرنا لازم ہے۔ اس میں بھی وہ ٹھیک اور پوری اترے اس وقت اس کی نسبت حدیث ہونے کا ظن غالب رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس امتحان کے بعد بھی اس سبب سے کہ اس حدیث کی روائت بھی اسی قسم کی ہے جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہیں ہے اس حدیث کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہیں کہہ سکتے۔ راقم سید احمد۔

اس کلام کا فقرہ اول تمہیدی ہے۔ باقی فقرات میں جو کہا گیا ہے۔ وہ قادیانی کی کلام میں موجود ہے فقرہ دوم وسوم میں جو احادیث کو غلط و نامعتبر کہا گیا ہے اور ان کے درحقیقت قول و فعل و تقریر نبوی ہونے سے انکار کیا گیا ہے، یہ بات مرزا صاحب بخاری و مسلم کی نسبت بارہا کہہ چکے ہیں۔ اور ان احایث کے درحقیقت احادیث نبوی ہونے سے انکار کر چکے ہیں۔ فقرہ چہارم پنجم ہفتم و ہشتم میں راویان حدیث کی نسبت حسن ظن و ادب کا بھی اظہار کیا ہے اور ان کے اصول روایت اور تحقیق کو مان کر ان کی احادیث کو بظن غالب صحیح قرار دیا ہے ومع ہذا ان احادیث کے بلا تحقیق صحیح مان لینے کو اندھا پن قرار دے کر موافقت قرآن سے ان کی صحت کا امتحان ضروری ٹھہرایا ہے۔ یہ بات مرزا قادیانی کی اکثر تحریرات سابقہ و تحریر آئندہ نمبر ۸ میں پایا جاتا ہے۔ فقرہ ہشتم میں اور فقرہ ششم کے آخر میں جو ان احادیث کا بالجزم والیقین کلام نبوی نہ ہونا بیان کیا گیا ہے، یہ بھی مرزا کی ہر ایک تحریر میں موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین تحریرات قادیانی کو بغور وتوجہ ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین وایمان لائیں گے کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کو مخالف قرآن ہونے یا غیر قطعی ہونے کے بہانہ سے رد کرنا، قادیانی نے سرسید سے سیکھا ہے اور جو کچھ اس باب میں اس نے کہا ہے وہ سرسید ہی کا اولچہ ہے۔ رہا بیان اس امر کا کہ سرسید احمد کی ان باتوں کا جن میں قادیانی نے ان کی تقلید وشاگردی کی ہے، کیا جواب ہے۔ سو اس مکان میں اجنبی ہے۔ یہ بیان ہمارے مضمون حدیث نبوی اور نیچری وعیسائی میں جو اشاعۃ السنۃ جلد پنجم کے متعدد نمبروں میں (۲ تا ۵) میں درج ہے، شائع ومشتہر ہو چکا ہے۔ ناظرین ان نمبروں کو ملاحظہ فرماویں گے تو جان لیں گے کہ ان تمام باتوں میں سرسید احمد نے دھوکہ کھایا اور مرزا قادیانی وغیرہ اتباع وتلامذہ کو دھوکے کے گرداب میں ڈال دیا۔

یہ احادیث صحیحہ کو ظنیت ومخالفت قرآن کے بہانہ سے رد کرنے میں سرسید احمد کے شاگرد ہونے کا ثبوت ہے۔ اب چند اور مسائل مخالفہ اسلام میں مرزا صاحب کا شاگرد سرسید احمد ہونا ثابت کرنے کی غرض سے بطور تمثیل تصانیف سرسید احمد اور تصانیف مرزا قادیانی سے ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور رسالہ اشاعۃ السنہ میں ان مسائل کے مواضع جواب کی بھی نشان دہی کی جاتی ہے۔

۱۔ اپنے خیالی نیچر کو خدا کی قدرت کا قانون قرار دینے اور اس کی دست آویز سے عقائد اسلام کو رد کرنے کا مسئلہ قادیانی نے سرسید احمد سے لے کر توضیح المرام ص ۵ و ۶، ازالہ اوہام، ص ۴۵ و ۱۴۶ میں ذکر کیا ہے۔ جن کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۱۳ میں بضمن فتوی تکفیر منقول ہیں۔ سرسید نے یہ مسئلہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵ ، تہذیب نمر ۲ جلد ۶۔ تہذیب ماہ رجب ۸۶ ھ میں بیان کیا تھا۔ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ج ۶ نمبر ۸ ج ۲، نمبر ۱۱ و ۱۲ ج ۳ و نمبر ۸ ج ۴ میں بیان ہوا۔ اس آخری نمبر یعنی نمبر ۸ ج ۴ میں یہ ثابت کیا گیا کہ نیچر کوئی مشخص ومقرر امر نہیں ہے۔ اس کا تقرر وتشخص انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے خود اس امر کو سرمہ چشم آریہ میں ثابت کیا ہے اور اس کے صفحہ ۱۳ سے ۲۴ تک یہ بیان کیا ہے کہ اپنے مشاہدات وتجارب کو خدا کی قدرت کا قانون ومعیار ٹھہرانا کمال درجہ کا کفر وبے ایمانی وبے ادبی ہے۔ اور اس کے صفحہ ۴۷ سے ۵۲ تک ایسے نظائر بیان کئے ہیں جس کو بظاہر قانون قدرت کے مخالف سمجھا جاتا ہے اور درحقیقت وہ قانون قدرت کے مخالف نہیں ہیں۔

۲۔ مرزا قادیانی نے سرسید احمد سے حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور واحیائے موتی وغیرہ کے حقائق مشہورہ سے انکار کرنے اور ان کو مسمریزم یا عمل الترب قرار دینے کا مسئلہ لیا اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۰۳ و ۳۰۵ و ۴۴۲ وغیرہ میں بیان کیا، اس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ میں منقول ہیں۔ اور جلد ۱۴ کے متعدد نمبروں میں جواب دیا گیا ہے۔

۳۔ مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کا مسئلہ سرسید سے لے کر اپنے ازالہ اوہام صفحات ۳۷۱ سے ۳۸۲ تک بیان کیا۔ سرسید نے اسے تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۲۳ سے ۴۵ تک بیان کیا تھا۔ اور اشاعۃ السنۃ کی جلد ۱۳، اور ۱۴ میں اس کا جواب ہوا ہے (ان دونوں حوالوں کی عبارات مضمون نمبر ۴ کے حوالہ میں منقول ہیں۔ ناظرین اصل ازالہ اوہام قادیانی وتفسیر سید احمد خان میں ان عبارات کو تمام وکمال ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین لائیں گے کہ قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ تفسیر سید احمد خان سے سرقہ ہے۔ ہر چند انجیلوں میں بھی واقعہ صلیب کا قصہ مذکور ہے مگر اس قصہ میں جو اکاذیب کا نمک مرچ قادیانی نے ملایا ہے، وہ نہ انجیلوں میں ہے، نہ کسی اور آسمانی یا اسلامی کتاب میں ہے، وہ صرف سرسید ہی کی تفسیر میں ہے۔ اور اسی سے اس نے اخذ کیا ہے۔ مگر اس کو کسی قدر تقدیم تاخیر وکمی بیشی کا رنگ دے دیا ہے۔ آپ کے ایک حواری مبارک علی سیالکوٹی نے اشاعت عام رسالہ ازالہ اوہام سے پہلے اس کے بعض مضامین باطلہ کو بغرض امتحان رد وقبول اپنے رسالہ قول جمیل کے ذریعہ سے شائع کیا تو ازالہ اوہام کے اس مضمون واقعہ صلیب کو سید احمد خان کی تفسیر سے ماخوذ سمجھ کر اس کی تفصیل کو سرسید ہی کی بعینہا عبارت والفاظ سے نقل کر دیا اور یہ جتایا کہ آپ کے پیر ومرشد نے بھی اس مضمون کو اسی تفسیر سے اخذ کیا۔

۴۔ حضرت مسیح کے حق میں جو قرآن میں وما صلبوہ فرمایا گیا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے، نہ یہ مراد کہ وہ صلیب پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چڑھائے ہی نہیں گئے۔ یہ مضمون قادیانی نے سرسید احمد سے لے کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۸ پر بیان کیا جس کی عبارت یہ ہے: قرآن کریم کا منشاء و ما صلبوه سے یہ ہرگز نہیں کہ وہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا، یعنی قتل کرنا، اس سے خدا نے مسیح کو محفوظ رکھا۔

سرسید احمد نے تفسیر القرآن ص ۴۵ ج ۲ میں یوں لکھا تھا: و ما قتلوه و ما صلبوه پہلے ما نافیہ سے قتل کا سلب مراد ہے، اور دوسرے سے کمال کا، کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اس وقت ہوتی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی، حالانکہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی۔

یہ قادیانی اور سرسید احمد کی اصل عبارات ہیں اور تفصیل واقعہ صلیب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۸۱ میں ہے اور تفسیر سرسید کے صفحہ ۴۳ ج ۲ میں۔ ان عبارات میں جو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت نہ ہونا بیان کیا ہے، یہ کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں نہیں پایا جاتا۔ قرآن نے تو سرے سے حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی کی اور یہ بات فرمادی ہے کہ و ما صلبوه یعنی یہود نے مسیح کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔ چاروں انجیلوں میں ان کے صلیب پر چڑھائے جانے کا ذکر ہے، مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی ان چاروں میں تصریح ہے کہ مسیح نے صلیب پر جان دے دی اور اس کی تجہیز و تکفین دستور یہود کے مطابق ہوئی۔

انجیل متی کے باب ۲۷ میں ہے

۵۰۔ تب یشوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا... جب شام ہوئی یوسف نامی ...ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸۔ اس نے پلاطس کے پاس جا کر لاش مانگی تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی۔ اور ایک پہاڑی پتھر قبر کے منہ پر ڈھلکا کے چلا گیا۔

اور انجیل مرقس کے باب ۱۵ میں ہے۔

۳۷۔ تب مسیح نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا.... ۴۳۔ یوسف آرمتیا آیا اور دلیری کے ساتھ پلاطس کے پاس جا کر یشوع کی لاش مانگی۔ ۴۴۔ تب پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبیدار کو بلا کر پوچھا، کیا دیر ہوئی کہ وہ مر گیا۔ جب صوبیدار سے ایسا معلوم کیا تو لاش یوسف کو دلا دی اور اس نے مہین سوتی کپڑا مول لیا اور اسے اتار کے اس کپڑے میں کفنایا۔ (تا آخر مطابق بیان سابق)

اور انجیل یوحنا باب ۲۳ میں ہے۔

۴۶۔ اور یشوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا۔ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کے دم چھوڑ دیا۔ ۵۷۔ جب شام ہوئی یوسف نامی آرمینیا کا ایک دولت مند جو یشوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸۔ اس نے پلاطس کے پاس جا کے لاش مانگی۔ تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لے کر سوتی صاف چادر میں لپیٹی اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی

اور انجیل یوحنا باب ۱۹ میں ہے۔

۳۰ تب یشوع نے سر جھکا کے جان دی.... ۳۷۔ لیکن انہوں نے آ کے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھید دی۔ ۴۰۔ پھر انہوں نے یشوع کی لاش لے کر سوتی کپڑے میں خوشبوؤں کے ساتھ، جس طرح دفن کرنے میں یہودیوں کا دستور ہے، کفنایا۔ ۴۱۔ اور جس جگہ کہ اس نے صلیب دی تھی ایک باغ تھا اور اس باغ میں ایک نئی قبر تھی جس میں کوئی نہ دھرا گیا تھا۔ سو انہوں نے یشوع کو یہودیوں کی تیاری کے دن کے باعث وہیں رکھا، کیونکہ یہ قبر نزدیک تھی۔

ان تصریحات و نصوص اناجیل اربعہ سے پہلے سرسید نے آنکھ بند کر کے اپنی تفسیر میں مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کا۔ اور دلیری و بہادری کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ یہ کہہ دیا کہ کسی کتاب سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز وتکفین کی حضرت عیسے کے ساتھ عمل میں آئی تھی۔ پھران کی تقلید و پیروی میں قادیانی نے اپنے آپ کو اندھا کر کے صلیب پر حضرت مسیح کے فوت ہونے سے انکار کیا اور جو سرسید نے کہا تھا سو کہا، اوراس کے ساتھ ایک اور دلیری کر کے یہ دعوی کیا کہ اس واقعہ کے متعلق جو کچھ آپ نے دروغ بےفروغ ملایا ہے وہ انجیلوں میں لکھا ہوا ہے۔ اور خوف خداوننگ دنیا کو پیش نظر رکھ کر اتنا نہ سوچا کہ چاروں انجیلوں میں تو حضرت مسیح کا صلیب پرفوت ہوجانا، پھر دستور یہودیوں کے مطابق کفنایا و دفنایا جانا بتصریح بیان کیا گیا ہے، پھر میرا جھوٹ کب تک چھپا رہے گا۔ کوئی انجیلوں کو نکال کر دیکھے گا تو مجھے کیا کہے گا؟

مرزا قادیانی میں کچھ شرم وحیا ہوتا تو اپنے اس بیان سراپا بہتان کا انجیلوں میں پایا جانا نہ بتاتا۔ صرف یہ کہتا کہ میں نے سید احمد کی تفسیر میں ایسا پایا ہے اور کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی میں اس کا اثر نہیں دیکھا۔ مگراس کو شرم کہاں؟ اور سرسید کی شاگردی کا اظہار کرنے کی جرئت کہاں؟ وہ تو سرسید احمد کے کام سے اپنا نام کرنا، اور خود استاد بننا چاہتا ہے۔ اوراس وجہ سے اس کی اتباع سے عار وانکار کرتا ہے، اور نمک خوردن ونمک دان شکستن، پر پورا کاربند ہو رہا ہے۔ مگر خدا نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا اور اشاعۃ السنہ کے ذریعہ سے ہرکس وناکس کو بتادیا کہ یہ سرسید کا چور ہے اوران کا شاگرد ہے مگر ناشکرا

☆۵۔ صلیب سے اترنے کے بعد حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دینے کا عقیدہ قادیانی نے سرسید سے لے کر فتح الاسلام، توضیح المرام۔ ازالہ اوہام۔ اور اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں بیان کیا اوراس کی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ ج ۱۳ میں بضمن فتوی منقول ہیں۔ سرسید نے یہ مضمون تفسیر القرآن ج ۲ صفحہ ۴۶ سے ۵۰ میں بیان کیا۔ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۲۔۳۔۴ جلد ۱۴ اشاعۃ السنہ میں اس کا جواب ہے۔

۶۔ آیہ و ان من اھل الکتا ب الا لیئو منن بہ میں ایمان سے حضرت مسیح کے صلیب پر مارے نہ جانے پر ایمان مراد ہونے کا عقیدہ، مرزا قادیانی نے سرسید احمد خان سے لے کر اپنے ازالہ اوہام کے صفحات ۳۶۹ سے ۳۷۶ میں لکھا کہ کسی کوان گروہوں سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہیں۔ (ص ۳۷۵ ازالہ اوہام)۔ اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان پر جو ہم نے اہل کتاب کے حالات کی نسبت ظاہر کئے ہے ایمان نہ رکھتا ہو (ازالہ اوہام۔ص ۳۷۴)۔ اور سرسید احمد نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۱۶۵ میں بیان کیا۔ اصل عبارت یوں ہے: یہ ہی نہیں کوئی اہل کتاب سے یقین کرے ساتھ اس کے یعنی حضرت عیسے کے صلیب پر مارے جانے کے قبل اپنے مرنے کے یعنی بعد مرنے کے وہ جان لے گا کہ صلیب پر حضرت مسیح کا مرنا غلط تھا۔

ان کا جواب اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ کے شروع کے نمبروں میں ہے۔ یہاں قادیانی اور سرسید احمد کی عبارتیں کیسی صاف بتارہی ہیں کہ ان میں سے اول الذکر، ثانی سے مسروق یا ماخوذ ہے۔ اوراس آیت کی تاویل وتحریف میں مرزا صاحب نے سرسید احمد کی شاگردی کی ہے۔ پھر مرزا کی اس جرئت کو ملاحظہ کرو کہ اس نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۶ میں یہ ادعا سراسر افتراء کیا ہے کہ ان معنی کا انکشاف مجھے بذریعہ الہام ہوا ہے۔ ہم کہتے ہیں سچ ہے، یہ الہام ہوا ہے مگر خداتعالی کی طرف سے نہیں، بلکہ سرسید اوران کی تفسیر سے یا معلم الملکوت کی طرف سے۔ کما قال اللہ تعالی: و ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ئھم۔ اور قال اللہ تعالی یو حی بعضھم الی بعض زخر ف القول غروراً

۷۔ یہ مضمون کہ روح القدس، جبریل وغیرہ انسان کی صفت ہے جو خدا کی محبت اورانسان کامل کی محبت کے تلقی سے متولد ہوتی ہے، مرزا صاحب نے سرسید احمد سے اخذ کیا اور توضیح المرام کے صفحہ ۲۱ میں کہا ہے: ان دو محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں، ایک تیسری پیدا ہوجاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے۔

اوراس کتاب کے صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے: یہ کیفیت دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہوجاتی ہے اس کو روح امین بولتے ہیں اس کا نام شدید القوی بھی ہے اس کا نام ذوالافق الاعلی بھی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرسید احمد نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد اول ص ۴۹ میں یوں بیان کیا تھا: ان باریک باتوں پر غور کرنے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالی جو اپنے جاہ وجلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے اس کا کوئی اصلی وجود نہیں بلکہ خدا تعالی کی بے انتہاء قدرتوں کے ظہور کو اوران قوی کو جو خدا تعالی نے اپنی مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیے ہیں، ملک یا ملائکہ کہا ہے۔ جن میں ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی قوت صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب ودفع۔ غرض تمام قوی جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں۔ اور جو مخلوقات میں نہیں، وہی ملائک یا ملائکہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہوتا ہے۔

۸۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ وغیرہ انبیاء وصلحاء جو ملائکہ کی صورتیں دیکھتے ہیں یا ان کی آوازیں سنتے ہیں، یہ ان کی خیالی صورتیں ہیں، مرزا قادیانی نے توضیح مرام کے صفحہ ۷۰ میں یوں بیان کیا: جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھ دیتا ہے، معاً اس نالی میں سے فیض وحی اس کے اندر گر جاتا ہے۔ یا یوں کہو کہ اس وقت جبریل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اس کے اندر رکھ دیتا ہے۔ تب جس نے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو اس عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو یہ نہیں کہ فرشتہ انسان کے اندر گھس آتا ہے، بلکہ اس کا عکس انسان کے آئینہ قلب میں نمودار ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب آئینہ تم اپنے منہ کے سامنے رکھ دو گے تو تمہاری شکل کا عکس اس میں پڑے گا، یہ نہیں کہ تمہارا منہ اور سر، گردن سے ٹوٹ کر الگ ہو کر آئینہ میں رکھ دیا جائے گا۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۹ میں مرزا قادیانی نے لکھا: پس جب جبریل جنبش میں آتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے بھی نام سے موسوم کرنا چاہیے، محبّ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے اور اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے، تب یہ قوت خدا تعالی کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے۔ اور اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے۔ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہر ایک دل میں یکساں نہیں ہوتی۔

اور سرسید احمد خان نے یہ مضمون تفسیر القرآن جلد ۲ ص ۴۲ میں یوں بیان کیا: تمام یہودی یقین رکھتے تھے کہ ان میں ایک مسیح پیدا ہونے والا ہے جو یہودیوں کی بادشاہت کو پھر قائم کرے گا۔ اس لئے یہودی عورتیں بیٹا ہونے کی نہایت آرزو رکھتیں تھیں اور دعا مانگتی تھیں اور عبادتیں کرتی تھیں کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتوں میں اس قسم کی خوابوں کا دیکھنا یا بن بولنے والی آوازوں کا سننا یا متخیلہ میں کسی مجسم شئے کا دکھلائی دینا، ایسا امر ہے جو بمقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔

اس عبارت سرسید میں اور قادیانی کی عبارت میں گو اس خیالی صورت کے جو انبیاء وصلحاء دیکھتے تھے پیدا ہونے کا موجب جداگانہ بیان ہوا ہے۔ مگر اس صورت کو خیالی قرار دینے میں دونوں عبارتوں کا اتفاق ہے۔ ایسا ہی اس سے پہلے مضمون کی مصدق عبارات کا، گو کسی قدر اختلاف ہے مگر قوی پر ملائکہ کا اطلاق کرنے میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اس سے ناظرین سمجھ لیں کہ قادیانی نے مضمون نمبر ۷ و ۸ سرسید احمد سے لیا ہے مگر اسکی ادا کے طرز بیان کو بدل دیا ہے۔

۹۔ یہ مضمون کہ آنحضرت ﷺ کو جسم سے معراج نہیں ہوا، قادیانی سرسید سے اخذ کر کے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۷ وغیرہ میں بیان کیا۔ اور سرسید نے تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ ج ۵ بابت شعبان ۹۱ھ میں بیان کیا تھا۔ اس مسئلہ کے اخذ وشاگردی میں شاگرد صاحب استاد سے بڑھ گئے۔ استاد نے تو دور اندیشی سے کام لیا اور جسمانی معراج کو بحکم عقل محال وناممکن قرار نہیں دیا تھا۔ اور اس انکار پر بزعم خود صرف نقلی دلائل قرآن وحدیث واقوال بعض صحابہ سے، جو اس معراج کو ایک خواب قرار دیتے ہیں، استدلال کر کے اپنے اصل مذہب اور اس کی عقلی وجہ انکار پر پردہ ڈال دیا تھا، مگر شاگرد صاحب کوتاہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندیشی سے کھل کھیلے اور جسمانی معراج کو عقلاً ناممکن ومحال قرار دے کر عقلی وجوہات اور نیچرل استدلال سے اس کے مبطل ہوئے ہیں۔استاد سرسید احمد کا اصل کلام جو پرچہ مذکور میں ہے، یہ ہے: نسبت معراج رسول خدا ﷺ کے تین مذہب ہیں۔اول مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا جو اس بات کے قائل ہیں کہ معراج روحانی ہے، نہ جسمانی۔دوسرا مذہب چندا کا بردین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ معراج بیت المقدس تک جسمانی تھی اور وہاں سے ملاء اعلیٰ تک روحانی۔تیسرا مذہب عام جو سب میں مشہور ہے کہ بتمامہ معراج جسمانی تھی۔ میری یہ رائے ہے کہ جہاں تک اس مسئلہ پر اور قرآن مجید اور احادیث پر غور کیا جاتا ہے تو مذہب حضرت عائشہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہے وہی مذہب میں نے اختیار کیا ہے۔،

شاگرد صاحب کا اصل کلام، جو بظاہر حضرت مسیح کے عروج آسمانی پر ایک حملہ ہے مگر اس میں آپ نے آنخضرت ﷺ کے معراج کو بھی لپیٹ لیا ہے، یہ ہے جو ازالہ اوہام کے صفحہ مذکور میں ہے: ماسوا اس کے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہیں جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی....ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے تو آنخضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف (یہ لفظ آنخضرت ﷺ کے جسم شریف ولطیف کی نسبت اسی کے منہ سے نکل سکتا ہے جس کے دل میں آنخضرت ﷺ کی مطلق تعظیم نہ ہو۔محمد حسین) کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے۔ایسی کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے، آسمان کی سیر کرسکتا ہے....اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔،

اس کلام میں مرزا صاحب نے کیسی نیچرل وجوہات سے جسمانی معراج نبوی کا بزعم خود ابطال کیا ہے اور جس قسم کا روحانی اور کشفی معراج آنخضرت ﷺ کے لئے تجویز کیا ہے اس میں اپنا حصہ بھی رکھ لیا۔اور صاف یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایسا معراج کشفی مجھے خود ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ ۔ کبرت کلمة تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذباً ۔ اس کلام کو دیکھ کر بھی کوئی شخص آپ کے نیچری ہونے میں شک ظاہر کرے تو سمجھا جاوے گا کہ وہ خود نیچری ہے۔جو ایسے ایمانی امور متشابہ الحقیقت مجہول الکنہ پر ایمان نہیں رکھتا۔

۱۰۔یہ مضمون کہ بنی اسرائیل کا مقتول جس کا ذکر آیت و اذ قتلتم نفساً فادارئتم میں ہے، درحقیقت زندہ نہیں ہوا تھا، مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۴۹ میں یوں بیان کیا ہے: قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہوگیا تھا۔اور واقعی طور سے قالب میں جان پڑ گئی تھی۔بلکہ اس آیت پر غور کرنے سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے ایک خون کرکے چھپا دیا تھا اور بعض، بعض پر تہمت خون لگاتے تھے۔سو خدا تعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کیلئے یہ تدبیر سمجھائی تھی کہ تم ایک گائے ذبح کرکے اس کی بوٹیوں کو اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ تھا ان بوٹیوں کو نوبت بنوبت اس لاش پر ماریں۔تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہوں گی جس سے خونی پکڑا جاوے۔اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی، تا چور بے دل ہوکر اپنے تئیں ظاہر کردے۔لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کرتے ہیں کہ جن کو عالم ملکوت کے اسرار سے حصہ نہیں۔اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص یہ ہیں کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہوکر اس سے بعض مشتبہ و مجہول امور کا پتہ لگ جاتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ کسی سچائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوضائع نہ کریں۔اور ہر یک حقیقت یا خاصیت جو عین صداقت ہے اس کو خداتعالی کی طرف سے سمجھیں۔علم عمل الترب ایک عظیم الشان ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہے ۔(تا آخر صفحہ)۔

اس مضمون کو سرسید احمد نے تفسیر القرآن ج ا صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱ وغیرہ میں بیان کیا تھا جس کے بعض فقرات یہ ہیں: اللہ تعالی نے حضرت موسی کے دل میں یہ بات ڈالی تاکہ سب لوگ جو موجود ہیں اور ان ہی میں قاتل بھی ہے، مقتول کے اعضا سے مقتول کو ماریں۔جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں وہ بہ سبب یقین اپنی بے گناہی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے، مگر اصل قاتل بہ سبب خوف اپنے جرم کے جو از روئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانہ میں اس قسم کی باتوں سے دل میں ہوتا ہے، ہرگز ایسا نہیں کرنے کا۔اور اس وقت معلوم ہو جائے گا۔اس قسم کے حیلوں سے اس زمانہ میں بہت سے چور معلوم ہو جاتے ہیں۔اور وہ بہ سبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلا خوف کرتے ہیں،نہیں کرسکتے۔پس یہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنے کی تھی۔اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

اس مسئلہ کے اخذ میں بھی شاگرد (قادیانی) صاحب اپنے استاد سے بڑھ گئے۔استاد صاحب نے تو مقتول بنی اسرائیل کے زندہ ہونے سے انکار پر یہ پردہ ڈالا تھا کہ جو کام اس مقتول کی نسبت بحکم الہی کیا گیا تھا وہ صرف ایک دھمکی تھی، شاگرد صاحب نے اس پردہ کو ناکافی سمجھ کر اس انکار زندگی مقتول پر یہ پردہ ڈالا کہ وہ مسمریزم کا عمل تھا، جو نئی روشنی / نئی تہذیب والوں کی نظروں میں خوش نما معلوم ہوا۔مگر اس سبقت کے ساتھ جو انہوں نے اپنے استاد پر دھمکی کی تجویز کے سبب یہ طعن کیا ہے کہ وہ علم عالم ملکوت اور عمل الترب سے بے نصیب ہیں، اس میں استاد کی ناشکری اور کفران نعمت کا ارتکاب کیا ہے۔اور یہ خیال نہ فرمایا کہ عمل مسمریزم کا مسئلہ تو میں نے سرسید ہی سے سیکھا ہے۔ پھر ان کو اس عمل کے علم سے بے نصیب قرار دینا ناشکری نہیں تو کیا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اس آیت کی تاویل وتحریف کے وقت یہ تجویز عمل مسمریزم استاد کو یاد نہ آئی، مگر اس سے ان کی بے علمی و بے نصیبی ثابت نہیں ہوتی۔یہ تو صرف بھول ہے جو بڑے بڑے استادوں سے ہو جاتی ہے۔اس بھول پر مرزا کا ان کو بے علم و بے نصیب کہنا اور اس بات پر جو ان ہی سیکھی ہوئی ہے فخر کرنا، ہرگز مناسب نہ تھا۔

اس عبارت کے آخر میں مرزا صاحب نے علم مسمریزم یا عمل الترب کو عظیم الشان کہا ہے اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں جس کی اصل عبارت فتوی تکفیر مرزا میں منقول ہے، مکروہ اور قابل نفرت کہا ہے۔اس سے مرزا صاحب نے مثل مشہور: دروغ گورا حافظہ نباشد، کو سچ کر دکھایا اور یہ جتایا ہے کہ علم عمل الترب کی نسبت آپ کو کچھ واقفیت اور دلی یقین نہیں ہے۔اور جو کچھ اس کے متعلق آپ نے کہا ہے، اس میں لاف زنی کی ہے، اور کذب سے کام لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے قلم سے اس کے متعلق کہیں کچھ نکل گیا کہیں کچھ۔

ان امثلہ کے نظائر قادیانی کے کلام میں اس کثرت سے ہیں کہ ان سب کو اس پرچہ میں شمار کرنا دریا کو کوزہ سے ناپنا ہے۔

جیسے قادیانی کا حضرت مسیح کی نسبت یہ سوالات کرنا کہ اگر وہ جسم کے ساتھ آسمان پر ہیں تو کبھی سوتے، کبھی جاگتے ہوں گے۔دنیوی طعام وشراب پیتے کھاتے ہوں گے۔اوقات ضرورت میں پاخانہ پیشاب کرتے ہوں گے، اور ناخن اور بال کٹواتے ہوں گے۔اس کے لئے کوئی چارپائی بستر ہوگا وغیرہ، دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۴۱ ۷ وغیرہ

اور تفسیر لیلۃ القدر میں یہ کہنا کہ اس سے کمال درجہ کی ظلمت مراد ہے، نہ درحقیقت کوئی رات۔(فتح الاسلام صفحہ ۵۴)۔

اور تفسیر سورہ والشمس میں اس کا یہ کہنا کہ ناقۃ اللہ سے نفس انسانی مراد ہے اور سقیا سے یاد الہی اور معارف کا چشمہ۔(توضیح المرام۔ص ۶۵)

اور تفسیر علامات قیامت میں اس کا یہ کہنا کہ دابۃ الارض سے علماء ظاہر مراد ہیں (ازالہ اوہام۔ص ۵۰۳)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دخان سے یہ قحط مراد ہے جو اس وقت ملک میں پڑا ہوا ہے۔(ازالہ اوہام ص ۵۱۱)

اور مغرب سے طلوع آفتاب سے یورپ میں اسلام کا پھیلنا مراد ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۵۱۵)۔

اور خروج یاجوج ماجوج سے روس و انگریز کا باہم جنگ کرنا مراد ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۵۰۸)۔

اور دجال سے پادری وغیرہ انگریز مراد ہیں۔(ازالہ اوہام۔ص ۱۴۹ و ۴۹۵)۔

اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۱۴۲ وغیرہ)۔

اور ان چیزوں کے حقائق مشہورہ کو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑانا۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۰۵ میں لکھا ہے: مولوی صاحبان کوشش کر کے کوئی یاجوج ماجوج کا آدمی یا دجال کے جساسہ یا ابن صیاد کو ہی کسی جنگل سے پکڑ کر لے آویں۔ پھر کیا بات ہے۔سب مان جائیں گے کہ اسی طرح حضرت مسیح بھی آسمان پر زندہ ہیں۔اور مفت میں فتح ہو جائے گی۔ حضرات اب ہمت کیجئے۔ کہیں سے دجال شریر کے جساسہ کو بھی پکڑیئے۔حوصلہ نہ ہاریں۔آخر یہ سب زمین پر ہی ہیں۔ابن تمیم کی حدیث کو مسلم میں پڑھ کر اس پتہ سے جساسہ دجال کا سراغ لگایئے۔ یا خبیث دجال کو ہی جو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔بچشم خود دیکھ کر پھر اوروں کو دکھلایئے تو خوب ہے۔انگریزوں نے ہمت اور کوشش کر کے نئی دنیا کا سراغ لگا ہی لیا۔آپ اس ناکارہ کام میں ہی کامیابی دکھلایئے۔شائد ان لوگوں میں کسی کا پتہ چلے

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد   اگر خارے بود گل دستہ گردد

اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر خیر اسی میں ہے کہ ان بے ہودہ خیالات سے باز آ جاویں...... یہ تحقیق اور تدقیق کا زمانہ ہے۔اسلام کا ایسا خاکہ کھینچ کر نہ دکھلایئے جس پر بچہ بچہ ہنسی کرے۔غور کر کے سوچئے کہ یہ کروڑ ہا انسان جو صد ہا برسوں سے زندہ فرض کئے گئے ہیں، جواب تک مرنے میں نہیں آتے۔ کس ملک، کس شہر میں رہتے ہیں۔تعجب ہے کہ معمورہ دنیا کی حقیقت بخوبی کھل گئی، اور پہاڑوں اور جزیروں کا حال بخوبی معلوم ہو گیا اور تفتیش کرنے والوں نے یہاں تک اس تفتیش کو کمال تک پہنچا دیا جو ایسی آبادیاں جو ابتداء دنیا سے معلوم نہ تھیں وہ اب معلوم ہو گئیں۔مگر اب تک اس جساسہ اور دجال اور ابن صیاد مفقود الخبر اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کے کروڑ ہا انسانوں کا پتہ نہیں ملتا۔

اور اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۶۸ میں اس نے کہا ہے کہ: اس فلسفی الطبع زمانہ میں جو عقلی شائستگی اور ذہنی تیزی اپنے ساتھ رکھتا ہے، ایسے عقیدوں کے ساتھ دینی کامیابی کی امید رکھنا ایک بڑی بھاری غلطی ہے۔اگر افریقہ کے ریگستان، یا عرب کے صحرانشین امیوں اور بدوؤں میں یا سمندر کے جزیروں کے اور وحشی لوگوں کی جماعتوں میں یہ بے سروپا باتیں پھیلائیں تو شائد آسانی سے پھیل سکیں، لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی فلسفہ سے بکلی مخالف ہیں، تعلیم یافتہ لوگوں میں ہرگز نہیں پھیلا سکتے اور نہ یورپ اور امریکہ کے محقق طبع لوگوں کی طرف جو اپنے دین کی لغویات سے دست بردار ہو رہے ہیں، بطور ہدیہ بھیج سکتے ہیں۔جن لوگوں کے دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قوی میں ترقی دیدی ہے، وہ ایسی باتوں کو کیونکر تسلیم کریں گے جس میں سراسر خدا تعالیٰ کی توہین اور اس کی توحید کی اہانت اور اس کے قانون قدرت کا ابطال اور اس کے کتابی اصول کی تنسیخ پائی جاتی ہے۔

کتابی اصول اور توحید کو مرزا صاحب نے صرف مسلمانوں کو دام میں لانے کے لئے شامل کر لیا ہے۔آپ کا اصل استدلال اسی قانون قدرت یعنی نیچر سے ہے۔لہذا اسی کے ذکر پر اکتفاء آپ کو مناسب تھا۔جو حالات دجال یاجوج ماجوج وغیرہ کے آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ کتابی اصول و توحید خداوندی کے ہرگز مخالف نہیں۔اس کی تفصیل ان امور کے متعلق عقلی بحث میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔اور حدیث کے راوی صحابی کا نام ابن تمیم نہیں جیسا کہ قادیانی نے لکھا ہے بلکہ تمیم ان کا نام ہے۔مرزا قادیانی خود تو حدیث سے جاہل محض ہے، حکیم نورالدین وغیرہ سے سنی سنائی باتیں نقل کر دیتا ہے۔پس جو خیال میں آیا سو لکھ مارا۔یہ حدیث تمیم داری کی مع ترجمہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴ کے نمبر ۸ میں منقول ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورناظرین خیال فرماویں کہ اس مقام میں اس حدیث کے مضمون پر قادیانی نے کیسی ہنسی اڑائی ہے۔اورطرفہ یہ ہے کہ اس ہنسی اڑانے کیلئے احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد ویاجوج ماجوج میں اس نے بہت سی باتیں خارج از قیاس ازخود ملادی ہیں۔ جیسے اس کا کہنا کہ یہ کروڑ ہا انسان یاجوج ماجوج صدہا برسوں سے زندہ ہیں، مرنے میں نہیں آتے۔اورابن صیاد اور دابۃ الارض بھی زندہ موجود ہیں، جن کا کسی حدیث میں ذکر نہیں اور نہ کوئی مسلمان قائل ہے، اس طعن وتمسخر کے ساتھ اسکا یہ کہنا کہ میں نیچری نہیں ہوں، کیونکہ نیچریوں کے دل میں حدیث کی عظمت نہیں۔اور میں حدیث کو مانتا ہوں اور صحیح بخاری اور مسلم کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں، کذب ونفاق اور مسلمان کو دام میں لانے کے لئے ایک جال نہیں تو کیا ہے؟

ایسے ہی بے حد و بے شمار نظائر تصانیف قادیانی میں اور بھی پائے جاتے ہیں جو بعینھا یاان کا اصول سرسید احمد کے کلام میں موجود ہے ۔ان نظائر کی نظر سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ قادیانی نے جو نئی بات نکالی ہے، وہ سرسید احمد سے لی ہے اور اس میں ان کی شاگردی اختیار کی ہے، گو بعض باتوں میں شاگرد نے استاد پر سبقت حاصل کر لی ہے۔

قادیانی نے جو سرسید احمد کی شاگردی وپیروی سے انکار کیا اور اپنی تحریر نمبر پنجم میں کہا ہے کہ نیچریوں کا اول دشمن میں ہوں۔تو اس کی ایک وجہ تو وہی آپ کی ناشکری ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی ہے کہ آپ سرسید احمد کے کام سے اپنا نام چاہتے ہیں۔اور شاگرد ہوکر استاد کہلانے کے فکر میں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ آپ نے یہ خیال کیا کہ سرسید احمد اور ان کے پیروان بہ نظر مذہب مسلمانوں میں بدنام ہیں۔لہذا ہم ان کے پیرو وشاگرد کہلا کر مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں نہیں لاسکتے۔ یہ سوچ کر آپ نے ان کے اصول ومسائل کو سرگرمی کے ساتھ رواج دیا، مگر ان کے شاگرد وپیرو ہونے سے انکار مناسب سمجھا ۔بلکہ کہیں کہیں ان کی مخالفت وعداوت کا اظہار بھی ضروری خیال کیا۔ چنانچہ تحریر نمبر ۵ میں آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ایسا ہی ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۹۷ میں آپ کا سرسید کو اشارۃً علم عمل الترب سے بے نصیب کہنا ہے۔اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۵۵ میں تمام نیچریوں کو صراحۃً برا کہنا اور یہ دعوی کرنا ہے کہ ان کے دلوں میں قال اللہ وقال الرسول کی عظمت نہیں اور یہ لوگ حدیثوں کو نہیں مانتے۔

ولیکن عقل وحیا سے کام لے کر مرزا صاحب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ اصول نیچر کی پیروی وموافقت کے ساتھ آپ کی یہ مخالفت ظاہری کس کام آتی ہے۔ جس قدر طعن وتوہین واستہزاء بحق احادیث صحیحہ آپ کی کلام میں پایا جاتا ہے، سرسید اور ان کے اتباع کی کلام میں اس کا عشر عشیر بھی پایا نہیں جاتا، اور جن باتوں میں آپ نے سرسید کی شاگردی وپیروی اختیار کی ہے، ان کے اظہار وبیان میں آپ نے سرسید کو پیچھے چھوڑ دیا اور سبقت کا علم بلند کیا۔مثلاً

۱۔سرسید احمد نے تو حضرت مسیح کو صرف مردہ قرار دیا تھا۔آپ نے ان کو مار کر یا زندہ درگور کر کے ان کا عہدہ خود چھین لیا۔اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اشتہار دے دیا۔

۲۔سرسید احمد نے تو معجزات مشہورہ حضرت مسیح سے صرف انکار کیا اور ان کو مسمریزم کا اثر قرار دیا تھا۔مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو عمل مسمریزم قرار دے کر ایک مکروہ وقابل نفرت فعل ٹھہرایا اور خود حضرت مسیح سے بڑھ کر یا اس کے برابر یہ عمل مسمریزم کر دکھانے کا دعوی کیا۔

۳۔سرسید احمد نے تو منصب نبوت کو وسیع کر کے اوروں (جیسے کالون۔لوتھر۔اور بابو کشب چندرسین وغیرہ) کا نبی ہونا تجویز کیا تھا۔مرزا صاحب نے ختم نبوت کو توڑ کر خود دعوی نبوت ورسالت کیا۔اور اپنا احمد رسول مبشر بزبان عیسے علیہ السلام بنص قرآن و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ہونا مشتہر کردیا

پھر اس سبقت کے ساتھ آپ کا انکار شاگردی وپیروی سرسید سے کیا فائدہ بخش ہوسکتا ہے، اور اس سے آپ کا نیچری ہونا کب چھپا رہ سکتا تھا۔ان باتوں نے عام لوگوں کی نظروں میں آپ کو سرسید احمد کا مرشد، جیسا کہ آپ چاہتے ہیں، بنادیا۔اور ان کو سرسید احمد کا ذکر بھلادیا۔مگر ہم انصاف کا خون کرنا جائز نہیں رکھتے اور الفضل للمتقدم کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔اور اس لئے اب تک سرسید احمد کو آپ کا استاد اور آپ کو ان کا شاگرد مان رہے ہیں، عام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں۔

اس بحث و بیان سے کوئی نادان اتباع سرسید احمد خان سے شائد یہ نتیجہ نکال لے کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، اگر یہ سرسید کی کلام میں بعینہ یا باصلہ موجود ہے تو قادیانی صاحب، سرسید احمد کے شاگرد اور خلیفہ ٹھہرے، پھر ہم اپنے امام کے خلیفہ کی پیروی کیوں نہ کریں۔ اور کھلے خزانہ عیسائی مرزائی کیوں نہ کہلاویں۔ مگر ان کا یہ نتیجہ نکالنا محض دھوکہ کھانا ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص کسی کا خلیفہ تب ہی ہوسکتا ہے جب کہ وہ دو شرطوں کا پابند ہو، ان میں سے ایک شرط کا بھی وہ خلاف کرے گا تو ہرگز خلیفہ نہیں کہلائے گا۔

اول یہ کہ وہ اس کی پیروی اور نیابت اور خلافت کا معترف ہو۔ اس کی پیروی کا منکر اور اس کے مقابلہ کا مدعی نہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں وہ اس کا باغی کہلاتا ہے، نہ کہ خلیفہ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس کے اصول کا پابند رہے۔ ان کی مخالفت نہ کرے۔ کیونکہ درصورت مخالفت اصول وہ اس کا خلیفہ نہیں کہلاتا۔ بلکہ ایک مستقل امام کہلانے کا مدعی سمجھا جاتا ہے۔

اور مرزا قادیانی میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں اور ان کی اضداد موجود۔ وہ سرسید کی پیروی و نیابت کا منکر اور ان کے مقابلہ کا مدعی اور ان کے اصول جدیدہ کی پیروی کے ساتھ اس بات کا مدعی ہے کہ یہ اصول ایجاد بندہ ہیں۔ سرسید تو ان سے محض بے نصیب ہیں۔ اور ان کے اصول کے مقابلہ میں وہ بعض ایسے پرانے اصول کو بھی ہاتھ مارتا ہے جو اصول مذہب سرسید کے مخالف ہیں۔ اور اس سے وہ تناقض اور جمع بین الضدین کا مرتکب ہورہا ہے۔ مثلاً ا۔ وہ معجزات انبیاء کا منکر ہے، مگر اپنے لئے معجزات وخوارق کے انبار وطومار تجویز کررہا ہے۔ ۲۔ وہ حضرت مسیح کے صعود ونزول جسمانی اور اس کے متعلقات ولوازم کو خلاف قانون قدرت (نیچر)، وغیر معمولی سمجھ کر اس سے منکر ہے، مگر اپنے لئے غیر معمولی الہام ثابت کررہا ہے وعلی ہذا القیاس۔

اسی وجہ سے ان کے پیرومرشد سرسید نے اپنے پرچہ میں اس کے الہامات کے برخلاف ایک مضمون شائع کردیا ہے جس میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس الہام کی تجویز میں وہ اصول سرسید کی پیروی سے خارج ہوگیا اور ایک ناخلف مرید اور عاق شاگرد بن گیا ہے۔ اس لئے وہ سرسید کا خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اب اتباع سرسید احمد کو، اگر وہ ان کے سچے اتباع ہیں، ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اس مخالفت و بغاوت کے ساتھ صرف بعض اصول جدیدہ میں اس کے پیرو سید ہوجانے کے سبب اس کو سرسید کا خلیفہ سمجھیں اور اس کی اتباع و پیروی کو سرسید کی پیروی اتباع قرار دیں۔ قطع نظر اس سے ان کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے جو سرسید سے حل نہیں ہوا، اور اس کو قادیانی نے حل کردیا ہے۔ پھر پیرومرشد کو چھوڑ کر شاگردکی مریدی کا دم بھرنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ محمد حسین)

سلف نے احادیث نبویہ کو بعینہ الفاظ سے نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں شک راوی موجود ہے۔ اگر صحابہ وغیرہ رواۃ سلف میں حکایت بالمعنے کا رواج ہوتا تو دو ہم معنی لفظوں کو جیسے لفظ مومن اور مسلم ہے، شک سے بلفظ مومن او مسلم روایت نہ کیا جاتا۔ اس مسئلہ کی تحقیق کتب اصول فقہ واصول حدیث میں ہے۔ اور ہماری تالیفات اشاعۃ السنۃ وغیرہ میں بھی ہے۔ آپ ان کو ملاحظہ فرماویں۔

آپ شروط صحت کی تحقیق وثبوت کو شکی فرماتے ہیں۔ وبناءً علیہ صرف اصول روایت کو مثبت صحت قرار نہیں دیتے۔ یہ امر بھی فن حدیث سے آپ کی ناواقفی کا مثبت ہے۔ مہربان من، شروط کے تحقیق وثبوت میں محدثین نے ایسی تحقیق کی ہے کہ اس سے علم طمانیت حاصل ہوجاتا ہے۔ محدثین نے ہر ایک راوی کے تحقیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال میں کہ وہ کب پیدا ہوا، کہاں کہاں سے سفر کر کے اس نے حدیث حاصل کی، کس کس سے حدیث سنی، کس کس نے اس سے حدیث سنی، کون سی حدیث میں وہ متفرد رہا۔ کس حدیث میں اسے وہم ہو گیا ہے۔ کس شخص نے اسکی حدیث کو بلحاظ تحقق شروط صحیح کہا، کس نے ضعیف قرار دیا ہے وغیرہ، دفتروں کے دفتر لکھ دیئے ہیں۔ و بناء علیہ ہر ایک حدیث کی نسبت جسکو آئمہ حدیث خصوصاً امامین ہمامین، بخاری و مسلم نے صحیح قرار دیا ہے، اور عام اہل اسلام نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا ہے، ظن غالب صحت حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ ابن الصلاح وغیرہ آئمہ حدیث کے نزدیک شیخین کی اتفاقی حدیث جس پر کسی نے کچھ کلام نہیں کیا، مفید یقین ہے۔ آپ یقین کو مانیں، خواہ نہ مانیں، ظن غالب سے تو انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ اپنی تحریرات میں اس کا اقرار کر چکے ہیں۔

اس پر جو آپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً اعتراض کیا ہے، وہ بھی آپ کی اصول دین سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ مہربان من، ظن غالب عملیات میں لائق اعتبار ہے اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور دیگر آیات میں جہاں ظن کے اتباع سے ممانعت وارد ہے اس سے اعتقاد کے متعلق ظن مراد ہے، کیا آپ کو یہ مسائل معلوم نہیں یا کسی عالم سے نہیں سنے کہ اگر نماز میں بھول ہو جاوے کہ رکعت ایک پڑھی یا دو؟ تو نمازی تحری کرے اور جو ظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ یا اگر وضو کے ٹوٹ جانے میں شک واقع ہو تو ظن غالب پر عمل کرے، اسی وجہ سے جملہ علمائے اسلام کا، حنفی ہیں یا شافعی، اہل حدیث ہیں خواہ اہل فقہ، اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے، حالانکہ خبر واحد ہر ایک کے نزدیک موجب ظن ہے، نہ مثبت یقین۔ اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علماء اسلام نے، جن میں مقلد و مجتہد و فقیہ و محدث سب داخل ہیں، اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں۔ اور ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں، لہٰذا ان کے مضمون پر اعتقاد بھی واجب ہے۔ اور اکابر آئمہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ قسم کھا لے کہ جو احادیث صحیحین میں ہیں، وہ صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی، اور اس قسم میں وہ جھوٹا نہیں ہوتا۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے: اتفق العلماء علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری و مسلم و تلقتهما الامة بالقبول و کتاب البخاری اصحهما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیحاً و اکثر هما فوائد و معارف ظاهرة و غامضة و قد صح ان مسلماً کان ممن یستفید من البخاری و یعترف بانه لیس له نظیر فی علم الحدیث و هذا الذی ذکرنا من ترجیح کتاب البخاری هو المذهب المختار الذی قاله الجماهیر و اهل الاتقان و الحذق و الغوض علی اسرار الحدیث۔ (مقدمہ شرح مسلم ص۵) کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد تمام کتابوں سے صحیح تر، صحیح بخاری و مسلم ہیں۔ ان کتابوں کو امت محمدیہ نے قبول کرلیا ہے۔ ان دونوں میں سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور فوائد و معارف ظاہرہ اور پوشیدہ میں بڑھ کر ہے اور یہ بات صحت کو پہونچ چکی ہے کہ امام مسلم، امام بخاری کا شاگرد ہے اور وہ معترف تھا کہ علم حدیث میں بخاری کا کوئی نظیر نہیں۔ یہ بات جو ہم نے کہی ہے کہ بخاری کو مسلم پر ترجیح ہے، یہی جمہور علماء کا، جو حدیث کے خوب ماہر ہیں اور اس کی باریکیوں میں غوطہ زن، پسند کیا ہوا مذہب ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام میں فرمایا ہے: اما جامع البخاری الصحیح فاجل کتب الاسلام و افضلها بعد کتاب الله و هواعلی فی وقتنا (یعنی سنة ثالث عشر بعد سبع ماة و من ثلاثین سنة یفرحون العلماء بعلم سماعه فکیف الیوم فلو رحل شخص لسماعه من الف فرسخ لما ضاعت رحلته کہ صحیح بخاری، قرآن کے بعد اسلام کی سب کتابوں سے اجل و افضل ہے۔ وہ ہمارے وقت (۷۱۳ھ) میں بڑے اعلیٰ مرتبہ میں ہے۔ اس سے تیس برس پہلے سے علماء اس کی بلندی رتبہ روایت پر فخر کر رہے ہیں۔ پھر وہ فخر آج کیونکر نہ ہو۔ کوئی شخص ہزار فرسنگ اس کتاب کے سننے کے لئے سفر اختیار کرے تو اس کا سفر ضائع نہ ہوگا۔

قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں فرمایا ہے: و اما تالیفه یعنی البخاری فانها سارت مسیر الشمس و دارت فی الدنیا فما جحد فضلها الا الذی یتخبطه الشیطان من المس و اجلها و اعظمها الجامع الصحیح۔ (قسطلانی۔ ج۱ ص۴۱) کہ امام بخاری کی تالیفات دنیا میں پھیل رہی اور وہاں پھرتی ہیں جہاں آفتاب پھرتا ہے۔ ان کی بزرگی کا منکر وہی شخص ہوگا جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہوگا ان تصانیف میں سے بزرگ اور بڑی صحیح بخاری ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیرؒ نے کتاب البدایۃ والنہایۃ میں فرمایا ہے کہ: و کتا بہ الصحیح یستسقی بقر ئته الغما م و اجمع علی قبو له و صحته ما فیه اهل ا لاسلا م کہ کتاب صحیح بخاری کی قرأت کے وسیلہ سے بارش کی دعا جاتی ہے، اور اس کی احادیث کی صحت وقبول پر اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے۔

اور شاہ ولی اللہؒ (حجة الله البالغه ص ۱۳۹ میں) فرماتے ہیں: اما الصحیحان فقد اتفق المحد ثو ن علی ان جمیع ما فیهما من المتصل المر فوع صحیح با لقطع و انهما متوا ترا ن الی مصنفیهما و انه کل من یهو ن امر هما فهو مبتد ع متبع غیر سبیل المئو منین کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیحین کی مرفوع متصل حدیثیں یقیناً صحیح ہیں، اور اس پر کہ یہ کتابیں اپنے مصنفو ں تک تواتر کے ساتھ پہنچ چکی ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ جو شخص ان کی شان کو ہلکا جانے وہ بدعتی ہے، مومنوں کی راہ کے خلاف چلنے والا۔

اور صاحب دراسات نے (دراسات اللبیب ص ۲۷۹) فرمایا ہے: و کو ن هما اصح کتا ب فی الصحیح المجرد تحت ادیم السماء و انهما اصح الکتب بعد القر آ ن العزیز با جماع من علیه التعویل فی هذا العلم الشریف قا طبة فی کل عصر و اجما ع کل فقیه ر دیف و موا فق ۔ کہ ان دونوں کتابوں کا قرآن کے بعد تمام کتابوں سے جو آسمان کے نیچے ہیں صحیح تر ہونا اور خالص صحیح حدیثوں پر مشتمل ہونا، ہر زمانہ کے جملہ علماء کے (جن پر اس علم حدیث میں اعتماد ہے) اور ہر ایک فقیہ موافق و مخالف کے اجماع واتفاق سے ثابت ہے۔

امام ابن الصلاحؒ نے مقدمہ ابن الصلاح میں فرمایا ہے: و هذا القسم یعنی المتفق علیه مقطوع بصحة و العلم الیقینی النظری واقع به خلافاً لقول من نفی ذا لك متحجاً. با نه لا یفید ا لا الظن و انما تلقته ا لا مة با القبول لا نه یجب علیه العمل با لظن و الظن قد یخطی و قد کنت امیل الی هذا و احسبه قو یاً ثم با ن لی ان المذ هب الذی اختر نا ه اولاً هو الصحیح لا ن ظن من هو معصو م من الخطاء لا یخطی و الا مة فی اجما عها معصو مة من الخطا و لهذا کا ن الا جماع المبنی علی الاجتهاد حجة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مقطوعاً بها و اکثر اجماعات العلماء کذا لك کہ بخاری و مسلم کی اتفاقی حدیثیں یقینی صحیح ہیں۔اور علم یقینی جو دلائل سے پیدا ہوتا ہے اس قسم کی صحت کے متعلق حاصل ہے۔اس میں اس شخص کو خلاف ہے جو یقینی علم کی نفی کرتا ہے اس دلیل سے متمسک ہو کر کہ اس قسم کی حدیثیں مفید ظن ہیں اور امت نے اسی وجہ سے ان کو قبول کیا ہے، کہ ظن پر عمل کرنا اس کے نزدیک واجب ہوتا ہے اور ظن کبھی خطا بھی کرتا ہے۔میں بھی اس مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس کو قوی سمجھنے لگا تھا۔پھر مجھے معلوم ہوا کہ جو مذہب میں نے پہلے اختیار کیا تھا وہی صحیح ہے کہ اس قسم کی حدیثیں قطعی ہیں کیونکہ امت محمدیہ میں اس قسم کی حدیثوں کو صحیح سمجھنے پر اتفاق کرنے میں معصوم ہے اور معصوم کا ظن کبھی خطا نہیں کرتا۔یہی وجہ ہے کہ جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہوتا وہ (عصمت امت اہل اجماع کی نظر سے) قطعی سمجھا جاتا ہے۔باوجودیکہ اجتہاد ایک ظنی امر ہے۔

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے: قد قال امام الحرمین لو حلف انسان بطلاق امرئته ان ما فی کتابی البخاری و مسلم مما حکما بصحته من قول النبی ﷺ لما لزمته الطلاق و لا حنثة لا جماع علماء المسلمین علی صحتهما (مقدمہ شرح مسلم ص ٦) کہ امام الحرمین نے کہا ہے کوئی آدمی اگر یہ قسم کھالے کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں صحیح نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق ہے، تو اس کی یہ طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ اس قسم میں وہ جھوٹا ہوگا کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کتابوں کی حدیثیں صحیح ہیں۔

اس مضمون کے اقوال بکثرت موجود ہیں جن کی نقل سے تطویل ہوتی ہے۔اس کے مقابلہ میں آپ (مرزا) کا یہ کہنا کہ پندرہ کروڑ حنفی صحیح بخاری کو نہیں مانتے (یہ تعداد بھی معلوم نہیں کس ملک کے حنفیوں کی ہے۔ہندوستان میں تو حنفیوں کی یہ تعداد نہیں ہے۔۱۸۹۱ء کے ہندوستان کے کل مسلمان چھ کروڑ ہیں جن میں حنفی، اہل حدیث شیعہ وغیرہ سب شامل ہیں۔محمد حسین) یہ محض ایک عامیانہ بات ہے۔عامی لوگ جن کی تعداد مردم شماری کے کاغذات سے آپ نے بتائی ہے بخاری کو نہ مانتے ہوں تو ان کا اعتبار نہیں ہے۔عالم حنفی تو صحیح بخاری کی صحت سے انکار نہیں کرتے۔آپ اس دعوی میں سچے ہیں تو کم سے کم ایک عالم کا متقدمین یا متاخرین سے نام بتادیں، جس نے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو غیر صحیح یا موضوع کہا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آپ کا یہ کہنا کہ حضرت امام اعظم ؒ نے احادیث صحیح بخاری کو ان پر اطلاع پا کر چھوڑ دیا، یہ بھی ایک عامیانہ بات ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ امام اعظم ؒ کب ہوئے اور صحیح بخاری کب لکھی گئی؟ مہربان من، امام اعظم ڈیڑھ سو سنہ ہجری میں انتقال کر کے داخل فردوس ہوئے۔ اور صحیح بخاری دو سو سنہ ہجری کے بعد تالیف ہوئی۔ صحیح بخاری، امام صاحبؒ کے وقت میں تالیف ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھ پر رکھ لیتے۔ امام شعرانی میزان کبری جلدا کے صفحہ ۷۲ وغیرہ میں فرماتے ہیں:

و اعتقا د ناو اعتقا د کل منصف فی ا لا مام ابی حنیفه بقر ینة ما رو ینا انفا منه من ذم الرا ئی و التبری منه و من تقدیمه النص علی القیاس انه لو عا ش حتی دو نت احا دیث الشریعة بعد ر حیل الحفا ظ فی جمعها من البلا د و الثغور و ظفر بها لا خذ بها و تر ك کل قیاس کا ن قا سه وکا ن القیاس قل فی مذ هب کما قل فی مذ هب غیره با لنسبة الیه لکن لما کانت ادلة الشریعة مفر قة فی عصره مع التا بعین و تابع التا بعین فی المدائن و القری و الثغور کثر القیاس فی مذ هبه با لنسبة الی غیره من الآئمة ضرورہ لعدم و جود النص فی تلك المسا ئل التی قا س فیها بخلا ف غیره من ا لآ ئمة فا ن الحفا ظ قد ر حلوا فی طلب ا لا حا دیث و جمعها فی عصر هم من المدا ئن و القری و دو نو ها فجا د بت ا حا دیث الشریعة بعضها بعضاً ۔ فهذا کا ن سبب کثرة القیاس فی مذ هبه و قلته فی مذا هب غیره کہ ہمارا اور ہر ایک منصف کا امام ابو حنیفہ کی نسبت بشہادت ان اقوال کے جو ان سے درباب مذمت رائے و اظہار برائت از رائے ہم نقل کر چکے ہیں اور بشہادت اس امر کے کہ وہ نص کو قیاس سے مقدم سمجھتے، یہ اعتقاد ہے کہ اگر وہ احادیث کے جمع ہو جانے تک، جو حفاظ حدیث کے مختلف شہروں اور سرحدوں کے سفر کرنے کے بعد جمع ہوئیں، زندہ رہتے تو وہ ان احادیث کو لے لیتے۔ اور جو قیاس وہ (ان احادیث کے نہ ملنے سے) کر چکے تھے چھوڑ دیتے اور انکے مذہب میں قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور آئمہ کے مذہب میں جن کو ان احادیث پر اطلاع ہوئی تھی، کم ہوا ہے۔ ولیکن چونکہ ان کے زمانہ میں شریعت کے دلائل (حدیثیں) تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ شہروں اور گاؤں اور سرحدوں میں متفرق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں، لہذا انکے مذہب میں قیاس کی کثرت ہوئی، اس ضرورت کی وجہ سے کہ ان مسائل میں جس میں انہوں نے قیاس کیا ہے ان کو حدیثیں نہ ملی تھیں اور دیگر آئمہ کا حال اس کے برخلاف رہا کیونکہ ان کے زمانہ میں حفاظ حدیث نے حدیثوں کی طلب اور جمع کرنے کیلئے شہروں اور گاؤں کے سفر کئے لہذا، ان کے زمانہ میں حدیثیں جمع ہوگئیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے مذہب میں قیاس زیادہ ہوا اور دیگر اماموں کے مذہب میں کم ہوا۔

اس کا ماحصل یہ ہے کہ کتب احادیث امام ابوحنیفہؒ کے بعد تالیف ہوئیں۔ امام صاحب ان احادیث کو پاتے تو ضرور قبول فرماتے۔ اور اس سے پہلے ایک جگہ فرماتے ہیں:

فلو ان الامام ابا حنیفه ظفر بحدیث من مس فرجه فلیتوضا ، لاخذبها (میزان شعرانی ص۱۲ ج۱)۔ اگر امام ابوحنیفہ اس حدیث پر اطلاع پاتے تو اس کو قبول فرماتے کہ جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کرے۔ واضح رہے کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ اس سے کم مرتبہ کتب سنن میں ہے۔ اس تحقیق سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اہل حدیث کا صحیحین کو بلا وقفہ ونظر واجب العمل سمجھنا تقلید بے دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ان دلائل واصول کا اتباع ہے جو تصحیح حدیث میں مرعی رکھے گئے ہیں۔ اجماع مخالفین و موافقین جس کو مخالف وموافق نقل کرتے ہیں ان احادیث کی صحت پر بڑی روشن دلیل ہے۔ آپ اجماع کے لفظ سے گھبراتے ہیں تو اس کی جگہ تلقی وتداول امت کو، جو تعامل وتوارث کا ہم وزن ہے، قبول کریں اور یقین کے ساتھ مان لیں کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر جملہ فرقہائے اہل سنت کا عمل واستدلال چلا آیا ہے اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے ان احادیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے مطابق کیوں مذہب اختیار نہ کرلیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے۔ یا بعض وجوہات ترجیح پر۔ آپ کتب اصول وفروع میں نظر نہیں رکھتے۔ آپ فتح القدیر کو جو حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے یا برہان شرح مواہب الرحمٰن کو جو عرب وعجم میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، ایک دو روز مطالعہ کرکے دیکھیں کہ ان میں کس عزت وادب کے ساتھ صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے، اور جس حدیث سے اختلاف کیا ہے، اس کو ضعیف سمجھ کر اختلاف کیا ہے یا اس کے معانی میں اختلاف کرکے یا دیگر وجوہات خارجیہ سے دوسری احادیث کو ترجیح دیکر اختلاف کیا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ فرماتے ہیں کہ حدیث پرکھنے کیلئے قرآن کریم سے بڑھ کر ہمارے پاس معیار نہیں، محدثین نے گو معیار صحت قوانین روایت کو ٹھہرایا ہے، مگر انہوں نے اس کو کامل معیار نہیں کہا، اور نہ قرآن کریم سے مستغنی کرنیوالہ بتایا ہے۔ اور اس دعوی کی تائید میں متعدد تحریروں میں متعدد آیات کو ذکر کیا ہے۔ جن میں قرآن مجید کے محامد علمیہ و فواضل سنیہ مسلمہ اہل اسلام کا ذکر ہے۔

مہربان من! محدثین کیا، کوئی محقق مسلمان حنفی یا شافعی مقلد یا غیر مقلد تصحیح روایات حدیثیہ کا معیار قرآن کریم کو نہیں ٹھہراتا اور یہ نہیں کہتا کہ جب کسی حدیث کی صحت پرکھنی ہو تو اس کو قرآن کریم کی موافقت یا مخالفت سے صحیح یا غیر صحیح قرار دیں، بلکہ معیار تصحیح وہ قوانین روایت ٹھہراتے ہیں کہ از انجملہ کسی قدر بیان ہو چکے ہیں، اس کی وجہ معاذ اللہ ثم عیاذاً باللہ یہ نہیں کہ قرآن مجید مسلمانوں کا حکم و مہیمن نہیں، یا وہ امام حبل المتین نہیں، کوئی مسلمان جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے یہ نہیں سمجھتا۔ اور اگر کوئی ایسا سمجھے تو وہ سخت کافر ہے۔ ابو جہل کا بڑا بھائی، نہ چھوٹا۔ کیونکہ ابو جہل نے تو قرآن مجید کو تسلیم ہی نہیں کیا تھا، یہ کافر قرآن پر ایمان لا کر اس کو اپنا نہیں بناتا، اور حکم نہیں سمجھتا۔ ایسا شخص درحقیقت قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اگرچہ بظاہر مدعی ایمان ہو۔ آپ نے ناحق و بلاضرورت ان آیات قرآنیہ کو ہمارے سوال کے جواب میں پیش کیا، جن میں قرآن مجید کے محامد علیہ وارد ہیں، اور ان کی بے ضرورت نقل و بیان سے اپنے اور ہمارے اوقات کا خون کیا، بلکہ توافق قرآن کو معیار صحت نہ ٹھہرانے اور اس باب میں اصول روایات کی طرف رجوع کرنے کے دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جو احادیث ان اصول روایت سے صحیح ہو چکی ہوں وہ خود بخود قرآن مجید کے موافق ہوتی ہیں اور ہرگز ہرگز وہ قرآن کے مخالف نہیں ہوتیں۔ قرآن امام ہے اور وہ احادیث، خادم قرآن اور اس کی وجوہات کی مفسر و مبین، اور ان وجوہات معانی قرآن کے جو کم فہم و قاصر الفکر لوگوں کے خیال میں متعارض معلوم ہوتی ہیں، فیصلہ کرنے والی ہیں۔ جس حالت میں ایک حدیث صحیح، دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہیں ہوتی اور ان کی باہمی تطبیق ممکن ہے۔ چنانچہ امام الآئمہ ابن خزیمہؒ سے منقول ہے: لا اعرف انه روى عن النبى ﷺ حديثان باسنادين صحيحين متضادين فمن كان عنده فلياتينى به لأولف بينهما۔ تو پھر کسی حدیث صحیح کا مخالف قرآن ہونا کیونکر ممکن ہے۔ جو شخص کسی حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف سمجھتا ہے وہ نافہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اپنی نافہمی سے حدیث کو مخالف قرآن قرار دیتا ہے۔ محققین اسلام ومحدثین وفقہاء ایسے نہیں ہیں کہ صحیح حدیث کو مخالف قرآن سمجھیں۔اس لئے ان کو تصحیح حدیث کے لئے اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ موافقت یا مخالفت قرآن سے اس کا امتحان کریں۔یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام قاطبۃً حدیث کی صحت، قوانین روایت سے ثابت کرتے ہیں اور بعد تسلیم صحت وحصول فراغ از تصفیہ صحت، اس حدیث کی قرآن سے تطبیق کرتے ہیں، وہ بھی ایسے طور پر کہ امام قرآن ہی رہے اور احادیث اس کی خادم ومفسر ومترجم وفیصلہ کنندہ وجوہ اختلاف درنظر اشخاص قاصرالانظار رہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف توافق مضمون کسی حدیث کا، اس کی صحت کا موجب ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ موضوع حدیثیں، اگر ان کے مضامین صادق اور قرآن کے مطابق ہوں، صحیح متصور ہوں جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں۔اس کے مقابلہ میں جو آپ نے کہا ہے کہ قرآن خود اپنا مفسر ہے، حدیث اس کی مفسر نہیں ہو سکتی۔اس سے بھی آپ کی ناواقفیت اصول ومسائل اسلام سے ثابت ہوتی ہے۔قرآن مجید نے خود حدیث کو اپنا خادم ومفسر قرار دیا ہے خدا تعالی نے قرآن مجید میں بعض احکام ایسے طور پر بیان کئے ہیں کہ وہ بلا تفصیل صاحب حدیث ﷺ کے کسی مسلمان مخاطب قرآن کی سمجھ میں نہ آتے اور نہ وہ دستور العمل ٹھہرائے جاسکتے۔ ایک حکم نماز ہی کو لو۔قرآن میں اس کی نسبت صرف یہ ارشاد ہے اقیموا الصلوۃ اور کہیں اس کی تفسیر نہیں ہے کہ نماز کیونکر قائم کی جائے۔صاحب الحدیث آنحضرت ﷺ (فداہ ابی وامی) نے قولی وفعلی حدیثوں سے بتایا کہ نماز یوں پڑھی جاتی ہے تو وہ حکم قرآن سمجھ اور عقل میں آیا۔آپ کہیں گے کہ یہ کیفیت نماز تعامل سے ثابت ہے۔اس پر سوال کیا جائے گا کہ تعامل کب سے شروع ہوا اور جس طریق پر تعامل ہوا وہ طریق کس نے بتایا؟ اس کے جواب میں اخیر یہی کہو گے کہ حدیث یا صاحب حدیث نے۔

دوسرا یہ سوال کہ وہ تعامل کن کن صورتوں پر ہوا ہے، اتفاقی پر یا اختلافی پر؟ صرف اتفاقی صورتوں میں اس کو منحصر کرو گے تو آپ کو نماز پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔اختلافی صورتوں پر تعامل کا دعوی کرو گے تو اختلاف موجب تساقط ہوگا۔یا آخر اس اختلاف کا تصفیہ احادیث صحیحہ سے ہوگا جو آپس میں متوافق ہوسکتی ہیں

اب ہم ایک دو ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں آپ کو تعامل کا اشتباہ نہ ہو۔قرآن کریم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام جانوروں کو (جیسے خنزیر و منخنقه وغیرہ) حرام فرما کر ان کے سوا دیگر جانوروں کو حلال کر دیا اور فرمایا ہے: قل لا اجد فیما او حی الی محر ماً علی طاعم یطعمه ا لا ان یکو ن میتة او د ماً مسفو حاً (تو کہہ دے میں اس وحی میں جو میری طرف ہوئی ہے کسی کھانے والے مردار یا خون جاری کے سوا کچھ حرام نہیں پاتا) نیز و هو الذ ی خلق لکم ما فی ا لا ر ض جمیعاً (خدا وہ ہے جس نے تمہارے واسطے جو کچھ کہ زمین میں ہے پیدا کیا ہے)۔

اور بعض جانوروں کی حرمت کا بیان اپنے خادم، حدیث یا صاحب الحدیث ﷺ کے حوالے کر دیا۔ و بناء علیہ اس نے ظاہر کر دیا ہے کہ علاوہ ان جانوروں کے جن کی حرمت کا بیان قرآن میں ہے، گدھا اور درندے حرام ہیں۔ اب فرمایئے اس حکم گدھے اور درندوں کی حرمت کی تفسیر قرآن کریم نے خود کہاں فرمائی ہے۔ اس پر وقوع تعامل کا بھی آپ دعویٰ نہیں کر سکتے۔ گدھے وغیرہ درندوں کی حرمت کا اعتقاد یا اس کے استعمال کا ترک کوئی عمل نہیں ہے۔ جس پر تعامل کا ادعا ہو سکے۔ حدیث کو یہ خدمت تفسیر و فیصلہ وجوہات، قرآن کریم نے خود عطا فرمائی ہے اور صاحب الحدیث ﷺ نے بھی اپنی کلام میں جس کو حدیث کہا جاتا ہے، اس خدمت کے عطا ہونے کا اظہار کیا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: و ما آ تاکم الرسو ل فخذوہ و ما نهاکم عنه فانتهوا کہ جو کچھ (حکم) تمہیں رسول دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔

اس مضمون کی آیات قرآن میں اور بہت ہیں مگر ہم آپ کی طرح ان سب کو شمار کر کے تطویل کلام نہیں کرنا چاہتے۔ (آیت زیر نظر میں فرمایا گیا ہے) اے مسلمانوں جو کچھ رسول ﷺ تم کو دے (قرآن ہو خواہ وحی غیر متلو حدیث) وہ لے لو اور جس سے روکے یعنی جو حکم کسی چیز کے عدم استعمال کی نسبت دے گو وہ حکم قرآن میں نہ ہو، اس سے رک جاؤ۔ اس ارشاد قرآن کی ہدایت وشہادت سے حضرت ابن مسعود نے وشم (جسم کو گوندھنا) پر لعنت کی وعید کو جو صرف حدیث میں وارد ہے، قرآن میں داخل قرار دیا تو اس پر ایک عورت ام یعقوب نے اعتراض کیا کہ یہ لعنت قرآن میں کہاں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس حالت میں لعنت حدیث میں وارد ہے تو بحکم آیت و ما آ تاکم الرسول فخذوہ ...یہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روائت ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عبد الله قال لعن الله الوا شمات و المتو شمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغيرات خلق الله قال فبلغ ذالك امرءة من بنی اسد یقال لھا ام یعقوب و کانت تقرء القرآن فاتته فقالت بلغنی عنك انك لعنت الواشمات و المتنمصات و المتفلجات للحسن المغیرات لخلق الله فقال عبد الله و مالی لا العن من لعن رسول الله ﷺ و ھو فی کتاب الله عز و جل فقالت المرئة لقد قرئت ما بین لوحی المصحف فما وجدته فقال لئن کنت قرءته لقد وجدیته قال الله عز و جل ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا ۔ (صحیح مسلم ج۲ص ۲۱۵) کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ خدا تعالی نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو جسم گودتی (گودنا۔ سوئی وغیرہ سے جسم کی کھال میں سوراخ کر کے اس میں سرمہ وغیرہ رنگ بھرنا) ہیں اور گدواتی ہیں اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہیں اور دانتوں کو باریک کرتی اور کرواتی ہیں خوبصورتی کے لئے وہ خدا کی پیدائش میں تبدیلی چاہتی ہیں ۔ یہ قول ابن مسعود کا بنی اسد کی عورت ام یعقوب کو جو قرآن پڑھی ہوئی تھی پہنچا تو وہ ابن مسعودؓ کے پاس آئی اور بولی یہ کیسی بات ہے جو تجھ سے پہونچی ہے کہ تو ایسی عورتوں کو لعنت کرتا ہے۔ وہ بولے میں ایسی عورتوں کو لعنت کیوں نہ کروں جن کو رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہو اور وہ لعنت قرآن میں بھی ہو۔ وہ بولی میں نے تو قرآن مجید سب کا سب پڑھا اس میں تو کہیں یہ لعنت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا تو قرآن کو پڑھتی تو اس میں یہ آیت پاتی و ما آتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا یعنی رسول جو حکم دے، لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ ۔

جناب صاحب الحدیث ﷺ نے اسی ارشاد قرآنی کے موافق ارشاد کیا ہے: عن المقدام بن معدی کرب قال قال رسول الله ﷺ الا انی اوتیت القرآن و مثله معه الا یوشك رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بھذا القرآن فیما وجدتم من حلال فاحلوہ و ما وجدتم فیه من حرام فحرموہ و ان ما حرم رسول الله کما حرم الله الا لا یحل لکم الحمار الاھلی و لا کل ذی ناب من السباع و لا لقطة معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا و من نزل بقوم فعلیھم ان یقروہ فان لم یقروہ فله ان یعقبھم بمثل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قـراه - (رواه ابـو داؤد ـص ۲۷۶) مقدامؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سن رکھو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس ساتھ ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے (یعنی حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھرا اپنی چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ لوگو تم قرآن کو لازم پکڑو، اس میں جو حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو حکم قرآن میں نہ ہو، حدیث میں ہو، اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسول ﷺ نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔ سن رکھو تمہارے لئے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانوں کی امان و پناہ میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز، بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پرواہ ہو۔ اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو، ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں ورنہ اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کی مقدار خود بخود ان کے مال سے لے لے۔

طیبی نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے: فی هذا الحدیث توبیخ و تقریع ینشاء من غضب عظیم علی ترك السنة و ما عمل بالحدیث استغناءً عنها بالکتاب ۔ اس حدیث میں بڑی زجر وملامت ہے، جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی، اس شخص کیلئے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پرواہ ہو جائے۔

اس حدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا ہے اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال وابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ یعنی حدیث ان وجوہات واختلافات قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے جو کتاب اللہ کے معانی مختلفہ سے لوگوں کے خیال میں آتی ہیں۔ پھر امام یحی بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے: قال السنة قاضیة علی القرآن و لیس القرآن بقاض علی السنة (سنن دارمی ـص ۷۷)

کہ حدیث اجمال قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ قرآن، حدیث کا فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔ یعنی حدیث، قرآن کی وجوہات واختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور قرآن ایسا نہیں کرتا کہ وہ حدیث کی وجوہ اختلاف کا فیصلہ کرے۔ یعنی اس لئے کہ خدمت خادم کا کام ہے، نہ مخدوم کا۔

اور دارمی (دارمی ـص ۷۹) نے حسان سے نقل کیا ہے: قال کان جبریل ینزل علی النبی بالسنة کما ینزل علیه بالقرآن کہ جبریل آنحضرت ﷺ پر حدیث لے کر بھی ویسے ہی نازل ہوتے جیسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قرآن لے کر آتے۔ یعنی جبریل جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن اتارتے، ویسے ہی حدیث۔

اور سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے: انه حدث یوماً بحدیث عن النبی ﷺ فقال الرجل فی کتاب الله ما یخالف هذا قال الا ارانی احدثك عن رسول الله ﷺ و تعرض فیه بکتاب الله کان رسول الله اعلم بکتاب الله منك (سنن دارمی ص ۷۹) کہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ایک دن آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث نقل کی تو ایک آدمی بولا قرآن میں اس حدیث کا خلاف موجود ہے۔ حضرت سعیدؒ نے فرمایا میں تجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث سناتا ہوں تو اس کے مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ تجھ سے بڑھ کر قرآن مجید جاننے والے تھے (یعنی آنحضرت ﷺ یہ حدیث فرمائی ہے تو قرآن کا مطلب سمجھ کر فرمائی ہے۔ قرآن میں اس کا خلاف ہوتا تو آپ یہ حدیث کیوں فرماتے)۔

امام شعرانی نے منہج البین میں کہا ہے: اجتمعت الامة علی ان السنة قاضية علی کتاب الله۔ (منهج شعرانی) کہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث، قرآن مجید کی وجوہ مختلف کا فیصلہ کرنیوالی ہے۔

ان آیات قرآنی واقوال نبوی وآثار سلف کے مقابلے میں جو حدیث آپ نے تفسیر حسینی سے نقل کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ وہ حدیث زندیقوں یعنی چھپے مرتدوں کی بنائی ہوئی ہے اور اگر اس حدیث کو بطور فرض محال صحیح فرض کر لیا جاوے تو وہ خود اپنے مضمون کی مبطل ومکذب ہے۔ ہم اس حدیث کی رو سے پہلے اسی کو قرآن پر پیش کرتے ہیں تو بحکم آیہ و ما آتاکم الرسول وغیرہ اس کو موضوع پاتے ہیں۔ یہ بات میں صرف اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ آئمہ محدثین اور فقہاء اصولیوں کی کتابوں میں پاتا ہوں۔

کتاب تلویح میں ہے: و قد طعن فيه المحدثون بان فی روایة یزید بن ربیعه و هو مجهول و ترك فی اسناده واسطة بین الاشعث و ثوبان فیکون منقطعاً و ذکر یحی بن معین انه حدیث وضعه الزنادقة (تلویح ص ۲۲۹) کہ محدثین نے اس حدیث کو اس وجہ سے مطعون کیا ہے کہ اس کے راویوں میں ایک یزید بن ربیعہ ہے جو مجہول الحال تھا اور اس کی سند میں اشعث اور ثوبان کے درمیان سے ایک راوی چھوٹ گیا ہے۔ لہذا یہ منقطع ہے (نہ متصل) اور یحی بن معین نے کہا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ یعنی از خود گھڑ لیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا بحر العلومؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں فرمایا ہے: قال صاحب سفر السعادة انه من اشد الموضوعات قال الشیخ ابن حجر العسقلانی قد جاء بطرق لا تخلوا عن المقال و قال بعضهم قد وضعه الزنادقة و ایضاً هو مخالف لقوله تعالیٰ ما آتاکم الرسول فخذوه فصحة هذا الحدیث یستلزم وضعه و رده فهو ضعیف مردود۔

کہ صاحب سفر السعادۃ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ یعنی از خود بنا لیا ہے۔ اور نیز یہ اس قول باری کے مخالف ہے جس میں فرمایا ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، لے لو۔ پس اگر اس حدیث کو صحیح مان لیں تو اس سے بھی اس کا موضوع و مردود ہونا لازم آتا ہے (یعنی اس حدیث کو صحیح مان کر اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر عرض کیا تو قرآن نے اس کے برخلاف ہر ایک صحیح حدیث کو قبول کرنے کا حکم دیا اور اس کے مضمون کو رد کر دیا)

ابن طاہر حنفی، صاحب مجمع البحار کہتے ہیں: و ما اوردوه الاصولیین من قوله اذا روی عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه و ان خالفه ردوه، قال الخطابی وضعته الزنادقة و یدفعه حدیث انی اوتیت الکتاب و ما یعدله و یروی و مثله و کذا قال الصنعانی و هو کما قال۔ انتهی (تذکرہ ابن طاھر) ان اصولیوں نے جو آنحضرت ﷺ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث میری طرف سے مروی ہو تو اس کو قرآن پر عرض کرو، پس اگر وہ اس کے موافق نکلے تو اس کو قبول کرو، اور اگر مخالف نکلے تو رد کر دو۔ اس کی نسبت خطابی نے کہا ہے کہ زندیقوں نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ اور اس کو آنحضرت ﷺ کا وہ قول رد کرتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور وہ چیز جو اس کے برابر یا اس کی مانند (یعنی حدیث)۔ ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے۔ اور حقیقت میں بھی ایسا ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی فوائد مجموعہ میں فرماتے ہیں:

حدیث اذا روی عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ان خالفه ردوه قال الخطابی و ضعته الزنادقة و یدفعه انی اوتیت القرآن و مثله معه و کذا قال الصنعانی قلت و قد سبقهما الی نسبته الی الزنادقة ابن معین کما حکاه الذهبی علی ان فی هذا الحدیث الموضوع نفسه ما یدل علی رده لانا اذا عرضناه علی کتاب الله خالفه ففی کتاب الله عز و جل ما آتاکم الرسول فخذوه و ما نهاکم عنه فانتهوا۔ و نحوه من الآیات ۔(تذکرہ موضوعات ۔ شوکانی۔ ص ۱۶۶) ۔ اس قول کی نسبت جو اصولیوں نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے، خطابی نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا ہے اور اس کو وہ قول رسول خدا، رد کررہا ہے (جو پہلے گزرا) ایسا ہی صنعانی نے کہا ہے اور ان دونوں سے پہلے یحی بن معین نے اس کو زندیقوں کی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی نے ان سے نقل کیا ہے۔ علاوہ بریں خود اس حدیث موضوع کا مضمون اس کو رد کررہا ہے، کیونکہ ہم نے اس کے مضمون کے مطابق اس کو قرآن پر پیش کیا تو وہ قرآن کے مخالف نکلا کیونکہ قرآن میں صاف آچکا ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو قبول کرو۔

اور جو حدیث حارث اعور آپ نے پیش کی ہے وہ بھی اولاً صحیح نہیں، جس کتاب مشکوۃ سے آپ نے وہ حدیث نقل کی ہے اس میں اس کا جرح موجود ہے۔ جس کو آپ نے سرقہ و خیانت سے نقل نہیں کیا۔ اس میں منقول ہے: قال الترمذی هذا حدیث اسناده مجهول فی الحارث مقال

ایسا ہی تقریب التہذیب میں حارث اعور کو مجہول کہا ہے۔ اور اس حارث کا حال ہم کتب اسماء الرجال سے بتفصیل نقل کریں تو ایک دفتر ہو جائے۔ یہ اعور بھی ایک دجال تھا اور اگر بطور فرض محال اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیں تو اس کے وہ معنی نہیں جو آپ نے بطور تحریف کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ دلائل شرعیہ یعنی قرآن و حدیث کو چھوڑ کر محض رائے والی باتوں میں خوض کریں تو اس فتنہ سے نجات قرآن سے متصور ہے اور احادیث و آثار سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حدیث بھی مثل قرآن ہے و بناء علیہ اس حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ اس فتنہ سے نجات قرآن و حدیث دونوں کے اتباع سے متصور ہے، نہ یہ کہ حدیث نبوی فتنہ ہے اور اس سے نجات مطلوب ہے۔ آپ نے اس حدیث کے ترجمہ میں لفظ احادیث کا ترجمہ حدیثوں سے کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ روئے زمین پر ایسا کوئی مسلمان نہ ہوگا جو اس کلام میں احادیث سے نبوی حدیثیں مراد لیتا ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں احادیث سے مراد، لوگوں کی باتیں ہیں، جو اس کے لغوی معنی ہیں۔اور بہت سی احادیث نبویہ میں یہ لغوی معنے پائے جاتے ہیں ۔ایک حدیث میں ہے:

ایاك و الظن فا ن الظن اکذ ب الحد یث یعنی ظن سے بچو، ظن جھوٹی بات ہے۔

ایک حدیث میں ذکر ہے: کفی با لمر ء کذ باً ان یحد ث بکل ما سمع کہ آدمی کو جھوٹا بننے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات سنے اس کو نقل کر دے۔یعنی صحیح و غیر صحیح کی تمیز و تحقیق نہ کرے۔

یہاں بھی حدیث سے بات کرنا مراد ہے۔جس حدیث میں بوقت قضا حاجت دو شخصوں کی آپس میں باتیں کرنے سے ممانعت وارد ہے، اس حدیث میں بھی لفظ یحد ثا ن بولا گیا ہے۔کیا ان سب احادیث میں حدیث سے حدیث نبوی کی تحدیث مراد ہے۔ ہرگز نہیں (قرآن کے محاورہ میں بھی لفظ حدیث بات چیت کے معنی بولا گیا ہے)

آپ نے اس حدیث اعور کے معنے میں تحریف کرنے کے وقت یہ غور نہ کیا کہ حدیث کے لغوی معنی کیا ہیں۔یا دیدہ دانستہ لوگوں کو دھوکہ دیا۔حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتا ب اللہ سے جو آپ نے تمسک کیا ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحۃ والثبوت کو چھوڑ کر کتاب اللہ کو کافی سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جہاں ہمارے پاس سنت صحیحہ نبویہ سے کوئی تفصیل نہ ہو، وہاں قرآن کریم کو کافی سمجھیں گے، کیونکہ اس صورت میں یہ امر ناممکن ہے کہ قرآن کریم میں اس کا بیان کافی نہ ہوا ہو۔قرآن میں اس کا بیان نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ضرور اس کی تفصیل پائی جاتی۔اس پر روشن دلیل جس سے کوئی مسلمان انکار نہ کرے، یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی تمام عمر میں اپنے سے چھوٹے رتبہ کے لوگوں کی روایات کو قبول کیا ہے، اور ان روایات سے مستغنی ہو کر عمل کتاب اللہ کو کافی نہیں سمجھا۔اس کی تفصیل ہمارے ضمیمہ جات ۱۸۷۸ء میں بخوبی ہو چکی ہے اس مقام میں اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

اول۔قرآن مجید میں بیٹی کی وراثت کا یہ حکم بیان ہوا ہے کہ کسی شخص کی ایک بیٹی ہو تو وہ نصف مال کی وارث ہے۔اس حکم قرآنی کے مفسر یا یوں کہیں کہ مخصص آنحضرت ﷺ کی یہ احادیث ہیں:

گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔جس کی دست آویز سے حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت فاطمہؓ زہرا کو آنحضرت ﷺ کے خالص مال سے ورثہ نہ دیا، باوجودیکہ انہوں نے مطالبہ بھی کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے بیٹی بیٹے وغیرہ وارثوں کو اس حالت میں محروم الارث ٹھہرایا ہے جب کہ وہ مورث کو قتل کر دیں یا وارث و مورث کے مذہب میں اختلاف ہو جاوے۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان احادیث کو قبول فرمایا اوران پر عمل کیا اوران احادیث سے مستغنی ہوکر آیت میراث کے عمل پر اکتفانہ کیا۔

۲۔قرآن مجید میں ان عورتوں کو جن کا نکاح مرد پر حرام ہے، شمار کر کے فرمایا ہے احل لکم ما وراء ذا لکم ۔یعنی ان عورتوں کے سوا جن کا حکم حرمت نکاح قرآن میں بیان ہوا ہے، سب عورتیں تم پر حلال ہیں۔اس حکم قرآن کی تفسیر یا یوں کہیں کہ تخصیص میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جورو کی خالہ اور پھوپھی جورو کے نکاح میں ہونے کی حالت میں نکاح میں نہ لائی جائے چنانچہ فرمایا لا تنکح المر ئة علی عمها و لا علی خالتها

آنحضرت ﷺ کے جملہ صحابہ نے جن میں حضرت عمر بھی داخل وشامل ہیں اس حدیث نبوی کو قبول فرمایا ہے اوراس کو مخالف قرآن سمجھ کر اس کے عمل سے استغنا اور عمل قرآن پر اکتفا نہیں کیا۔

فاضل حبیب اللہ قندھاری نے کتاب مغتنم الحصول میں کہا ہے:

ان الصحا بة خصصوا و احل لکم ما وراء ذا لکم بلا تنکیح المر ئة علی عمتها و لا علی خالتها و یوصیکم الله فی او لا دکم بلا یر ث القا تل و لا یتوا ر ثا ن اهل الملتین و نحن معشر ا لا نبیاء لا نر ث و لا نو ر ث کہ صحابہ نے اس آیہ کے حکم کو جس میں ارشاد ہے کہ محرمات مذکورہ قرآن کے سوا اور سب عورتیں تم پر حلال ہیں اس حدیث سے مخصوص البعض ٹھہرایا ہے جس میں ارشاد ہے کہ کسی عورت کو اس کی پھوپھی اور خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع نہ کریں اور آیت میراث کے حکم کو اس حدیث سے مخصوص البعض قرار دیا ہے جس میں ارشاد ہے کہ دو مختلف دین والے آپس میں وارث نہ ہوں، اور نبی کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔

۳۔حضرت عمر فاروق نے ایک بادیہ نشین راوی کی اس حدیث کو قبول فرمایا جس میں بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کو اسکے خاوند کی دیت کا وارث کیا، باوجودیکہ قرآن مجید اس عورت کو دیت کا وارث نہیں بنا تا، کیونکہ وہ دیت بعد موت شوہر کا مال ہوتا ہے اور عورت بعد موت شوہر اس کی عورت نہیں رہتی۔ و بناء علیہ حضرت عمرؓ فاروق کی رائے یہ تھی کہ وہ عورت اس مال سے وراثت کی مستحق نہیں مگر جب آپ کو حدیث مذکور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوئی تو اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور حدیث کو قبول فرمایا۔ ترمذی میں ہے:

کان عمر ابن الخطاب یقول الدیة علی العاقلة و لا ترث المرئة من دیة زوجها شیئاً حتی قال له الضحاك بن سفیان کتب الی رسول الله ﷺ ان ورث امرئة اشیم الضبابی من دیة زوجها فرجع عمر۔ (رواہ الترمذی و ابو دائود) کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے کہ خون بہا عصبات وغیرہ وارثوں پر ہے۔ اور عورت اپنے شوہر کے خون بہا سے وارث نہیں ہوتی، یہاں تک کہ ضحاکؓ بن سفیان نے ان کو خبر دی کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی عورت کو اس کے خون بہا سے وارث بنا، تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

۴۔ دیت جنین کی حدیث کو دو شخصوں کی روایت وشہادت سے آپ نے قبول کیا اور اس باب میں قرآن کریم کے حکم قصاص پر اکتفا نہ فرمایا۔ ہشام نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے:

عن ھشام عن ابیه ان عمر بن الخطاب انشد الناس من سمع النبی ﷺ قضی فی السقط فقال المغیرة انا سمعته قضی فی السقط فقال المغیرة انا سمعته قضی فی السقط بغرة عبد او امة قال ائت من یشهد معك علی ھذا فقال محمد بن مسلمه انا اشهد علی النبی ﷺ بمثل ھذا۔ رواہ البخاری۔ و زاد ابو دائود فقال عمر بن الخطاب الله اکبر لو لم اسمع بهذا لقضینا بغیر ھذا کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا کسی نے اس بچہ کا حکم رسول اللہ سے سنا ہے جو ماں کے پیٹ سے مردہ گرایا گیا ہو تو مغیرہؓ نے ہاں میں نے سنا ہے آپ نے اس کا خون بہا ایک غلام یا لونڈی مقرر کیا ہے اس پر آپ نے فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی اس بات کا گواہ ہے۔ محمدؓ بن مسلمہ بولے ہاں میں گواہ ہوں۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ بولے اللہ اکبر، ہم یہ حکم نہ سنتے تو کچھ اور ہی فیصلہ کرتے۔

۵۔ سبھی انگلیوں کے خون بہا کے برابر ہونے کی حدیث آپ نے قبول فرمائی باوجودیکہ آپ کی رائے اس میں یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کی دیت نو (۹) اونٹ ہونی چاہیے، بیچ والی اور اس کے ساتھ والی سبابہ کے ۱۲، اونٹ انگوٹھے کے ۱۵۔ اونٹ جو بظاہر ان کے مختلف قوتوں اور مقداروں کی نظر سے انصاف اور عدل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتی ہے مگر آپ نے حدیث سنی تو قبول فرمائی، اور قرآن سے اسکے مطابق کرنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے: عن النبی ﷺ قال هذه هذه يعنى الخنصر و الا بهام سواء (یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھا برابر ہیں)

اور مسلّم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

و ترك عمر رائيه في ديت الاصابع و كان رائه في الخنصر و البنصر تسعا و في الوسط و في المسبحة اثنا عشر و في الابهام خمسة عشر كل ذالك في التيسير قال الشارح و كذا ذكر غيره و الذي في روايت البيهقي انه كان يرى في المسبحه اثنا عشر و في الوسطى ثلاثه عشر بخبر عمرو بن حزم في كل اصبع عشر من الابل۔ کہ حضرت عمرؓ نے اپنی رائے کو انگلیوں کے خون بہا میں ترک کر دیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کا خون بہا نو اونٹ، بیچ والی اور کلمہ کی انگلی کے بارہ اونٹ، انگوٹھے کے پندرہ۔ ایسا ہی کتاب تیسیر میں ہے۔ شارح نے کہا ہے کہ ایسا ہی اوروں نے ذکر کیا ہے، مگر بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر کلمہ والی انگلی کا خونبہا بارہ اونٹ خیال کرتے اور بیچ والی کے تیرہ اونٹ۔ اس رائے کو آپ نے عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ترک کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک انگلی کا خون بہا دس اونٹ مقرر کئے ہیں۔

اس مضمون کی اور بہت مثالیں ہیں مگر ہم آپکی طرح تطویل پسند نہیں کرتے۔ ان امثلہ کو دیکھ کر کس و ناکس بشر طیکہ ادنیٰ فہم و انصاف رکھتا ہو ہرگز نہ کہے گا کہ حضرت عمرؓ نے جو فرمایا ہے کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی کی ہم کو حاجت نہیں اور قرآن اس کی جگہ کافی ہے، اور نہ یہ مراد ہے کہ جب تک کسی حدیث کی شہادت قرآن میں نہ پائی جائے وہ لائق قبول نہیں۔ بلکہ اس سے مراد صرف وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ جس مسئلہ میں سنت صحیحہ سے کوئی تفصیل نہ ہو وہاں قرآن کافی ہے۔ اس قول فاروقی کے مورد کو دیکھا جائے تو اس سے بھی یہی معنی سمجھ میں آتے ہیں مگر اس کی بحث تفصیلی میں تطویل ہوتی ہے، (کیونکہ اس میں شیعہ سنیوں کے باہمی اختلاف کو جو اس قول کی نسبت ہے، ذکر کرنا پڑتا ہے)، جس سے بحث مقصود سے خروج لازم آتا ہے۔

امکان تضعیف و توہین حدیث صحیحین پر آپ نے ایک یہ دلیل پیش کی ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تفتیش کرو۔ یہ دلیل بھی آپ کی ناواقفی پر ایک دلیل ہے۔ احادیث صحیحین کے راوی تہمت فسق سے بری ہیں اور ان کی عدالت ثابت و متحقق ہو چکی ہے اسی نظر سے ان کتابوں کی احادیث اتفاق اہل اسلام کے ساتھ صحیح تسلیم کی گئی ہیں۔

امام حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری (ص ۳۴۴) میں فرماتے ہیں:

ینبغی لکل منصف ان یعلم ان تخریج صاحب الصحیح لای راوی کان مقتضی بعدالته عنده و صحة ضبطه و عدم غفلته و لا سیما ما انضاف الی ذالك من اطلاق جمهور الآئمة علی تسمية الكتابین بالصحیحین و هذا المعنی لم یحمل لغیر من خرج عنه فی الصحیحین فهو نهایت اطباق الجمهور علی تعدیل من ذکر فیهما۔ هذا اذا اخرج له فی الاصول فاما ان اخرج له فی المتابعات و الشواهد و التعالیق فهذا یتفاوت درجات من اخرج له فی الضبط و غیره مع حصول اسم الصدق لهم و حینئذ اذا وجدنا لغیره فی احد منهم طعنا فذالك الطعن للتعدیل لهذا الامام فلا یقبل الا مبین السبب مضرا بقادح یقدح فی عدالت هذا الراوی و فی ضبطه مطلقاً او فی ضبطه الخبر بعینه لان الاسباب الحاملة للآئمة علی الجرح متفاوتة منها ما یقدح و منها ما لا یقدح و قد کان الشیخ ابو الحسن المقدسی یقول فی الرجل الذی یخرج عنه فی الصحیح هذا جاز القنطرة یعنی بذلك انه لا یلتفت الی ما قیل فیه قال الشیخ ابو الفتح القشیری فی مختصره و هکذا نعتقد و به اقول و لا یخرج عنه الا بحجة ظاهرة و بیان شاف یزید فی غلبة الظن علی المعنی الذی قدمناه۔ من اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمیة کتابیهما بالصحیحین و من لوازم ذالك تعدیل رواتها۔ قلت فلا یقبل الطعن فی احد منهم الا بقادح واضح، کہ ہر ایک منصف کو یہ جان لینا چاہیے کہ صحیح (بخاری یا مسلم) کے مصنف کا کسی راوی کی حدیث کو روایت کرنا اس کے نزدیک اس کے عادل ہونے اور اس کے ضبط کے صحیح ہونے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے غافل نہ ہونے کا مقتضی ہے، خصوصاً اس حالت میں کہ اس امر کے ساتھ جمہور علماء کا ان دو کتابوں کے صحیح کہنا ملا یا جائے، یہ معنی ان راویوں میں پائے نہیں جاتے جن سے صحیحین میں روایت حدیث نہ ہوئی ہو۔ ان کتابوں کو صحیح کہنا ان کے راویوں کے عادل ہونے پر جمہور علماء کا پرلے سرے کا اتفاق ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ان راویوں سے اصل روایات میں روایت کی گئی ہو اور اگر انکی روایات اصل روایات کے شواہد و متابعات میں ہو تو پھر ان راویوں کے درجات ضبط وغیرہ مختلف ہیں یعنی بعض اعلی بعض ادنی، ومعہذا راست گو ہونے کا نام ان سب راویوں پر صادق آتا ہے۔ جب یہ قرار پایا تو جب ہم کسی اور محدث کا کوئی طعن و اعتراض ان کتابوں کے کسی راوی کے حق میں پائیں گے تو یہ طعن مصنف کتاب کے اس راوی کو عادل کہنے کے مقابل ہوگا۔ سو بلا بیان سبب طعن جو مفسر ہو اور اس راوی کے عادل ہونے کو توڑ سکے، یا اس کے ضابط ہونے میں خلل انداز ہو، مقبول نہ ہوگا کیونکہ اسباب طعن جو موجب جرح سمجھے جاتے ہیں مختلف ہوتے ہیں، بعض قدح ضبط وعدالت کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے (لہذا اس کا بیان تفصیل سے ضروری ہے) شیخ ابوالحسن مقدسی اس شخص کے حق میں، جس سے کتاب صحیح میں روایت ہو چکی ہو، فرمایا کرتے تھے کہ یہ پل کے اس پار اتر گیا ہے، یعنی اس کے حق میں کسی کا طعن سنا نہ جائے گا۔ شیخ ابوالفتح قشیری اپنی مختصر میں فرما گئے ہیں کہ ہم بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں، اس سے بجز دلیل روشن اور بیان شافی کے جو محدثین کے بالاتفاق صحیح کو صحیح کہنے پر جس سے رواۃ صحیحین کا عادل ہونا لازم آتا ہے فوقیت رکھے عدول نہ کیا جائے گا۔ میں (صاحب فتح الباری) کہتا ہوں پس ان راویوں میں کسی کا طعن و جرح بلا بیان سبب جو قادح عدل وضبط نہ ہو، مقبول نہ ہوگا۔

اس کے مقابلہ میں جو آپ (مرزا) نے لکھا ہے کہ امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے۔ یہ آپ کی ناواقفی پر ایک اور دلیل ہے۔ آپ یہ نہیں جانتے کہ روایت اور شہادت کا حکم ایک ہے۔ جس میں فعلی صدور کذب مانع قبول واعتبار ہے نہ امکانی۔ اور اگر امکانی کذب بھی مانع قبول واعتبار ہوتا، تو خداتعالی کسی گواہ کی شہادت بجز نبی معصوم قبول نہ کرتا۔ اور نہ عدالت شہود کا نام لیتا اور مسلمانوں کو یہ اجازت نہ دیتا و اشھدوا ذوی عدل منکم یعنی دو گواہ عادل گواہ بناؤ، اور نہ فرماتا ممن ترضون من الشھداء یعنی ان لوگوں کو گواہ بناؤ جن کو پسند کرو۔ یعنی بلحاظ ان کے عدل واستقامت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اچھا سمجھو۔ بلکہ صاف یہ فرماتا کہ ہر معاملہ میں نبی معصوم کو گواہ کرلیا کرو کیونکہ امکان کذب وغیرہ جو بقول آپ (مرزا) کے بجز نبی معصوم کے، ہر ایک گواہ میں موجود ہے۔ اور امید ہے کہ یہ بات آپ بھی نہ کہیں گے کہ امکان کذب کی نظر سے شہادت بجز نبی معصوم کسی کی مقبول نہیں، پھر اس امکان کذب کی نظر سے روایت حدیث کو کیوں ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ آپ کے ایسے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فن حدیث کے کوچہ سے بالکل ناآشنائی ہے۔ آپکو کتب حدیث پر اتفاق نظر بھی نہیں پڑی۔ صحیح مسلم کا صفحہ ۶ اگر آپکی نظر سے گذرا ہوا ہوتا تو آپ ہرگز اس آیت سے اپنے دعوی پر استدلال نہ کرتے۔ یہ تو اس امر کی دلیل ہے کہ جب راویوں یا ناقلوں کے ظاہری صدق وعدالت کا حال معلوم نہ ہو تو ان کو بلا تحقیق قبول نہ کرو، نہ یہ کہ جن کا صدق وعدالت تم کو ثابت ہو ان کو نقل وروایت میں اس خیال سے کہ ان سے صدور کذب ممکن ہے بلا تحقیق جدید نہ مانو۔

صحیح مسلم کے صفحہ ۶ میں ہے: و اعلم وفقك الله ان الواجب على كل احد عرف التميز بين صحيح الروايات و سقيمها و ثقات الناقلين لها من المتهمين ان لا يروى منها الا ما عرف صحت مخارجه و الستارة فى ناقليه و ان يتقى منها عن اهل التهم و المعاندين من اهل البدع و الدليل على ان الذى قلنا من هذا هو اللازم دون ما خالفه قول الله تبارك و تعالى ذكره يايها الذين آمنوا ان جاءكم فاسق بنبا فتبينوا ان تصيبوا قوماً بجهالة فتصحبحوا على ما فعلتم نادمين۔ و قال جل ثنائه ممن ترضون من الشهداء۔ و قال و اشهدوا ذوى عدل منكم۔ فدل بماذكرنا من هذه الآى ان خبر الفاسق ساقط غير مقبول و ان شهادة غير العدل مردودة و الخبر ان فارق معناه معنى الشهادت فى بعض الوجوه فقد يجتمعان فى اعظم معانيهما اذ كان خبر الفاسق غير مقبول عند اهل العلم كما ان شهادته مردودة عند جميعهم۔ تو جان لے، خدا تعالیٰ تجھے توفیق دے، کہ ہر شخص پر جو صحیح وغیر صحیح روایات میں ثقہ اور غیر ثقہ راویوں میں تمیز رکھتا ہو، یہ واجب ہے کہ وہی حدیث روایت کرے جس کے مخرج (جہاں سے وہ حدیث نکلی اور مروی ہوئی ہے) کی صحت پہچان لے اور اس کے راوی کا مستور ہونا جان لے۔ اور جو روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متہم اور مخالفین حق اور اہل بدعت سے مروی ہو اس سے بچے اس پر دلیل وہ قول خداوندی ہے جس میں یہ ذکر ہے۔اے ایمان والو کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تحقیق کروایسا نہ ہو کہ کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر اپنے کئے پر نادم ہو۔اور وہ آیت جس میں ارشاد ہے کہ جن گواہوں کو تم پسند کرو اور وہ قول جس میں فرمایا ہے دو گواہ عادل کو گواہ بناؤ، ان آیتوں سے ثابت ہے کہ فاسق کی خبر ساقط ہے، مقبول نہیں ہے۔اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے اور خبر اگر چہ بعض اوصاف میں شہادت سے متفارق ہے مگر بڑی بھاری اوصاف میں وہ دونوں متفق ہیں، کیونکہ فاسق کی خبر اہل علم کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔جیسا کہ اس کی شہادت نامقبول ہے۔

میرے اس سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید کو احادیث صحیحہ کا معیار صحت ٹھہرانے میں آپ کا کوئی شخص امام یا موافق ہے، جو آپ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان جو قرآن کو امام جانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اس مسئلہ میں میرے موافق ہیں اور خاص کر صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی میرا موافق ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم سے کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اس کو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرو حدیث من ترك الصلوة متعمداً فقد كفر کو قرآن پر عرض کیا اور تیس سال کے بعد اس کو آیت اقيموا الصلوة و لا تكونوا من المشركين کے مطابق پایا تو اس حدیث کو قبول کیا،

اس کے پہلے حصہ کا جواب تو سابقاً گذر چکا ہے کہ مسلمانوں کا قرآن کو امام ماننا اور اس پر ایمان لانا، یہ نہیں چاہتا کہ وہ کوئی حدیث صحیح جب تک کہ اس کو قرآن پر عرض نہ کریں قبول نہ کریں۔بلکہ وہ ایمان ان کو یہ سکھلاتا ہے کہ وہ حدیث کو جب اس کی صحت کا بقوانین روایت ثابت ہو، فوراً قبول کریں اور اس کو قرآن مجید کی مانند واجب العمل سمجھیں، صرف قرآن مجید کو کافی سمجھ کر اس حدیث سے استغنا نہ کریں۔

رہا جواب دوسرے حصہ کا کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی نے آپ کے اعتقاد کے موافق عمل کیا ہے اور حدیث من ترك الصلوة متعمداً کو قبول نہ کیا جب تک کہ اس کو آیت اقيموا الصلوة کے مطابق وموافق نہ پایا،

سو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام صاحب حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کا مطلب بیان کرنے میں آپ نے دو وجہ سے دھوکہ کھایا ہے، یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔وجہ اول یہ ہے کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد اسلم طوسی نے آپ کی مانند یہ عام اصول نہیں ٹھہرایا کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی صحت کا امتحان اس اصول سے کیا جائے، اور جب تک وہ حدیث مطابق قرآن نہ ہو، اس کو صحیح نہ سمجھا جائے۔ ان کی کلام میں اس عام اصول کا نام ونشان بھی نہیں ہے اور نہ آپ نے یہ عام اصول ان سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے صرف اس ایک حدیث من ترك الصلوة کو کتاب اللہ پر عرض کیا۔ اور اگر اس حدیث کے سوا اور احادیث کو بھی انہوں نے اسی عرض کے ذریعہ سے صحیح قرار دیا ہے، تو آپ یہ امر ان سے بنقل صحیح ثابت کریں، ورنہ آپ پر یہ الزام قائم ہے کہ آپ جزء واقعہ کو عام اصول بناتے ہیں، اور خود دھوکا کھاتے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس پر اگر یہ سوال کرو کہ ان کے نزدیک یہ اصول تصحیح روایت عام مقرر نہ تھا، تو انہوں نے اس حدیث من ترك الصلوة کو قرآن پر کیوں عرض کیا؟ تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت معنی میں ان کو کچھ شک ہوگا، اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے انہوں نے یہ عمل کیا، یا یہ کہ باوجود تسلیم صحت وعدم شک انہوں نے حصول مزید طمانیت کے لئے ایسا کیا، اور اس حدیث کے اعتقاد کو اور پختہ کرلیا۔ اس کے جواب میں اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ کا عام اصول ہونا خود اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے، اس صورت میں یہ اصول گویا آنحضرت ﷺ کا مجوزہ اصول ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہونا، بلکہ زندیقوں، چھپے کافروں کی بناوٹ ہونا، سابقاً بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کا بحکم نبوی عام اصول ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کی کلام میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جب تک شیخ طوسی نے اس حدیث کو آیت اقیموا الصلوة کے موافق نہ کرلیا تھا تب تک اس کو غیر صحیح یا وضعی سمجھا تھا۔ یا تیس سال کے عرصہ تک اس حدیث کی صحت یا عدم صحت کی نسبت کوئی فیصلہ نہ کیا تھا۔ کیوں جائز نہیں کہ وہ اس حدیث کو مان چکے تھے مگر مزید اطمینان کے لئے وہ تیس برس تک قرآن مجید سے اس کا متوافق ہونا تلاش کرتے رہے۔ آپ سچے ہیں تو اس احتمال کو دلیل سے اٹھاویں اور بنقل صریح ثابت کریں کہ شیخ طوسی تیس سال تک اس حدیث کو غیر صحیح یا موضوع سمجھتے رہے یا اس کی صحت میں متردد ومتوقف رہے۔ اس احتمال کو بدلائل اٹھا کر اس امر کو بنقل صریح ثابت کرنے کے بغیر آپ کا اس قول طوسی سے استدلال کرنا اور اس پر یہ درخواست کرنا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے ایک آدمی کا نام اپنے موافقین سے بتادیا، اب آپ ضد چھوڑیں۔ کمال تعجب کا محل ہے اور شرم کا موجب ثبت العرش ثم انقش

آپ شیخ محمد اسلم طوسی سے اس عرض کا عام اصول صحت احادیث ہونا، یا تیس سال تک خاص کر حدیث من ترك الصلوة کی صحت میں متوقف رہنا، ثابت کریں۔ تو ہمارے انکار کو ضد کہیں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس حدیث کی صحت ہی ثابت کریں۔ پھر ہم شیخ طوسی سے ان امور کا ثبوت بہم پہونچانے کے طالب نہ رہیں گے۔ اور اس حدیث کو جس کا مضمون خود ایک اصول ہے، تسلیم کر کے اپنے انکار سے رجوع کریں گے۔

و اللہ ثم باللہ، ثم باللہ، و کفی باللہ شہیدا و کفی باللہ وکیلاً۔

اور اگر آپ صحت حدیث ثابت نہ کرسکیں یا شیخ طوسی سے امور مذکورہ بنقل صریح ثابت نہ کریں تو آپ اپنے مخترعہ مستحدثہ اصول پر اصرار وضد چھوڑ دیں۔ زیادہ ہم کیا کہیں۔

۵۔ آپ لکھتے ہیں کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیوں کے بارے میں کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے، کچھ شک میں ہیں؟ یہ کمال دھوکہ دہی ہے اور اپنے پرچہ نمبر ۵ میں میرا یہ اقرار کہ میں قرآن کو امام جانتا ہوں اور احادیث صحیحین کو قرآن کے برابر نہیں سمجھتا، نقل کرنے کے بعد یہ استفسار ایک افتراء ہے، جس سے مقصود صرف اپنے بے علم مریدوں کو میری طرف سے بدظن کرنا ہے اور یہ جتانا ہے کہ یہ شخص قرآن کو نہیں مانتا۔ اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں کہ جو شخص قرآن کو حکم وامام نہ مانے، وہ کافر ہے۔ اب پھر کہتا ہوں کہ قرآن ہمارا حکم، امام، میزان، معیار، قول فیصل وغیرہ ہے، مگر اپنے غیر پر، یعنی لوگوں کے باہمی اختلافات وتنازعات پر جو رائے پر مبنی ہوں اور حدیث صحیح تو خادم و مفسر قرآن اور وجوب عمل میں مثل قرآن ہے، وہ اس سے مخالف و منازع نہیں، اور کسی مسلمان کا اسکی صحت قبول کرنے میں اختلاف نہیں تو پھر قرآن اس کی صحت کا حکم ومعیار و محک کیونکر ہوسکتا ہے۔

اے خدا کی مخلوق، خدا سے ڈرو۔ مسلمانوں کو دھوکہ میں نہ ڈالو۔ قرآن وحدیث صحیح ایک ہی چیز ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں تو پھر ایک دوسرے کے محک ومعیار ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے، ضعیف ہونا اور ہے۔ اور میں نے صحیح مسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حدیث دمشقی کے ضعیف ہونے کا امام بخاری کو قائل قرار دیا ہے۔انہوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کیا تو اس سے مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے، جس کو موضوع ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔اس قول میں ایک تو آپ نے دھوکہ دیا ہے۔دوسرا اپنی ناواقفی کا اظہار کیا ہے۔دھوکہ یہ کہ یہاں آپ ضعیف اور موضوع میں فرق کو تسلیم کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے نزدیک جو حدیث موافق قرآن نہ ہو، وہ موضوع ہے اور کلام رسول ہونے سے خارج، نہ اور قسم کی ضعیف۔یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی تحریرات نمبر۲ وغیرہ میں ایسی حدیثوں کو کبھی موضوع کہتے ہیں کبھی غیر صحیح وضعیف، جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کی اصطلاح میں موضوع وضعیف ایک ہے۔اور صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کو بھی آپ قرآن کریم کے مخالف سمجھتے ہیں اور اپنے ازالہ اوہام میں اس کی وجوہ مخالفت بڑے زور سے بیان کر چکے ہیں۔لہذا وہ آپ کے نزدیک موضوع ہے، نہ اور قسم کی ضعیف۔یہاں اپنے اس اعتقاد کو چھپا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

جس ناواقفی کا آپ نے اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روایت صحیح مسلم کو امام بخاری کے ترک کرنے سے آپ نے یہ اجتہاد کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، صحیح سمجھتے تو وہ اس کو ضرور اپنی کتاب میں لاتے۔یہ بات وہی شخص کہے گا، جس کا حدیث کے کوچہ میں بھولے سے بھی کبھی گزر نہ ہوا ہو۔امام بخاری نے بہت سی احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور یہ فرما دیا ہے کہ میں نے ان کو بخوف طوالت ترک کر دیا ہے۔

صحیح بخاری کے مقدمہ (صفحہ۶) میں ہے: و روی من جھات عن البخاری قال صنفت کتابی الصحیح بستة عشر سنة خرجته من ست مائة الف حدیث و جعلته حجة بینی و بین اللہ و روی عنه قال رئیت النبی ﷺ فی المنام و کانی واقف بین یدیه و بیدی مروحة اذب عنه فسالت بعض المعبرین فقال انت تذب عنه الکذب فهو الذی حملنی علی اخراج الصحیح۔ و روی عنه قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیراً من الصحاح لحال الطول ۔ امام بخاری سے کئی سندوں سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی کتاب صحیح کو سولہ سال میں جمع کیا ہے اور وہ کتاب چھ لاکھ حدیث کا انتخاب ہے اور وہ خدا تعالی کے سامنے میری دست آویز ہے۔میں نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ان کو پنکھا کر رہا ہوں۔ میں نے بعض تعبیر دانوں سے اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ تو آنحضرت ﷺ سے جھوٹ دور کر رہا ہے۔ یہی خواب مجھے اس کتاب کے جمع کرنے پر باعث ہوا۔ امام بخاری سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو داخل کیا ہے اور بہت سی صحیح حدیثوں کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔

امام بخاری سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد ہیں۔ باوجودیکہ صحیح بخاری میں چار ہزار احادیث منقول ہیں، جس سے ثابت ہے کہ مزید چھیانوے ہزار حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح ہے جن کو وہ اپنی کتاب میں نہیں لائے۔

و جملة ما فی الصحیح البخاری من الا حا دیث المسندة سبعة آلاف و ماء تا ن و خمسة و سبعو ن حد یثاً با لا حا دیث المکررة و بحذف المکررة نحو ار بعة آ لا ف .کذا ذکر النووی فی التهذیب و الحا فظ ابن حجر فی مقد مة فتح الباری کہ صحیح بخاری کی حدیثوں کی تعداد سات ہزار دو سو ۷۵ ہے اگر مکرر احادیث کو شمار کریں اور اگر مکرر کو چھوڑ دیں تو کل چار ہزار حدیثیں ہیں ایسا ہی امام نووی نے تہذیب میں اور ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

شیخ عبدالحق نے مقدمہ شرح مشکوۃ میں کہا ہے کہ امام بخاری سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ حدیث صحیح یاد ہے اور دو لاکھ غیر صحیح و نقل عن البخاری انه قا ل حفظت من الصحا ح مائة الف حد یث و من غیر الصحا ح ماء تی الف ۔(مقدمه شر ح مشکوة ص ٦)

اس سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری کا کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنا اس امر کا مثبت نہیں ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ پھر امام بخاری کا ترک روائت حدیث مسلم کیونکر موجب ضعف ہو۔

امام مسلم نے خود اپنی کتاب میں بہت سی احادیث کو، جن کو وہ صحیح سمجھتے ہیں، ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ مقدمہ شرح مشکوۃ میں ہے: قا ل مسلم الذی او ردت فی هذا الکتا ب من الا حا دیث صحیح ۔ و لا اقول ان ما تر کت ضعیف (مقدمه شر ح مشکوة ص ٦) کہ مسلم نے کہا ہے جو حدیث میں اس کتاب میں لایا ہوں وہ صحیح ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جس حدیث کو میں نے چھوڑ دیا (یعنی اس کتاب میں نہیں لایا) وہ صحیح نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مسلمؒ نے خود اپنی کتاب صحیح میں فرمایا ہے: و لیس کل شیء عندی صحیح و ضعته هنا (یعنی فی کتا به الصحیح) و انا و ضعت هنا ما اجمعوا علیه .(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲)۔ یہ نہیں کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح تھی وہ میں نے اس کتاب میں جمع کر دی ہے۔ میں نے اس میں وہی حدیث جمع کی ہے جس کی صحت پر سب کا اتفاق تھا (یعنی جس حدیث کی صحت میں اختلاف تھا وہ میں نے کتاب میں نقل نہیں کی۔ گو میرے نزدیک وہ صحیح تھی)

اب دل میں سوچ کر انصاف سے کہیں کہ امام بخاری یا خود امام مسلم کے کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ آپ اٹکل پچو ایسی باتیں کہہ کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ فن حدیث سے آپ کو کوئی تعلق اور کچھ مس نہیں۔ اس الزام دھوکہ دہی و ناواقفی کو آپ مانیں خواہ نہ مانیں، آپ کی کلام سے یہ تو ثابت ہوتا ہے، جس کے ماننے سے آپ کو بھی انکار نہیں، کہ حدیث دمشقی صحیح مسلم کو آپ نے اپنے اجتہاد سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور آپ کے اعتقاد مخفی، توہین صحیحین، کے اظہار کے لئے اس مقام میں اسی قدر بس ہے۔ اہل حدیث جو آپ کے پنجہ میں گرفتار ہیں آپ کے اس قول و اقرار سے یقین کریں گے کہ آپ حدیث صحیح مسلم کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اس پر جو فتوے لگائیں گے وہ مخفی نہیں ہے۔

۶۔ آپ لکھتے ہیں کہ ازالۃ الاوہام میں احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کی نسبت میں نے یہ قطعی فیصلہ نہیں دیا کہ وہ موضوع ہیں، بلکہ شرطیہ طور پر کہا ہے کہ اگر ان کے باہمی تناقض کو دور نہ کیا جائے گا تو ایک جانب کی حدیثوں کو موضوع ماننا پڑے گا۔ یہ آپ کی محض حیلہ سازی ہے۔ جس مقام میں آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا وہاں شرط تناقض بیان نہیں کی، بلکہ بڑے زور سے پہلے ان کا تعارض ثابت کیا ہے پھر ان پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے، جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک ان احادیث میں تناقض و تعارض متحقق ہے۔ و بناءً علیہ وہ احادیث آپ کے نزدیک موضوع ہیں۔ ہاں آپ نے ان احادیث میں کچھ کچھ تاویلیں بھی کی ہیں، جن سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ تاویل بفرض صحت احادیث مذکورہ آپ کرتے ہیں۔ آپ کی کلام سے صاف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ احادیث اول تو آپ کے نزدیک صحیح نہیں، موضوع ہیں۔ اور اگر بالفرض وہ صحیح مانی جائیں تو پھر وہ آپ کے نزدیک تاویلات سے ماول ہیں۔ یہ مطلب آپ کی ان عبارات ازالہ اوہام سے، جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اشاعۃ السنۃ میں نقل کر چکے ہیں اور جن میں بلا شرط آپ نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے، صاف ثابت ہے۔ آپ اس کے خلاف کے مدعی اور اپنے دعوی حال میں سچے ہیں تو اس مضمون کی عبارت نقل کریں، جس میں پہلے آپ نے قطعی اور صاف طور پر ان احادیث کو صحیح مان لیا ہو۔ پھر اس بیان صحت کے بعد شرطیہ طور پر یہ کہا ہو کہ ان احادیث کی تاویل نہ کی جائے تو یہ موضوع ٹھہرتی ہیں۔ آپ اپنی کتاب سے یہ تصریح نکال دیں گے تو ہم آپکو اس الزام سے، کہ آپ نے صحیحین کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، بری کر دیں گے۔ ورنہ کس و ناکس کو یقین ہوگا کہ درحقیقت آپ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں کو موضوع ٹھہرا چکے ہیں، مگر اپنے اتباع عوام اہل حدیث کے خوف سے ان کو موضوع کہنے سے انکار کرتے ہیں تا کہ عوام آپکو منکر احادیث نہ کہیں اور اہل سنت سے خارج نہ کریں۔

۷۔ آپ (یعنی مرزا) لکھتے ہیں، میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آ سکتا ہے کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ اپنی رائے کو شائع کریں، اور دوسرے باوجود سننے کے اس رائے کی مخالفت ظاہر نہ فرمائیں، سو یہی اجماع ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ و جابرؓ نے ابن صیاد کو دجال کہا، تو یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہ رہا ہو گا۔ سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے۔ آپ کے نزدیک یہ اجماع نہیں تو بتا دیں کہ کس صحابی نے ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کیا۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے پر آنحضرت ﷺ نے سکوت کیا ہے اور یہ ہزار اجماع سے افضل ہے۔

ان عبارات میں آپ نے میرے سوالات کا کہ: ۱۔ یہ تعریف اجماع جو آپ نے لکھی ہے وہ کس کتاب میں ہے۔ ۲۔ بعض صحابہ کے اتفاق کو کون اجماع کہتا ہے۔ ۳۔ سکوت صحابہ پر نقل صحیح کی کہاں شہادت پائی جاتی ہے، اس کو نقل کریں، غالباً، اور ہو گا، (وغیرہ الفاظ) سے کام نہ لیں۔، کچھ جواب نہ دیا اور پھر اپنے خیالات سابقہ کو دوبارہ نقل کر دیا جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ علمی سوالات کو سمجھ نہیں سکتے اور مسائل متعلقہ اجماع سے واقف نہیں۔ یا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دہی کی غرض سے ان کے جواب سے، جو آپ کے دعاوی کے مبطل ہیں، چشم پوشی کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب میں ان سوالات کا پھر اعادہ نہیں کرتا، کیونکہ میں آپ سے جواب ملنے کی امید نہیں رکھتا، اور بجائے اس کے آپکی باتوں کا خود ایسا جواب دیتا ہوں جس سے ثابت ہو کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ آپکی ناواقفی پر مبنی ہے، اور وہ میرے سوالات کا جواب نہیں۔

آپ نے اپنے پرچہ نمبر ۵ وغیرہ میں تین شخصوں کی جماعت کے اتفاق کو اجماع قرار دیا تھا، جو محض غلط اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ علماء اسلام جو اجماع کے قائل ہیں اجماع کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ ایک وقت کے جملہ مجتہدین کے، جن میں ایک شخص بھی متفرد و مخالف نہ ہو، اتفاق کا نام ہے۔

توضیح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت کے ایک وقت کے تمام مجتہدوں کا ایک حکم شرعی پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔ هو اتفاق المجتهدين امة محمد ﷺ فى عصر على حكم شرعى۔ کتب اصول میں یہ بھی مصرح ہے کہ: خلاف الواحد مانع ایک مجتہد بھی اہل اتفاق کا مخالف ہو تو اجماع متحقق نہ ہوگا

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے: قيل اجماع الاكثر مع ندرة المخالف اجماع كثير كغير ابن عباس اجمعوا على القول بالعول و غير ابى موسى الاشعرى اجمعوا على نقض النوم الوضوء و غير ابى هريره و ابن عمر اجمعوا على جواز الصوم فى السفر .. و المختار انه ليس باجماع لانتفاء الكل الذى هو مناط العصمة کہ بعض علماء قائل ہیں کہ اکثر مجتہدین کا اجماع مخالفین کی ندرت وقلت کی حالت میں اجماع سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ ابن عباس کے سوا اور سب کا اس امر کا قائل ہونا کہ اگر اہل میراث کے حصے اس عدد سے جس کے حصہ نکالے گئے ہوں بڑھ جاویں تو اس عدد کو بڑھایا جائے، اور ابو موسیٰ اشعری کے سوا اور سب لوگوں کا قائل ہونا کہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور ابو ہریرہ و ابن عمر کے سوا اور سب لوگوں کا اس پر اتفاق کرنا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے۔ مگر مذہب مختار یہ ہے کہ ایسا اجماع شرعاً اجماع نہیں کہلاتا کیونکہ یہ اتفاق کل نہیں جو عصمت کا مدار ہے۔

نیز اس میں ہے: لا ينعقد الاجماع باهل البيت وحدهم لانهم بعض الامة خلافاً للشيعة (مسلّم الثبوت) کہ صرف اہل بیت نبوی کے اتفاق سے اجماع منعقد نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف بعض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجتہدین امت ہیں۔شیعہ کواس میں خلاف ہے جواس کواجماع سمجھتے ہیں۔

نیزاس میں ہے: و لا ینعقد با لخلفاء ا لا ربعة خلا فاً لا حمد ا لاما م ۔(مسلّم الثبوت)

صرف خلفاء اربعہ کے اتفاق سے بھی اجماع منعقد نہیں ہوتا اس میں امام احمد کا خلاف ہے۔

سکوت باقی اصحاب سے آپ نے اجماع استنباط کیا ہے مگر اس کا ثبوت نہیں دیا بلکہ الٹا ہم سے ثبوت مخالفت طلب کیا ہے۔ یہ ثبوت پیش کرنا ہمارا فرض نہ تھا مگر ہم آپ پر احسان کرتے ہیں، آپکو سکوت کل کا ثبوت پیش کرنا معاف کر کے خود ثبوت خلاف پیش کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجھنے والے ایک ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی تھے،ان سے صحیح مسلم میں منقول ہے:

عن ابی سعید قا ل صحبت ابن صیا د الی مکة فقا ل لی ما قد لقیت من الناس یزعمو ن انی د جا ل الست سمعت رسو ل الله ﷺ یقول انه لا یولد له قا ل قلت بلی۔ قا ل فقد ولد لی ۔ او لیس سمعت رسول الله ﷺ یقول لا ید خل المدینه و لا مکة قلت بلی ۔ قا ل فقد و لدت بالمد ینة و ھا انا ارید مکه قال ثم قا ل لی فی آ خر قو له اما و ا لله ا نی لا علم مو لده و مکا نه و این ھو فلبسنی (صحیح مسلم۔ ص ۳۹۷) ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں مکہ تک ابن صیاد کے ساتھ ہو کر چلا تو اس نے کہا مجھے لوگوں سے کیا تکلیف پہونچی ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں دجال ہوں۔ تو نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ فرماتے ہیں دجال لا ولد ہوگا۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے۔ پھر وہ بولا کہ میں تو صاحب اولاد ہوں۔ پھر بولا کیا تو نے آنحضرت ﷺ یہ نہیں سنا کہ دجال مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ میں نے کہا ہاں سنا ہے۔ پھر وہ بولا میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب مکہ کو جارہا ہوں۔ ابوسعید نے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی کلام کے آخر میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں پیدا ہوا اور اب وہ کہاں ہے۔ یہ کہ کر اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری کا یہ لفظ لبسنی صاف مشعر ہے کہ وہ ابن صیاد کو یقیناً دجال موعود نہ سمجھتے تھے بلکہ اس میں ان کو لبس یعنی شبہ تھا۔

دوسرے تمیم داری رضی اللہ عنہ ہیں، جو دجال کو اپنی آنکھ سے ایک جزیرہ میں مقید دیکھ کر آئے تھے، چنانچہ صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم (صفحہ ۴۰۴) میں ہے:

و فی روایۃ فاطمة بنت قیس قالت سمعت نداء المنادی رسول اللہ ﷺ ینادی الصلوۃ جامعة فخرجت الی المسجد فصلیت مع رسول اللہ ﷺ فی صف النساء الذی یلی ظهور القوم فلما قضی رسول اللہ ﷺ صلوته جلس علی المنبر و هو یضحك فقال لیلزم کل انسان مصلاه ثم قال اتدرون لم جمعتکم قالوا اللہ و رسوله اعلم۔ قال انی و اللہ ما جمعتتکم لرغبة و لا لرهبة و لکن جمعتکم لان تمیم الداری کان رجلاً نصرانیا فجاء فبایع و اسلم و حدثنی حدیثاً وافق الذی کنت احدثکم عن مسیح الدجال حدثنی انه رکب فی سفینة بحریة مع ثلثین رجلاً من لخم و جذام فلعب بهم الموج شهراً فی البحر ثم اوفوا الی جزیرة فی البحر حین تغرب حین مغرب الشمس فجلسوا فی اقرب السفینة فدخلوا الجزیرة فلقیتهم دابة اهلب کثیر الشعر لا یدرون ما قبله من دبره من کثرة الشعر فقالوا و یلك ما انت قالت انا الجساسة قالوا و ما الجساسة قالت یایها القوم انطلقوا الی هذا الرجل فی الدیر فانه الی خبرکم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلاً فرقنا منها ان تکون شیطانة قال فانطلقنا سراعاً حتی دخلنا الدیر فاذا فیه اعظم انسان رئیناه قط خلقا و اشده وثاقاً مجموعة یداه الی عنقه ما بین رکبتیه الی کعبیه بالحدید قلنا و یلك ما انت قال قد قدرتم علی خبری فاخبرونی ما انتم۔ قالوا نحن اناس من العرب رکبنا فی سفینة بحریة فصادفنا البحر حین اغتلم فلعب بنا الموج شهراً ثم اوفینا الی جزیرتك هذه فجلسنا فی اقربها فدخلنا الجزیرة فلقینا دابة اهلب کثیر الشعر لا ندری ما قبله من دبره من کثرة الشعر فقلنا و یلك ما انت فقالت انا الجساسة قلنا و ما الجساسة قالت اعمدوا الی هذا الرجل فی الدیر فانه الی خبرکم بالاشواق فاقبلنا الیك سراعاً و فزعنا منها و لم نامن ان تکون شیطانة

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقال اخبرونی عن نخل بیسان قلنا عن ای شانها تستخبر قال اسئلکم عن نخلها هل یثمر قلنا له نعم قال اما انها یوشك ان لا تثمر قال اخبرونی عن بحیرة طبریة قلنا عن ای شانها تستخبر قال هل فیها ماء قالوا هی کثیرة الماء قال اما ان ماءها یوشك ان یذهب قال اخبرونی عن عین زغر قالوا عن ای شانها تستخبر قال هل فی العین ماء و هل یزرع اهلها بماء العین قلنا له نعم هی کثیرة الماء و اهلها یزرعون من ماءها۔ قال اخبرونی عن نبی الامیین ما فعل قالوا قد خرج من مکه و نزل یثرب قال اقاتله العرب قلنا نعم قال کیف صنع بهم فاخبرناه انه قد ظهر علی من یلیه من العرب و اطاعوه قال قال لهم قد کان ذاك قلنا نعم قال اما ان ذاك خیر لهم ان یطیعوه و انی مخبرکم عنی انی انا المسیح الدجال و انی اوشك ان یوئذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة غیر مکه و طیبة فهما محرمتان علی کلتاهما کلما اردت ان ادخل و وحدة او واحداً منهما استقبلنی ملك بیده السیف صلتا یصدنی عنها و ان علی کل نقب منها ملائکة یحرسونها قالت قال رسول الله ﷺ و طعن بمخصرته فی المنبر هذه طیبة هذه طیبة هذه طیبة یعنی المدینة الا هل کنت حدثتکم ذالك فقال الناس نعم فانه اعجبنی حدیث تمیم انه وافق الذی کنت احدثکم عنه و عن المدینة و مکه الا انه فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو و اومی بیده الی المشرق قالت فحفظتها من رسول الله کہ فاطمہؓ بنت قیس سے روائت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے موذن کی آواز اذان سنی تو میں مسجد کی طرف نکلی اور میں عورتوں کی صف میں جو مردوں کی پیٹھ پیچھے ہوئی جا ٹھہری۔ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے یہ فرمایا کہ سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے۔ وہ بولے اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں ترغیب (رغبت دلانے) ترہیب (ڈرسنانے) کے لئے نہیں بلایا، بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ تمیم داری نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور اس نے مجھے ایک ایسی بات کہی ہے جو میری اس حدیث کے مطابق و موافق ہے جو میں تمہیں دجال کی بابت سنایا کرتا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ تیس آدمیوں کے ساتھ جو بنی لخم و بنی جذام سے تھے، ایک جہاز میں سوار ہوا۔ موج بحر نے ایک مہینہ تک ان کے جہاز کو خراب کیا اور پھرایا۔ پھر وہ غروب آفتاب کے وقت ایک جزیرہ کی طرف پناہ گزیں ہوئے اور ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر ایک جزیرہ میں داخل ہوئے تو ان کو ایک جانور سا ملا جس کو اہلب کہتے ہیں۔ اس کے بالوں کی کثرت کے سبب اس کا منہ اور پیچھا نظر نہ آتا تھا۔ وہ بولے تجھے خرابی تو کون ہے۔ وہ بولا میں جساسہ ہوں۔ وہ بولے کیسا جساسہ۔ اس نے کہا اس صومعہ (گرجا) میں چلو وہاں ایک آدمی تمہاری خبروں کا مشتاق ہے۔ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کا تو ہم ڈر گئے کہ مبادا یہ کوئی بھوت یا چڑیل ہو۔ مگر ہم جلدی سے اس صومعہ میں گئے تو ایک اتنا بڑا آدمی جس کے برابر ہم نے کبھی کوئی نہ دیکھا تھا، نظر آیا، جس کے ہاتھ گردن سے جکڑے ہوئے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کے زنجیروں سے باندھا ہوا ہے۔ ہم نے اس کو کہا تجھے خرابی تو کون ہے۔ وہ بولا تم میری خبر پر تو قادر ہو چکے۔ تم بتلاؤ تم کون ہو۔ ہم بولے ہم عرب کے لوگ ہیں۔ ہم ایک جہاز پر ایسے وقت میں سوار ہوئے جب کہ موجوں کا زور تھا۔ موج بحر نے ہم کو ایک مہینہ تک خراب کیا۔ پھر ہم اس جزیرہ پر آلگے تو ہم کو یہ جانور ملا (پھر جو اس سے سوال جواب ہوئے ان کو بیان کیا)، پھر کہا ہم تیری طرف جلدی سے آگئے اور ہم ڈرے تھے کہ تو کوئی بھوت ہوگا۔ وہ بولا (موضع) بیسان کے باغ خرما کا کیا حال ہے۔ وہ پھل دیتا ہے؟ ہم بولے ہاں دیتا ہے۔ وہ بولا ایک وقت عنقریب ایسا آئے گا کہ وہ پھل نہ دے گا۔ پھر اس نے کہا بحیرہ طبریہ کا حال بتلاؤ۔ ہم نے کہا اس کا کیا حال پوچھتا ہے۔ وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے۔ وہ بولا عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا پانی جاتا رہے گا۔ پھر وہ بولا (موضع) زغر کے چشمہ کا حال بتاؤ۔ ہم نے کہا اس کا کیا حال پوچھتا ہے۔ وہ بولا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا اس میں بہت پانی ہے جس سے لوگ کھیتوں کو پانی دیتے ہیں۔ وہ بولا امیوں (عرب کے ان پڑھوں) کے نبی کی مجھے خبر دو۔ اس کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا آپ ﷺ مکہ سے نکلے اور مدینہ میں رونق افروز ہوئے ہیں۔ وہ بولا ملک عرب نے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لڑائی کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں کی ہے۔ وہ بولا پھر ان کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا کہ آپ اپنے پاس والے عربوں پر غالب آ گئے ہیں اور وہ ان کے تابع ہو گئے ہیں۔ وہ بولا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں ایسا کیا ہے۔ وہ بولا سن رکھو ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ آپ کے مطیع ہو جائیں اور میں تمہیں اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں۔ مجھے عنقریب نکلنے کی اجازت ہوگی تو میں نکلونگا اور تمام زمین پر پھر جاؤنگا۔ کوئی گاؤں نہ چھوڑونگا جس میں چالیس رات کے عرصہ میں نہ اترونگا، بجز مکہ اور طیبہ کے، کہ وہ دونوں مجھ پر حرام کئے گئے ہیں۔ جب میں ان دوشہروں میں داخل ہونا چاہوں گا، فرشتہ تلوار ہاتھ میں کھینچے ہوئے میرے سامنے آئے گا اور مجھے روک دے گا۔ ان کے ہر ایک پھاٹک پر فرشتے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چھڑی کو (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) منبر پر مارا اور فرمایا کہ طیبہ (جس کا دجال نے ذکر کیا ہے) یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ یعنی مدینہ۔ سن رکھو، کیا میں تمہیں یہ حدیث دجال کی سنایا نہ کرتا تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں بے شک آپ سنایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ تمیم کی بات پسند آئی ہے۔ یہ میری اس حدیث کے موافق ہے جو میں تم کو دجال کی بابت اور مکہ و مدینہ کی بابت سنایا کرتا تھا۔ سن رکھو کہ وہ دریائے شام یا یمن میں نہیں وہ تو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے، وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے۔ اور آپ ﷺ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے بھی اشارہ کیا۔ فاطمہ اس حدیث کی راوی کہتی ہیں یہ حدیث میں نے آنحضرت ﷺ سے سنی اور یاد رکھی ہے۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے دجال کو آنکھ سے دیکھا، پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہ کے موافق ابن صیاد کو دجال سمجھتے۔

آپ نے اس حدیث کا ضعف ایک دوست کے حوالے سے نواب صدیق حسن خان مرحوم سے نقل کیا ہے۔ اس کا جواب ہم اس وقت دیں گے جب آپ نواب صاحب کا اصل کلام نقل کریں گے۔

تیسرے وہ لوگ جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے منہ پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کر چکے ہیں، چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۹۹ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: فقلت لبعضهم هل تحدثون انه هو قال لا والله قال قلت كذبتني والله لقد اخبرني في بعضكم انه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لن یموت حتی یکون اکثر کم مالاً و ولداً فکذا لک ھو زعموا الیوم۔

ابن عمر فرماتے ہیں میں ابن صیاد کو دو دفعہ ملا۔ (ایک دفعہ) میں اس سے ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا کہ کیا تم یہ باتیں کرتے ہو کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ وہ بولے بخدا ہم یہ باتیں نہیں کرتے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، مجھے تم میں سے بعض لوگوں نے خبر دی تھی کہ دجال تب مرے گا جب کہ تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والا ہو جائے گا اور وہ ان کے خیال میں آج ایسا ہی ہے۔

یعنی حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے بعض لوگوں کو (جن سے ان کے معاصر اصحاب مراد ہیں) کہا، کیا تم کہتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے، تو وہ بولے بخدا ہم نہیں کہتے۔ میں نے کہا تم مجھے جھوٹا کرتے ہو۔ بخدا تمہیں سے بعض نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ دجال صاحب اولاد ہو کر مرے گا اور وہ (ابن صیاد) ایسا ہی صاحب اولاد ہے۔ یہ قول ابن عمر اس امر پر نص صریح ہے کہ ابن صیاد کو اور لوگ، حضرت ابن عمرؓ کے معاصر، دجال نہیں جانتے تھے اور ان کے سامنے ان کی رائے سے خلاف ظاہر کرتے تھے۔

صرف ابن عمرؓ ہی کا ایسا قول تھا جس میں ابن صیاد کو دجال موعود بلفظ مسیح دجال کہا گیا ہے، کیونکہ جابر وحضرت عمرؓ کے قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال موعود ہے، بلکہ انہوں نے ابن صیاد کو صرف دجال کہا ہے جس سے منجملہ تیس دجالوں کے ایک دجال مراد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عنقریب اس کا ثبوت آتا ہے اور جب کہ ابن عمر کے صریح قول پر انکار پایا گیا ہے تو اس سے بڑھ کر خلاف کی تصریح آپ کیا چاہیں گے؟

آپ کے حواری حکیم نور الدین نے ہمارے سوال نمبری ۲۱ (مباحثہ لاہور میں) کے جواب میں اس اختلاف کو تسلیم کیا اور یہ کہا ہے کہ دجال کی نسبت مختلف خیال ہیں۔ آپ نے بڑا غضب ڈھایا کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر اجماع صحابہ کا دعویٰ کر لیا۔ اپنے حواری سے تو مشورہ کر لیا ہوتا۔

اخیر میں جو آپ نے قول فاروقی پر آنحضرت ﷺ کے سکوت کا دعویٰ کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے ابن صیاد کو دجال کہا اور اس پر قسم کھائی تھی، اس میں یہ تصریح نہ کی تھی کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے جس کے آنے کی آنحضرت ﷺ نے علامات خاصہ بیان کر کے خبر دی تھی اور جملہ انبیاء سابقین نے اپنی امت کو ڈرایا تھا۔ لہذا ممکن ومحتمل ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس قول سے یہ مراد ہو کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالوں کے ہے جن کے خروج کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔

اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا سکوت آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے، کیونکہ یہ سکوت ابن صیاد کو آخری دجال کہنے پر نہ ہوا۔ بلکہ کوئی اور دجال منجملہ دجاجلہ۔

ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں کہا ہے:

قیل لعل عمر اراد بذالك ان ابن صیاد من الد جا لین الذین یخر جو ن فید عو ن النبوۃ و یضلو ن الناس و یلبسو ن ا لا مر علیهم بعض کا قول ہے کہ شاید حضرت عمرؓ کے ابن صیاد کو دجال کہنے سے یہ مراد ہو کہ وہ منجملہ ان تیس دجالوں کے، جو قیامت سے پہلے نکلیں گے اور نبوت کا دعوی کریں گے اور لوگوں کو بہکائیں گے اور ان پر دین کو مشتبہ کریں، ایک دجال ہے۔

اس پر شائد آپ اعتراض کریں کہ جابرؓ کے قول ابن صیاد الدجال میں جو حضرت عمرؓ کی طرف بھی منسوب ہوا ہے، لفظ دجال پر الف ولام بتارہا ہے کہ دجال سے ان کی مراد خاص دجال ہے نہ کہ کوئی دجال۔ اور علماء معانی وبیان نے کہا ہے کہ خبر معرف با لا م ہو تو اس کا مبتداء میں قصر ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دجال سے آخری دجال مراد نہ لیں بلکہ منجملہ تیس دجال کے ایک دجال مراد ٹھہرائیں تو اس صورت میں بھی خاص دجال کی طرف الف ولام کا اشارہ ہوسکتا ہے۔

رہا جواب قصر سو یہ ہے کہ خبر معرف بلام مقدم ہو جیسے کہ ابن عمرؓ کے قول المسیح الدجال ابن صیاد میں ہے۔ تو بے شک و بلا اختلاف خبر کا مبتداء پر قصر ہوتا ہے مگر درصورتیکہ خبر مؤخر ہو تو اس کا مفید قصر ہونا محل اختلاف ہے۔ صاحب کشاف نے فائق میں اس سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹیؒ نے مطول کے حاشیہ میں کہا ہے: مال صاحب الکشاف الی التفرقة بینهما حیث ذکر فی الفائق ان قولك الله و هو الد هر معناه انه الجالب للحوا د ث لا غیر الجالب و قولك الد هر هو الله معنا ہ ان الجالب با لحوا د ث هو الله لا غیرہ۔ صاحب کشاف ان دونوں صورتوں میں فرق کی طرف مائل ہوا ہے، چنانچہ فائق میں اس نے لکھا ہے کہ الله هو الد هر (جس میں خبر معرف باللام موخر ہے) کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالی حوادث زمانہ کا لانیوالہ ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ حوادث نہ لائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور الدھر ھو اللہ (جس میں خبر معرف باللام مقدم ہو) یہ معنی ہیں کہ خدا ہی حوادث لانے والا ہے بجز خدا کے اور کوئی حوادث لانے والا نہیں ہے۔

بناءً علیہ لام الدجال سے قصر ثابت نہیں ہوتا۔ لام کو عہدی کہو، خواہ جنسی۔ اور قول جابرؓ یا حضرت عمرؓ کے معنے یہ بنتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے نہ کچھ اور، یہ معنے نہیں کہ دجال وہی ہے نہ کوئی اور۔ مگر ان باتوں کے سمجھنے کے لئے علم ادب ومعانی وبیان میں دخل بکار ہے۔ آپ اس احتمال کو کہ حضرت عمرؓ نے دجال سے تیس دجالوں میں سے ایک دجال مراد رکھا تھا، کسی دلیل سے اٹھاویں اور اس کے صریح الفاظ سے ثابت کریں کہ دجال سے ان کی مراد آخری دجال تھا، تو پھر اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو جب انہوں نے ابن صیاد کو قتل کرنا چاہا تھا یہ فرما دیا تھا کہ ابن صیاد وہ دجال ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہ ہو گی، اس کے قاتل عیسے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: فقال عمر بن الخطاب ذرنی یا رسول اللہ اضرب عنقہ فقال لہ رسول اللہ ﷺ ان یکنہ فلن تسلط علیہ و ان لم یکنہ فلا خیر لك فی قتلہ۔ کہ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن ماردوں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو، تو اس کے قتل پر ہرگز مسلط نہ ہوگا، اگر وہ نہیں تو اس کا قتل بہتر نہیں۔ شرح السنۃ کی روایت میں یوں آیا ہے۔ ان یکن ھو. فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسی بن مریم و ان لا یکن ھو فلیس لك ان تقتل رجلا من اھل الذمہ (ص۔ ۴۷۱) کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو، تو اس کا قاتل نہیں، اس کا قاتل عیسے بن مریم ہے اور اگر یہ وہ نہیں تو تجھے نہیں پہنچتا کہ تو ایک ایسے شخص کو قتل کرے جو مسلمانوں کی امان وپناہ میں ہے۔

اس قول آنحضرت ﷺ سے صاف ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کو اس خیال سے انہوں نے بالفرض ظاہر کیا ہو یا دل میں رکھا ہو (کہ ابن صیاد دجال موعود ہے) روک دیا اور بناءً علیہ اس کے قتل سے منع کر دیا۔ اس قول نبوی کے کتب حدیث میں موجود ہونے کے ساتھ یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے ابن صیاد کو دجال موعود کہنے یا سمجھنے پر سکوت کیا، اسی شخص کا کام ہے جس کو حدیث بلکہ کسی شخص کی کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ آپ نے جو کچھ اس باب میں کہا ہے وہ فن حدیث، اصول فقہ، علم معانی و بیان وادب وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

۸۔آپ لکھتے ہیں کہ کسی کو کسی بات کا قائل ٹھہرانا تصریح پر موقوف نہیں۔

۱۔اس امر کی نسبت اسکے اشارات پائے جانے سے بھی اسکو قائل بنایا جاتا ہے

۲۔آنحضرت ﷺ کا ایک مدت طویل تک ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے رہنا، احتمالی امر نہیں۔آپ ﷺ نے زبان سے ڈرسنایا ہوگا تب ہی صحابی نے لم یزل کا لفظ فرمایا

۳۔آنحضرت ﷺ اور سبھی انبیاء دجال سے ڈراتے آئے ہیں۔

۴۔ایک شخص کا دس برس سے دہلی کی تیاری کرنا کوئی بیان کرے تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس شخص نے دہلی جانے کا ارادہ کبھی زبان سے بتایا ہوگا۔

۵۔اور اگر یہی احتمال مسلم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے حالات سے آپ کا ڈرنا صحابی نے سمجھ لیا تھا، تو بھی احتمال ہے کہ زبان سے سنا ہو۔اور لفظ لم یزل سے یہ احتمال قوی ہوتا ہے۔اس صورت میں آپ کا مجھ کو مفتری کہنا بے جا ہے ۔

اس سے آپ کا افتراء سابق اور پختہ و متیقن ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ خطاءً نہیں کہا، عمداً افتراء کیا ہے اور اس پر آپ کو اب تک ایسا اصرار ہے کہ جتلانے سے بھی باز نہیں آتے اور اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔محدثین نے بیان کیا ہے کہ جو شخص روایت حدیث میں غلطی پر متنبہ کیا جائے اور پھر اس سے باز نہ آئے وہ ساقط العدالت ہو جاتا ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ اشارات سے بھی ایک شخص کو ایک امر کا قائل بنایا جاتا ہے، تب آپ کے حق میں مفید ہو جب صحابی آنحضرت ﷺ کو اس قول کا قائل بناتا، جس کا قائل آنحضرت ﷺ کو آپ نے بنادیا ہے ۔ صحابی نے آپ ﷺ کو قائل قول مذکور نہیں بنایا، بلکہ اپنا خیال بیان کیا ہے تو پھر اس کہنے سے آپ کو کیا فائدہ ہے کہ اشارات سے بھی قائل بنایا جاتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی طرف کسی قول کو منسوب کرنا اسی صورت و پیرایہ میں حلال ہے جس صورت و پیرایہ میں آپ نے فرمایا ہو۔اشارۃً ہو تو اشارۃً ۔صراحتاً کہا ہو تو صراحتاً۔آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا اتقوا عنی ا لا ما علمتم فمن کذ ب علی متعمداً فیتبوا مقعده من النار

☆ آپ کی کتب حدیث میں نظر ہوتو آپ کو معلوم ہو کہ آنخضرت ﷺ کے اصحاب آپ سے کوئی ایسا لفظ نقل نہ کرتے جو آپ نے نہ فرمایا ہوتا اور اگر ان کو اصل لفظ حضرت رسالت میں شک واقع ہو جاتا تو شک وتردد کے ساتھ الفاظ فرماتے۔ آپ نے باوجودیکہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ آنخضرت ﷺ نے وہ الفاظ فرمائے ہیں، جو آپ نے نقل کئے ہیں اور اب تک اس کا علم ویقین نہیں صرف خیالی احتمال ہے، پھر آپ نے اس لفظ کو آنخضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا تو یہ بجز افتراء عمدی اور کیا ہوسکتا ہے۔

۲۔ آنخضرت ﷺ کے ابن صیاد سے ڈرنے کو احتمال کون کہتا ہے، وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے اور اصحاب اس امر کو ملاحظہ کرتے۔ تب ہی ایک صحابی نے کہد یا کہ آنخضرت ﷺ ہمیشہ ڈرتے تھے۔ لفظ ہمیشہ یا لم یزل کو یہ لازم نہیں ہے کہ آپ زبان سے بھی فرمادیا کرتے کہ میں ڈرتا ہوں۔

۳۔ پہلے انبیاء اور آنخضرت ﷺ نے بے شک دجال موعود سے ڈرایا ہے، مگر اس سے یہ بات نکالنا کہ آپ ﷺ نے ابن صیاد کو دجال کہکر ڈرایا، آنخضرت ﷺ پر ایک اور افتراء ہے۔ دجال سے ڈرانا، ابن صیاد سے ڈرانا نہیں ہے۔ خدا سے ڈرو۔ آنخضرت ﷺ پر افتراء نہ کرتے جاؤ۔

۴۔ تیاری دہلی کی مثال میں آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ایک شخص کو دس برس سے اگر کوئی دیکھے کہ وہ وقتاً فوقتاً دہلی کا ٹکٹ خرید کر واپس کر آتا ہے اور اسی حالت میں آخری برس تک وہ رہا ہے تو اس کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ دس برس سے تیار ہے گو تیاری کا حرف زبان پر کبھی نہ لاوے۔

ہم سے ایک اور مثال سنیئے۔ ایک شخص مدت العمر نمازوں اور دعاؤں میں زاری کرتا رہے، احکام شریعت کا پابند ہو، خدا کا اور بندوں کا حق تلف نہ کرے۔ اس کی نسبت کس وناکس، بشرطیکہ فاتر الحواس نہ ہو، یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ خدا تعالی سے ڈرتا ہے گو وہ منہ سے کبھی نہ کہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔

۵۔ ایک احتمال کے مقابل دوسرا احتمال ہو تو مدعی کو اس سے استدلال درست نہیں ہے۔ اس کے خصم منکر کو پہنچتا ہے کہ وہ اس احتمال سے تمسک کرکے بحکم: اذا جاء الاحتما ل بطل ا لاستد لا ل ، مدعی کے استدلال کو توڑ دے۔ آپ اس امر سے ناواقف ہیں تب ہی مدعی ہو کر احتمال سے استدلال کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٦۔ افتراء آپ کی قدیم سنت ہے۔ ان افتراؤں کے علاوہ جو ثابت کئے گئے ہیں۔ آپ نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۰۱ میں حدیث: کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اماکم منکم
کا ترجمہ کیا تو اس میں اس سوال و جواب کا رسول اللہ ﷺ پر افتراء کیا ہے، کہ تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے؟ وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

آپ نے عمداً رسول اللہ ﷺ پر افتراء نہیں کیا تو بتائیں کہ اس حدیث کے کس طریق یا وجہ میں یہ سوال و جواب وارد ہیں؟

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱۸ میں آپ نے دجال موعود کے محل نزول میں اختلاف علماء بیان کیا تو اس میں علماء اسلام پر یہ افتراء کیا ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ بیت المقدس میں اترے گا، نہ دمشق میں، بلکہ مسلمانوں کے لشکر میں اترے گا۔ آپ اس قول کے بیان میں مفتری نہیں تو بتا دیں کہ کس عالم کا یہ قول ہے کہ وہ نہ بیت المقدس میں اتریں گے نہ دمشق میں۔ آپکے ان افتراؤں سے کامل یقین ہوتا ہے کہ آپ کسی الہام کے دعوی میں سچے نہیں اور جو تار و پود آپ نے پھیلا رکھا ہے وہ سب افتراء ہے۔

٩۔ آپ لکھتے ہیں کہ آپ بخاری بخاری کرتے ہیں اور بخاری کی یہ حدیث اپنے رسالہ میں نقل کر چکے ہیں کہ محدث کی بات میں بھی شیطان کا دخل نہیں ہوتا۔ بخاری پر آپ کا ایمان ہے تو اس حدیث کی تسلیم سے ابن عربی کا قول آپ کے نزدیک مسلم ہے پھر میں نے کیا افتراء کیا۔

اس میں آپ نے مجھ (محمد حسین) پر ایک اور افتراء کیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ مہربان من! میں صحیح بخاری کو تسلیم کرتا ہوں اور اس حدیث پر جو صحیح بخاری میں محدث کی شان میں مروی ہے، میں ایمان رکھتا ہوں اور معہذا یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ جو شخص محدث کہلائے اور صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو بشہادت الہام خود موضوع قرار دے، وہ محدث نہیں ہے، شیطان کی طرف سے مخاطب ہے۔ واقعی محدث و ملہم وہی شخص ہے جس کی تحدیث والہام، الہام قدیم قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے مخالف نہ ہو۔ اور جو شخص محدث یا ملہم ہونے کا دعوی کرے، اور اس کے ساتھ یہ کہے کہ مجھے فرشتوں نے کہا ہے، یا خدا نے الہام کیا ہے، یا رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ صحیحین کی حدیثیں موضوع ہیں، میں اس کو شیطان کا مخاطب اور اس کی طرف سے محدث بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیطان مجسم سمجھتا ہوں۔ ایسا جعلی محدث بعینہ ویسا ہے جو محدث بن کر کہے کہ مجھے الہام ہوا کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہیں ہے، جس کو امید ہے آپ بھی محدث تسلیم نہ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت کے مسلمان جو بخاری کو مانتے ہیں، آپ کے دعوی محدثیت کو قبول نہیں کرتے۔ کیا وہ اس انکار سے اس حدیث بخاری کے منکر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کو مغالطے نہ دو۔ یہ آپ کی کلام کا مختصر جواب ہے، جس سے آپ کے مغالطات اور ناواقفی اور دہوکہ دہی کا بخوبی اظہار ہو گیا۔ بعض مطالب پرچہ آخری اور پرچہ ہائے سابق کے جوابات و نتائج کو بخوف تطویل عمداً چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ ہمارے حصول مطلب کے لئے کافی ہے۔ ان باتوں کو ہمارے اصل مدعا سے ایسا تعلق نہیں ہے کہ بلا بیان ان باتوں کے وہ مدعا حاصل نہ ہوتا۔ ان باتوں کا اظہار صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ آپ نے اصل سوال کا جواب نہ دیا۔ اور ان باتوں کے بیان سے جن کا جواب ہم نے دیا ہے، جواب کو ٹلایا۔ آئندہ آپ اپنی طرز تحریر اور تطویل اور دفع الوقتی کو بدل دیں، تا اس طرف سے بھی اسی قسم کی باتوں سے قلم کو روک لیا جائے گا۔ اور اس تحریر کے جواب میں آپ نے پھر وہی روش اختیار کی تو آپ دیکھ لیں گے اس طرف سے بھی ایسا سلوک ہوگا۔ آپ کے لئے بہتر ہے کہ اس روش کو بدل دیں، اور میرے اصل سوال کا جواب اتنی سطروں میں دیں، جتنی سطروں میں میرا سوال ہے۔ میں سردست جواب بادلائل نہیں چاہتا، مجرد جواب کا طالب ہوں۔ جس وقت میں کسی مسئلہ میں آپ سے بحث و دلائل کا طالب ہوں گا، اس وقت آپ تفصیلی بحث کریں۔ میری یہ نصیحت منظور ہو تو آپ مختصر بتا دیں کہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جملہ صحیح اور واجب العمل ہیں، یا جملہ موضوع نا قابل عمل، یا مختلط ہیں جن میں بعض صحیح ہوں اور بعض موضوع۔ اس سوال کا جواب دو حرفی آپ نے دیا تو پھر میں اور سوال کرونگا اور اسی طرح اختصار آپ نے مدنظر رکھا تو ایک دن میں مباحثہ ختم ہوگا ان شاء اللہ آئندہ اختیار۔ کما تدین تدان۔

ابوسعید محمد حسین۔ ۲۶ جولائی ۱۸۹۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی کی تحریر ہشتم، اور شیخ الاسلام کا تبصرہ بمنزلہ جواب

(یہ وہ تحریر ہے جس کو مرزا قادیانی نے آخری جلسہ مباحثہ میں پڑھ کر سنایا اور اس پر مباحثہ کو نا تمام چھوڑ کر فرار اختیار کیا تھا۔ اس تحریر کی نقل دینے کا اس نے اس جلسہ میں تو اقرار کیا تھا، مگر گھر پہنچ کر دوسرے دن بذریعہ خط نقل دینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس تحریر کو چھاپ کر مشتہر کیا، تب بھی اس کو ہمارے پاس نہ بھجوایا۔ باوجودیکہ رسالہ اشاعۃ السنۃ سال ہا سال سے زمانہ اشاعت تحریر مذکور تک بلا قیمت اس کے پاس پہنچتا رہا۔ اس قطع تعلق سے اس نے گویا ہم سے بحث وخطاب کا سلسلہ توڑ دیا اور ہم سے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا، لہٰذا ہم بھی اب اس کو اس تحریر میں اپنا مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور اس کی تحریر ہشتم کے متعلق جو لکھنا چاہتے ہیں وہ بغرض مباحثہ ومطالبہ جواب نہیں لکھتے، بلکہ صرف اپنے ناظرین کو اس کی دھوکہ بازیوں اور اکاذیب پر مطلع کرنے کی غرض سے اس تحریر پر چند نوٹ تحریر کرتے ہیں، جن سے ان کو معلوم ہو کہ قادیانی در پردہ زندیق ہے۔ اس وجہ سے اس کی اصل تمام عبارت یا اس کے پورے مضمون کی نقل سے تعرض نہیں کرتے اور نہ اس کے ترک بحث وخطاب کی حالت میں اس امر کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف اس کی تمہیدی تحریر کو، جس میں اس نے ہماری تحریر ہشتم کا مجمل جواب دیا ہے، بعینہٖ اور باقی تحریر کے فقرات لائق نوٹ کا خلاصہ مطلب نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔ محمد حسین)

حضرت مولوی صاحب! میں نہایت افسوس سے تحریر کرتا ہوں کہ جس سوال کے جواب کو میں کئی دفعہ آپ کی خدمت میں گذارش کر چکا ہوں۔ وہی سوال آپ بار بار بہت سی غیر متعلق باتوں کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اچھی طرح میری تحریرات پر غور بھی نہیں کیا اور نہ میری کلام کو سمجھا ہے۔ اسی وجہ سے آپ ان امور کا بھی الزام میرے پر لگاتے ہیں جن کا میں قائل نہیں ہوں (آپ کے کلام سے صاف نکلتا ہے کہ آپ ان باتوں کے قائل ہیں مگر چونکہ آپ اپنی کلام کا مطلب خود نہیں سمجھ سکتے، لہٰذا ممکن ہے کہ آپ دل سے قائل نہ ہوں۔ مگر ہم ظاہر کلام پر حکم لگا سکتے ہیں آپ کے دل کو چیر نہیں سکتے۔ محمد حسین)۔ لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ برعایت اختصار پھر آپ کو اپنے عقیدہ اور مذہب سے، جو حدیثوں کے بارہ میں رکھتا ہوں، اطلاع دوں (آپ کے عام عقیدہ سے سوال نہ تھا، بلکہ خاص صحت احادیث صحیحین سے سوال تھا۔ سو آپ نے اب تک صاف صاف جواب ظاہر نہیں کیا۔ محمد حسین)

سو مہربان من! آپ پر ظاہر ہو کہ میں اپنی تحریر چہارم وپنجم میں بہ تفصیل وتصریح بیان کر چکا ہوں (

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر چہارم دراصل پنجم ہے اور پنجم دراصل ہفتم۔ آپ نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے نمبروں کو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔ محمد حسین) کہ احادیث کے دو حصہ ہیں۔ ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں آ گیا ہے، یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کئے گئے ہیں۔ سو اگرچہ میں صحیحین کی حدیثیں اس قوت اور مرتبہ پر نہیں سمجھتا کہ باوجود مخالفت آیات صریحہ و بینہ قرآن ان کو صحیح سمجھ سکوں لیکن سلسلہ تعامل کی حدیثیں میری اس شرط سے باہر ہیں، چنانچہ اپنی تحریر کے نمبر پنجم میں بتصریح لکھ چکا ہوں۔ اگر سلسلہ تعامل کی حدیثوں کے رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر مغائر معلوم ہو تو میں اس کو تسلیم کر سکتا ہوں کیونکہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں حجت قوی ہیں اور قرآن کو معیار ٹھہرانے سے سلسلہ تعامل کی حدیثیں مستثنیٰ ہیں۔ دیکھو تحریر نمبر پنجم بجواب آپ کی تحریر کے۔ آپ میری تحریر نمبر پنجم کے پڑھنے کے بعد اگر فہم اور تدبر سے کام لیتے تو بے ہودہ اور غیر متعلق باتوں سے اپنی تحریر کو طول نہ دیتے۔ میں نے کب اور کہاں یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ سنت متوارثہ متعاملہ اور حدیث مجرد دونوں اس بات کی محتاج ہیں کہ قرآن کریم سے اپنی تحقیق کی صحت کے لئے پرکھی جائیں۔ بلکہ میں نمبر مذکور میں صاف لکھ چکا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں بحث ما نحن فیہ سے خارج ہیں۔ اب مکرر آواز بلند کے ساتھ آپ پر کھولتا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں یعنی سنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور امرین کی زیر نظر چلی آتی ہیں (ان فقرات والفاظ میں مرزا صاحب نے تعامل و احادیث محل و متعلق تعامل کے ساتھ محکم وقوی و لاریب و حجت قوی کی قیدیں لگا کر اپنے کلام کا مطلب ہر ذی فہم و شعور پر یہ ظاہر کیا ہے (گو خود نہ سمجھا ہو) کہ احادیث تعامل سے آپ کی مراد وہ احادیث ہیں جو قطعی و یقینی الثبوت ہیں اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف پایا نہیں گیا۔ اور خاص کر وہی احادیث قرآن پر عرض کرنے سے مستثنیٰ ہیں۔ باقی سب احادیث جن پر اتفاقی تعامل پایا نہیں گیا، وہ محتاج عرض قرآن ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو ان احادیث سے الزام دیا گیا تھا جو ممانعت وشم اور حرمت خرد درندگان کے باب میں وارد ہیں۔ اور وہ اعتقادیات میں سے ہونے کے سبب محل تعامل نہیں ہو سکتیں۔ آپ نے اپنی کلام کا مفہوم خود نہیں سمجھا اور الٹا غیر متعلق بات کہنے اور غیر لازم الزام دینے کا ہم پر اعتراض کیا ہے۔ محمد حسین) اور علی قدر مراتب تاکید مسلمانوں کے عملیات دین میں قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر داخل رہی ہیں، وہ ہرگز میری آویزش کا مورد نہیں اور نہ قرآن کریم کو ان کا معیار ٹھہرانے کی ضرورت ہے۔ اور اگر ان کے ذریعہ کچھ زیادت تعلیم قرآن پر ہو تو اس سے انکار نہیں، (عملیات سے اگر مسائل اتفاقی متعلق عمل مراد ہیں۔ چنانچہ لفظ قرناً بعد قرن و عصراً بعد عصر کا اشارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تواس کلام کا وہی مطلب ہے جو آپ کی تحریرات نمبر پنجم و ہفتم (یا بقول آپ کے نمبر چہارم و پنجم) کا مطلب ہے۔ لہذا اس صورت میں آپ پر وہی الزام قائم ہوتا ہے جوان تحریرات کے مضمون پر قائم ہوا ہے کہ اس سے ان جملہ احادیث متعلق عمل کا (جن پر اتفاقی عمل اور تعامل عام اہل اسلام پایا نہیں گیا) بے اعتبار ہونا لازم آتا ہے۔ اور اگر اس سے عملیات اختلافیہ مراد ہیں تو یہ آپ نے اب نیا پہلو بدلا ہے۔ یہ بات آپ کی پچھلی تحریرات کے الفاظ سے کسی صاحب فہم وفراست صحیحہ کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ومعہذا یہ بات کسی اسلامی مذہب میں صحیح نہیں سمجھی گئی کہ ہر ایک حدیث سے، جس کے عمل میں اختلاف پایا گیا ہو تعلیم قرآن پر زیادتی جائز ہے۔ یہ ملحدانہ بات آپ ہی کے قلم سے نکلی ہے۔ محمد حسین) ہر چند میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں، کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء یعنی ہم نے تیرے پر کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔ اور نیز فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیء یعنی ہم نے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہیں کی۔

لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج واستنباط کرنا اور اس کے مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں، بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمیٰ مدد دیئے گئے ہوں۔ سوایسے لوگوں کیلئے جو استخراج واستنباط معارف قرآن پر بعلت غیر ملہم ہونے کے قادر نہیں ہوسکتے ہیں، یہی سیدھی راہ ہے کہ وہ بغیر قصد استخراج واستنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے ذریعہ ملی ہیں بلاتامل و توقف قبول کرلیں۔ اور جو لوگ وحی ولایت عظمیٰ کی روشنی سے منور ہیں اور الا المطھرون کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے اور یہ بات ان پر ثابت کردیتا ہے کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت ﷺ نے ہرگز نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات و اشارت قرآن کریم کی تفصیل ہے۔ سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن ان پر کھل جاتا ہے اور نیز ان آیات بینات کی سچائی ان پر روشن ہوجاتی ہے جو اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: جو قرآن سے کوئی چیز باہر نہیں۔

علماء ظاہر بھی ایک قبض کی حالت کے ساتھ ان آیات پر ایمان لاتے ہیں، تا ان کی تکذیب لازم نہ آوے۔ لیکن وہ کامل یقین اور سکینت اور اطمینان جو ملہم کامل کو بعد معائنہ مطابقت وموافقت احادیث صحیحہ اور قرآن کریم کے اور بعد معلوم کرنے اس احاطہ تام کے جو درحقیقت قرآن کو احادیث پر ہی ملتی ہے، وہ علماء ظاہر کو کسی طرح مل نہیں سکتی۔ بلکہ بعض تو قرآن کو ناقص وناتمام خیال کرتے ہیں، جن غیر محدود صداقتوں اور حقائق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور معارف پر قرآن کریم کے دائمی اور تمام اعجاز کی بنیاد ہے، اس سے وہ منکر ہیں اور نہ صرف منکر بلکہ اپنی انکاری کی وجہ سے ان تمام آیات بینات کو جھٹلاتے ہیں جس میں صاف صاف اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے۔ (ان فقرات میں مرزا قادیانی نے عجیب روباہ بازی کی ہے۔ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسائل دین کی تعلیم میں قرآن کریم کامل وکافی ہے، کوئی صداقت اس سے باہر نہیں۔ پھر ان تفاصیل احکام کا جو احادیث میں پائے جاتے ہیں، اور وہ تفاصیل یقیناً قرآن میں نہیں، بلکہ قرآن سے باہر ہیں وجود تسلیم کرلیا ہے۔ پھر اس کے برخلاف ان تفاصیل میں قرآن سے زوائد نہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ و نیز علماء ظاہر و مجتہدین اسلام کا ان تفاصیل احکام کو (جو احادیث میں وارد ہیں) قرآن سے نکالنے پر قادر نہ ہونا بیان کر کے ان کے مقابلہ میں گروہ انبیاء اور اولیاء ولایت عظمیٰ کے قادر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اس کے بعد ان انبیاء و اولیاء کا مبلغ علم و منتہی قدرت و ما بہ الفرق بتایا، تو صرف یہ بتایا کہ ان کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی تعلیم قرآن سے زائد نہیں دی، بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات و اشارات قرآن کی تفصیل ہے۔ حالانکہ اس بات کے معلوم ہونے اور اس پر ایمان لانے میں اس نے بعد میں علماء ظاہر کو بھی ان کے ساتھ شریک کرلیا ہے۔ ان انبیاء و اولیاء کا خاصہ یہ نہیں بتایا کہ وہ ان تفاصیل کو قرآن سے نکال سکتے ہیں، جس کا پہلے دعویٰ کیا تھا، اور نیز علماء ظاہر کا اس بات پر جو انبیاء و اولیا مانتے ہیں، ایمان لانا تسلیم کیا ہے۔ مگر پھر اس کے برخلاف ان علماء کے اس بات سے منکر ہونے اور آیات قرآن کا مکذب ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

اس روباہ بازی اور اختلاف بیانی سے مرزا قادیانی کا مقصود لوگوں کو اشتباہ میں ڈالنا۔ اور اس اشتباہ کے ذریعہ سے ان کو اصل مطلب سے دور لے جانا ہے۔ جو دجالیت کا ایک خاصہ وخاص شیوہ ہے، اور اپنے لئے گریز وفرار کی ایک راہ رکھ لینا۔ تا کہ اگر کوئی ایک بات پر معترض ہو (مثلاً کوئی کہے کہ قرآن تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں۔ یا اولیاء و انبیاء زمانہ حال کے قرآن سے ان تفاصیل کو نکالنے پر قادر نہیں۔ یا علماء ظاہر قرآن میں مجملات و اشارات احکام پائے جانے سے منکر نہیں ہیں) تو وہ اس کے مقابلہ میں دوسری بات کو پیش کر سکے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نے قرآن کو تفاصیل احکام پر مشتمل نہیں کہا۔ بلکہ صرف اجمالات و اشارات پر مشتمل بتایا ہے۔ اور اولیاء و انبیاء زمانہ حال کو قرآن سے ان تفاصیل کے نکالنے پر قادر نہیں بتایا۔ وہ صرف اس بات کو جانتے ہیں کہ تفاصیل احادیث کا اجمال قرآن میں موجود ہے۔ اور علماء ظاہر کو بھی اس بات کے ماننے سے منکر نہیں بتایا بلکہ قائل و مومن ٹھہرایا ہے اور اگر کوئی ان باتوں کا عکس کہے تو اپنی کلام سے اس کا عکس نکال دے۔ محمد حسین)

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے سنن متوارثہ متعاملہ کو نمبر پنجم و چہارم میں ایک علیحدہ حصہ بتصریح بیان کر دیا ہے اور میرے نمبر پنجم کے پڑھنے سے ظاہر ہوگا کہ میں نے ان سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہیں دیا، بلکہ ان میں مراتب متفاوتہ کا قائل ہوں جیسا کہ میرے نمبر پنجم میں یہ عبارت ہے: کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ حسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے یقین کے درجہ تک پہنچتی ہیں۔ یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنیٰ تک، جس کو ظن غالب کہتے ہیں (قادیانی نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں (جس کو پنجم کہتا ہے) صاف کہا ہے کہ: میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک کہ انکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک درجہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں۔ اب اس کے برخلاف وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اس تحریر میں سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ یقین پر قرار نہیں دیا، یہ ایک سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں اس ایک درجہ یقین کے بیان کے ساتھ اس نے اس تحریر میں لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی بھی بول دیا تھا، جس سے از راہ روباہ بازی اس نے یہ ٹھہرا لیا تھا کہ اگر کوئی ایک درجہ یقین کے لفظ سے میرے مخالف نتیجہ نکال کر احادیث محل اختلاف کو جو یقینی نہیں ہیں، پیش کر کے مجھے الزام دے گا تو میں یہ عذر کر دونگا کہ لفظ حسب استفاضہ اور بقدر فیض یابی کہکر میں نے یہ جتا دیا تھا کہ یقین جو احادیث محل تعامل میں پایا جاتا ہے کئی مرتبہ و درجہ رکھتا ہے۔ از انجملہ ادنی درجہ ظن غالب کا ہے۔ جو احادیث محل اختلاف میں پایا جاتا ہے۔ لہذا ان احادیث سے الزام مجھ پر عائد نہیں ہوسکتا۔ مگر بدقسمتی سے لفظ حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی کے ساتھ اس کی قلم سے لفظ درجہ یقین بھی نکل گیا تھا، جس سے ہر کس و ناکس کو بشرطیکہ فہم و حواس سلیمہ رکھتا ہو، یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو تفاوت مراتب یقین لفظ، حسب استفاضہ، و، بقدر فیض یابی، سے سمجھ میں آتا ہے وہ تفاوت ایسا نہیں کہ یقین کو اپنے درجہ سے اتار کر درجہ ظن سے پہنچاوے۔ اور ظن غالب کو یقین کا ایک درجہ بنا دے۔ بلکہ وہ تفاوت مراتب یقین حدود یقین کے اندر ہے۔ اور سب مراتب متفاوتہ درجہ یقین میں شامل اور اس کے نیچے داخل ہیں۔ کوئی مرتبہ ایسا نہیں کہ وہ درجہ ظن میں اتر آیا ہو۔ لہذا اب قادیانی کا اپنے اس لفظ درجہ یقین کو بحکم دروغ گورا حافظہ نباشد، بھول کر یا دیدہ دانستہ لوگوں کو وہ لفظ فراموش کرا کر لفظ، حسب استفاضہ و بقدر فیض یابی، کے تفصیل تین مراتب سے جن میں سے ادنی درجہ ظن ہو کرنا، اور عقل و حیا کو استعفا دے کر ان الفاظ کی تشریح میں یہ کہنا: یعنی کوئی ان میں سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک جس کو ظن غالب کہتے ہیں۔ ایک ایسی روباہ بازی ہے جس کو سابق روباہ بازی چلنے نہیں دیتی۔ اس کے الفاظ، درجہ یقین، سے اس کی تکذیب ہوتی ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی عاقل نظر نہیں آتا جو ظن کو ایک درجہ یقین کا سمجھتا ہو، لہذا ممکن نہیں کہ قادیانی کا یہ قول، اس کے قول سابق کی تشریح ہو سکے۔ وہ اپنی تحریرات سابقہ میں ظن اور ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرا چکا ہے، پھر وہ اپنے قرار داد سابق کے برخلاف ظن غالب کو یقین کا ادنی درجہ کیونکر ٹھہرا سکتا ہے۔ محمد حسین) **لیکن وہ تمام حدیثیں بغیر اس کے کہ قرآن سے آزمائی جائیں بوجہ جمع ہونے دونوں قوتوں تعامل اور صحت روایت کے اطمینان کے لائق ہیں** (یہاں تو مرزا صاحب نے احادیث متعلقہ عمل کا دونوں جہت (تعامل اور صحت روایت) سے قوت پا کر یقینی ہونا بیان کیا ہے اور سابقاً تحریر چہارم میں صاف کہا ہے کہ ان احادیث کا یقینی ہونے کا موجب صرف تعامل ہے اور فن حدیث کو اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ محمد حسین) **مگر ایسی احادیثیں جو سنن متوارثہ متعاملہ سے نہیں ہیں اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں رکھتیں وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہیں۔ اب ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حدیثیں صرف اخبار گزشتہ و قصص ماضیہ یا آئندہ ہیں جن کو نسخ سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ یہ میرا وہ بیان ہے جو میں اس تحریر سے پہلے لکھ چکا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے کسی پرچہ میں ان دوسرے حصہ کی احادیث کا نام سنن متوارثہ متعاملہ نہیں رکھا، بلکہ ابتدائے تحریر سے ہر جگہ حدیث کے نام سے یاد کیا ہے، جس سے میری مراد واقعات ماضیہ و اخبار گزشتہ یا آئندہ تھیں اور ظاہر ہے کہ سنن متوارثہ متعاملہ اور احکام متداولہ کے نکالنے کے بعد جو احادیث بکلی فرضیت تعامل سے باہر رہ جاتی ہیں وہ یہی واقعات و اخبار و قصص ہیں جو تعامل کے تاکیدی سلسلہ سے باہر ہیں** (قصص آئندہ میں حضرت مسیح کے نزول اور دجال کے خروج کا قصہ بھی داخل ہے۔ بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی کی چوٹ کے محل ہیں ایسے ہی وہ قصص ان میں داخل ہیں جو احوال حشر و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشر و برزخ کے متعلق ہیں، جن کو عمل سے تعلق نہیں بلکہ وہ صرف متعلق اعتقاد ہیں۔ مرزا قادیانی نے بڑا غضب ڈھایا کہ ان سب قصص کو صرف اس وجہ سے کہ وہ متعلق عمل نہیں، درجہ صحت واعتبار سے ساقط کر دیا اور احادیث متعلقہ عمل کو، گو ان کے عمل میں اختلاف ہو، صرف عمل (گو اختلافی ہو) سے قوت یاب سمجھ کر ان کو ایسا قطعی ویقینی وبلا ریب ثابت قرار دیا کہ ان کی دست آویز سے تعلیم قرآن پر زیادتی کو بھی جائز کر دیا ہے اور عقل وفہم سے کام لے کر یا دوسرے اہل عقل وفہم وفراست کی پیروی کر کے اتنا خیال نہ کیا کہ احادیث متعلقہ عمل کو قبول کرنے اور ان کو بنظر عمل مساوی قرآن ٹھہرانے میں اس نے کس چیز پر اعتماد کیا ہے۔ اور کس چیز نے اس کی نظر میں ان احادیث کو قطعی اور یقینی اور عمل میں قرآن کے مساوی بنا دیا ہے اور وہ چیز احادیث متعلقہ اعتقاد میں جن کو وہ قصص کہتا ہے پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ اپنی یا پرائی عقل سے کام لیتا تو فوراً جان جاتا کہ وہ چیز قرارداد وقبولیت اہل اسلام ہے جو ان احادیث متعلقہ عمل پر ان کے عمل کرنے سے (گو اختلاف سے ہو) سمجھی جاتی ہے اور وہ چیز اس قرارداد وقبولیت میں ان لوگوں پر یہ حسن ظنی ہے کہ اگر وہ حدیثیں صحیح نہ ہوتیں تو ان لوگوں کے عمل میں نہ آتیں۔ اور یہ قرارداد وقبولیت بعینھا بلکہ بدرجہ اعلیٰ واقوی ہے، احادیث متعلقہ اعتقاد میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث متعلقہ اعتقاد کو اہل اسلام خصوصاً اہل سنت نے اتفاق کے ساتھ قبول کیا اور اپنے اعتقادیات میں داخل کیا۔ اور متعلق اعتقاد ٹھہرایا ہے۔ جو ان کے نزدیک بجز قطعیات متعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان احادیث کی قبولیت میں ان پر یہ حسن ظنی بطریق اولی واجب ہے کہ اگر یہ احادیث یقینی صحیح اور قطعی ثابت نہ ہوتیں تو وہ ان کو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ میں داخل نہ کرتے۔ اس وجہ سے یہ احادیث، احادیث متعلقہ عمل سے بڑھ کر لائق قبول واعتبار ہیں۔ اور نہ یہ خیال کیا کہ ان احادیث کو قرآن اور دیگر احادیث صحیحہ سے کوئی مخالفت وتعارض نہیں تو پھر ان کے نسخ کی تجویز کی کیا ضرورت ہے۔ محمد حسین) **اور ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ بحث احکام کے اختلافات کی وجہ سے شروع نہیں کی گئی اور میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں، جس طرح سارے اہل اسلام احکام بینہ قرآن کریم واحادیث صحیحہ وقیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں، اسی طرح میں بھی مانتا ہوں** (لفظ احکام اور واجب العمل کہکر آپ نے یہ جتایا ہے کہ عقائد اسلامیہ کے جو قرآن وحدیث سے ثابت ومستنبط ہیں، ماننے میں آپ مسلمانوں کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔ بلکہ ان عقائد سے منکر ہیں، ازانجملہ اعتقاد حیات نزول مسیح ہے جو قرآن سے مستنبط ہے اور حدیث میں مصرح ہے مگر ازراہ روباہ بازی اس انکار کو آپ نے اس مقام میں صاف الفاظ میں ظاہر نہیں کیا، تاکہ تمام مسلمانوں میں آپ کے ملحدانہ اعتقاد کی پردہ دری نہ ہو۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کا پردہ پھاڑ دیا۔ اور ہماری قلم سے آپ کی کلام کا مطلب ظاہر کر دیا۔ اور اگر ان الفاظ سے عقائد اسلامیہ مستنبط قرآن وحدیث سے انکار آپ کا مقصود نہیں ہے تو پھر لفظ عمل وحکم کیوں بولا، اس کے ساتھ لفظ اعتقاد کہکر اعتقادیات میں اہل اسلام سے موافقت کا اقبال کیوں نہ کیا اور نیز اور جگہ اعتقاد نزول حضرت مسیح سے جو کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے، آپ نے کیوں انکار کیا اور اس اعتقاد کی متضمنہ احادیث کو مجرد قصص ٹھہرا کر کیوں رد کر دیا۔ اور جو آپ نے قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جاننے اور تسلیم کرنے کا اعتراف کیا ہے، یہ آپ کے دعوی نبوت کے برخلاف ہے۔ اور نیز آپ کے اس دعوی کے مخالف ہے جو قبل ازیں کر چکے ہیں کہ: جس مقام معرفت دقائق و حقائق دین کو آپ پہنچے ہوئے ہیں، اس مقام تک مجتہدین کی رسائی نہیں ہوئی۔ اور یہ بات اپنے موقع (علم اصول) میں ثابت ہے کہ ایک مجتہد کے قیاس کو دوسرا مجتہد نہیں مانتا اور اس میں اس کی تقلید نہیں کرتا۔ پھر آپ نبی اور درجہ ولایت عظمیٰ کے ولی ہو کر اور اس مقام معرفت کو جہاں مجتہدین پہنچ نہ سکیں، پہنچ کر مجتہدین کے قیاسات کو ماننے والے کب ہو سکتے ہیں؟ اور آپ کا یہ اعتراف، فریب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ اقرار دلی اور راستی پر مبنی ہے تو پھر وہ دعوی نبوت وولایت عظمیٰ، فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ الغرض ان دونوں دعاوی متناقض میں آپ سچے نہیں ہو سکتے۔ دعوی نبوت وولایت عظمیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سچے ہیں تو دعویٰ تسلیم وتقلید قیاسات مجتہدین میں جھوٹے ہیں۔اس میں سچے ہیں تو اس میں جھوٹے ہیں۔محمد حسین) صرف بعض اخبار گزشتہ ومستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جس کو میں نے قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے، بعض اخبار حدیثیہ کے میں اس طرح پر معنی نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں، کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم کے مخالف ٹھہرتی ہیں (یہ کہنا کہ یہ احادیث قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں محض مغالطہ ودھوکہ ہے۔ احادیث نزول مسیح کو نہ قرآن سے مخالفت ہے اور نہ احادیث صحیحہ سے۔محمد حسین) بلکہ دوسری احادیث کی بھی جو صحت میں ان کے برابر ہیں، مغائر ومبائن قرار پاتی ہیں۔سو دراصل یہ تمام بحث ان اخبار سے متعلق ہے جن کے نسخ کی نسبت کوئی سلف وخلف میں سے قائل نہیں، کوئی باسمجھ انسان ایسا نہیں جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں جن میں حضرت عیسیٰ کی وفات کا ذکر ہے، حدیثوں سے منسوخ ہو چکی ہیں۔یا یہ عقیدہ ہو کہ حدیثیں اپنی صحت میں ان سے بڑھ کر ہیں۔بلکہ اس راہ میں بحالت انکار بجز اس طریق کے مجال کلام نہیں کہ یہ کہا جائے کہ وہ آیتیں پیش کرو ہم حدیثوں سے مطابق کر دیں گے۔

سوائے حضرت مولوی صاحب! آپ ناراض نہ ہوں کاش آپ نے دیانت وامانت کو مدنظر رکھ کر وہی طریق مقصود اختیار کیا ہوتا۔کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ جو احادیث تعامل کے سلسلہ میں داخل ہوں، ان کو میں بحث متنازعہ فیہ سے باہر کر چکا ہوں؟ اور اگر معلوم تھا تو پھر کیوں آپ نے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی؟ کیا کسی ایسی چیز کو حرام یا حلال کرنا احکام میں سے نہیں؟ اور کیا احکام اکل وشرب کے تعامل الناس سے باہر ہیں؟ اور پھر آپ نے لعنت علی الواشمات و المتو شمات کی بھی حدیث پیش کر دی اور آپ کو کچھ خیال نہ آیا کہ یہ تو سب احکام ہیں جن کیلئے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا ضروری ہے۔ آپ سچ کہیں کہ ان تمام غیر متعلق باتوں سے آپ نے اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کیا یا کچھ اور کیا؟ لوگ منتظر تھے کہ اصل بحث کے سننے سے جس کا ایک دنیا میں شور پڑ گیا ہے، فائدہ اٹھاویں اور حق اور ناحق کا فیصلہ ہو۔لیکن آپ نے نکمی اور فضول اور بے تعلق باتیں شروع کر دیں۔شائد ان باتوں سے وہ لوگ بہت خوش ہوئے ہوں گے جن میں اصل مقصود کی شناخت کا مادہ نہیں، لیکن میں سنتا ہوں کہ حقیقت شناس لوگ آپ کی اس تقریر سے سخت ناراض ہوئے اور آپ کی مناظرانہ لیاقت کا مادہ انہوں نے معلوم کر لیا کہ کہاں تک ہے۔بہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال چونکہ آپ اپنے اس دھوکہ دینے والے مضمون کو ایک جلسہ عام میں سنا چکے ہیں اس لئے میں مواضع مناسب سے آپ کے اقوال قولہ، اقول کے طرز پر بیان کرتا ہوں تا منصفین پر کھل جائے کہ کہاں تک آپ نے دیانت وراستی وتہذیب اور طریق مناظرہ کا التزام کیا ہے۔ وبا للہ التوفیق۔

قولہ۔آپ نے میرے سوال کا جواب صاف اور قطعی نہیں دیا کہ احادیث جملہ صحیح ہیں یا جملہ موضوع یا مختلط۔

اقول۔حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں کہ حصہ دوم احادیث کا جو تعامل کے سلسلہ سے یا یوں کہو کہ سنن متوارثہ متعاملہ سے باہر ہے صرف ظن کے درجہ پر ہے اور یہی میرا مذہب ہے اور چونکہ اس حصہ سے جو اخبار گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم میں سے ہے، نسخ بھی متعلق نہیں اسلئے درحالت مخالفت نصوص بینہ قرآن قابل تسلیم نہیں۔اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی بین قرآن سے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی یا موضوع قرار پائیگی

قولہ۔صحیح بخاری ومسلم میں کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض موضوع ٹھہر سکتی ہے؟

اقول۔بیشک حصہ دوم کے متعلق کئی حدیثیں ایسی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے جیسا کہ وہی حدیثیں جو نزول ابن مریم کے متعلق ہیں، کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے (یہ بھی محض قادیانی کا کذب ہے۔قرآن کی کسی آیت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں۔بلکہ قرآن حضرت مسیح کا نزول اشارۃً بیان کرتا ہے احادیث اس اشارہ کی تصریح کرتی ہیں۔پھر مخالفت کیسی۔اور تجویز نسخ کے کیا معنی۔اور مطابقت کی کیا ضرورت وحاجت باقی رہتی ہے۔محمد حسین) اور صحیحین کی بعض حدیثیں اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اسی بات کا مقر ہے۔اور نصاری کا یونی ٹیرین (unitarian) فرقہ بھی اسی بات کا قائل ہے، اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔اب ان مخالف حدیثوں کی، جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلا شبہ موضوع ٹھہریں گی (یہ بھی قادیانی کی ایک روباہ بازی ہے۔وہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال کے الفاظ کو غیر صحیح وموضوع وضعیف قرار دے چکا ہے۔چنانچہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہی اس کی تقریر کا نتیجہ ہے مگر اس مقام میں وہ ان کے الفاظ کی عدم صحت کا دعوی چھوڑ کر صرف ان احادیث کے معانی ظاہری سے، جو علماء اسلام کرتے ہیں، انکار کا مدعی بن بیٹھا ہے، جس سے اس نے یہ جتایا ہے کہ میں صحت ان احادیث کی تو مانتا ہوں، اس میں تمام مسلمانوں کا مخالف نہیں ہوں۔ہاں صرف میں اس کے معنے وہ نہیں کرتا جو علماء کرتے ہیں۔اور اگر یہ امر جو اس نے یہاں جتایا ہے اس کے دلی اعتقاد کے مطابق ہے تو اس کا فرض ہے کہ جو اس کی کلام میں جابجا ان احادیث کے موضوع یا غیر صحیح یا ضعیف ہونے پر تصریح پائی گئی ہے اس کے غلط ہونے کا اشتہار دے اور آئندہ صاف اور کھلے الفاظ سے اعتراف کرے کہ یہ احادیث متعلقہ نزول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ صحیح ہیں، ان کی صحت میں مجھے کسی قسم کا شک واشتباہ اور عام مسلمانوں سے خلاف نہیں۔ میں صرف ان احادیث کے معانی میں عام مسلمانوں سے مخالف ہوں، ظاہری معانی کو چھوڑ کر تاویلی معنے کرتا ہوں۔ اور اگر یہ اشتہار واعتراف اس سے وقوع میں نہ آوے تو قادیانی کے دام افتادہ اس کو صحت الفاظ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح سے منکر سمجھیں۔ محمد حسین) اور خود وہ حدیثیں پکار پکار کر بتلا رہی ہیں کہ ابن مریم کا لفظ ان میں حقیقت پر محمول نہیں، لیکن اس زمانہ کے اکثر مولوی صاحبان اور خاص کر آپ کی مرضی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن سے ان کی تطبیق نہ دی جائے گو وہ بوجہ اس مخالفت کے موضوع ہی ٹھہر جائیں۔ آپ کا دعوی تطبیق کا ہے لیکن اس فضول دعوی کو کون سنتا ہے جب تک آپ اس بحث کو شروع کر کے تطبیق کر کے نہ دکھلائیں۔

ایسا ہی کئی اور حدیثیں بھی ہیں جن میں سخت تعارض باہمی پایا جاتا ہے۔ مثلاً بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں جو معراج کی حدیث بروائت مالک لکھی ہے وہ دوسری حدیثوں سے جو اسی بخاری میں درج ہیں، بالکل مختلف ہے۔ صرف نمونہ کے طور پر دکھاتا ہوں کہ اس حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی کو چھٹے آسمان پر دیکھا لیکن بخاری کے صفحہ ۴۷۱ میں ابوذر کی روایت سے بجائے موسی کے ابراہیم کا چھٹے آسمان پر دیکھنا لکھا ہے۔ اور پھر وہ حدیث بخاری کی جو باب صلوۃ میں ہے اور نیز امام احمد کی مسند میں بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں تھا اور اسی پر اکثر صحابہ کا اتفاق بھی ہے، لیکن بخاری کی حدیث صفحہ ۴۵۵ میں جو مالک کی روایت سے ہے اور نیز بخاری کی وہ حدیث جو شریک بن عبداللہ سے ہے، صاف بیان کر رہی ہیں کہ وہ اسراء یعنی معراج نیند کی حالت میں تھا۔ اور تینوں حدیثوں میں محل نزول جبریل مختلف لکھا ہے کسی میں عند البیت اور کسی میں اپنا گھر ظاہر کیا ہے، اور شریک کی حدیث میں قبل ان یو حی کا لفظ بھی درج ہے، جس سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیغمبری سے پہلے معراج ہوا تھا، حالانکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ اسراء بعد بعثت ہوا ہے، تبھی تو نمازیں بھی فرض ہوئیں۔ اور خود حدیث بھی بعد البعثت پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں جبریل کا قول بواب السماء کے اس سوال کے جواب میں کہ ابعث ؟ نعم لکھا ہے۔ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں ہوا ہے اسی وجہ سے کبھی موسی کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور کبھی ابراہیم کو، تو یہ تاویل رکیک ہے کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت اپنے اپنے مقامات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تجاوز نہیں کرتے جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

ماسوا اس کے معراج کے متعدد ماننے میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ بعض احکام نا قابل تبدیل اور مستمرہ کا فضول طور پر منسوخ ماننا پڑتا ہے اور حکیم مطلق کو ایک لغو اور بے ضرورت تنسیخ کا مرتکب قرار دے کر پھر پشیمانی کے طور پر پہلے ہی حکم کی طرف عود کرنے والا اعتقاد کرنا پڑتا ہے کیونکہ اگر قصہ معراج کئی مرتبہ واقع ہوا ہے جیسا کہ احادیث کا تعارض دور کرنے کیلئے جواب دیا جاتا ہے، تو پھر اس صورت میں یہ اعتقاد پیدا ہونا چاہیے کہ مثلاً پہلی دفعہ کی معراج کے وقت میں نمازیں پچاس فرض کی گئیں اور ان پچاس میں تخفیف کرانے کیلئے کئی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے موسی اور اپنے رب میں آمدورفت کی۔ یہاں تک کہ پچاس نماز سے تخفیف کرا کر پانچ منظور کرائیں اور خدا تعالی نے کہہ دیا کہ اب ہمیشہ کیلئے غیر مبدل یہ حکم ہے کہ نمازیں پانچ مقرر ہوئیں۔ اور قرآن پانچ کیلئے نازل ہو گیا۔ پھر دوسری دفعہ کی معراج میں یہی جھگڑا، پھر از سر نو پیش آ گیا، تو خدا تعالی نے پھر نمازیں پچاس مقرر کیں اور قرآن میں جو حکم وارد ہو چکا تھا اس کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھا اور منسوخ کر دیا۔ مگر پھر آنحضرت ﷺ نے پہلی دفعہ کے معراج کی طرح پچاس نمازوں میں کچھ تخفیف کرانے کی غرض سے کئی دفعہ حضرت موسی اور اپنے رب میں آمدورفت کر کے نمازیں پانچ مقرر کرائیں اور جناب الہی سے ہمیشہ کیلئے یہ منظوری ہو گئی کہ نمازیں پانچ پڑھا کریں اور قرآن میں یہ حکم غیر متبدل قرار پا گیا۔ لیکن تیسری دفعہ کے معراج میں وہی پہلی مصیبت پھر پیش آ گئی اور نمازیں پچاس مقرر کی گئیں اور قرآن کریم کی آیتیں جو غیر متبدل تھیں، منسوخ کی گئیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے بہت سی دقت اور بار بار کی آمدورفت سے پانچ نمازیں منظور کرائیں مگر منسوخ شدہ آیتوں کے بعد پھر کوئی نئی آیت نازل نہ ہوئی۔

اب کیا یہ سمجھ آ سکتا ہے کہ خدا تعالی ایک دفعہ تخفیف کر کے پھر پانچ سے پچاس نمازیں بنا دے اور پھر تخفیف کرے اور پھر تخفیف کر کے پچاس کی پانچ ہو جائیں۔ اور بار بار قرآن کی آیتیں منسوخ کی جائیں اور حسب منشاء نأت بخیر منها او مثلها اور کوئی آیت ناسخ نازل نہ ہو۔ درحقیقت ایسا خیال کرنا وحی الہی کے ساتھ ایک بازی ہے۔ جن لوگوں نے ایسا خیال کیا تھا ان کا مدعا یہ تھا کہ کسی طرح تعارض دور ہو، لیکن ایسی تاویلوں سے ہرگز تعارض دور نہیں ہو سکتا، بلکہ اور بھی اعتراضات کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔ ایسا ہی اور کئی حدیثوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تعارض ہے۔

قولہ ۔آپ لکھتے ہیں کہ احادیث کے دو حصے ہیں ۔اول وہ حصہ جو تعامل میں آچکا ہے جس میں وہ تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہیں دوسرا وہ حصہ جو تعامل سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ حصہ یقینی طور پر صحیح نہیں ہے اور اگر قرآن سے مخالف نہ ہو تو صحیح تسلیم ہو سکتا ہے۔اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایات اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہیں اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔

اقول ۔آپ کا یہ ثابت کرنا اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ علاوہ حدیث دانی کے، سخن فہمی کا بھی آپ کو بہت سا ملکہ ہے۔ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے جو کچھ اپنی پہلی تحریروں کے نمبر چہارم و پنجم میں بیان کیا ہے وہ عام لوگوں کے سمجھانے کیلئے ایک عام فہم عبارت ہے۔اسی لئے میں نے اہل حدیث کی اصطلاح سے کچھ سروکار نہیں رکھا کیونکہ جو مضمون جلسہ عام میں پڑھا جائے وہ حتی الوسع عوام کے فہم اور استعداد کے موافق ہونا چاہیے ، نہ کہ ملاؤں کی طرح لفظ لفظ میں اپنے علم کی نمائش ہو۔اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ فی الواقع احادیث کے دو ہی حصے ہیں۔ایک وہ جو احکام اور ایسے امور سے متعلق ہیں جو اصل اسلام اور تعامل سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک وہ جو حکایات اور واقعات اور قصص اور اخبار ہیں جنکا سلسلہ تعامل سے کچھ ایسا ضروری تعلق قرار نہیں دیا گیا۔سو میں نے ضروریات دین کے لفظ سے انہی امور کو مراد لیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔اور آپ اپنی حدیث دانی دکھلانے کیلئے اس صاف اور سیدھی تقریر پر بے جا مواخذہ کرنا چاہتے ہیں اور ناحق ضروریات کے لفظ کو پکڑ لیا ہے۔کیا آپ کو اس بات کا بھی علم نہیں کہ ہر ایک شخص اپنے لئے اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ اگر ضروریات سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں تو اس سے آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث خارج و مستثنیٰ نہیں رہتی۔آنحضرت ﷺ نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے وہ دینی حاجت اور ضرورت کے متعلق ہے۔لیکن افسوس کہ آپ دانستہ حق پوشی کر رہے ہیں۔آپ خوب جانتے ہیں کہ اخبار و قصص کو جو امر متنازعہ فیہ ہے،سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں۔جو کچھ ہمیں مسلمان بننے کے لئے ضرورتیں ہیں وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول سے حاصل ہیں اور وہی احکام تعامل کی صورت میں عصراً بعد عصر صادر ہوتے رہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ مسلم اور بخاری میں کئی جگہ بنی اسرائیل کے قصے اور انبیاء اور اولیاء اور کفار کی بھی حکائتیں ہیں جن پر بجز خاص خاص لوگوں کے، جو فن حدیث کا شغل رکھتے ہیں، دوسروں کو اطلاع تک نہیں اور نہ حقیقت اسلامیہ کی تحقیق کیلئے ان کی اطلاع کچھ ضروری ہے۔ سو وہی اور اسی قسم کے اور امور ہیں جن کا نام میں احادیث مجردہ رکھتا ہوں، سنن متوارثہ کے نام سے انہیں موسوم نہیں کرتا۔ اور وہی ہیں جو سلسلہ تعامل سے خارج ہیں اور مسلمانوں کو تعامل کی حدیثوں کی طرح ان کی کوئی بھی ضرورت نہیں۔ اگر اسی مجلس میں بعض قصص بخاری یا مسلم کے حاضر الوقت مسلمانوں سے دریافت کئے جائیں تو ایسے آدمی بہت ہی تھوڑے نکلیں گے جن کو وہ تمام حالات معلوم ہوں۔ بلکہ بجز کسی ایسے شخص کے جو اپنی معلومات کے بڑھانے کی غرض سے دن رات احادیث کا شغل رکھتا ہے اور کوئی نہیں ہے، جو بیان کر سکے۔ لیکن ہر یک مسلمان ان تمام احکام اور فرائض کو جو ہم پہلے حصہ میں داخل کرتے ہیں عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پر اس کو کرنے پڑتے ہیں یا کبھی کبھی کرنے کیلئے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہیں وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہیں۔ جن امور کی مواظبت و مداومت بلا فتور و اختلاف چلی آئی ہے وہ اول درجہ پر ہیں، اور جس قدر احکام اپنے ساتھ اختلاف لے کر تعامل کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں وہ بحسب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ پر ہیں مثلاً رفع یدین و عدم رفع یدین جو دونوں طرح کا تعامل چلا آتا ہے۔ ان دونوں طوروں سے جو تعامل قرن اول سے آج تک کثرت سے پایا جاتا ہے، اس کا درجہ زیادہ ہوگا اور با ایں ہمہ دوسرے کو بدعت نہیں ٹھہرائیں گے، بلکہ ان دونوں عملوں کی تطبیق کی غرض سے یہ خیال ہوگا کہ باوجود مسلسل تعامل کے پھر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ہفت قرأت کی طرح طرق ادائے صلوۃ میں رفع تکلیف امت کے لئے وسعت دے دی ہوگی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ جو نمبر اول سلسلہ تعامل احکام ہے وہ اختلاف سے بکلی محفوظ ہے کوئی مسلمان اس بات میں اختلاف نہیں رکھتا کہ فریضہ صبح دو رکعت ہیں اور مغرب کی تین۔ الخ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت شیخ الاسلام بٹالویؒ کا تبصرہ

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس تمہید اور اس کی مؤید تفصیل میں مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے کہ:
میں اپنے مخاطب کے سوال کا جواب اپنی تحریر چہارم و پنجم میں دے چکا ہوں کہ صحیحین کی جملہ احادیث جو عمل کے متعلق ہیں اور ان میں فروعات اختلافیہ مثل رفع یدین وعدم رفع یدین داخل ہیں، بے چون وچرا صحیح ومقبول ہیں کیونکہ عمل سے (گو اختلافی طور پر ہو) وہ قوت پا کر قطعی ہو چکے ہیں، ان احادیث کو قرآن سے پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ بظاہر مخالف قرآن ہوں تو بھی مقبول ہیں اور ان احادیث سے تعلیم واحکام قرآن پر زیادتی بھی جائز ہے اور جو صحیحین کی حدیثیں متعلق عمل نہیں ہیں، ان کے اگر یہی ظاہری معنی ہیں جو علما بیان کرتے ہیں تو وہ صحیح نہیں، بلکہ موضوع ہیں اور لائق قبول واعتبار نہیں ہیں، کیونکہ ان کو عمل سے قوت نہیں پہنچی، اس لئے وہ ظنی ہیں اور ان کی صحت پرکھنے کیلئے ان کو قرآن پر پیش کرنا، پھر ان کا موافق قرآن ہونا ضروری ہے۔ لہذا جس حدیث کا مضمون مخالف قرآن ہو وہ حدیث صحیح نہیں موضوع ہے، اور احادیث متعلقہ نزول مسیح کے بظاہر معنے جو علما بیان کرتے ہیں اسلئے مخالف قرآن ہیں کہ ان احادیث کے ان معنے سے حضرت مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے اور قرآن کریم قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہوگیا ہے (یہ الفاظ بعینہ مرزا کے ہیں)

ہم کہتے ہیں اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو ضلالت والحاد میں پھنسانا چاہا ہے۔ اول تو اس کے اس بیان تمہید کا اس کی تحریر چہارم وپنجم یا کسی اور تحریر میں نام ونشان نہیں اور اگر، ۲۔ بالفرض یہ بیان ان تحریرات میں ہے تو یہ ہمارے اصل سوال کا قطعی کامل جواب نہیں ہے۔ اور ۳، یہ اس سوال کا جواب ہے تو یہ اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت جماعت کی رو سے صحیح جواب نہیں، بلکہ ایک ملحدانہ جواب ہے جو اصول مذہب اسلام وسنت سے بالکل مخالف ہے۔

ہماری اس تجویز کی پہلی شق کا ثبوت

مرزا قادیانی کی تمہید اور اس کی مؤید تفصیل کی فضول ونامعقول وبلا طائل طول باتوں سے چشم پوشی کر کے اصل مطلب کی طرف دیکھا جاتا ہے تو وہ پانچ امور یا دعاوی معلوم ہوتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆اول۔ یہ کہ احادیث تعامل سے اس کی مراد احادیث متعلق عمل ہیں جن میں اعمال اتفاقیہ (جیسے نماز، روزہ، وغیرہ) واختلافیہ (مثل رفع یدین وآمین بالجہر) سب داخل ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس قسم کی سب احادیث صحیحین کی قطعی اور بلا ریب ویقینی صحیح وثابت اور واجب العمل ہیں۔

سوم۔ ایسی احادیث کو دو جہت سے قوت وقطعیت حاصل ہوئی ہے، ایک تعامل سے دوسرے صحت روایت سے

چہارم۔ یہ سب احادیث ایسی صحیح وقوی وقطعی الثبوت ہیں کہ ان کی صحت پر کھنے کیلئے ان کو قرآن پر پیش کرنا اور قرآن سے ان کی موافقت ثابت کرنا ضروری نہیں، بلکہ وہ بظاہر مخالف قرآن بھی ہوں تو وہ واجب القبول و العمل ہیں، اوران احادیث کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم واحکام پر زیادتی بھی جائز ہے۔

پنجم۔ ان احادیث کے قطعی ویقینی الثبوت ہونے کے تین مرتبہ یا درجہ ہیں۔ اعلی، جیسے احادیث متعلقہ عدد رکعات نماز فرائض۔ اوسط، جس سے وہ احادیث مراد ہیں جن کے عمل میں اختلاف چلا آیا ہے، مگر جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک کثرت ہے۔

ادنی، جس سے وہ احادیث محل اختلاف مراد ہیں جن کی جانب عمل میں بہ نسبت جانب ترک قلت ہے

اس تیسرے مرتبہ یقین کی نسبت مرزا قادیانی نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کو ظن غالب کہتے ہیں اور عقل انصاف حیا کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال نہ کیا کہ ظن تو (اگر چہ غالب ہو) یقین کا مقابل ہوتا ہے اور میں نے اپنی تحریر نمبر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کو یقین کے مقابلہ میں ذکر کیا اور اس کا مقابل بنایا ہے۔ پھر وہ یقین کی ایک قسم کیونکر ہوسکتا ہے؟

مگر شائد وہ اس وجہ سے بے فکر و بلا خوف ہو کر ایسی باتیں کہہ دیتا ہے کہ اہل عقل وانصاف سے مجھے کیا کام؟ جن لوگوں سے مجھے کام ہے اور وہ میرے دام میں آچکے ہیں، وہ عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہیں۔ لہذا میں جو کچھ ان کو کہوں گا، دن کو رات یا رات کو دن، وہ بے چون و چرا اس کو مان لیں گے اور اس کے شکریہ میں فلوس مقررہ بھیج دیں گے اہل عقل وانصاف جو چاہیں کہا کریں۔

ان پانچوں امور یا دعاوی میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس پر مرزا قادیانی نے اپنی تحریر نمبر چہارم وپنجم یا کسی اور تحریر میں تصریح کی ہو، یا اس کی طرف اس کا اشارہ پایا گیا ہو۔ دیگر تحریرات میں تو وہ ان کے بیان کا خود مدعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوا، تحریر نمبر چہارم و پنجم میں ان کے بیان کا مدعی ہوا ہے لہذا ان دونوں تحریروں کی عبارات اس مقام میں نقل کر کے ناظرین پر قادیانی کا کذب ثابت کیا جاتا ہے۔

نقل تحریر چہارم قادیانی و اثبات مخالفت مضمون آن ، بمضمون تمہید آن بہتانی

واضح ہو کہ جس تحریر کو قادیانی نے تحریر نمبر چہارم کہا ہے اور مباحثہ مطبوعہ مندرجہ رسالہ الحق میں اس کو نمبر چہارم قرار دیا ہے وہ دراصل تحریر نمبر پنجم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸، ۹، ۱۰، جلد ۱۳ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ تعامل کے متعلق کہا ہے وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ بصفحہ ۲۵۵ اور مباحثہ الحق میں بصفحہ ۲۱ مندرج ہے)

ان کا (یعنی محدثین کا) کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ صحت کامل تک پہنچ گئی ہے، ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونے کے پھر بھی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے، جو مفید ظن ہے اور اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ اگر احادیث صرف مرتبہ ظن تک محدود ہیں تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ صوم وصلوۃ، حج و زکوۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثوں کے ذریعہ مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہیں وہ سب ظنی ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ ایسا سمجھا جائے کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہیں و بس بلکہ ان کے یقینی ہونے کا یہ موجب ہے کہ سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر فرض کرلیں کہ یہ فن دنیا میں پیدا نہ ہوتا تو پھر بھی سب اعمال و فرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں کیا اس وقت تک لوگ حج نہیں کرتے تھے، یا نماز نہیں پڑھتے تھے، یا زکوۃ نہیں دیتے تھے؟ ہاں اگر یہ صورت پیش آتی کہ لوگ ان تمام احکام و اعمال کو ایک دفعہ چھوڑ بیٹھتے اور صرف روایتوں کے ذریعہ سے وہ باتیں جمع کی جاتیں، تو بے شک یہ درجہ یقینی الثبوت تام کا جو اب ان میں پایا جاتا ہے، ہرگز نہ ہوتا۔ سو یہ ایک دھوکہ ہے کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم وصلوۃ وغیرہ کی تفاصیل معلوم ہوئی ہیں، بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی چلی آئی ہیں اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ تو طبعی طور پر ہر ایک مذہب کو لازم ہوتا ہے۔ میرا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثیں اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ صحیح بھی ہوں لیکن ان کی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہیں سوان حدیثوں کی حقیقی صحت پر کھنے والا قرآن شریف ہے۔،

اس تحریر نمبر پنجم (یا بقول قادیانی نمبر چہارم میں) مرزا صاحب نے تعامل اور احادیث محل تعامل کی نسبت اس عبارت کے سوا ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ تک نہیں کہا اور اس عبارت میں امور یا دعاوی خمسہ مذکورہ کا نام ونشان کہیں پایا نہیں جاتا، بلکہ ان کا خلاف موجود ہے۔ امر اول وپنجم کے برخلاف اس عبارت میں قادیانی نے تعامل قطعی اور یقینی وتام ثبوت کی تمثیل میں صرف اتفاقی احکام واعمال نماز وحج، زکوۃ کو ذکر کر کے یہ جتایا ہے کہ احادیث تعامل سے وہ احادیث مراد ہیں جن پر اتفاق کے ساتھ عمل چلا آیا ہے اور ان کو یقینی وثبوت تام کا درجہ حاصل ہے۔ اور امر دوم وسوم کے برخلاف اس نے علم احادیث کو ظنی ومفید ظن کہا ہے اور اس فن کو سلسلہ تعامل سے بالکل بے تعلق قرار دیا ہے اور قطعیت حکم صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ کو صرف تعامل کا اثر بتایا ہے اور روایت کو اس اثر میں محض بے دخل ٹھہرایا ہے۔ اور امر چہارم وپنجم کے برخلاف اس نے جملہ احادیث کو ظن یا غالب ظن کے مرتبہ میں ٹھہرا کر ان سب کو امتحان صحت کیلئے قرآن پر عرض کرنے کا محتاج ٹھہرایا ہے اور کسی حدیث کو اس سے مستثنی نہیں کیا۔

اب ناظرین انصاف سے کہیں، ان تصریحات وعبارات کے ساتھ اس کا یہ کہنا کہ جو کچھ میں تمہید میں کہہ رہا ہوں وہ تحریر نمبر چہارم میں کہہ آیا ہوں، کذب محض اور دھوکہ دہی نہیں تو کیا ہے؟

نقل عبارت تحریر نمبر پنجم کادیانی واثبات مخالفت مضمون آن،

بمضمون تمہید آن کذاب لاثانی

واضح ہو کہ جس اپنی تحریر کو مرزا قادیانی نے تحریر نمبر پنجم قرار دیا ہے اور مباحثہ مندرجہ الحق میں اس کو نمبر پنجم کہا ہے وہ در حقیقت نمبر ہفتم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ وغیرہ جلد ۱۳۔ اور نمبر ۵ جلد ۱۴ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر میں قادیانی نے جو کچھ متعلق تعامل واحادیث کہا ہے، وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ ج ۱۴ میں بصفحہ ۱۱۸ وغیرہ اور مباحثہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ الحق میں بصفحہ ۱۳۱ وغیرہ منقول ہے):

احادیث کے دو حصہ ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آ گیا ہے۔یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے جس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں۔سو ایسی حدیثیں تو بلا شبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔اور جو کچھ ان حدیثوں کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے،اور نہ وہ راویوں کی وثاقت واعتبار کی وجہ سے ہوئی ہے، بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل پیدا ہوئی ہے۔سو میں ایسی حدیثوں کو جہاں تک ان کو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے، ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہوں لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جس کو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں اور صرف راویوں کے سہارے سے ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا،اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہیں کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئیں ہیں وہ یقینی اور قطعی الثبوت طریق نہیں ہے، بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے۔وجہ یہ کہ ان حدیثوں کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویوں کی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامت حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے۔اور ان تمام امور کا کماحقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ ثبوت پر، جو حکم روایت کا رکھتا ہے، پہنچنا حکم محال کا رکھتا ہے۔سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے کہ جس قدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیض یاب ہیں وہ بحسب استفاضہ اور بقدر اپنی فیض یابی کے، یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ لیکن باقی حدیثیں ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہیں۔غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ تک ہیں۔اس لئے میرا مذہب بخاری ومسلم وغیرہ کتب کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں۔بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں،بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے، ظن کی حالت میں ہیں۔لیکن اس حالت میں، میں حدیث کو، جب تک قرآن کے صریح مخالف نہ ہو، موضوع قرار نہیں دے سکتا۔

ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کیلئے مقرر کیا، لیکن کبھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے دعوی نہیں کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا ہے۔اور ظاہر ہے کہ بوجہ اس کے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہیں ٹھہر سکتا ،اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے،لہذا رواۃ کے حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کیلئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی، تا ان حدیثوں کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی ،لیکن وہ تحقیقات میسر نہیں آسکی۔سو ہر ایک منصف اور ایمان دار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے، کہ بجز ان حدیثوں کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور چلی آتی ہیں، باقی تمام حدیثیں کسی قدر تاریکی سے پر ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں ،صرف ظن یا شک کے درجہ پر ہیں۔اور فن حدیث کی تحقیقاتیں ان کو ثبوت کامل کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتیں.....میری غرض تو صرف اس قدر ہے کہ حدیثوں کو قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے، ہاں اگر سلسلہ تعامل کی رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اس کو بھی تسلیم کر سکتا ہوں، کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔میں صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو یوں ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہیں دے سکتا، بلکہ میرا ان کی نسبت حسن ظن ہے۔ہاں جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی اس کو میں، من جانب رسول کریم ﷺ یقین نہیں کرونگا۔ہاں سلسلہ تعامل کی حدیثیں اس سے مستثنی ہیں۔

اس عبارت میں بھی امور خمسہ مذکورہ بالا مندرجہ تمہید قادیانی کا نام ونشان پایا نہیں جاتا بلکہ تحریر نمبر چہارم سے بڑھ کر ان امور کا خلاف اس میں موجود ہے۔

امر اول وپنجم کے برخلاف اس میں احادیث حصہ اول متعلقہ سلسلہ تعامل کا ایک مرتبہ یقین وکامل ثبوت مقرر کیا ہے اور باقی احادیث حصہ دوم کا (جن کو تعامل سے تعلق نہیں) مرتبہ ظن یا غالب ظن ٹھہرایا۔اس کی عبارت میں حصہ اول کی نسبت الفاظ: ایک مرتبہ یقین، کامل ثبوت؛ وغیرہ استعمال کئے گئے ہیں۔اور اس کے مقابلہ میں حصہ دوم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ وہ مرتبہ ظن سے بڑھ کر نہیں، غایت کار بعض حدیثیں ظن غالب کے مرتبہ پر ہیں۔ وہ یقینی اور قطعی الثبوت نہیں وغیرہ۔

ہر چند حصہ اول کی نسبت اس نے ایک لفظ بحسب استفاضہ وبقدر فیض یابی بھی بول دیا ہے ولیکن چونکہ وہ لفظ اس نے مقابلہ ظن وغالب ظن بولا ہے لہذا اس لفظ سے جو درجہ مراد ہوگا وہ ضرور ایک یقین ہی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ ہوگا، اس سے ظن غالب کا درجہ مراد نہ ہو سکے گا، جیسا کہ اس نے اب تمہید میں ادنی درجہ یقین کو ظن غالب قرار دیا ہے۔ اور روز روشن میں اپنے اتباع کی آنکھوں میں خاک ڈالنا چاہا ہے۔

اور امر دوم سوم کا خلاف بڑے زور وشور سے کیا، اور صاف کہہ دیا کہ جو قوت حصہ اول احادیث کو حاصل ہے وہ روایت سے اور راویوں کی وثوق واعتبار کی وجہ سے نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث کی ذاتی قوت ہے اور نہ اس فن کی تحقیقاتیں قطعی اور یقینی ہیں، اور نہ وہ ثبوت کامل کی مثبت ہو سکتی ہیں، بلکہ وہ صرف تعامل کی وجہ سے و بس۔

امر چہارم کے ان الفاظ کو کہ: احادیث تعامل قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں۔ گو الفاظ تحریر پنجم (یا ہفتم) قادیانی سے ظاہری اتفاق ہے، مگر ان الفاظ کے معانی کو مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) سے کلی اختلاف ہے۔ الفاظ امر چہارم تمہید میں مرزا قادیانی نے احادیث تعامل کو ایسا عام اور وسیع کیا ہے کہ احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ رفع یدین وغیرہ کو جو باتفاق امت محمدیہ ظنیات سے ہیں، ان میں شامل کر لیا ہے۔ اور پھر ظن کو ایک ادنی مرتبہ یقینی قرار دے کر ان ظنیات فروعیہ اختلافیہ کو اس مرتبہ میں داخل کر کے یقین بنا لیا ہے۔ مگر مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) میں احادیث متعلق تعامل کو بلا شبہ یقین اور کامل ثبوت کی قیدیں لگا کر ان احادیث سے مخصوص کر دیا ہے جو محل اتفاق ہیں، اور ان کے عمل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جیسے احادیث متعلقہ حکم فرضیت صلوۃ، صوم یا عدد رکعات ہیں۔ لہذا مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) کا یہ فیصلہ ہے کہ جو احادیث بلا اختلاف متعلق تعامل ہیں اور وہ بلا شبہ اور بلا ریب قطعی ویقینی ہیں اور ثبوت کامل کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں، وہ محتاج عرض قرآن نہیں ہیں، باقی سب احادیث جنکے عمل وترک میں اختلاف ہے اور اس وجہ سے وہ رتبہ صحت وثبوت کامل تک نہیں پہنچیں، اور وہ بلا شبہ قطعی ویقینی نہیں، وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج ہیں۔ اور یہ فیصلہ امر چہارم تمہید کے صریح مخالف ہے۔

اس بیان سے ہماری تجویز کی شق اول ثابت ہوئی اور یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے تمہید میں بیان کیا ہے اس کی تحریر چہارم وپنجم وغیرہ میں اس کا نام ونشان نہیں، بلکہ صریح خلاف موجود ہے۔ اس بیان میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری تجویز کی دوسری شق کا جواب

فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی کا بیان تمہید اس کی تحریر نمبر چہارم و پنجم میں موجود ہے، تاہم اس بیان میں ہمارے سوال کا جواب کامل و قطعی نہیں ہے۔ اس بیان میں گو احادیث صحیحین متعلقہ عمل کو صحیح و قطعی الثبوت و واجب العمل مان لیا ہے، مگر ان احادیث کی نسبت جو متعلق عمل نہیں بلکہ متعلق قصص و اخبار ہیں (جیسے احادیث نزول مسیح) کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ بلکہ شرطی طور پر یہ کہا ہے کہ اگر ان کا مضمون موافق قرآن ہوگا تو ان کو صحیح تسلیم کیا جائے گا، مخالف ہوگا تو موضوع قرار دیا جائے گا۔ پھر اس امر کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کہ احادیث متعلقہ نزول مسیح کا واقعی اور اصلی مضمون موافق قرآن ہے۔ و بناءً علیہ صحیح و واجب التسلیم ہے۔ یا وہ مضمون مخالف قرآن ہے، لہذا وہ احادیث موضوع ہیں۔ بلکہ ان کی نسبت شتر مرغی اختیار کر کے دورخی بات کہی ہے کہ ان احادیث کے جو ظاہری معنے علماء کرتے ہیں، ان معنے کی نظر سے وہ احادیث موضوع ہیں، اور جو تاویلی معنی ہم خود بدولت کرتے ہیں ان معنی کی نظر سے وہ صحیح اور موافق قرآن ہیں۔ جس پر اس سوال کی جگہ ہے کہ ان احادیث کے معانی واقع اور نفس الامر میں مراد شارع ﷺ ایک ہی ہوں گے۔ ظاہری (جو علماء اسلام بحکم قواعد مقررہ و مسلمہ مراد شارع ٹھہراتے ہیں) یا تاویلی و تحریفی (جواز روئے الحاد و باطنیت خود بدولت مراد لیتے ہیں) پس اگر آپ کی رائے واعتقاد میں ان احادیث کے وہی تاویلی معنے صحیح ہیں جو آپ نے گھڑ لئے ہیں اور وہ آپ کے خیال میں قرآن مجید کے موافق و مطابق ہیں تو آپ کو جزم و یقین کے ساتھ ان احادیث کو صحیح اور قطعی الثبوت اور واجب القبول قرار دینا چاہیے، اور برملا اور صاف صاف کہنا چاہیے کہ ان احادیث کے یقیناً یہی معنے ہیں اور یہ قرآن مجید کے عین مطابق و موافق ہیں اور اس موافقت قرآن کے مقتضا سے یہ احادیث صحیح و قطعی واجب القبول ہیں۔ اور ان معنے کے یقین صحت اور اس یقین صحت معنی کی نظر سے یقین صحت احادیث مذکورہ کے ساتھ آپ کا ان احادیث کو ظاہری معنی کی نظر سے (جو آپ کے نزدیک صحیح نہیں) موضوع کہنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ کہنا بعینہ ایسا ہے کہ کوئی شخص کسی آیت قرآن کے ایک معنی کو یقیناً صحیح و مراد خداوندی سمجھے اور دوسرے معنی کو غلط قرار دے اور پھر کسی شخص کے دوسرے معنی کی تجویز پر یوں کہے کہ اگر اس آیت سے دوسرے معنے مراد ہیں تو یہ آیت قرآن کی آیت نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، بلکہ یہ کسی انسان کا کلام ہے جو قرآن میں ملایا گیا ہے۔

اس شرطی نفی وانکار کو کوئی عاقل صحیح تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر کس ذی ہوش وحواس اس شرطیہ طور پر منکر آیت قرآن کو یہ الزام دے سکتا ہے کہ اگر تیرے نزدیک آیت کے ایک وہی معنے صحیح و متعین ہیں جو تیرے خیال میں ہیں اور دوسرے معنے غلط ہیں تو تجھے جزم ویقین کے ساتھ ان معنی کی صحت کا دعوی کرنا اور بناء علیہ آیت کو آیت قرآن اور اس کا جزء سمجھنا واجب ہے اور دوسرے معنے کو غلط قرار دینا لازم۔ نہ یہ کہ اس غلط معنے کی نظر سے آیت کو قرآن سے خارج کرنا۔

ایسا ہی مرزا قادیانی پر یہ الزام قائم ہو سکتا ہے کہ اگر تمہارے نزدیک احادیث نزول مسیح کے وہی تاویلی معنے متعین و متیقن جو تمہارے خیال میں ہیں تو ان احادیث کو نقارہ کی آواز سے صحیح ماننا تم پر واجب ہے، نہ ظاہری معنے کی نظر وشرط سے (جن کو تم صحیح نہیں سمجھتے) ان کو موضوع قرار دینا یا ان دونوں معنے کی نظر سے صحت احادیث میں شک وتردد ظاہر کرنا اور یوں کہنا کہ اگر ان احادیث کے ظاہری مراد ہیں تو یہ موضوع ہیں اور اگر تاویلی مراد لیں تو صحیح ہیں۔ مرزا قادیانی کے جواب کو قطعی اور کامل جاننے والو، بتاؤ اب بھی اس جواب کو قطعی اور صحیح وکامل کہو گے؟ قادیانی کی محبت میں جو اندھے اور کانے ہو رہے ہیں وہ اب بھی اس جواب کو قطعی اور کامل کہیں تو محل تعجب وافسوس نہیں مگر صحیح وسلیم الحواس ناظرین وسامعین سے تو امید کامل ہے کہ وہ ہماری اس تقریر کو پڑھ کر یا سن کر قادیانی کے اس جواب کو یقیناً غیر قطعی وناکامل قرار دیں گے اور اس سے مرزا قادیانی کی دھوکہ بازی اور چالاکی کا یقین کریں گے اور اس کو اس جواب کی نظر سے شتر مرغ یا روباہ صفت سمجھیں گے اور اس قسم کی باتوں سے اس کی شعبدہ بازی کا یقین کریں گے۔

ہماری تجویز کی تیسری شق کا ثبوت

یہ بھی بطور فرض محال، فرض کیا اور بطور تنزل مان لیا کہ قادیانی نے جو جواب دیا ہے یہ بجائے خود قطعی جواب اور کامل ہے ولیکن یہ جواب اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت وجماعت کی رو سے صحیح نہیں ہے، بلکہ ملحدانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ہے کیونکہ اس جواب میں احادیث متعلقہ عمل کو اگرچہ ان کے عمل وترک میں اختلاف ہو، قطعی صحیح اور بلا ریب قوی اور یقینی الثبوت کہا ہے اور تعلیمات اور احکام قرآن پر زیادتی کرنے والے اور اجمال واشارات قرآن کی تفسیر وتفصیل کرنیوالے قرار دیا ہے اور ان احادیث کو جو متعلق عمل نہ ہوں مشتبہ وشکی، اور بلاشہادت و موافقت قرآن ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ اور اس رتبہ سے گرایا ہے کہ وہ بیان قرآن پر کچھ زیادتی کریں۔ یا اس کے اجمال واشارہ کی تفسیر وتفصیل کرسکیں۔ اور یہ محض ملحدانہ اصول ہے جس سے احادیث متعلقہ عقائد کا جو اہل سنت کے نزدیک قطعیات سے ہیں، ردّ وابطال اور احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ سے کتاب اللہ کا نسخ متصور ہے۔ اور یہی اس اصول کی تمہید وتقریر سے مرزا قادیانی کا مقصود ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ فروعات اختلافیہ کے متعلق جس حدیث کو کوئی چاہے دست آویز بنا کر کتاب اللہ پر زیادتی کرلے، جو نسخ کہلاتا ہے۔ اور عقائد متفق علیہ اہل سنت و جماعت کے متعلق احادیث سے جس حدیث کو مثلاً احادیث متعلقہ توحید وصفات یا احادیث متضمنہ تفاصیل حالات برزخ (قبض روح، عذاب قبر، سوال منکر نکیر) وحالات محشر (علامات قیامت، حشر، اخبار و احداث وعبور پل صراط، حساب، وزن اعمال) ونعیم جنت (دیدار خدا وحور وقصور، انہار واشجار) وآلام جہنم (طوق واغلال وغیرہ) چاہے خیر باد کہکر ملحد وزندیق ونیچری بن جائے، اور اس پر مرزا قادیانی کی یہ دلیل پیش کرے کہ یہ احادیث متعلق عمل نہیں صرف قصص واخبار کے متعلق ہیں۔ لہذا ان کی صحت شکی ومشتبہ ہے اور بلاشہادت وموافقت قرآن ان کو قبول کرنا جائز نہیں اور قرآن میں ان تفاصیل کا نام ونشان نہیں۔ اس میں مجملاً احوال برزخ وقیامت کا بیان ہے جس پر ان احادیث کے بیان سے زیادتی جائز نہیں۔ اور یہ حدیثیں اس لائق نہیں کہ اس اجمال قرآن کی تفسیر و تفصیل بن سکیں کیونکہ یہ احادیث تعامل یعنی عمل کے قوی اور بلا ریب سلسلہ میں نہیں آئیں۔ اور اس آفتاب کی روشنی سے فیض یاب نہیں ہوئیں۔

اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت اس ملحدانہ اصول کے دونوں جزء کا مخالف ہے۔ وہ احادیث صحیحہ متعلقہ فروعات اختلافیہ کو اگرچہ واجب العمل قرار دیتا ہے مگر ان کو قطعی ویقینی الثبوت نہیں کہتا۔ بلکہ باوجود واجب العمل قرار دینے کے ان کو مرتبہ ظن میں جگہ دیتا ہے۔ اور عملیات میں ظن کو لائق عمل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۶ میں بیان ہوا اور آئندہ بھی ہوگا، اسلام میں ایسا کوئی شخص آج تک نہیں ہوا جو اختلافی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ فرعی کو یقینی وقطعی وبلا ریب، قوی کہے۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو احادیث عمل سے بڑھ کر واجب القبول قرار دے۔ وہ احادیث جو اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت میں قطعی ویقینی الثبوت تسلیم کی گئی ہیں، دواوین اسلام، کتب حدیث وکتب عقائد میں ان احادیث اوران سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامیہ سنیہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اوران احادیث اوران مسائل کی نسبت محدثین وآئمہ کلام کا دعوی شہرت وتواتر ہے۔ وہ ان احادیث کو حد شہرت یا تواتر تک پہنچی ہوئی نہ سمجھتے تو ان احادیث اوران مسائل کو عقائد اسلامیہ میں ہرگز شمار نہ کرتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ان میں مسلم ومتفق چلا آتا ہے کہ باب عقائد میں ظنیات پر اعتماد جائز نہیں اور عقائد کی بنا قطعیات پر ہے اوراس مسئلہ پر ان کا نصوص کتاب اللہ سے استدلال واستشہاد ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے: سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا و لا آباءنا و لا حرمنا من شیء۔ کذالک کذب الذین من قبلھم حتی ذاقوا باسنا قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا۔ ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون۔ (انعام۔ ع ۱۸)۔ شتاب منکر کہیں گے خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ، اور نہ ہم کسی چیز کو (اپنی طرف سے) حرام بناتے۔ ایسا ہی ان سے پہلوں نے جھٹلایا، یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھ لیا، تو ان سے کہدے تمہارے پاس (اس بیان پر) کوئی یقینی سند ہے جس کو نکال سکو۔ تم تو ظن ہی کے پیچھے لگتے اوراٹکل دوڑا رہے ہو۔

اور فرمایا: و ما یتبع اکثرھم الا ظنا۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ ان اللہ علیم بما یفعلون۔ (یونس۔ ع ۴) ان میں بہت لوگ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں اور ظن حق کا کام کچھ نہیں دیتا اور اللہ جانتا ہے جو یہ کرتے ہیں۔

پہلی آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی نے کہا ہے اس آیت میں ظن کی پیروی سے ممانعت پائی جاتی ہے خصوصاً اعتقادی مسائل میں، شائد یہ ممانعت اس موقع پر ہو جہاں ظن کے مقابلہ میں کوئی یقینی امر ہو، کیونکہ آیت کا مورد نزول ایسا موقع ہے۔

لفظ شائد قاضی بیضاوی نے اس خیال سے بولا ہے کہ الفاظ قرآن کے عموم کا اعتبار ہے نہ خاص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مورد نزول کا، اور یہ امر بہت سی آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اور اسی کے موافق علمائے اسلام کا زمانہ صحابہ سے عمل چلا آیا ہے۔ لہذا اس آیت میں ہر ایک ظنی امر کے اتباع سے باب اعتقاد میں ممانعت ہے۔ اس کو اس ظنی امر سے (جس کے مقابلہ میں کوئی قطعی امر ہو) خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور بیضاوی نے دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس آیت میں اس امر کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں یقین حاصل کرنا واجب ہے، اس میں ظن وتقلید پر اکتفا جائز نہیں۔ خدا کا یہ فرمانا کہ خدا جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اتباع ظن اور ترک دلیل پر عذاب سے ڈرانا ہے۔

ایسا ہی دوسری آیت کی تفسیر میں نواب صدیق حسن نے فتح البیان میں لکھا ہے۔

کرخی نے کہا ہے اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ باب اعتقاد میں علم (یعنی یقین) حاصل کرنا واجب ہے اور ظن وتقلید کو کافی سمجھنا جائز نہیں کیونکہ دین یقین ہی بتاتا ہے اور اسی یقین سے حق واضح ہوتا ہے اور ظن اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا، اور اس سے حق معلوم نہیں ہوتا۔ وہ ظن کسی امر حق میں کام نہیں دیتا۔ خدا کا یہ فرمانا ظن کے باطل ہونے کے بیان کے لئے ہے۔ اس میں حق سے علم مراد ہے۔

اور امام رازیؒ نے فرمایا ہے: مسائل اعتقادیہ یقینیہ میں ظن پر اعتماد جائز نہیں،

امام سیوطیؒ نے امام رازی کا یہ کلام تفسیر اتقان میں نقل کر کے فرمایا ہے: مجھے یہ کلام اس امام کا اس باب میں بس ہے۔

بحر العلوم لکھنویؒ نے شرح مسلم الثبوت میں فرمایا ہے: اعتقاد ظن سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں اعمال میں ظن پر بھی عمل جائز ہے۔

تفتازانیؒ نے تلویح میں فرمایا ہے: اعتقادی مسائل اکے دکے راویوں کی حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتے کیونکہ اعتقادیات کی بنا یقین پر ہوتی ہے۔

علامہ ہارونؒ نے ناظور الحق میں لکھا ہے: تو جان چکا ہے کہ باب اعتقاد میں ظن وقیاس جاری نہیں ہوتا اور اعتقاد ، اجتہاد اور لوگوں کی رائے سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس میں حق قطعی ہوتا ہے جس میں اختلاف متصور نہیں۔

ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں بجواب اس قول علاء الدین قونوی کے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن اہل قبور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے عذاب اٹھایا جاتا ہے، پھر وہ قیامت تک عود نہیں کرتا ، فرمایا ہے: یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عقائد کے باب میں یقینی دلائل معتبر ہیں، نہ اکے دکے راویوں کی حدیثیں، جو ظنی ہوتی ہیں۔ ہاں جبکہ وہ کئی طریق (راویوں) سے مروی ہوں اور تواتر معنوی کو پہنچ جائیں تو اس وقت وہ بھی قطعی ہو جاتی ہیں۔

اور ملا علی قاریؒ نے سم القوارض فی ذم الروافض میں فرمایا ہے۔

اہل علم وصاحب فہم یہ بات جانتے ہیں کہ عقائد کی بنا قطعی دلائل پر قائم ہوتی ہے، نہ ظنی دلائل پر جو مسائل فرعیہ فقہیہ میں کام دیتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالی نے کافروں کی مذمت میں فرمایا ہے کہ وہ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہیں، اور ظن حق سے کام نہیں دیتا، تو اس سے منہ پھیر لے، جو ہماری نصیحت سے پھر جاتا ہے اور بجز زندگی دنیا کے کچھ نہیں چاہتا وہی ان کی سمجھ کی حد ہے، تیرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہوا ہے اور جو اس کی راہ پر ہے۔ اور اس باب میں آیات بکثرت موجود اور احادیث مشہور ہیں اور اس پر اجماع قائم ہے، ان لوگوں کے نزدیک جن کو علم ہے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحقؒ نے تکمیل الایمان میں فرمایا ہے۔ اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب میں آپ نے فرمایا ہے: شیخ علاء الدین قونوی کہ از محققین علمائے شافعیہ است مے گوید کہ آنچہ برمن ظاہر میشود، اینست کہ اعتقاد حیات انبیاء علیہ السلام در قبور و وجود ایشاں در وے بوجھیکہ پیش از وفات ثابت بود استمرار و استقرار ایشان در قبور ہمبریں وجہ از مسائل فروع نیست۔ کہ در وے بدلائل ظنیہ غیر قطعیہ اکتفا رود وبمشاہدہ عیانی ثابت شدہ کہ حیاتے کہ ایشانرا پیش از وفات ثابت بود زوال پذیرفتہ وفانی شدہ وعود آن حیات را دلیلی قطعی وحجت ساطع باید تا اعتقاد بدان صورت بندد۔

یہ ان حضرات کی عبارات وتصریحات کا ترجمہ ہے اور اصل عبارات ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۹ میں منقول ہیں۔ ان تصریحات واستدلالات کے ساتھ ان حضرات محدثین ومتکلمین ومفسرین نے عقائد مذکورہ کو اپنی کتب میں بیان کیا اور ان پر احادیث مذکورہ سے تمسک واستدلال کیا ہے تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو حد شہرت وتواتر تک پہنچی ہوئی جانا اور قطعیات میں شمار کیا ہے۔ اور اگر وہ ان احادیث کو اخبار احاد سمجھتے اور ان عقائد کو جو ان احادیث سے ثابت ہیں، ظنیات خیال کرتے ہیں، تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصریحات بالا کے ساتھ وہ ان عقائد کو اسلامی وسنی عقائد نہ ٹھہراتے اور اپنی کتب حدیث وتفسیر وعقائد میں ان پر ایمان لانے کی رغبت نہ دلاتے۔

یہ جو ہم نے کہا ہے اس میں محض ظن واستنباط سے کام نہیں لیا۔ اور صرف ان حضرات کے عمل سے نتیجہ کا استخراج واثبات نہیں کیا۔ ان آئمہ نے تصریح وتوضیح کے ساتھ خود بھی ان احادیث کی نسبت شہرت وتواتر کا دعوی کیا اور صاف کہدیا ہے کہ یہ احادیث حد تواتر یا شہرت کو پہنچ گئی ہیں۔

فتوی علمائے پنجاب وہندوستان بحق میرزا قادیان (مندرجہ نمبر ۵ وغیرہ جلد ۱۳، اشاعۃ السنۃ) میں علماء متکلمین و مفسرین کے بعض اقوال کو ناظرین دیکھ چکے ہیں۔ متکلمین کے مزید اقوال دیکھنے ہوں تو شرح عقائد وشرح مقاصد میں ملاحظہ کریں۔ اس مقام میں بعض محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں احادیث متعلقہ نزول مسیح وخروج دجال وغیرہ کو حد تواتر تک پہنچنے والی اور یقینی قرار دیا گیا ہے۔

امام شوکانیؒ رسالہ توضیح میں احادیث نزول مسیح کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

فهذه تسعة و عشرو ن حديثاً تنضم اليها احا ديث آ خر ذكر فيها نزو ل عيسى منها ما هو مذ كور فى احا ديث الد جا ل و منها ما هو مذ كور فى احا ديث المنتظر و تنضم الى ذلك ايضاً ا لآ ثار الواردة عن الصحا بة فلها حكم الر فع اذ لا مجا ل للا جتهاد فى ذا لك فمنها عن ابى هريره عند ابن ابى شيبه، و منها عنه ايضاً ، ذكرة فى كنز العما ل ، و منها عنه ايضاً ذكره فيه و منها عن ابن عباس ذكره فى الكنز ، و منها عنه ايضاً ذكره فيه و منها عن عبد الله بن عمر ذكره ابن ابى شيبه، و منها عن ابن مسعود ذكره فى كنز العما ل، و جميع ما سقنا ه با لغ حد التوا تر كما لا يخفى على من له فضل اطلاع فتقرر بجميع ما سقناه فى هذا ان الاحاديث الواردة فى المهدى المنتظر متوا ترة و الا حا ديث الواردة فى الد جا ل متوا ترة و ا لا حا ديث الواردة فى نزول عيسے ممتوا ترة و فى هذا المقدار كفا ية لمن له هدا ية ۔(حجج عن التو ضيح) کہ یہ انتیس حدیثیں ہیں جن کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہو سکتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔جن میں حضرت مسیح کے نزول کا ذکر ہے۔ازانجملہ بعض وہ ہیں جو احادیث متعلقہ دجال کے ضمن میں مذکور ہیں۔بعض ایسی ہیں جو احادیث مہدی موعود کے ضمن میں مذکور ہیں اوران کے ساتھ صحابہ کے آثار و اقوال بھی شامل ہوسکتے ہیں جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسی احادیث کے بیان میں اصحاب کے اجتہاد و رائے کا دخل نہیں ہوسکتا۔ازانجملہ ابو ہریرہ کی حدیث ابن ابی شیبہ کی کتاب میں، ایک اور اس کی حدیث کنز العمال میں ہے۔اس میں ان کی ایک اور حدیث ہے۔وازانجملہ ایک حدیث کنز العمال میں ابن عباس سے ہے، اس میں ایک حدیث ان کی اور ہے۔ازانجملہ عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن ابی شیبہ نے بیان کی ہے و ازانجملہ ابن مسعود کی حدیث ہے جو کنز العمال میں ہے۔یہ سب حدیثیں جن کو ہم نے بیان کیا ہے، مل کر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ہماری اس نقل و بیان روایات سے ثابت ہوا کہ جو احادیث مہدی موعود کے باب میں وارد ہیں وہ متواتر ہیں اور جو دجال کے حق میں وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں اور جو حضرت عیسی کے نزول کے متعلق وارد ہیں وہ بھی متواتر ہیں۔اس قدر بیان میں اس شخص کے لئے کفایت ہے جس کو ہدایت حاصل ہے۔

اور نیز امام شوکانیؒ نے توضیح میں کہا ہے کہ:

و اما الاحادیث الواردۃ فی الدجال فالذی اذکرہ ھنا مائۃ حدیث ثم سردھا بقولہ الاول و الثانی الی آخر المائۃ ثم قال و اقتصر علی ھذا المقدار فلیس المراد ھنا الا بیان کون احادیث خروج الدجال متواترۃ و المتواتر یحصل بالبعض مما سقناہ و قد بقیت احادیث و آثار عن جماعۃ من الصحابۃ ترکنا ذکرھا و وقفنا علی ھذہ المائۃ الحدیث التی اشرنا الیھا و الی من خرجھا (حجج عن التوضیح) کہ دجال کے باب میں جو احادیث وارد ہیں، ازانجملہ جو اس مقام میں ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ سو احادیث ہیں۔پھر ان کو نام بنام ذکر و شمار کیا اور اس کے بعد فرمایا۔اب ہم کو چاہیے کہ اسی قدر پر بس کریں۔اس سے ہمارا مقصود صرف اس امر کا بیان ہے کہ احادیث دجال متواتر ہیں اور تواتر صرف بعض احادیث سے، جو ہم نے بیان کیں ہیں، حاصل و ثابت ہوسکتا ہے اور ہنوز بہت سی احادیث و آثار صحابہ باقی ہیں، جنکے ذکر کو ہم نے ترک کر دیا ہے اور ان ہی سو احادیث کے بیان پر وقفہ کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نیز امام شوکانی نے توضیح میں کہا ہے:

ورد السوال من بعض الاعلام عن الاحاديث الواردة فی هولاء هل هی متواترة ام لا ؟ فاقول اما الاحاديث الواردة فی المهدی فالذی امكن الوقوف عليه منها خمسون حديثاً ثم صردها لقوله الاول و الثانی الی آخر الخمسين ثم قال فهذه خمسون حديثاً فيها الصحيح و الحسن و الضعيف المنجبر و هی متواترة بلا شك و لا شبهة بل يصدق وصف التواتر علی ما هو دونها علی جميع الاصطلاحات المجردة فی الاصول و .. هنا انتهی الكلام علی الاحاديث الواردة فی المهدی و اما الآثار عن الصحابة المصرحه بالمهدی فهی كثيرة الی ان ذكر ثمانية و عشرين ثم قال فهذة ثمانية و عشرون اثراً لها حكم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد فی مثل ذالك ۔ (توضيح علی ما فی الحجج) کہ بعض علماء اعلام نے سوال کیا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں جو احادیث وارد ہیں، وہ متواتر ہیں یا نہیں۔ اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ جو احادیث امام مہدی کے باب میں وارد ہیں، ازانجملہ جن احادیث سے لوگوں کا واقف ہونا ممکن ہو وہ پچاس ہیں۔ پھر ان احادیث کو از اول و دوم تا آخر پچاس تک بیان کیا۔ پھر کہا یہ پچاس حدیثیں ہیں جن میں سے کوئی صحیح ہے، کوئی حسن ہے، کوئی ضعیف جس کے ضعف کا جبر نقصان ہو چکا ہے، اور وہ بلاشک وشبہ متواتر ہیں، بلکہ یہ صفت تواتر تو ان سے کم درجہ احادیث پر صادق آتی ہے۔ یہ احادیث مرفوعہ کے متعلق گفتگو ہے، رہے آثار صحابہ جو آمد امام مہدی کو بتصریح بیان کرتے ہیں، سو بہت ہیں پھر ان کو اٹھارہ تک شمار کیا، پھر کہا یہ اٹھارہ آثار ہیں جو احادیث مرفوعہ کے حکم میں ہیں کیونکہ ایسے مضمون کا بیان رائے سے نہیں ہوسکتا۔

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال اور اس قسم کی اور احادیث کی نسبت علماء محدثین و متکلمین کو تواتر کا دعوی ہے اور یقینی صحیح جانتے ہیں اور جو مسائل وعقائد ان احادیث سے ثابت ہیں ان کو وہ اسلامی وسنی عقائد ٹھہرا چکے ہیں اور ان کے مقابلہ میں مسائل فرعیہ اختلافیہ کو ظن اور ان کے متعلق احادیث کو ظنی الثبوت ومفید ظن قرار دے گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا نے اپنے جواب و بیان میں ان سب کا خلاف کیا اور ان کے قرارداد کی رو سے اسلام و تسنن کا خلاف کیا اور اس میں الحاد سے کام لیا، لہذا اس کا یہ جواب اسلامی و سنی اصول کی رو سے صحیح جواب نہیں ہے۔ اس مخالفت اصول اسلام و تسنن کے علاوہ یہ جواب عقل سلیم کے بھی مخالف ہے اور خود اپنے آپ کا مخالف، اس کے آخر کو اول سے صریح تخالف ہے۔

عقل سلیم سے اس جواب کا مخالف ہونا

یہ اصول مسلم عقلاء ہے کہ یقین اعلی رتبہ ہے اور ظن ادنی۔ اسی اصول کی نظر سے اہل اسلام کے نزدیک اعتقاد جو اعلی رتبہ ہے، ظنیات سے متعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ قطعیات سے مخصوص ہے۔ اور عمل جو بہ نسبت اعتقاد ادنی ہے اور اس کے توابع میں سے ہے، ظن سے بھی متعلق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عبارات علماء منقولہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے جواب سے اس اصول عقلی کا بھی خلاف کیا (جیسا کہ قرارداد اسلام و تسنن کا خلاف کیا ہے) کہ حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی الثبوت و یقینی صحیح قرار دینے کیلئے اہل اسلام کے عمل کو گو اختلافی ہو (جو مثبت ظن ہوتا ہے، نہ مفید ظن) لائق لحاظ و اعتبار ٹھہرایا ہے۔ اور حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی قرار دینے کے لئے اہل اسلام کے اعتقاد کو (جو ان احادیث کے متعلق پایا گیا ہے اور وہ مفید یقین ہے) ساقط الاعتبار و ناقابل لحاظ ٹھہرایا ہے۔ اور اس میں اعلی کو ادنی اور ادنی کو اعلی ٹھہرایا ہے اور مرجوح کو راجح کیا اور راجح کو ساقط کر دیا۔ جو عقلاء جہان کے برخلاف ہے۔

قادیانی جواب کے آخر کا اول سے مخالف ہونا

اس جواب میں پہلے تو حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی و یقینی الثبوت بنانے کے لئے قرارداد علماء اسلام کو (جو اختلاف کے ساتھ ان احادیث کے عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھا اور قبول کیا۔ اور ان کی نسبت حسن ظن کو قائم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھ کر یہ خیال وفرض کرلیا کہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتیں تو علماء اسلام کا عمل (گو اختلاف سے ہے) ان پر پایا نہ جاتا۔ مگر بعد میں حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی بنانے کیلئے اس قرارداد علماء کو (جو ان احادیث کے متعلق اعتقاد رکھنے اور ان سے مستخرجہ مسائل کو بالاتفاق قبول کر کے عقائد اسلامی وسنی قرار دینے میں وقوع میں آئی ہے) رد کردیا اور نا قابل قبول ٹھہرایا۔ اور ان کی نسبت حسن ظنی کو قائم نہ رکھا اور ان کے حق میں یہ نیک ظن نہ کیا کہ اگر یہ احادیث صحیح اور قطعی نہ ہوتیں تو علماء اسلام خصوصاً اہل سنت ان احادیث کو اتفاق کے ساتھ بسر وچشم کیوں قبول کرتے۔ اور ان سے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامی وسنی کیوں ٹھہراتے۔ بلکہ ان احادیث کو صحیح وقطعی سمجھنے اور ان کے ظاہری معانی مراد ٹھہرا کر ان کو اسلامی وسنی عقائد ٹھہرانے میں ان سب علماء کو غلطی پر سمجھا، اور ان کے علم وفہم ودین پر برا گمان کیا۔ اور یہ اپنی بات کا خود خلاف کرنا ہے یعنی پہلے ان کے قرارداد کو (جو اختلاف کے ساتھ عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھنا اور قبول کرنا اور اس میں علماء پر حسن ظن رکھنا، پھر ان کے قرارداد کو (جو اتفاق کے ساتھ اعتقاد کے متعلق پائی گئی ہے) رد کرنا اور اس میں ان پر بدگمانی کرنا قادیانی میں کچھ عقل وحیا وشرم ہوتی، تو وہ اس اختلاف وتناقض کا مرتکب نہ ہوتا، بلکہ اگر وہ احادیث نبویہ اور اقوال وقرارداد علماء سے بد اعتقاد ہے (چنانچہ اس کے لفظ لفظ سے مستفاد ہے، اور اس کی ہر ایک جزء مذہب جدید کی اسی پر بنیاد ہے) تو وہ جملہ احادیث نبویہ، گو عمل کے متعلق ہیں، خواہ اعتقاد کے متعلق، برملا وعلی الاطلاق خیر باد کہتا اور علماء کے عمل واعتقاد دونوں کے قرارداد کو لغو ونا قابل اعتبار قرار دیتا۔ اور اگر وہ احادیث نبویہ واقوال وقرارداد علماء سے حسن ظنی رکھتا ہے (جیسا کہ اس کا ظاہری دعوی ہے، اور اس کے ناواقف دام افتادہ لوگوں کا اس کی نسبت اعتقاد ہے) تو وہ جملہ احادیث صحیحہ، گو متعلق عمل ہیں خواہ متعلق اعتقاد، قبول کرتا، اور ان کی نسبت قبولیت وقرارداد کا عمل سے وقوع میں آئی ہے، خواہ اعتقاد سے، لحاظ کرتا اور عمل اعتقاد دونوں میں ان پر حسن ظنی رکھتا۔ یہ مقتضائے حیاو عقل نہیں ہے کہ احادیث متعلقہ عمل کو تو وہ قبول کرتا ہے، اور ان کے متعلق علمائے اسلام کی عملی قرارداد کو (گو اختلاف سے ہو) مانتا ہے اور اس میں ان پر حسن ظنی رکھتا ہے۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو وہ واجب القبول نہیں سمجھتا اور ان کے متعلق ان کی اعتقادی قرارداد اتفاقی کو قبول نہیں کرتا۔ اور اس میں ان پر حسن ظنی نہیں رکھتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اضطراب واختلاف ورزی کا سبب ومنشاء

اس جواب میں جو قادیانی نے مخالفت اصول اسلام وتسنن وعقل سلیم کے ساتھ خود اپنا خلاف کیا ہے تو اس کا سبب ومنشاء یہ ہے (جو اس کے ہر ایک قول وکردار سے مفہوم ہوتا ہے ، و اللّٰہ اعلم بحقیقة الحال) کہ درحقیقت وہ کسی مذہب وملت سماوی کا پابند نہیں ہے اور نہ اسلامی اصول دلائل کتاب وسنت واجماع واقوال سلف امت وغیرہ کا پابند ہے۔ بلکہ وہ خود اپنا نیا مذہب ودین قائم کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مسلمانوں کو دام میں لانا پرانے اصول سے مطلق انکار اور نئے اصول کے برملا ادعاء واظہار کے ساتھ ناممکن ہے، لہذا وہ اپنے ہر ایک بیان واظہار میں شترمرغی وروباہ بازی اختیار کرتا ہے اور جس موقعہ پر جو داؤ چلے چلا لیتا ہے اور جس ہتھیار سے کام نکلے، اسے کام میں لاتا ہے۔ کبھی زور شور کے ساتھ اعتقاد تسلیم قرآن کا اظہار، کبھی آیات قرآنیہ کے ظواہر قطعیہ سے انکار، کبھی اجماع سے استدلال، کبھی اس کو رانہ کہہ کر اس کے ردّ کا اقبال۔ وعلی ہذا القیاس۔ پھر فرط تہور وجرأت سے وہ اس اقبال وانکار کے اختلاف کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے مختلف اقوال متضمنہ انکار واقبال کا ہر ایک شخص کب موازنہ کرتا ہے۔ پس جس جال میں جو کوئی پھنسا، وہی غنیمت ہے ۔مقابلہ اور موازنہ کرنے والے، پھر پیچیدہ بات کی تہ کو پہنچنے والے لوگ، شاذونادر ہوتے ہیں۔..اس جرأت و خیال سے وہ ایک مقام میں جس بات کا انکار کر چکا ہوتا ہے، دوسرے مقام میں اس کا اقرار کر لیتا ہے۔ اور جس بات کا اقرار کیا ہو، اس سے انکار کر جاتا ہے، اور جو بات نہ کہی ہو، اس کے کہنے کا جھوٹا مدعی بن جاتا ہے، اور جو بات کہہ چکا ہے اسکے کہنے سے منکر ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال اس کا یہی جواب مندرجہ تمہید ہے جس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ یہ جواب میں تحریر نمبر چہارم وپنجم میں دے چکا ہوں حالانکہ ان تحریرات میں اس کا نام ونشان نہیں۔ ایک اور عام فہم مثال اس مقام میں ذکر کی جاتی ہے ۔

رسالہ فتح الاسلام کے صفحہ ۵۴ میں مرزا صاحب نے لیلۃ القدر کے حقیقتاً رات ہونے کی نفی کی ہے اور اس کی نسبت صاف اور کھلے الفاظ سے یہ بات کہدی ہے: اس زمانہ کا نام بطور استعارہ لیلۃ القدر رکھا گیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے۔ یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۰ میں اور متعدد تحریروں میں اس نفی سے انکار کیا اور بضمن سوال و جواب یہ کہا ہے:

سوال۔ لیلۃ القدر کے اور معنے کر کے نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھول دیا۔

اما الجواب۔ معترض صاحب نے اعتراض سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس جگہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالی نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے کہ پہلے معنے لیلۃ القدر کے جو علماء کرتے ہیں وہ بھی مسلم و بجا ہیں اور ساتھ ان کے یہ بھی معنے ہیں۔ اور دونوں معنوں میں کچھ منافاۃ نہیں۔ قرآن شریف ظہر بھی رکھتا ہے اور بطن بھی اور صدہا معارف اس کے اندر پوشیدہ ہیں پس اگر اس عاجز نے تفہیم الٰہی سے لیلۃ القدر کے یہ معنے کئے تو کہاں سمجھا گیا کہ پہلے معنوں سے انکار کیا ہے۔

ناظرین اس عبارت ازالہ اوہام اور اس عبارت فتح الاسلام کا مقابلہ کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ قادیانی کا لیلۃ القدر کے رات ہونے سے عبارت فتح اسلام میں انکار اور اس انکار سے عبارت ازالہ اوہام میں انکار، اور رات ہونے کا اقرار ہمارے دعوی کا مصدق اور اس کی ایک صریح و صحیح مثال ہے یا نہیں۔ ایسی صریح مثالیں اور بہت ہیں۔ ازانجملہ بعض کا بیان مرزا قادیانی کے تفصیلی اقوال تحریر نمبر ہشتم کے متعلق آئندہ نوٹوں میں ہوگا ۔ ان شاء اللہ تعالی۔

مضمون تمہید قادیانی پر ہمارے اس تبصرہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے تمہید میں جو دعوی کیا ہے کہ اس نے اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم میں ہمارے اصل سوال کا جواب دیدیا ہے وہ،

محض کذب وخلاف واقع ہے۔

اگر اس جواب کا ان تحریرات میں ادا ہونا فرض کر لیا جائے تو وہ ہمارے سوال کا قطعی و کامل جواب نہیں ہے۔

اور اگر اس جواب کو قطعی و کامل جواب فرض کر لیا جائے، تو وہ جواب اصول اہل اسلام و تسنن اور عقل سلیم کے مخالف ہے، بلکہ وہ اپنا آپ مخالف ہے ۔

مرزا صاحب نے ایک دفعہ بھی ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا، اور نہ ہم نے اپنی کسی تحریر میں ایک بات بھی غیر متعلق پیش کی ہے۔ جس بات کو مرزا صاحب غیر متعلق سمجھتے ہیں یعنی احادیث ممانعت وشم، و حرمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خر ددرندگان سے ان پر الزام، وہ غیر متعلق نہیں۔ مرزا صاحب کی عبارات پر ہم حواشی کی صورت میں نوٹ لکھتے آئے ہیں اور یہاں بتاتے ہیں کہ تعامل کو جوانہوں نے قطعی ویقینی و بلاریب اور احادیث محل تعامل کو قطعی ویقینی الثبوت و بلاریب کہا ہے تو اس سے مجھے ہی نہیں، ہر کس و ناکس کو جو الفاظ قطعی ویقینی و بلاریب کے معنی جانتا اور سمجھتا ہے، یہی سمجھ میں آیا کہ ان احادیث سے آپ کی مراد وہ احادیث ہیں جن پر امت محمدیہ کا اتفاق کے ساتھ عمل پایا گیا ہے۔ اور ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ اور وہی احادیث آپ کے نزدیک اس لائق ہیں اور یہ رتبہ رکھتی ہیں کہ وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہیں اور ان کی تسلیم صحت، موافقت قرآن پر موقوف نہیں۔ بلکہ ان کا مضمون مخالف قرآن بھی ہو، تو وہ لائق تسلیم ہے اور وہی احادیث تعلیم قرآن پر زیادتی کر سکتی ہیں اور وہی احادیث قرآن کی مفسر ہو سکتی ہیں اور جو حدیث ایسی قطعی ویقینی و بلاریب صحیح نہ ہو وہ بلا شہادت موافقت قرآن، لائق تسلیم نہیں ہے، اور نہ وہ حدیث قرآن کی مفسر ہو سکتی ہے۔ بلکہ ایسی حدیث کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، جس پر آپ کو درندوں کی حرمت اور گدھے کی ممانعت کی حدیث سے الزام دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا تھا کہ گدھے اور درندے کی ممانعت کی حدیث ایسی ہے کہ اس پر تعامل ہو ہی نہیں سکتا، چہ جائے کہ تعامل قطعی ہو۔ کیونکہ یہ حدیث متعلق اعتقاد حرمت خر ددرندگان ہے، نہ متعلق عمل ومع ہذا یہ حدیث معنے ان آیات قرآن کی شارح ومفسر ہے جن میں بیان ہے کہ بجز مردار وخون وخنزیر تم پر کوئی جانور حرام نہیں اور جو کچھ زمین میں خدا نے پیدا کیا ہے وہ تمہارے لئے مباح ہے۔ اس حکم حرمت خر ودرندگان میں قرآن اپنا مفسر نہیں ہوا۔ پھر اس کی تائید وشہادت میں کہا گیا تھا کہ یہ خدمت تفسیر قرآن، حدیث کو قرآن نے خود عطا کی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، وہ تم لے لو۔ پھر اس آیت کی تفسیر وتشریح میں قول ابن مسعود کو پیش کیا گیا تھا کہ انہوں نے اس آیت کی رو سے حکم ممانعت وشم وغیرہ (بدن گودنے) کو جو حدیث نبوی میں وارد ہے، داخل قرآن اور اس کا ایک حکم سمجھا۔ باوجود کہ یہ حکم بھی متعلق اعتقاد حرمت وشم ہے، متعلق عمل نہیں تاکہ یہ محل تعامل ہو سکے۔ اب ناظرین انصاف سے کہیں، یہ دونوں حدیثیں (حدیث حرمت خر ودرندگان وحدیث حرمت وشم) قادیانی کے اس دعوی سے کہ وہ حدیث جس پر تعامل قطعی ویقینی پایا نہ گیا ہو، مفسر قرآن نہیں ہو سکتی اور اس کے مقابلہ میں قرآن اپنا مفسر آپ ہے، پورا تعلق رکھتی ہیں اور اس دعوی میں اس کو پورا الزام دیتی ہیں، یا یہ اجنبی و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر متعلق احادیث ہیں؟ اور یہ بھی داد دیں کہ اس الزام کے جواب میں اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ یہ احادیث متعلق احکام ہیں اور احکام تعامل میں داخل ہیں اور میں احادیث تعامل کو محل نزاع سے خارج کر چکا ہوں اور ان کو قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کرنے والی مان چکا ہوں۔ ایک طرفہ روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس میں ناظرین اولاً یہ غور کریں کہ یہ احادیث متعلقہ اعتقاد ہیں، نہ متعلق عمل۔ پھر یہ محل تعامل کیوں کر ہوسکتی ہیں؟ ثانیاً یہ غور کریں کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریرات سابقہ میں ہر ایک حکم یا عمل کو محل نزاع سے خارج کیا اور اس کو مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، یا تعامل قطعی ویقینی اور بلاریب اور اس کے متعلق احادیث قطعیہ یقینیہ بلاریب صحیحہ ثابت کو۔

ادنی غور و توجہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قادیانی نے احادیث قطعی الثبوت کو جو تعامل قطعی ویقینی اور بلاریب کا محل و متعلق ہیں، خارج از محل نزاع کہا۔ اور مفسر قرآن ٹھہرایا ہے، نہ ہر ایک عمل یا حکم کو اور نہ ہر ایک حدیث متعلق عمل کو۔ اور احادیث متضمنہ خرودرندگان و حرمت وشم تو مطلق عمل و تعامل کا محل نہیں۔ وہ صرف اعتقاد حرمت اشیا مذکورہ کے متعلق ہیں۔ لہذا ان احادیث سے قادیانی پر پورا اور باموقع الزام ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی اگر دیانت اور امانت سے کام لیتا تو اس الزام کو مان لیتا۔ الٹا یہ الزام نہ دیتا کہ غیر متعلق حدیثوں کو پیش کیا

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کو اصل مباحثہ سننے کا انتظار تھا۔ شیخ الاسلام مولانا بٹالوی جواباً کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کا رفع انتظار خوب کیا۔ اخیر تک اصل جواب کی طرف رجوع نہ کیا۔ ادھر ادھر کی باتوں، قطعی، ظنی، تعامل وغیرہ میں بحث مقدمات کو پھنسا رکھا۔ نہ مقدمات کو ختم ہونے دیا نہ بحث مقصود حیات وممات کی طرف رجوع کرنے دیا۔ آپ کے اس مناظرہ سے بہت سے حق شناس حقیقت رس لوگوں نے آپ کی دیانت اور مناظرانہ لیاقت و راستی و تہذیب کا خوب اندازہ کرلیا۔ اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے آپ کو جھوٹا اور فریبی اور دھوکہ باز سمجھ کر آپ کا اتباع ترک کیا۔ ازانجملہ اس مقام میں زیادہ لائق ذکر ایک حضرت میر عباس علی صاحب صوفی مرحوم لدھیانہ ہیں، جو پہلے آپ کے خلیفہ تھے، پھر اس مناظرہ میں آپ سے بے اعتقاد ہوکر آپ کی اتباع سے بے زار ہوئے۔ ایک دوسرے سادہ لوح میر ناصر نواب ہیں جو آپ کے خسر ہیں اور وہ آپ کے دھوکہ میں آکر آپ کے مرید ہوگئے تھے۔ اور آخراسی مباحثہ کو دیکھ کر ایک مجلس عام جامع مسجد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پٹیالہ میں تائب ہوئے اور مظہر ہوئے کہ مجھے باوجود خاص تعلق، مرزا قادیانی کی دھوکہ دہی کا یہ علم نہ تھا جو مباحثہ لودہانہ کے دیکھنے سے حاصل ہوا۔

اور آخر میں مولانا بٹالویؒ، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ پہلے تو آپ نے قطعی ویقینی و بلاریب وغیرہ کی قیدیں لگا کر احادیث تعامل ان ہی احادیث کو بتایا تھا جن کو اب نمبر اول قرار دیتے ہیں۔ اب رفع یدین وعدم والی حدیثوں تک کو ان احادیث تعامل میں شامل کر لیا۔ مگر یہ اخیر ہتھیار بھی آپ کا کام نہ آیا، خطا گیا۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اولاً یہ تفصیل اور اس قسم کے اور مضامین تمہید آپ کی سابق تحریرات کے مخالف ہیں۔ ثانیاً اس تفصیل کے ساتھ بھی یہ جواب ہمارے سوال کا جواب قطعی نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً قطعی ہو بھی، تو یہ جواب اصول اسلام کے برخلاف ہے، اور خاص کر یہ تفصیل آپ کی خود مبطل ومکذب ہے کیونکہ جس حالت میں احادیث اختلافی، صرف اختلافی عمل کے سبب سے قطعی اور قرآن پر عرض ہونے سے مستغنی اور قرآن کی مفسر اور اس پر زیادتی کی مثبت ہوسکتی ہیں، تو احادیث اعتقاد متعلق نزول حضرت مسیح وغیرہ اتفاقی تسلیم وقبولیت کے سبب ان سے بڑھ کر اور بدرجہ اولی قطعی و مستغنی ومفسر قرآن ومثبت زیادت ہوسکتی ہیں۔

مرزا صاحب کی تمہید پر تبصرہ ختم ہوا اور اس کے ساتھ ان کے پرچہ ہشتم کے اصل اصول کی بیخ کنی ہوگئی۔ اور حاجت باقی نہیں رہی کہ اب اس تحریر کے اقوال تفصیلیہ پر کچھ نوٹ کئے جاویں۔ تاہم اسکے علم، دیانت، راست بازی اور سلامت روی کی مزید قلعی کھولنے کی غرض سے من جملہ ان اقوال چند اقوال پر نوٹ کئے جاتے ہیں وباللہ التوفیق

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں کہ ان نوٹوں میں پہلے ہم اپنی تحریر نمبر ہشتم کے اس فقرہ کا حوالہ دیں گے جس کا مرزا صاحب نے کچھ جواب دیا ہے، پھر ان کے جواب کو بعینہ یا اس کا خلاصہ نقل کریں گے۔ پھر اس پر مناسب نوٹ دیا جائے گا انشاء اللہ تعالی۔

ہمارا قول نمبر ایک۔ آپنے میرے سوال کا جاب صاف اور قطعی نہیں دیا (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۵۸)

مرزا قادیانی کا جواب۔ حضرت میں آپ کو کئی دفعہ جواب دے چکا ہوں کہ حصہ دوم احادیث سے جو اخبار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذشتہ یا مستقبلہ کی قسم سے ہیں اگر کوئی ایسی حدیث نص قطعی کے مخالف ہوگی تو قابل تاویل ہوگی، یا موضوع قرار پائیگی (مباحثہ مطبوعہ قادیانی۔ص ۸۱)

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔نوٹ متعلق تمہید میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ جواب ہمارے سوال کا قطعی جواب نہیں ہے۔اس جواب میں حرف اگر اور یا اس کے قطعی ہونے میں مانع ہیں۔مرزا قادیانی ان احادیث کو صحیح سمجھتا ہے تو صحت کا صاف اقراری ہو۔پھر تاویل کا مدعی ہو کر اصول شرط تاویل کی پابندی سے ان میں تاویل کرے اور اگر ان کو غیر صحیح سمجھتا ہے تو برملا ان کو رد کرے۔موضوعات میں تاویلات کی کیا ضرورت ہے۔مگر اس کو یہ دونوں باتیں اختیار کرنی مشکل ہیں اگر وہ ان کو صحیح کہے تو پھر ان کے ظاہری معانی ماننے پڑتے ہیں کیونکہ ان کی تاویل کی (جو قادیانی کرتا ہے) شرط (ظاہری معنی کا محال ہونا) پائی نہیں جاتی۔اور اگر ان کو برملا غیر صحیح کہتا ہے تو اس سے اس کے الحاد و نیچریت کی قلعی کھلتی ہے۔اس وجہ سے اگر اور یا کا لفظ کہہ کر اس نے قطعی ہونے سے اس جواب اور اپنی جان کو بچالیا۔اور پھر اس طرفہ جھوٹ کو دیکھو کہ فرمایا: میں تو جواب دے چکا ہوں

☆**ہمارا قول نمبر۲**۔صحیح بخاری و مسلم میں ایسی کوئی حدیث ہے جو بوجہ تعارض، موضوع ٹھہر سکے۔(ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر۶ ج۱۴ص۱۵۹)

☆**مرزا قادیانی کا جواب**۔بے شک حصہ دوم کے متعلق کئی ایسی حدیثیں ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے۔جیسا کہ وہی حدیثیں جو نزول ابن مریم کے متعلق ہیں کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہوگیا ہے اور صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اس بات کا مقر ہے اور نصاری کا یونی ٹیرین فرقہ بھی اس بات کا قائل ہے اور یہودیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔اب اگر ان مخالف حدیثوں کی جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہیں، ہماری طرز پر تاویل نہ کی جائے تو پھر بلا شبہ موضوع ٹھہریں گی۔ایسی کئی حدیثیں اور بھی ہیں جن میں سخت تعارض پایا جاتا ہے۔مثلاً بخاری کی حدیث معراج۔پھر اس کے تعارض کی چار وجہ بیان کیں۔

ایک وجہ یہ کہ ایک حدیث میں جو بخاری کے صفحہ ۴۵۵ میں ہے آنحضرت ﷺ کا حضرت موسے کو چھٹے آسمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر دیکھنا بیان ہوا ہے۔ دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۴۷۱ میں ہے، چھٹے آسمان پر بجائے موسے، حضرت ابراہیم کو دیکھنا بیان ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ ایک حدیث سے جو باب الصلوۃ میں ہے، معراج کا بحالت بیداری ہونا معلوم ہوتا ہے دوسری حدیث میں، جو صفحہ ۴۵۵ میں ہے، بیان ہے کہ معراج نیند میں ہوا تھا۔

تیسری وجہ یہ کہ ایک حدیث میں محل معراج، جہاں فرشتہ آنحضرت ﷺ کو لینے آیا تھا، آپ کا گھر بیان ہوا ہے، دوسری حدیث میں بیت اللہ کے نزدیک۔

چوتھی وجہ یہ کہ شریک کی حدیث میں وقت معراج، قبل وحی و پیغمبری بیان ہوا ہے، جو دوسری احادیث کے مخالف ہے، بلکہ خود اس حدیث کے الفاظ مابعد کے مخالف ہے جن میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت مبعوث ہوئے اور نمازیں فرض ہوئیں۔

ان اختلافات کو بیان کر کے قادیانی نے کہا ہے کہ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ اسراء متعدد اوقات میں واقع ہوا ہے، اسی وجہ سے کبھی حضرت موسے کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور کبھی حضرت ابراہیم کو، تو یہ تاویل رکیک ہے، کیونکہ انبیاء اور اولیاء بعد موت کے اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہیں کرتے، جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ اور نیز اس تعدد معراج کی تجویز سے لازم آتا ہے کہ دو تین بار نمازیں پہلے پچاس پچاس فرض ہوئیں پھر منسوخ ہو کر پانچ پانچ ہوئیں، جو ایک بازیچہ، کھیل اور لغو ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالی نے پہلے حکم سے پشیمان ہو کر دو دفعہ دوسرا حکم دیا۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ اس جواب میں مرزا قادیانی نے احادیث بخاری و مسلم پر بیسواں کھلم کھلا حملہ کیا۔ اور احادیث صحیحین کو برملا موضوع قرار دیا ہے۔ ہر چند احادیث متعلقہ نزول حضرت عیسی کو موضوع قرار دینے میں اس نے ذراسی شرط عدم تاویل کی آڑ رکھ لی ہے۔ مگر احادیث متعلقہ معراج نبوی کو تعارض کے سبب موضوع قرار دینے میں کسی شرط کی آڑ نہیں رکھی، اور بزعم خود بڑے زور شور سے ان کا باہم متعارض و متخالف ہونا ثابت کر کے ان کو موضوع قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر مرزا قادیانی کا اپنی تحریر پنجم میں یہ کہنا کہ: بعض احادیث صحیحین میں جو تعارض پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے خدا نے میری مدد کی ہے۔

اور تحریر نمبر ہفتم میں اس کا یہ کہنا: میں نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع قرار نہیں دیا۔

اور اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا: میں ان کتابوں کو قرآن کے بعد اصح الکتب جانتا ہوں۔

یہ سب منافقانہ چال نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حملہ میں قادیانی نے ایک وار تو احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح پر کیا ہے۔ دوسرا وار احادیث متعلقہ معراج پر۔ احادیث متعلقہ نزول مسیح کو موضوع بنانے کیلئے اس نے تین دعوے کئے ہیں۔

ایک یہ کہ قرآن قطعی فیصلہ دیتا ہے کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے۔

دوسرا یہ کہ صحیحین کی بعض حدیثیں بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہیں۔

تیسرا یہ کہ ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بھی قرناً بعد قرن اس بات کا مقر ہے

یہ تینوں دعاوی جھوٹ ہیں۔ قرآن کی کسی آیت میں یہ فیصلہ قطعی کجا، ظنی طور پر بھی نہیں ہوا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور نہ کسی حدیث صحیحین میں اس فیصلہ پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے، اور نہ کسی ایک صحابی یا کسی زمانہ کے ایک عالم اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ اور اب تک وہ مردہ ہیں۔

قادیانی نے ان تینوں دعاوی کا جو ثبوت اپنی تحریرات (ازالہ اوہام وغیرہ) میں پیش کیا ہے، اس میں محض کذب سے کام لے کر کم علم لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل جواب فیصلہ آسمانی میں بضمن نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۴، اشاعۃ السنہ ہو چکی ہے۔ اور پوری تفصیل آئندہ اس جواب کے تتمہ میں ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس دعوی موضوعیت احادیث متعلقہ نزول مسیح کی تائید میں جو قول یہود اور ایک فرقہ نصاری کا اس نے پیش کیا ہے، وہ بے شک مرزا صاحب کے اصلی دلائل ہیں، جن پر اس کا واقعی اعتماد اور اعتقاد ہے، مگر یہ دلائل ان ہی لوگوں کیلئے موجب اطمینان ہو سکتے ہیں جو اس کی طرح معتقدات یہود و نصاری کے پیرو ہوں۔ خود ابن اللہ کہلاویں یا کسی اور کو ابن اللہ سمجھیں۔ اور تثلیث کو پاک بنا کر اس کے معتقد ہوں یا ملحد ہونے کے سبب اسلام و یہودیت و نصرانیت کو مساوی درجہ پر مانتے ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان تو ان مذاہب کی ایسی باتوں کو، جن کی قرآن وحدیث میں تصدیق نہیں ہوئی، لائق تسلیم نہیں سمجھتے۔ اور حدیث و لا تصدقوا اھل الکتاب و لا تکذبوھم (اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا۔ اس کی شرح اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۱ میں ہو چکی ہے۔ محمد حسین) کے پابند ہیں۔ ان کے اعتقاد وایمان کی رو سے کوئی اعتقاد یہود ونصاری کا احادیث صحیحین کی موضوعیت کا مثبت نہیں ہوسکتا۔ تفصیل کے لئے اشاعۃ السنہ نمبر ۲ تا ۱۰ جلد ۱۱ میں مضمون احکام توریت وانجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد ملاحظہ ہو۔

احادیث متعلقہ معراج کو موضوع بنانے کیلئے جو اختلافات وجوہ اربعہ قادیانی نے بیان کئے ہیں، ان کے بیان میں وہ اپنے خیال میں دور کی کوڑی لایا ہے اور یہ خیال کر بیٹھا ہے کہ یہ اختلافات اور کسی کو کب معلوم ہوسکتے ہیں، مگر یہ خیال اس کی بے علمی اور ناواقفی پر دلیل ہے۔ ان اختلافات کو اہل حدیث کا بچہ بچہ جو مشکوۃ تک نظر رکھتا ہو، جانتا ہے۔ ان اختلافات کے علاوہ چھ وجوہ اختلافات اس حدیث میں اور بیان کی گئی ہیں جو فتح الباری میں منقول ہیں۔ مگران سب وجوہات کو خدا کے فضل سے محدثین نے رفع کر دیا ہے اور اس حدیث کی صحت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ قادیانی خود تو کوچہ حدیث سے محض ناآشنا اور اس فن سے محض جاہل ہے، حکیم نورالدین نے جو کچھ اس کو حواشی صحیح بخاری سے بتایا، اس نے نئی بات سمجھ کر طمطراق کے ساتھ اس کو نقل کر دیا۔ اس مقام میں ان چاروں وجوہات اختلاف کا، جو قادیانی نے بیان کی ہیں، جواب دیا جاتا ہے۔

پہلی وجہ اختلاف کا جواب۔ حضرت ابراہیم اور حضرت موسی کو آنحضرت ﷺ کے چھٹے اور ساتویں آسمان پر، دونوں جگہ، دیکھنے میں درحقیقت کوئی مخالفت نہیں اور یہ ظاہری اختلاف ان احادیث کے موضوع ہونے کا مثبت وموجب نہیں ہوسکتا۔ جائز وممکن ہے کہ دونوں حضرات کو آپ نے دونوں جگہ، چھٹے آسمان اور ساتویں آسمان پر دیکھا ہو اور ان دونوں آسمانوں پر دونوں حضرات اپنے جسمانی وجود سے موجود ہو گئے ہوں۔ وہ حضرات عالم برزخ میں ہیں، جو ایک روحانی عالم ہے۔ جس میں ایسے امور متشابہ الحقیقۃ مجھول الکیفیہ کا وقوع مستبعد نہیں۔ نیز محدثین کرام نے بتایا ہے کہ جائز ومحتمل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی کو چھٹے آسمان پر پایا، مگر ان کی اس فضیلت کی نظر سے کہ، وہ خدا سے ہم کلام ہوئے ہیں، آپ نے ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں آسمان تک ساتھ لے لیا اور وہ تواضعاً آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہو گئے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جاتے وقت ان کو چھٹے آسمان پر پایا، آتے وقت ساتویں آسمان میں دیکھا۔ ایسا ہی حضرت ابراہیم کو پہلے چھٹے آسمان پر، پھر ساتویں پر پانا ہوسکتا ہے۔

ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بخاری کی حدیث شریک کی شرح میں جس میں حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے۔ فرمایا ہے: و قد قدمنا ان حديث ابی ذر يوافقه لكن المشهور فی الرواية ان الذی فی السابعة هو ابراهيم و اكد ذالك فی حديث مالك بن صعصعة بانه كان مسنداً ظهره الى البيت المعمور فمع التعدد لا اشكال و مع الاتحاد فقد جمع بان موسى كان فی حالة العروج فی السادسة و ابراهيم فی السابعة على ظاهر حديث مالك بن صعصعة و عند الهبوط كان فی السابعة لانه لم يذكر فی القصة ان ابراهيم كلمه فی شیء مما يتعلق بما فرض الله على امته من الصلوة كما كلمه موسى و السماء السابعة هی اول شیء انتهى اليه حاله الهبوط فناسب اينكون موسى بها لانه هو الذی خاطب فی ذالك كما ثبت فی جميع الروايات و يحتمل ان يكون لقی موسى فی السادسه فاصعد معه الى السابعة تفضيلاً له على غيره من اجل كلام الله تعالى و ظهرت فائده ذالك فی كلامه مع المصطفى فيما يتعلق بامر امته فی الصلوة و قد اشار النووی الى شیء من ذالك و العلم عند الله تعالى ۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۰۱) کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابی ذر کی حدیث اس کے موافق ہے، ولیکن مشہور روایت یہ ہے کہ ساتوں آسمان میں حضرت ابراہیم ہیں۔ اس امر کو مالک بن صعصعہ کی حدیث میں یوں مؤکد کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم، بیت المعمور کی طرف پشت کی ٹیک لگائے ہوئے تھے (جو ساتویں آسمان میں ہے) پس اگر واقعہ معراج کو متعدد کہیں تو (اس اختلاف کی وجہ سے) کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور اگر اس کو ایک ہی واقعہ قرار دیں تو اس سے اختلاف کو اس طور پر رفع کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ حالت عروج میں چھٹے آسمان پر تھے اور حضرت ابراہیم ساتویں میں۔ جیسا کہ حدیث مالک کا ظاہر ہے۔ اور ساتویں آسمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اوپر جا کر واپس آنے کے وقت موسیٰ ساتویں آسمان میں تھے، کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ عدد نماز کی کمی میں جو گفتگو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے وہ حضرت ابراہیم سے ہوئی تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ سے اس گفتگو کا ہونا بیان ہوا ہے، اور اوپر سے نیچے کو اترنے کے وقت ساتواں آسمان ہی پہلے آتا ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ کا وہاں ہونا مناسب ہے کیونکہ جملہ روایات میں ان ہی سے اس باب میں آنحضرت ﷺ کا گفتگو کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو اس نظر سے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں، خود ساتھ لے کر صعود فرمایا ہو جس کا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نماز کے باب میں وہ گفتگو کی۔ اس باب میں امام نووی نے بھی کچھ اشارہ کیا ہے اور حقیقی و اصلی علم خدا تعالیٰ کو ہے۔

عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حدیث ابوذر کی شرح میں کہا ہے: و فی الصحیحین من حدیث مالک بن صعصعه و فی السابعة ابراهیم و هو مخالف لروایة انس عن ابی ذر انه وجد ابراهیم فی السادسه و کذا جاء فی صحیح مسلم و اجیب بان الاسراء ان کان مرتین فلا اشکال، و ان کان مرة فیکون اولاً راه فی السادسة ثم ارتقی معه الی السابعة. (عمدۃ القاری) کہ مالک بن صعصعہ کی روایت میں حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھنا بیان ہوا ہے اور یہ حدیث ابوذر کے، جس میں چھٹے آسمان میں ان کو دیکھنا بیان ہوا ہے، مخالف ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ واقعہ معراج دو دفعہ ہوا ہو، تو پھر کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اور اگر ایک دفعہ ہوا ہے تو یہ ہوگا کہ پہلے حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھا پھر وہ آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھ گئے۔

ایسا ہی قسطلانی نے ارشاد الساری میں کہا ہے اور اس میں یہ بھی کہا ہے: و قد استشکل رویة الانبیاء فی السموات مع ان اجسادهم مستقرة فی القبور بالارض و اجیب بان ارواحهم تشکلت بصور اجسادهم او احضرت اجسادهم لملاقاته ﷺ تلک اللیلة تشریفاً له و تکریماً (قسطلانی ج ۶ ص ۳۲۰) کہ انبیاء کے آسمانوں پر دیکھے جانے سے یہ شبہ کیا گیا ہے کہ ان کے اجسام تو قبروں میں زمین کے اندر مدفون ہیں، پھر وہاں آسمانوں پر کیونکر دیکھے گئے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انکے ارواح ان کے جسموں کی صورت سے متشکل ہو گئے، یا یہ کہ ان کے اجسام بعینها آنحضرت ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ملاقات کیلئے آنحضرت ﷺ کی تعظیم وتکریم کو وہاں حاضر کئے گئے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوہ میں کہا ہے۔

ان عبارات میں جو تعدد واقعہ معراج کی تجویز بیان ہوئی ہے اس پر مرزا قادیانی کی تقریر سابق میں دو اعتراض ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ انبیاء بعد موت اپنی جگہ سے حرکت و انتقال نہیں کرتے جس کو وہ ہمارے جواب مذکور پر بھی وارد کرسکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس تجویز سے تعدد نسخ نماز لازم آتا ہے جو ایک بازیچہ (کھیل) ولغو موجب پشیمانی خدا تعالی بنتا ہے۔

اس میں سے اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے قرآن میں، جو عرب میں نازل ہوا ہے، تو ایسی کوئی آیت نہیں جس سے انبیاء کا بعد موت جکڑے رہنا ثابت ہو۔ ہاں قادیانی قرآن مورد نزول انا انزلناہ قریباً من القادیان میں کوئی ایسی آیت ہو تو مسلمانوں کے نزدیک وہ جائز التسلیم نہیں۔ مسلمانوں کے قرآن سے کوئی ایسی آیت پیش کرتا تو اس میں اس کی تحریف وتصرف کا جواب دیا جاتا۔

اور احادیث صحیحہ معراج میں صاف آچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسی وحضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء کو بیت المقدس میں بھی دیکھا اور ان انبیاء نے نماز میں آنحضرت ﷺ کا اقتداء کیا اور حضرت موسی کو قبر میں نماز پڑھتے اور وادی ازرق میں لبیک کرتے دیکھا۔ اور مع ہذا آسمانوں پر بھی ان کو دیکھا۔ جس سے علماء اسلام نے یہی سمجھا ہے کہ زمین آسمان دونوں جگہ ان حضرات کا وجود پایا گیا ہے۔

صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ فقد رایتنی فی جماعۃ الانبیاء فاذا موسی علیہ السلام قائم یصلی فاذا رجل ضرب من رجال شنوئۃ واذا عیسی بن مریم علیہ السلام قائم یصلی اقرب الناس شبھاً بہ عروۃ بن مسعود الثقفی، واذا ابراھیم علیہ السلام قائم یصلی اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوۃ فاممتھم۔ (مسلم ج ۱ ص ۹۱) وعند احمد من حدیث ابن عباس فلما اتی النبی ﷺ المسجد الاقصی قام یصلی فاذا النبیون اجمعون یصلون معہ۔ (قسطلانی ج ۶) کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت میں دیکھا۔ میں نے موسیٰ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ میانہ قد ہیں جیسے شنوءہ قوم کے لوگ۔ اور میں نے عیسیٰ بن مریم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ہے، اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہیں، ان سے زیادہ مشابہ میں ہوں، پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سبکو نماز پڑھائی، امام احمد کی روائت میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی اور انہوں نے آپ ﷺ کا اقتداء کیا۔

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے: قال القاضی فان قیل کیف رای موسی ﷺ یصلی فی قبره و صلی رسول الله بالانبیاء ببیت المقدس و وجدهم علی مراتبهم فی السماوات و سلموا و رحبوا به فالجواب انه یحتمل ان یکون رویة موسی فی قبره عند الکثیب الاحمر قبل صعود النبی ﷺ الی السماء و فی طریقه الی بیت المقدس ثم وجد موسی قد سبقه الی السماء و یحتمل انه ﷺ رای الانبیاء صلوة الله و سلامه علیهم و صلی بهم علی تلك الحال لاول ما راهم ثم سالوا و رحبوا به او یکون اجتماعه معهم و صلوته و رویة موسی بعد انصرافه و رجوعه عن سدرة المنتهی۔ (شرح مسلم۔ ص ٩٦) کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے کیونکر دیکھا اور آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو بیت المقدس میں نماز کیونکر پڑھائی، حالانکہ ان کو بحسب مراتب آسمانوں پر پایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محتمل ہے کہ حضرت موسیٰ کو قبر میں سرخ تودہ ریگ کے پاس، آسمانوں کی طرف جانے سے پہلے دیکھا ہو، اور بیت المقدس کے راستہ میں۔ پھر حضرت موسیٰ آنحضرت ﷺ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انبیاء کو پہلے دیکھا تو نماز پڑھائی پھر انہوں نے مرحبا وغیرہ کہا ہو۔ یا انبیاء کو آنحضرت کا نماز پڑھانا اور حضرت موسیٰ کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپس آنے کے بعد ہوا ہو۔

اور شیخ عبدالحق نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے: اما الذین صلوا معه فی بیت المقدس فتحتمل علی الارواح المتمثلة و یحتمل الاجساد و یحتمل انه احضرت اجسادهم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی بیت المقدس لملاقات ﷺ ثم رفعوا علی السماء ۔ (لمعات) کہ جن انبیاء نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی، ان کے ارواح متشکل ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مجسم ہو گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے (اصلی) جسم بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے لئے حاضر کئے گئے ہوں پھر وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہوں۔

ان نصوص صریحہ اور اقوال صحیحہ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے اس ڈھکوسلہ کو کہ انبیاء بعد موت ایک جگہ سے نہیں ملتے، گویا وہاں جکڑے ہوئے ہیں (معاذ اللہ)، کون سنتا ہے۔ اور اس دعوی بلا دلیل سے احادیث نبویہ ثابتہ کو کیونکر موضوع سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب۔ تعدد معراج کو اگر یوں مانا جاوے کہ پہلے خواب میں یہ معراج ہوا، پھر بیداری میں، چنانچہ وجہ دوم اختلاف کے جواب میں مفصل بیان ہو گا۔ تو پھر تعدد نسخ نماز اعتراض قادیانی کا مورد نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں پہلا حکم ایک تمہیدی اور مثالی حکم بنتا ہے، دوسرا اصلی اور واقعی اور اس خواب کی تعبیر۔ گویا پہلے خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو معراج خواب میں دکھایا کہ ہم ایسا حکم کریں گے۔ پھر معراج بیداری میں ویسا کر دکھایا۔ علاوہ بریں تعدد نسخ بحکم عقل ممنوع اور ناجائز نہیں ہے۔ اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالی نے پہلے حکم پر پشیمان ہو کر دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر تعدد نسخ موجب پشیمانی ہو سکتا ہے، تو چاہیے کہ ایک دفعہ کا نسخ بھی موجب پشیمانی ہو۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ مطلق نسخ کو موجب پریشانی ٹھہرا کر اس سے انکار کرے، اور اپنے چھپے مذہب نیچریت کو برملا ظاہر کرے جس میں نسخ کو خلاف تقدس سمجھا گیا ہے، اور اس وجہ سے قرآن میں وقوع نسخ سے انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ قادیانی کے درپردہ پیرو مرشد حکیم نور الدین نے رسالہ فصل الخطاب لمقدمۃ قرئۃ فاتحۃ الکتاب کے خاتمہ میں اس انکار کا اظہار کیا ہے۔ اور اس سے پہلے ان کے پیرو مرشد آنریبل سرسید احمد خان نے اس کا اشتہار دیا ہے۔ تعدد نسخ پر اعتراض کی آڑ میں شکار کھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔ اہل سنت تو تعدد نسخ کو ویسا ہی جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ مطلق نسخ کو، اور نسخ کو پہلے حکم سے پشیمانی اور اس کی غلطی پر مبنی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو اس حکیمانہ تبدیلی کی نظیر خیال کرتے ہیں جو حکیم حاذق سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقوع میں آتی ہے کہ پہلے وہ ایک مریض کے حق میں ایک نسخہ کو مناسب سمجھتا ہے اور پھر جب اس کی حالت بدل جاتی ہے، تو اس نسخہ کو منسوخ کر کے اس کے بدلے دوسرا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اور جب پھر وہی پہلی حالت مریض عود کرتی ہے، تو اس دوسرے نسخہ کو منسوخ کر کے پھر اس پہلے نسخہ کو تجویز کرتا ہے۔ اور یہ امر اس کے علم و کمال میں کچھ فرق نہیں لاتا اور پشیمانی کا موجب نہیں ہوتا۔ اور اس پر یہ گمان نہیں کیا جاتا کہ وہ اس تبدیلی میں پشیمان و حیران ہوا ہے۔ بلکہ اس کے علم و کمال و تجربہ اور استقلال کا مثبت ہوتا ہے۔ اس تعدد نسخ کی مثال احکام اسلام میں قبلہ کا نسخ ہے کہ پہلے کعبہ شریف، مسلمانوں کا قبلہ تھا، پھر جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو وہاں یہودیوں کی اصلاح حالت کی نظر سے استقبال کعبہ منسوخ ہو کر بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا۔ پھر جب یہودیوں کی حالت کا ناقابل اصلاح ہونا کس و ناکس پر ظاہر ہو گیا، تو پھر برعایت اصلاح حال عرب، استقبال بیت المقدس منسوخ ہوا اور کعبہ شریف کو قبلہ بنایا گیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب حدیث و تفسیر و اصول میں ہے۔ اس مقام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ یہ دونوں اعتراض مرزا قادیانی کے لچر و پوچ ہیں۔ اور واقعہ معراج کا متعدد ہونا کسی اعتراض کا محل نہیں اور اختلاف وجہ اول کو دور کرنے کے لئے تجویز تعدد معراج بھی ایک عمدہ تجویز ہے اور جو جواب وجہ اختلاف اول کا ہم نے دیا ہے، وہ واقعہ معراج کو ایک واقعہ ماننے سے پورا ہو سکتا ہے اور اس پر مرزا قادیانی کا اعتراض اول وارد نہیں ہوتا، اور یہ امر عقلاً جائز و ممکن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علی نبینا و علیھم السلام ایک ہی واقعہ میں مختلف مواضع میں دیکھے گئے ہوں۔ لہٰذا مومن و متبع سنت کی یہ شان نہیں کہ اس امکان و احتمال کے ساتھ احادیث میں ظاہر اختلاف مواضع دیکھ کر احادیث میں تعارض کا مدعی ہو کر ان کو موضوع قرار دے۔ یہ جرأت قادیانی سے ہوئی تھی جس کو حدیث سے دلی عناد و انکار ہے۔

دوسری وجہ اختلاف کا جواب۔ معراج نبوی کا بحالت بیداری ہونا بھی صحیح ہے اور بحالت خواب بھی درست۔ اور ان دونوں میں کوئی مخالفت و تعارض نہیں ہے۔ جائز و ممکن ہے کہ پہلے یہ معراج خواب میں ہوا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ معراج بیداری کیلئے ایک وعدہ اور بشارت ہو۔ اور پھر حالت بیداری میں معراج ہوا ہو۔ جو اس خواب کی تعبیر و تصدیق ہو اور یہ بھی جائز و ممکن ہے کہ ایک ہی معراج کے اول اور آخر آپ پر خواب کی حالت طاری ہو اور وسط میں بیداری ہو۔ اور یہ بھی ممکن اور محتمل ہے کہ معراج صرف بیداری میں ہوا ہو اور بعض احادیث میں جو نیند اور اس سے بیداری کا لفظ وارد ہے اس سے امور عالم بالا میں استغراق اور اس حالت استغراق سے افاقہ اور عالم دنیوی کی طرف توجہ مراد ہو۔

قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے: و الجمهور على ان وقوعها في ليلة واحدة في اليقظة بجسده المكرم ﷺ و قيل وقع ذالك مرتين مرة في المنام توطيه و تمهيداً و مرة في اليقظة (قسطلانی ج ٦ ص ٢٢٧) کہ جمہور قائل ہیں کہ اسراء بیت المقدس تک اور معراج آسمانوں تک دونوں یک بارگی ایک رات میں بیداری کی حالت میں جسم شریف کے ساتھ واقع ہوئے ہیں۔ بعض قائل ہیں کہ یہ واقعہ دو دفعہ ہوا۔ ایک دفعہ خواب میں بطور تمہید دوسری دفعہ بیداری میں۔

الثابت في الروايات انه كان في اليقظة فان قلنا بالتعدد فلا اشكال و الا فيتحمل هذا مع قوله آخر الحديث و استيقظ و هو في مسجد الحرام على انه كان في طرف القصة نائماً و ليس في ذالك ما يدل على كونه نائماً فيها كلها۔ (قسطلانی ج ١٠ ص ٥٠٥) یہ بھی قسطلانی نے کہا ہے کہ عام روایتوں میں ہے کہ معراج بیداری میں ہوا۔ سو اگر ہم تعدد معراج کے قائل ہوں تو پھر کوئی اعتراض و اختلاف باقی نہیں رہتا، یعنی یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ خواب میں معراج ہوا، ایک دفعہ بیداری میں۔ اور اگر ہم تعدد کے قائل نہ ہوں تو اس لفظ نیند سے اور جو آخر حدیث میں اس سے بیدار ہونے کا ذکر ہے، یہ مراد ہونا محتمل ہے کہ آپ ﷺ اول اور آخر اس واقعہ کے نیند میں تھے، اور یہ کہیں نہیں پایا گیا کہ آپ تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اور اى استيقظ من نومة نامها بعد الاسراء او انه افاق مما كان فيه مما خاطر باطنه من مشاهدة الملاء الاعلى فلم يرجع الى حال بشريه الا و هو نائم اور یہ بھی قسطلانی (ص ٥٠٨۔ جلد ١٠) میں ہے کہ آخر حدیث میں جو بیدار ہونے کا ذکر ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اس نیند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بیدار ہوئے جو بعد واپسی آپ پر طاری ہوگئی تھی یا یہ مراد ہے کہ جس مشاہدہ عالم بالا میں آپ مستغرق تھے اس سے افاقہ میں آ کر حالت بشریت کی طرف ایسے وقت رجوع فرمایا کہ آپ سوتے تھے۔

ای افاق مما کا نہ فیه فا نه کا ن اذا او حی الیه یستغرق فیه فا ذا انتهی ر جع الی حالته ا لا ولی فکنی عنه با لاستیقا ظه (فتح الباری ج ۱۳ ص ٤٠١) اور فتح الباری میں کہا ہے کہ آپ ﷺ کو اس حالت استغراق سے افاقہ ہوا جس میں آپ مستغرق تھے اور آپ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ کی طرف وحی ہوتی آپ اس میں مستغرق ہو جاتے۔ وہ حالت ہو چکی تو آپ نے پہلی حالت کی طرف رجوع کیا اسی کو کنایۃً بیدار ہونا کہا گیا ہے۔

قا ل الکر ما نی ثبت فی الروا یا ت ا لآ خر ان ا لاسراء کا ن فی الیقظة و اجا ب بقوله ان قلنا بتعدده فظا هر و ان قلنا با تحا ده فیمکن ان یقا ل کا ن فی اول الامر و آ خره فی النو م و لیس فیه ما ید ل علی کونه نا ئماً ی القصة کلها ۔(عمدة القاری) اور عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں کہا ہے کہ کرمانی نے فرمایا ہے اکثر روایات میں ثابت ہو چکا ہے کہ معراج بیداری میں تھا، پھر خود اس حدیث کا جس میں نیند کا ذکر ہے یہ جواب دیا ہے کہ اگر تعدد واقعہ معراج کے قائل ہوں تو ظاہر ہے (وہ پھر کوئی اختلاف نہیں رہتا) اور اگر ایک واقعہ کے قائل ہوں تو یہ کہنا ممکن ہے کہ آپ اول اور آخر واقعہ میں سو گئے تھے اور یہ کہیں نہیں آیا کہ آپ تمام واقعہ میں سوتے تھے۔

اس امکان واحتمالات کے ساتھ کسی مومن وقائل حدیث سے ممکن ومتصور نہیں کہ خواب اور بیداری کے الفاظ دیکھ کر ان احادیث کے تعارض کا مدعی ہو کر ان احادیث کو موضوع کہدے۔ یہ مرزا قادیانی ہی کا کام تھا۔ جو اس سے وقوع میں آیا، جس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ درحقیقت صحیحین کا منکر اور حدیث کا دلی دشمن ہے۔

تیسری وجہ اختلاف کا جواب۔ محل معراج ونزول فرشتہ جو آنحضرت ﷺ کے گھر اور بیت الحرام دونوں کو کہا گیا ہے اس میں بھی کوئی مخالفت نہیں۔ جائز وممکن ہے کہ فرشتہ پہلے آپ کے گھر میں آیا ہو پھر جب آپ حرم میں تشریف لائے تو وہاں حاضر ہو گیا ہو۔ بلکہ اگر ایک دو مقام میں اور بھی آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو وہاں بھی فرشتہ کا جانا ممکن تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات شرح مشکوۃ میں کہا ہے:

اختلف الروایات فی تعیین مکان الاسراء ففی بعحضها و انا فی الحطیم و فی بعضها بینا اذا عند البیت و فی بعضها فرج سقف بیتی و انا بمکة و فی بعضها استر به فی شعب ابی طالب و فی بعضها فی بیت ام هانی و هو اشهر۔ و الجمع بین هذه الاقوال علی ما ذکره فی فتح الباری انه بات فی بیت ام هانی و بیتها فی شعب ابی طالب ففرج سقف بیتها و اضاف البیت الی نفسه الشریفة لبیتوته فیه فنزل الملك فاخرجه من البیت الی المسجد الحرام ثم اخذ الملك فاخرجه من المسجد۔ (لمعات) کہ معراج کے مکان کی تعیین میں روایات کا اختلاف ہے۔ بعض روایات میں حطیم کا ذکر ہے، بعض میں حجر کا، بعض میں بیت اللہ کا، بعض میں آپ کے گھر کی چھت سے فرشتہ کے آنے کا۔ بعض میں ابوطالب کی شعب کا (یہاں تک) کہ بعض میں ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر کا۔ ان سب کو فتح الباری میں یوں باہم متوافق کیا ہے کہ آپ اس رات ام ہانی کے گھر میں تھے جو ابوطالب کے شعب میں تھا اسی گھر کی چھت چیر کر فرشتہ آیا تھا، اسی کو آپ نے اپنا گھر کہا کیونکہ اس میں آپ رہتے تھے۔ پھر فرشتہ آپ ﷺ کو مسجد الحرام میں لے گیا۔

هکذا فی المرقاة و زاد فیه فاخرجه من البیت الی المسجد و کان مضطجعاً و فیه اثر النعاس ثم اخرجه من الحطیم الی باب المسجد ۔ ملا علی قاری نے ایسا ہی مرقاۃ میں بیان کیا ہے، اس میں یہ زیادہ ہے کہ گھر سے فرشتہ آپ کو مسجد میں لایا، اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر اونگھ کا اثر باقی تھا، پھر حطیم سے (جس کو حجر بھی کہتے ہیں) مسجد کے دروازہ پر لایا۔ وہاں سے براق پر سوار کرایا۔

اور جب کہ ان سب مواضع میں فرشتہ کا آنا یوں ممکن و محتمل ہے، تو پھر اس ظاہری اختلاف کی نظر سے ان کے موضوع ہونے کا مدعی ہونا، مومن قائل حدیث سے کب متصور ہے۔ اور یہ امر بجز مرزا قادیانی کے، جو منکر حدیث ہے، کس طرح ہوسکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی وجہ اختلاف کا جواب ۔ درحقیقت واقعہ معراج بعد نبوت ہوا ہے، اور جو شریک کی حدیث میں قبل از وحی کا لفظ وارد ہے، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ معراج وحی سے پہلے ہوا تھا، حاشا و کلا ۔ بلکہ اس حدیث میں صریح الفاظ کے ساتھ آچکا ہے کہ قبل از وحی کے فرشتہ آیا تو اس وقت وہ آپ کو پوچھ کر چلا گیا۔ پھر آپ نے اس کو نہ دیکھا، یہاں تک کہ پھر کسی اور شب کو آیا اور اس وقت آپ کو آسمان پر لے گیا۔ ان دونوں شب میں جو فاصلہ تھا اس کے تعیین میں اختلاف ہے۔ سات سے لے کر تیرہ سال تک فاصلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس فاصلہ کو ایک شب کا فاصلہ مانا جائے، تب ہی یہ مطلب اس حدیث کا بن سکتا ہے کہ جس شب قبل از وحی فرشتہ آیا اس شب میں وہ آپکو پوچھ کر چلا گیا۔ اس شب معراج نہیں ہوا، معراج کسی اور شب ہوا۔

جن لوگوں نے شریک کی اس روایت میں لفظ قبل از وحی کو غلط قرار دیا، اور شریک کو اس کے بیان میں متفرد اور دوسرے راویوں کا مخالف کہا ہے، انہوں نے اس حدیث کے اس جملہ کی طرف کہ فرشتہ اس رات آپ کو پوچھ کر چلا گیا اور پھر نظر نہ آیا، توجہ و غور سے نہیں دیکھا۔ اور لفظ قبل وحی کو دوسری شب کے معراج سے متعلق کر دیا اور دھوکہ کھایا اور جن لوگوں نے اس جملہ کو توجہ سے پڑھا انہوں نے صاف کہہ دیا کہ شریک نے اس لفظ کے بیان میں کوئی غلطی نہیں ۔ یہ لفظ قبل از وحی معراج کا محل و متعلق نہیں ہے، بلکہ یہ معراج سے پہلے فرشتہ کے آنے کا محل و متعلق ہے۔ اور اس لفظ میں شریک متفرد بھی نہیں اور راویوں نے بھی یہ لفظ بولا ہے۔ اور اس لفظ کو ان روایات سے جن میں معراج کا بعد از وحی و نبوت ہونا بیان ہوا ہے، کوئی مخالفت نہیں، کیونکہ اس لفظ کو معراج سے تعلق نہیں ہے۔

اس مقام میں اصل حدیث شریک کے الفاظ معہ ترجمہ نقل کئے جاتے ہیں اور خطوط وحدانی (بریکٹس) میں اس کی شرح میں بعض اقوال منقول ہوتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ شریک کی اس میں کوئی غلطی نہیں، بلکہ معترضین کی غلطی فہم ہے۔

صحیح بخاری اور اس کی شرح قسطلانی میں ہے:

جاء ثلاثه نفر لم اقف علی اسمائهم صریحاً لکنهم من الملائکة لا کن فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روا یة میمو ن بن سیاه عند الطبری فا تاه جبر یل و میکا ئیل ۔ قبل ان یو حی الیه ۔ و هو نا ئم فی المسجد الحرا م فقا ل اولهم ایهم هو ، محمد و قد روی انه کا ن نا ئماً معه حینئذ عمه حمزه بن عبد المطلب و ابن عمه جعفر بن ابی طا لب ۔ فقا ل اوسطهم هو خیر هم فقا ل آ خر هم و لا بی ذر عن الکشمینی فقا ل احد هم ای احد النفر الثلا ثه خذوا خیر هم للعر و ج به الی السماء فکا نت تلك ا للیلة ای فکا نت تلك القصة الواقعة تلك ا للیلة ما ذکر ها فلم یر هم ﷺ حتی نوه لیلة اخری لم یعین المد ة بین ا للیلتین فیحتمل علی ان المجیء الثا نی کا ن بعد ان یو حی الیه و حینیئذ وقع ا لاسراء و المعرا ج و ان کا ن بین المجیئین مدة فلا فرق بین ان یکون تلك المدة لیلة وا حدة او لیا لی کثیرة او مدة سنین وبهذا یحصل الجوا ب عما استشکله الخطا بی و ابن حز م و عبدالحق و عیا ض و النو وی من قبل قو له قبل ان یو حی الیه و نسبتهم روا یة شر یك الی الغلط لا ن المجمع علیه ان فر ض الصلوة کا نت لیلة ا لاسراء فکیف یکو ن قبل الو حی و ان شر یکاً تفرد بذ لك فارتفع ا لا شکا ل کذا قرره ابن حجر ... اما دعو هم تفر د شر یك فقا ل الحا فظ ابن حجر انه قد وا فقه کثر بن خنیس عن انس کما اخر جه سعید بن یحی ا لا موی فیما یر ی قلبه و تنا م عینه و لا ینا م قلبه و کذا لك الانبیاء تنا م اعینهم و لا تنا م قلبهم فلم یکلموا حتی احتملوه فو ضعوه عند زمزم ۔ الحدیث ۔ (بخاری۔ ص ۱۱۲ ، قسطلا نی۔ ج ۱۰ ص ۵۰۵)

تین شخص (میں ان کے نام پر مطلع نہیں ہوا، میمون بن سیاہ کی روایت میں جو طبری نے نقل کی ہے جبریل و میکائیل کا نام آیا ہے) **آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے ایسے وقت میں آئے کہ آپ ﷺ مسجد الحرام میں سوتے تھے، ان میں سے اول بولا، ان (سونے والوں) میں محمد کونسا ہے** (ایک روائت میں ہے اس وقت آپ کے ساتھ دو آدمی اور سوتے تھے ایک آپ کے چچا حمزہ دوسرے آپ کے چچازاد بھائی جعفر) **۔ان ملائکہ سے بیچ والہ بولا، محمد وہ ہے جوان میں سے بہتر ہے۔ پس اخیر والا بولا** (کشمینی کی روایت ہے ان میں سے ایک بولا) **اس بہتر کو لے لو** (یعنی آسمان پر لے جانے کو)**۔ پس اس**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات اتنا ہی قصہ واقعہ ہوا (یعنی جو مذکور ہوا ہے) پھر آنحضرت ﷺ نے اس کو نہ دیکھا یہاں تک کہ کسی اور رات وہ فرشتے آئے۔ان دو دفعہ کے بیچ کی مدت مقرر نہیں ہوئی۔پس یہ قرار دیا جائے گا کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا اور اس وقت سیر معراج کا وقوع ہوا۔ان دو دفعہ کے آنے میں کچھ مدت تھی تو اس مطلب میں کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ وہ مدت ایک رات کی ہو یا کئی راتوں کی یا چند برسوں کی۔ اس مطلب سے خطابی وغیرہ کے اس شبہ کا جواب ادا ہوا۔جو ان کو لفظ قبل از وحی سے پیدا ہوا تھا۔اور اس لفظ کے بیان میں انہوں نے شریک کو غلطی پر کہا، وہ شبہ یہ کہ بالاتفاق نماز معراج میں فرض ہوئی تھی، پھر معراج قبل از وحی کیونکر ہوسکتا ہے۔اور نیز یہ شبہ کہ اس لفظ کو صرف شریک ہی لایا ہے اور کسی نے یہ لفظ نہیں بولا، یہ شبہ اس مطلب سے رفع ہوگیا۔ایسا ہی حافظ ابن حجر نے تقریر کی ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس لفظ قبل از وحی کو کثیری خنیس بھی لایا ہے، چنانچہ یحی بن سعید اموی نے کتاب المغازی میں نقل کیا ہے، (یعنی شریک اس میں متفرد نہیں ہے) وہ فرشتے اس حالت میں آئے کہ آپ کا دل بیدار تھا اور آنکھ خواب میں تھی، دل خواب میں نہ تھا۔ ایسا ہی اور انبیاء کا حال ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتے۔تب وہ فرشتے کچھ نہ بولے۔آپ کو اٹھا کر لے گئے۔اور زمزم کے پاس لے جا کر رکھا۔(تا آخر حدیث جس میں آنحضرت ﷺ کو اوپر لے جانے کا بیان ہے)

ایسا ہی حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جلد ۱۳ص ۳۹۹ میں کہا ہے: و اما ما ذکرہ بعض الشراح انہ کا ن بین اللیلتین اتاہ فیھا الملا ئکۃ سبع و قیل ثما ن و قیل عشر و قیل ثلا ثہ عشر فیحمل علی ارادۃ السنین لا کما فھمہ الشا ر ح المذ کور انھا لیا ل کہ ان دونوں راتوں میں مدت فرق بعض نے سات بعض نے آٹھ بعض نے نو بعض نے دس بعض نے تیرہ بیان کئے ہیں۔جس سے سال مراد ہیں نہ راتیں جیسا کہ بعض شراح نے سمجھا ہے کہ ان اعداد سے راتیں مراد ہیں۔

بعض علماء نے لفظ قبل از وحی کی یہ تاویل کی ہے: قیل ان ھذا کا ن اسرا ء المنا م قبل الوحی و اما اسراء الیقظۃ فبعد النبوۃ و قیل بل الو حی ھھنا مقید و لیس با لو حی الذی ھو مبدء النبوۃ و المراد قبل ان یو حی الیہ فی شا ن الاسراء فاسری فجاءۃً من غیر تقدم اعلام (زاد المعاد۔ ج ۱ ص ۲۴) و قیل المراد بہ قبل ان یو حی الیہ بیا ن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوۃ (قسطلانی۔ج ۱۰ص۵۰۵)

کہ قبل از وحی خواب کا معراج تھا اور معراج بیداری بعد از وحی ہوا ہے۔ بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ اس وحی سے وہ وحی مراد نہیں جو مبدء نبوت ہے، بلکہ خاص کر وہ وحی جو بیان معراج کی بابت ہوئی ہے یا وہ وحی جو حکم نماز میں وارد ہوئی ہے۔ ان تاویلات کو حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اور قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے، مگر ہمارے نزدیک لفظ قبل وحی کو معراج سے تعلق ہی نہیں (چنانچہ الفاظ حدیث سے ثابت ہے اور آئمہ حدیث نے اس کو تسلیم اور بیان کیا ہے) تو پھر ان تاویلات کی کیا حاجت ہے۔

بالجملہ یہ لفظ قبل از وحی کسی طرح اعتراض کا محل نہیں ہے۔ نہ یہ اور روایات کے مخالف ہے، نہ اس کا راوی اس کے بیان میں متفرد ہے۔ لہذا اس لفظ کی نظر سے اس حدیث کو دوسری احادیث معراج کی معارض قرار دے کر موضوع ٹھہرانا مرزا قادیانی ہی کا کام ہے جو حدیث کا دلی دشمن ہے۔ مومن متبع سنت سے اس دعوی موضوعیت پر جرأت نہیں ہوسکتی۔

تکلم ابن حزم و القاضی عیاض و غیرھما علی حدیث ھذا و انتصر له جماعة منھم ابو الفضل بن طاھر فصنف فیه جزءً ... ما یتعلق به مستوقی عند الکلام علیه انشاء الله تعالی فی موضعه (مقدمہ فتح الباری)

ہر چند بعض محدثین سلف نے شریک کی حدیث کے بعض الفاظ پر کچھ کچھ اعتراض کئے ہیں جن کے ایک جماعت محدثین نے کہ از انجملہ ایک ابو الفضل بن طاہر ہیں، حدیث شریک کی نصرف و مدافعت میں کھڑے ہو کر کافی جواب دیئے ہیں۔ مگر یہ جرأت کسی محدث سے نہیں ہوئی کہ ان الفاظ کے سبب شریک کی حدیث کو دوسری احادیث کے معارض و مخالف ٹھہرا کر ان سب کو موضوع قرار دیا ہو۔ محدثین سلف میں سے جس نے اپنی غلطی فہم سے کسی لفظ پر کوئی اعتراض کیا ہے، اس نے صرف اسی لفظ کو شریک کے اغلاط سے خیال کر لیا۔ اصل حدیث اور اس کے تمام مضمون کو دائرہ صحت سے خارج نہیں کیا، جیسا کہ مرزا قادیانی سے عمل میں آیا۔

ہمارا قول نمبر ۳۔ آپ (مرزا) لکھتے ہیں احادیث کے دو حصہ ہیں۔ اول وہ حصہ جو تعامل میں آچکا ہے (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا قادیانی کا جواب ۔میں نے اصطلاح اہل حدیث سے سروکار نہیں رکھا۔ ہر شخص اپنی اصطلاح قرار دینے کا مجاز ہے۔ میں نے ضروریات دین کے لفظ سے ان امور کو مراد لیا ہے جن کا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔ وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول ہیں جو مسلمان بننے کے لئے ضروری ہیں۔ ہر ایک مسلمان ان تمام احکام کو عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ وہ مسلمان بننے کی حالت میں دائمی طور پر اس کو کرنے پڑتے ہیں، یا کبھی کبھی کرنے کے لئے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔ بخلاف قصص واخبار کے جو سلسلہ تعامل سے خارج ہیں، مسلمانوں کو ان کے علم واطلاع کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے۔ مسلمانوں سے ایسے آدمی بہت تھوڑے ہیں جن کو وہ قصے یاد و معلوم ہوں۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ ۔اس جواب میں مرزا قادیانی نے سراسر جھوٹ بول کر سخت دھوکہ دیا ہے۔ضرور یات دین سے احکام متعلق عمل کو مراد لیا اور ان سب احکام کے جاننے اور عمل میں لانے کو مسلمان ہونے کیلئے ضروری شرط ٹھہرایا، اور ہر ایک مسلمان کے ان احکام سے واقف ہونے کا دعوی کیا اور ان احکام عملیہ کے مقابلہ میں احادیث متعلقہ عقاید ایمانیہ اسلامیہ سنیہ کو محض قصص واخبار ٹھہرا کر ضروریات دین (متعلقہ ضرورت دین) سے خارج کیا اور ان کے جاننے ماننے کو غیر ضروری بتایا۔ اور اکثر مسلمانوں کو ان عقائد سے بے خبر قرار دیا۔ اور ان چھ دعاوی میں ایسا کذب ومغالطہ سے کام لیا کہ سچ کو ان کے پاس بھی پھٹکنے نہیں دیا۔ضروریات دین سے مرزا قادیانی کی مراد امور دین متعلقہ حاجت وضرورت دینی ہیں تو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ عملیات فرعیہ (احکام متعلقہ عمل) سے بڑھ کر اور پیشتر ان ضروریات میں داخل وشامل ہیں۔ مرزا قادیانی نے ضروریات دینیہ میں صرف عملیات کو داخل کرنے اور اعتقادیات کو خارج کرنے میں دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے:

ان اعتقادیات کو جاننا اور ماننا ایسا ضروری اور مسلمان بننے کا لازمہ ہے کہ ویسا احکام عملیہ کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ عقائد اسلامیہ سنیہ کا جاننا ہر ایک مسلمان سنی کو ضروری ہے، بخلاف احکام متعلقہ عمل کہ ان سب کو ہر ایک مسلمان کا جاننا ضروری وشرط اسلام نہیں۔ بلکہ خاص کر اسی مسلمان کو اس حکم کا جاننا ضروری ہے جو اس حکم کی تعمیل کے لائق ہو۔ مثلاً ایک شخص فقیر ہے اور وہ صرف ادائے نماز کے لائق ہے، تو اس پر اس حکم نماز کا جاننا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔اور جب وہ زکوۃ کے لائق مال دار ہو جائے، تب اس پر احکام متعلقہ زکوۃ کا جاننا لازم ہوتا ہے۔اور جب وہ حج کے لائق مال پیدا کر لے، تو اس وقت اس پر حج کے احکام کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ تجارت کرنے لگے تو اس وقت اس پر احکام تجارت کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ایسے ہی اور ہزاروں بلکہ بے شمار احکام ہیں جن کا قبل از وقت تمام مسلمانوں کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

اور اعتقادیات کا یہ حال ہے کہ مسلمان کہلانے کیلئے ہر عاقل بالغ کو جو ایمان سے مامور ہے، لازم ہے کہ وہ خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کو مانے اور قیامت پر اور موت کے بعد جسموں کے ساتھ اٹھائے جانے اور محشر میں حاضر ہونے پر اور نیک و بد اعمال کا حساب دینے اور مومنوں کے بہشت میں جانے اور کافروں کے دوزخ میں داخل ہونے کا یقین رکھے۔اور سنی بننے کیلئے ہر ایک سنی کو جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء اربعہ کی خلافت برحق ہے، اہل بیت نبوی کی محبت جزء ایمان ہے، قبر کا عذاب برحق ہے، اور اہل توحید گناہ گاروں کیلئے آنحضرت ﷺ کی شفاعت برحق ہے و علی هذا القياس

بہت سے اعتقاد ہیں جو احکام عملیہ نہیں کہلاتے اور اس لئے وہ سلسلہ تعامل میں داخل نہیں ہو سکتے۔

مرزا قادیانی نے اس قسم کے اعتقادیات ایمانیہ وسنیہ کو جاننا اور ماننا مسلمانوں کے لئے غیر ضروری بتایا اور اس کے مقابلہ میں بے شمار احکام متعلقہ حج وزکوۃ وبیع، شرا، وہبہ، طلاق وغیرہ اعمال کو جاننا تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔اس میں بھی اس نے دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اعتقادیات مذکورہ ایسے ہیں جن سے ہزار مسلمان اور سنیوں میں سے دس نہ جانتے ہوں اور بے شمار احکام عملیہ ایسے ہیں جن کو ہزار مسلمانوں سے صرف دس بیس جانتے ہوں گے۔مرزا نے جملہ احکام عملیہ سے تمام مسلمانوں کو واقف اور اعتقادیات سے اکثر کو ناواقف قرار دینے میں بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اپنی نئی اصطلاح مقرر کرنے کا مرزا قادیانی اور ہر شخص کو اختیار ہے، مگر دو شرط سے۔ایک یہ کہ جو اصطلاح کوئی مقرر کرے اس کو استعمال میں لانے کے وقت یا اس سے پیشتر مخاطبین کو مطلع کرے، اور یہ بتا دے کہ فلاں اصطلاح سے میری مراد یہ معنے ہیں۔دوسری یہ کہ اس اصطلاح میں اس فن یا مذہب یا جماعت کا خلاف نہ کرے جس فن یا مذہب یا جماعت میں دخل دہی کا مدعی ہو کر وہ اصطلاح مقرر کرتا ہے۔اور وہ شخص جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان شروط کا خلاف کرتا ہے، اس پر اس اصطلاح کے مخالف اصطلاح میں بکری کا نام خنزیر مقرر کر کے اس کو حلال کہدے اور یہ دعوی کرے کہ دین اسلام میں خنزیر حلال ہے تو اس پر دو الزام قائم ہوں گے۔

۱۔ تو نے پہلے سے یا اس کلام کے ساتھ یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ خنزیر سے میری مراد بکری ہے۔

۲۔ اس اصطلاح سے تو نے اصطلاح دین اسلام کا جس نے بکری کو حلال اور خنزیر کو حرام قرار دیا ہے، خلاف کیا۔ لہذا تیرا یہ کہنا اسلام کے مخالف ہے۔

مرزا قادیانی نے اعتقادیات اسلامیہ سنیہ کو ضروریات دین سے خارج کرنے میں بعینہ یہی کام کیا ہے۔ اس نے اپنی تحریر نمبر ہفتم میں ضروریات دین کا لفظ بولا، تو اس لفظ کا کوئی مطلب بیان نہ کیا۔ جس پر وہ پہلے اعتراض کا مورد ہوا۔ جو ہماری تحریر نمبر ہشتم میں اس پر وارد کیا گیا۔ اب اس نے اس لفظ کا مطلب اصطلاح اہل اسلام کے مخالف یہ بیان کیا ہے کہ اس سے صرف احکام عملیہ مراد ہیں۔ تو اب اس پر اعتراض دوم وارد کیا گیا ہے۔ کہ یہ اصطلاح اہل اسلام کی قرارداد کے مخالف ہے، کیونکہ وہ اعتقادیات کو عملیات سے بڑھ کر دینی ضرورت وحاجت کا متعلق سمجھتے ہیں۔ ایسا ہی مرزا قادیانی نے دیگر نئی اصطلاحات میں کام کیا ہے جس کا بیان قول مابعد اور اقوال آئندہ میں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

ہمارا قول نمبر ۴۔ آپ (مرزا) نے سلامت فہم راوی کو شرط ٹھہرایا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۴)

مرزا قادیانی کا جواب۔ میں محدثین کا متبع اور شاگرد ہو کر گفتگو نہیں کرتا، تا میرے لئے ان کی اصطلاحوں کا پابند ہونا ضروری ہو، میں الٰہی تفہیم سے گفتگو کرتا ہوں۔ سلامت فہم سے میری اصطلاح میں مراد یہ ہے کہ راوی کے دماغ میں کوئی آفت کا دخل نہ ہو وہ فاسد العقل، مخبوط الحواس، نیم مجنوں، مدہوش نہ ہو۔ تم نے جو یہ کہا ہے کہ راوی حدیث صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے ان کے معانی سمجھنے سے بکلی بے نصیب تھے، یہ کم فہمی ہے۔ جو شخص اس قدر بھی فہم نہیں رکھتا کہ جو بات وہ دوسرے کو پہنچاتا ہے وہ کس زبان میں ہے، عربی میں یا ترکی میں یا انگریزی میں یا عبری میں، اس کی تبلیغ کیا خاک کرے گا۔ تم نے یہ دعوی کیا ہے کہ احادیث بعینھا الفاظ سے منقول ہیں، یہ محض فضول ہے۔ یہ ہوتا تو مثلاً احادیث معراج میں یہ اختلاف کیوں پڑتا، کہ کبھی موسی کو چھٹے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمان پر کہدیا، کبھی ابراہیم کو، تم نے امام ابوحنیفہ کی تحقیر کی اوران کی نسبت یہ لکھ دیا کہ وہ حدیث نبوی کے پانے سے محروم رہے اوران کا قیاسی اٹکلوں پر گذارہ رہا ہے۔ (دیکھوص ۸۱۔۸۵ مباحثہ لدھیانہ طبع قادیانی)

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ اس جواب میں بھی مرزا قادیانی نے محض کذب ومغالطہ سے کام لیا ہے۔ اس نے اپنی تحریر پنجم میں راویوں کی شرائط میں ایک سلامت فہم کو (جوصحت کی مترادف ہے اوراس کی ضد مقابل غلط فہمی ہے) شمار کیا تھا۔ ہم نے اس کے جواب میں تحریر ہشتم میں کہا تھا کہ فہم معانی حدیث مطلق شرط روایت نہیں بلکہ خاص کر اس حالت میں شرط ہے کہ راوی، حدیث کو بالمعنی روایت کرے ۔تا کہ اس صورت میں مطلب حدیث میں وہ غلطی نہ کرے۔

مرزا قادیانی نے اس سیدھی بات کو تبنگڑ بنادیا اوراس کو یہ کہنا قرار دیا کہ حدیث کے راوی الفاظ کا مطلب بالکل کچھ نہ سمجھتے تھے، وہ ان الفاظ کے معانی سے ایسے ناآشنا و بےنصیب تھے جیسے ایک عربی شخص ہندی انگریزی ترکی اورعبرانی الفاظ کے معانی سے بےنصیب ہوتا ہے۔ اوراس افتراء میں مرزا صاحب نے لعنة اللہ علی الکاذبین کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ پھر اپنی شرط سلامت فہم (یعنی عدم غلط فہمی) کا مطلب ازراہ جعل سازی یہ گھڑلیا کہ اس سے سلامت ہوش وحواس وعدم خبط وجنون ومدہوشی مراد ہے، نہ فہم معانی۔ اورشرم دنیاو خوف آخرت کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ سلامت فہم کے معنی کس وناکس، محدث ہوخواہ صرف لغت عرب کا واقف ہو، یہی سمجھتا ہے کہ فہم معانی میں غلطی نہ ہو۔ بلکہ صحت وسلامتی ہو۔ اوراس لفظ سے سلامت حواس وہوش وعدم جنون کے معنے نہ کوئی محدث سمجھ سکتا ہے نہ عام لغت عرب سے واقف۔ اور یہ اصطلاح میں نے اگرخدا تعالیٰ کی شاگردی سے مقرر کی تھی تو پہلے سے اس لفظ کو بولنے کے وقت اس کا ظاہر کرنا، اورایک الہامی ڈکشنری کا چھاپ دینا میرا فرض تھا۔ ورنہ مجھ پر وہ دونوں اعتراض وارد ہوتے ہیں جونوٹ سابق میں بیان ہوئے ہیں ۔علاوہ براں اس لفظ سے میری (مرزا کی) یہی مراد تھی تو پھر اس لفظ کے بعد لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا ضروری نہ تھا۔ جب دماغ کسی آفت کا محل نہ ہوپھر قوت حافظہ کا سلامت ہونا اس کیلئے لازم ہے۔ لہذا اس لفظ کے بعد اس لفظ کے کہنے کی حاجت نہیں رہ جاتی ۔اس لفظ سلامت فہم کے بعد میرا لفظ سلامت قوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظہ کہنا ناظرین کو صاف یقین دلا رہا ہے کہ اس وقت اس لفظ سے میری مراد دماغ کا آفات سے سلامت ہونا نہ تھا، بلکہ فہم معانی احادیث میں غلطی نہ کرنا مراد تھا جس پر مخاطب کا اعتراض مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب ناظرین منصفین سے عموماً اور مرزا قادیانی کی اتباع سے خصوصاً داد انصاف کی درخواست ہے۔ وہ خدارا طرفداری کو یک سو کر کے داد انصاف دیں اور ایمان سے کہیں کہ مرزا قادیانی کے لفظ سلامت فہم کے وہ معنی صحیح ہیں جو اس نے اب گھڑ کر بیان کئے ہیں، یا وہ معنی جو ہم نے سمجھے اور بیان کئے ہیں۔ اور ہمارے اس قول کے کہ فہم معنے ہر ایک حدیث کیلئے روایت کی شرط نہیں ہے۔ کیا وہ معنی ہیں کہ جو قادیانی نے افتراء کئے ہیں کہ راوی حدیث معانی احادیث سے بالکل بے نصیب تھے اور وہ صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے، ان کی نسبت وہ اس قدر بھی فہم نہ رکھتے تھے کہ وہ الفاظ عربی ہیں یا ترکی یا انگریزی وغیرہ یا یہ معنے (جو ہم نے بیان کئے ہیں) کہ ہر ایک حدیث کے معانی کو راوی حدیث کا سمجھنا شرط اور لازمی اور ضروری امر نہیں ہے۔ بلکہ خاص اس حدیث کے الفاظ کے معانی کو سمجھنا، شرط روایت ہے جس کے الفاظ کے معانی کو وہ بیان کرے۔ اور یہ جائز و ممکن ہے کہ وہ بعض الفاظ حدیث کو ان کے غریب و نادر و قلیل الاستعمال ہونے کے سبب باوجودیکہ وہ صاحب زبان ہو، اور لغت عرب سے واقف، نہ سمجھے اور اس وجہ سے وہ ان الفاظ کو بعینھا نقل کر دے۔ ناظرین انصاف سے کام لیں تو امید ہے کہ ہم کو ڈگری دیں گے اور مرزا قادیانی کو بہتانی اور جعل ساز کہیں گے۔

ہم اپنے اس قول اور اس کے صحیح معنے کی تائید میں اقوال محدثین واصولین سے شہادت پیش کرتے ہیں تا کہ منصفین کو داد انصاف دیتے وقت وہ اقوال مدد دیں۔

و الضبط اینکو ن متقیظاً حا فظاً غیر مغفل و لا ساہ فی حا لتی التحمل و الاداء فا ن حد ث عن حفظه ینبغی ا ن یکو ن حا فظاً و ان حد ث عن کتا به ینبغی ا ن یکو ن ضا بطة له و ان حد ث با لمعنی ینبغی ا ن یکو ن عارفاً بما یختل به المعی و لا یشر ط الذکورۃ و الا لحریة و لا العلمبفقهه و غریبه و لا البصر و لا العدد (رسا له اصول طیبی) ۔طیبی نے رسا له اصول حدیث میں بیان میں کہا ہے کہ ضبط راوی سے یہ مراد ہے کہ راوی بیدار مغز ہو، صاحب حافظہ ہو، نہ غافل ہو اور نہ بھولنے والا۔ اگر حفظ روایت کرے تو چاہیے کہ اس کو یاد رکھتا ہو اور اگر کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے دیکھ کر روایت کرے تو چاہیے کہ اس کتاب کو ضبط کر رکھا ہو (یعنی وہ غلطی وتغیر سے محفوظ ہو) اور اگر حدیث کو بالمعنی روایت کرے تو چاہیے کہ اس غلطی سے واقف ہو، جس سے معنے میں خلل واقع ہو، اور روائت حدیث کے لئے یہ شرط نہیں کہ راوی مرد ہو (یعنی عورت بھی ہوسکتی) اور نہ یہ کہ آزاد ہو (یعنی غلام بھی ہوسکتا ہے) اور نہ یہ کہ اس کو اس حدیث کی فقہ (یعنی مسائل خفیہ مستنبطہ) کا علم ہو اور نہ یہ کہ وہ اس کے غریب (نادر الاستعمال) الفاظ کے معنے جانتا ہو، اور نہ یہ کہ وہ بینا ہو (یعنی نابینا بھی ہوسکتا ہے) اور نہ کوئی معین عدد شرط ہے (کہ اتنے راوی ہوں)۔

حنفیہ کے ایک امام، شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبدالعزیز مصنف کشف وتحقیق نے غایۃ التحقیق میں کہا ہے لم تیقل عن احد من السلف اشرا ط الفقه فی الراوی کہ راویوں کا فقیہ ہونا، یعنی معانی خفیہ حدیث کو سمجھنا شرط روائت نہیں۔

اور بعض الفاظ غریب و نادر الاستعمال حدیث کے معنے سے بے خبر ہونا بڑے بڑے آئمہ حدیث و غریب سے مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل سے کسی نے ایک حدیث کے ایک لفظ غریب کے معنی پوچھے تو آپ نے جواب دیا کہ اصحاب الغریب (یعنی ان لوگوں سے جو الفاظ غریب کی شرح کرتے ہیں) پوچھو، میں پسند نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں اٹکل سے کچھ کہوں اور خطا میں پڑوں رو ینا عن المیمو نی قا ل سئل احمد بن حنبل عن حر ف من غر یب الحد یث قا ل سلوا اصحا ب الغریب فا نی اکره ان تکلم فی قو ل رسو ل الله با لظن فا خطی (علوم الحد یث ۔ ابن الصلا ح)

اور و بلغنا عن التا ر یخی محمد بن عبد الملك قا ل حد ثنی ابو قلا به عبد الملك بن محمد قا ل قلت للا صمعی یا ابا سعید ما معنی قول رسول الله ﷺ الجار احق بسقبه فقا ل انا لا افسر حد یث رسو ل الله ﷺ و لا کن العر ب تز عم ان السقب اللز دق ثم ان غیر وا حد من العلماء صنفوا فی ذا لك ..... النضر بن شمیل و ابو عبیده معمر بن المثنی و ابو عبید القا سم بن سلا م و ابو سلیمان الخطا بی (علوم الحد یث ۔ ابن الصلاح ، مختصراً)

عربیت اور نحو کے امام اصمعی سے ایک شخص نے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کے قول کہ ہمسایہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سقب کا حق دار ہے، کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کی حدیث کی کوئی تفسیر نہیں کرتا۔ ہاں اتنا کہتا ہوں کہ عرب سقب اس کو کہتے ہیں جو ملا ہوا ہو

یہ اقوال ان آئمہ کے ابن الصلاح نے علوم الحدیث میں بیان کئے ہیں۔ پھر کہا ہے کہ غریب الفاظ حدیث میں جن لوگوں نے کتابیں تصنیف کی ہیں وہ امام نضر بن شمیل ہیں اور امام ابوعبیدہ معمر بن مثنی و ابوعبید قاسم بن سلام اور امام ابوسلیمان خطابی ہیں۔

اس بیان سے مرزا کے دو کذب و مغالطے ظاہر ہوئے جو ہماری کلام کو بگاڑنے اور اپنے قول کے جعلی معنی کرنے میں ان سے سرزد ہوئے ہیں۔ اب آپ کے باقی دو کذب و مغالطوں کی کیفیت ناظرین سنیں۔

صحابہ کے حدیث نبوی کو بالفاظ روائیت کرنے کا مدعی میں ہی نہیں ہوں، یہ دعوی بہت سے علماء نے کیا ہے جن میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی کلام سے مرزا صاحب بھی اپنی تحریر نمبر ہشتم میں متمسک ہوئے ہیں۔ اور اس دعوی پر دلیل صحابہ کی وہ روایات ہیں جن میں انہوں نے دو لفظوں کو باوجود ہم معنی یا قریب المعنی ہونے کے شک کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور ان کے معنے پر نظر کر کے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نہ کیا۔ علامہ تفتازانی (جن کی کلام کے غلط معنی سمجھ کر اس کی دست آویز سے مرزا صاحب نے صحیح بخاری میں حدیث موضوع کے پائے جانے کا دعوی کیا ہے) اپنی کتاب تلویح کے صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں: اما تا ئیا فلا ن الظا هر من حا ل عدو ل الصحا بة نـقـل الـحـد يـث بـلـفـظـه و لهـذا نـجـد فی کثیر من ا لا حا دیث شك الراوی و انما استفاض النقل با لمعنی عندالعلماء لتقر ر الحد یث با لروا یة و التد وین۔ (تلو یح۔ ص ۲۰۰) کہ عادل صحابہ کا ظاہر یہ حال تھا کہ وہ حدیث کو بلفظہ نقل کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بہت سی احادیث میں (دو ہم معنی لفظوں کو) صحابہ کا شک کے ساتھ بیان کرنا پاتے ہیں۔ اگر وہ روایت بالمعنی کرتے تو ان الفاظ کے بیان میں وہ معنے کا لحاظ کر کے صرف ایک لفظ پر اکتفا کرتے۔ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا تو علماء میں تب مروج ہوا جب کہ احادیث کے الفاظ روایت اور تصنیف سے مقرر ہو چکے تھے۔

علامہ سندھی نے دراسات میں فرمایا ہے: و من شـدة اعتـنـا ئهم فی حفظ ا لا لفا ظ شکهم و تـرددهـم بیـن ا للفظین و عدم اقتصا د هم علی ا حد هما حتی ظن ذا لك من الد لیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی عدم صحۃ النقل بالمعنی فی اللفظین المتقار بین جداً فی المعنی کما فی حدیث عبد اللہ بن مسعود فی صلوۃ الوسطی ملاء اللہ اجوا فہم و قبورھم ناراً او حشی اللہ اجوا فہم و قبورھم ناراً.. (دراسات۔ ص ۱۸۲) کہ حفظ الفاظ حدیث میں صحابہ کے کمال تو جہ پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ نے دو ہم معنے لفظوں کے بیان میں شک و تردد ظاہر کیا اور ان میں سے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نہ کیا یہاں تک کہ ان کے اس فعل کو اس مسئلہ پر دلیل سمجھا گیا کہ حدیث کو بالمعنی روایت کرنا جائز ہی نہیں، چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث صلوۃ الوسطے میں لفظ ملاء اللہ اوحشی اللہ شک سے وارد ہے (جس کے معنے پر کرنے کے ہیں)

اس کے بعد علامہ سندھیؒ نے امام ابن عبد البرؒ سے اس فعل ابن مسعودؓ سے عدم جواز روایت بالمعنے نکالنے کا جواب نقل کیا ہے، اور ان الفاظ کی مثالیں حدیث میں بہت پائی جاتی ہیں۔ از انجملہ بخاری کی بصفحہ ۱۴۴ احدیث کسوف میں لفظ مومن یا موقن اور لفظ منافق یا مرتاب شک کے ساتھ مروی ہیں۔

اس دعوی کے مقابلہ میں جو مرزا قادیانی نے حدیث معراج میں آنحضرت ﷺ کا کبھی موسی کو چھٹے آسمان پر دیکھنا اور کبھی حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان کیا اور اس کو روایت کے بالفاظہا مروی نہ ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے، یہ اس کا محض مغالطہ ہے۔ نوٹ سابق میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان الفاظ میں کوئی مخالفت نہیں، یہ دونوں حضرات چھٹے آسمان پر دیکھے گئے تھے۔

حضرت امام الآئمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی توہین و تحقیر کا الزام جو مرزا صاحب نے خاکسار پر لگایا ہے اور ان کے حق میں یہ کلمات کہنے کا کہ وہ حدیث نبوی سے محروم رہے اور قیاسی اٹکلوں پر ان کا گذارہ رہا، مجھ پر بہتان لگایا ہے اور سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت امام الآئمہ کی توہین کرنے والے پر خاکسار ہزار لعنت بھیجتا ہے اور ناحق تہمت کرنے والے پر ہزار نہیں تو پانچ سو ہی سہی۔ قادیانی سچا ہے تو اس پر آمین کہے۔ خاکسار نے حضرت امام صاحبؒ کی نسبت صرف اتنا کہا تھا کہ اگر صحیح بخاری، امام صاحب کے وقت میں ہوتی تو امام صاحب اس کو آنکھوں پر رکھ لیتے۔ پھر اس کی تائید و تصدیق میں امام شعرانی کی عبارات میزان سے نقل کر دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کے وقت میں حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس لئے آپ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے اماموں کی نسبت احادیث کم پہنچیں۔ اسی وجہ سے آپ نے قیاس کیا۔ یہ بات نہیں کہ آپ نے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کیا، جیسا کہ امام کے معترضین اور مخالفین سمجھتے ہیں۔

اصل کلام خاکسار و عبارت شعرانی رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ کے صفحہ ۱۹۹ میں اور قادیانی کے مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۴۹ میں ناظرین ملاحظہ فرما کر داد انصاف دیں کہ وہ کلام خاکسار و عبارت شعرانی، امام ابوحنیفہ کی مدح و تعریف کی مثبت ہے یا ان کی توہین کی موجب۔ خاکسار کا کلام تو امام صاحب کی مدح و تعریف کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا، امام شعرانی کی عبارت بھی آپ کی مدح و تعریف و حمایت ہی میں فرمائی گئی ہے۔ اس عبارت سے پہلے بصفحہ ۷۱ میزان کبری، امام شعرانی نے ایک فصل منعقد کر کے کہا ہے کہ اس فصل میں اس شخص کے قول کا ضعف بیان ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے تھے، پھر کہا کہ یہ کلام اس شخص سے صادر ہوا ہے جو امام صاحب کی نسبت تعصب رکھتا ہے، اور اپنے دین میں دلیر ہے، گفتگو میں پرہیزگار نہیں اور خدا تعالی کے اس قول سے غافل ہے جس میں ارشاد ہے کہ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس فرشتہ لکھنے کو منتظر و تیار ہے۔ پھر امام شعرانی نے امام ابوحنیفہ کے بہت سے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن سے آپ کا رائے سے بے زار ہونا اور حدیث کو قبول کرنا ثابت ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۷۲ میں وہ عبارت فرمائی ہے جس کو قادیانی نے موجب توہین امام قرار دیا ہے۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ اس مدعا و غرض کے ساتھ وہ عبارت امام صاحب کی مدح بنتی ہے یا نہیں۔

ہمارے زمانہ کے سرآمد حنفیہ مولوی عبدالحی مرحوم لکھنوی بھی اپنے رسالہ نافع کبیر میں اس عبارت میزان کو اپنے اس دعوی کی تائید میں لائے ہیں کہ:

و ما اتباعہ الاحادیث و الآثار خلاف ما یظنہ الظانون انہ یقیس علی خلاف الحدیث فیدل علیہ ما اوردہ فی المیزان الی ان نقل عبارتھا۔ ثم قال و مطالعۃ المیزان لھم نافع و لا و ھامھم دافع (النافع الکبیر۔ ص ۱۸) حضرت امام ابوحنیفہ احادیث و آثار کے متبع تھے، حدیث کے مقابلہ پر قیاس نہ کرتے تھے۔ (پھر اس عبارت کو نقل کر کے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ) یہ عبارت ان بدگمانوں کے لئے جو امام صاحب کو حدیث کے مقابلے میں قیاس کرنے والا سمجھتے ہیں، نافع ہے اور ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اوہام کے دافع ہے۔

اس عبارت میزان میں اگر ذرا بھی وہم توہین ہوتا تو ایسے مشاہیر حنفیہ کی کلام میں امام صاحب کی مدح اور برئت پر اس سے تمسک و استدلال نہ کیا جاتا۔

مرزا قادیانی نے اس الزام واتہام توہین امام صاحب سے حنفیوں کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا جس سے الٹا نتیجہ نکلا۔ اس کا دجال ہونا ثابت ہوا، کسی نے اس کو اپنا دوست نہ سمجھا، بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان و پنجاب نے اسے اپنا دشمن اور اپنے مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اس کے معتقدات پر کفر کا فتوی لگایا اور عوام حنفیہ نے اس فتوی پر کاربند ہو کر ہر شہر و دیار میں قادیانی پر نعرہ لعنت بلند کیا اور ہر جلسہ اور معرکہ میں اس کے مکفرین کا ساتھ دیا اور اس افتراء میں وہ خسر الدنیا و الآخرة کا مصداق بنا۔

ہمارا قول نمبر ۵۔ شائد آپ کہیں کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوئی ہیں جیسا کہ آپکے مقتداء سید احمد خان نے کہا ہے، جس کی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھہرایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ ج ۱۴ ص ۱۶۴)

مرزا قادیانی کا جواب۔ سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ صحابہ حتی الوسع حفظ الفاظ نبی کرتے۔ مگر ان کی روایتوں پر اعتماد کرنے کیلئے سلامت فہم ضروری شرط ہے، کیونکہ اگر فہم میں بباعث پیرانہ سالی، یا اختلال دماغ کوئی آفت پیدا ہو جاوے تو مجرد حفظ الفاظ کافی نہیں۔ اس صورت میں تو الفاظ میں بھی شک پڑتا ہے کہ شائد اختلال دماغ کے سبب سے اس میں بھی کچھ تصرف ہو گیا ہو۔ قرآن کریم کی نسبت خداتعالی نے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہر ایک امر کا بیان ہے۔ محجوب لوگ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ قرآن پر کچھ زوائد بیان کرتے ہیں یا بعض احکام میں ان کے ناسخ ہیں (یہاں مرزا صاحب یہ لکھنا بھول گئے ہیں یا آپ کا کاتب بھول گیا کہ درحقیقت نہ وہ احادیث قرآن کی ناسخ ہیں اور نہ زوائد) اور زوائد بیان کرتے ہیں بلکہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہیں۔ اور حدیث معاذ بن جبل (جس میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو فرمایا کہ تو کس چیز پر فیصلہ کیا کرے گا۔ اس نے کہا کتاب اللہ پر۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ کتاب اللہ میں نہ پاوے گا تو پھر کس چیز پر۔ تب اس نے کہا کہ پھر حدیث پر۔ الخ) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر ایک امر دین درج ہے، کوئی چیز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے باہر نہیں۔ لہذا احق الامر یہ ہے کہ جو چیز قرآن کے باہر یا اس کے مخالف ہو، وہ مردود ہے اور احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہیں کیونکہ وحی غیر متلو کی رو سے وہ مسائل قرآن سے مستخرج و مستنبط کئے گئے ہیں۔ لہذا جو حدیث از قسم حصہ دوم (قصص واخبار) ہے، ان کو پرکھنے کے لئے قرآن محک و معیار ہے یعنی جو حدیث قرآن میں نہیں یا اس کی مخالف ہے وہ موضوع ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ، اس جواب میں بھی مرزا قادیانی نے کذب و مغالطہ سے کام لیا ہے۔ اس میں آپ نے تین دعوی کئے ہیں۔

ایک یہ کہ سید احمد خان میرا مقتداء نہیں ہے۔ اس دعوی کا کذب ہونا ہم بیان کر چکے ہے۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ قادیانی، سید احمد کا شاگرد ہے، اس نے جو ملحدانہ ایجاد کیا ہے اس کو سرسید احمد سے بعینه و باصله لیا ہے۔ ہاں اس شاگردی کے ساتھ وہ سرسید سے بڑھ گیا ہے اور اس کا مقابل بن بیٹھا ہے، جس کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔

دوسرا یہ دعوی کہ صحابہ کی مرویات پر اعتماد کرنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ مختل الحواس تو نہیں ہو گئے تھے۔ اس دعوی میں اس نے بہت غضب ڈھایا اور دھوکہ دیا ہے، اور یہ بندوبست کرنا چاہا ہے کہ جس حدیث کو اپنے مذہب ملحدانہ کے مخالف دیکھا اس کو اس بہانہ سے کہ اس کا راوی صحابی مخبوط الحواس ہو گیا تھا، رد کر دیا جائے۔ اس دعوی کے کذب و مغالطہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ کی عدالت بالاجماع مسلم ہے۔ امام ابن صلاح نے علوم الحدیث میں فرمایا ہے: و الثانية لصحابة بامرهم خصيصة و هی انه لا يسئل عن عدالته احد منهم بل ذالك امر مرفوع عنهم لكونهم على الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب و السنة و اجماع من يعتد به فی الاجماع ۔ (علوم الحديث، ابن الصلاح) کہ جملہ صحابہ کا یہ خاصہ ہے کہ ان کی عدالت سے سوال نہ ہو۔ یہ سوال ان سے اٹھایا گیا ہے، کیونکہ وہ بلا تفصیل بحکم کتاب وسنت و اجماع عادل ہیں، پھر اس پر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ بات مرزا قادیانی خود لکھ چکا ہے کہ عدالت تب ہی قائم رہ سکتی ہے جبکہ ہوش وحواس قائم ہوں۔ اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعہ مباحثہ لدھیانہ کے صفحہ ۸۷ میں اس کی تحریر نمبر ہشتم میں یہ عبارت موجود ہے: آپ (محمد حسین) اپنے بیان میں راوی کے لئے عدل کی شرط لگاتے ہیں اور صفت عدل، صفت سلامت کی تابع ہے۔ اگر سلامت فہم میں آفت ہو، صفت درست فہمی میں اختلال راہ پاوے تو پھر کسی کے قول وفعل میں عدل قائم نہیں رہ سکتا۔

اس کلام واعتراف کے ساتھ پھر اسی تحریر ہشتم میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ صحابہ کی مرویات پر تب ہی اعتماد کیا جاوے گا جب کہ ان کی فہم میں سلامت ہو، یعنی اختلال نے راہ نہ پائی ہو، یہ کہنے کے برابر ہے کہ وہ سب عادل نہ تھے، ان میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مختل الحواس ہو کر ساقط العدالت ہو چکے تھے۔ اور یہ بات قرارداد اہل اسلام کے مخالف ہے اور محض کذب اور مغالطہ ہے۔

تیسرے دعوے میں قادیانی نے قرآن شریف کو جملہ امور متعلقہ دین کا متضمن ٹھہرایا ہے اور احادیث متعلقہ اعتقاد نزول حضرت مسیح وخروج دجال کو قصص واخبار بنا کر اس وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھہرایا کہ قرآن میں ان کا مضمون پایا نہیں جاتا۔ ومع ہذا برطبق مثل مشہور: دروغ گورا حافظہ نہ باشد، اور بحکم نص قرآن فطبع علی قلوبهم فهم لا يفقهون اور والله لا يهدى القوم الفاسقين یہ دو فقرے بھی اس کی قلم سے نکل گئے۔ ۱۔ احادیث، مجمل اشارات قرآن کی شارح ہیں۔ ۲۔ احادیث صحیحہ، قرآن سے باہر نہیں، کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستنبط کئے جاتے ہیں۔

لہذا اس کے دعوی سوم کے ابطال کیلئے ہم کو زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں صرف ان ہی دو فقروں کے دست آویز سے یہ کہنا کافی ہے کہ جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا قرآن میں پایا جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ قرآن میں ان امور کا بیان موجود ہے، مجمل ہو خواہ مفصل۔ جس آیت میں اس تفصیل کا ذکر ہے اس میں تفصیل سے مطلق بیان مراد ہے نہ وہ تفصیل جو اجمال کے مقابل ہوتی ہے۔ قرآن میں پانچ جگہ یہ لفظ تفصیل آیا ہے، جہاں مطلق بیان ہی کے معنے مراد ہیں (جو مرزا صاحب کی قلم سے بھی بعد لفظ تفصیل بطور تفسیر نکل گئے ہیں)، تفصیل مقابل اجمال مراد نہیں۔ اور جو قرآن کا بیان اجمال ہے اس کی تفصیل وشرح حدیث صحیح نے کر دی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اقرار کیا ہے اور اس کی مثال حکم ممانعت وشم ہے جو حدیث میں وارد ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کو اس وجہ سے داخل قرآن قرار دیا ہے کہ وہ قرآن کے اس مجمل وعام حکم کے کہ: جو کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہیں رسول دے، لے لو اور جس چیز سے روکے، اس سے رک جاؤ۔ داخل وشامل ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ کے صفحہ ۲۰۵ میں مفصل بیان ہوا، بناء علیہ، احادیث صحیحہ متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال جن کو مرزا قادیانی نے قصص واخبار بنا کر خارج از قرآن ومخالف قرآن ٹھہرا کر ساقط الاعتبار کیا ہے، قرآن میں داخل ہیں اس سے باہر نہیں۔ قرآن مجید نے نزول حضرت مسیح کو پانچ آیتوں میں مجملاً ذی الوجوہ الفاظ سے بیان کیا ہے۔ احادیث نے ان وجوہات سے بعض وجوہ کی تفصیل وتعیین کر دی ہے۔ لہذا ان احادیث کو ماننا عین قرآن کو تسلیم کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے احادیث متعلقہ احکام فرعیہ عملیہ اختلافیہ کو تو اس اصول سے قرآن میں داخل اور اس کے مجمل اشارات کی شارح تسلیم کر لیا اور ان احادیث کو پرکھنے کے لئے محتاج قرآن نہیں ٹھہرایا، مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو جو احادیث عملیہ فرعیہ اختلافیہ سے بڑھ کر صحیح اور قطعی ہیں، قرآن سے خارج کیا اور ساقط الاعتبار ٹھہرایا۔ اس میں اپنے اصول کا خود خلاف کیا اور اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔

ہمارا قول نمبر ۶۔ آپ نے باستدلال آیت و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ احادیث پر اعتراض کیا ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ ج ۱۴ صفحہ ۱۷۸)

مرزا قادیانی کا جواب۔ میرا عام طور پر احادیث پر اعتراض نہیں بلکہ ان احادیث پر اعتراض ہے جو ادلہ قطعیہ بینہ قرآن کے مخالف ہوں (الحق مباحثہ لدھیانہ ص ۹۲)

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ یہ محض کذب ہے۔ جس مقام میں مرزا صاحب نے اس آیہ سے تمسک کر کے احادیث کو ظنی اور ناقابل وثوق ٹھہرایا ہے، اس مقام میں عموماً الفاظ احادیث پر اعتراض کیا ہے اور ان میں تعارض تجویز کر کے ان میں وقوع تحریف کا دعوی کیا ہے۔ اس اعتراض اور دعوی سے احادیث مخالفہ قرآن کو مخصوص نہیں کیا۔ ناظرین اصل عبارت اشاعۃ السنہ نمبر ۸ ج ۱۳ ص ۲۲۸ میں ملاحظہ کریں۔

ہمارا قول نمبر ۷۔ علماء کا، حنفی ہوں یا شافعی، اہل حدیث ہوں یا اہل فقہ، اس پر اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ ج ۱۴ ص ۱۹۲)۔

قادیانی کا جواب۔ حنفیوں شافعیوں کا یہ مذہب نہیں کہ مخالفت قرآن کی حالت میں خبر واحد واجب العمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔حنفیہ بجز خبر مشہور کسی حدیث سے قرآن پر زیادتی کو جائز نہیں رکھتے۔شافعی بجز متواتر کسی حدیث سے زیادتی جائز نہیں رکھتے۔آپ نے کس سے سن لیا کہ ان سب کے نزدیک خبر واحد بہر حال واجب العمل ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔سنی سنائی باتیں کرنا آپ (مرزا) ہی کا کام ہے، جو نہ کتابوں میں نظر رکھتے ہیں نہ کسی اہل علم سے استفادہ۔آپ کا علم لدنی (خیالی) ہے اور معلم واستاد حکیم نور الدین۔انہوں نے جو کچھ کہا آپ نے مان لیا۔ہم تو ایسی بات کوئی نہیں کہتے جو کسی کتاب میں نہ ہو، آپ جس کتاب اصول سے چاہیں ہم یہ مسئلہ آپ کو نکال دیتے ہیں۔مثلاً کتاب توضیح میں ہے: الثالث یوجب غلبة الظن اذا اجتمع الشرائط التی اذکرها وهی کافیة لوجوب العمل ۔(توضیح۔ص ۳۰۴) تیسری (خبر واحد) مفید ظن ہے اور وہ وجوب عمل کے لئے کافی ہے۔

الجمهور ذهبوا الی انه یوجب العمل دون العلم ۔(تلویح۔ص ۳۰۴) جمہور کا یہی مذہب ہے کہ وہ (خبر واحد) عمل کو واجب کرتی ہے نہ یقین واعتماد کو۔

اس مقام میں ہم نے صرف اتنا ہی دعویٰ کیا تھا۔سو اس کا ثبوت دے دیا۔رہا یہ مسئلہ کہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے یا نہیں، اور وہ کتاب اللہ کے معارضہ میں مقبول ہے یا نہیں؟ سو اس مقام میں اجنبی ہے۔ہمارے نزدیک احادیث محل نزاع (متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ) کتاب اللہ کے مخالف نہیں، بلکہ عین موافق ومطابق ہیں۔چنانچہ اشاعۃ السنۃ میں مذکور ہوا۔لہذا اس مقام میں ہم کو اس مسئلہ کے بیان اور مذاہب کی تفصیل کی ضرورت نہ تھی۔

مرزا قادیانی نے جو اس باب میں شافعیوں کا مذہب نقل کیا اس میں بھی کذب سے کام لیا ہے اور اپنی بے علمی کا اظہار کیا ہے۔امام شافعی کتاب اللہ کے عام کی خبر واحد سے تخصیص، اور اس طور سے قرآن پر زیادتی کو جائز رکھتے ہیں، چنانچہ توضیح تلویح میں بتفصیل بیان ہوا ہے: ولکن عند الشافعی هو دلیل فیه شبهة فیجوز تخصیصه بخبر الواحد والقیاس ای تخصص عام الکتاب بکل واحد من خبر الواحد والقیاس ۔(توضیح تلویح، ص ۷۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا قول نمبر ۸۔اسی وجہ سے خاص کر صحیحین کی نسبت علمائے اسلام نے، جن میں مقلد حنفیہ ومحدث سب داخل ہیں، اتفاق کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث واجب العمل ہیں۔، اس پر جو آپ کا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم مسلمانوں میں اتفاق کے ساتھ مسلم چلی آئی ہیں تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے اس حدیث کا خلاف کیوں کیا اور سبھی نے ان کے موافق مذہب کیوں اختیار نہ کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی میں اختلاف پر مبنی ہے یا بعض وجوہات ترجیح پر۔آپ فتح القدیر و برہان ملاحظہ کریں (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۳ سے ۲۰۱ تک)

مرزا قادیانی کا جواب۔یہ سفید جھوٹ ہے۔اگر علمائے متقدمین کے نزدیک بخاری مسلم کی حدیثیں بغیر کسی عذر، نسخ وغیرہ کے، بہرحال واجب العمل ہوتیں تو وہ بھی آپ کی طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے، رفع یدین کرتے۔آپ کا یہ کہنا کہ وہ دوسرے طور پر معنے کرتے ہیں، دوسرا جھوٹ ہے۔وہ تو صریح منسوخ یا ضعیف قرار دیتے ہیں۔آپ سچے ہیں تو لودہانہ کے علماء سے شہادت دلائیں۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔کسی پر صرف منہ سے جھوٹ بولنے کا دعوی کرنا آسان ہے مگر انسان اور مرد میدان وہ ہے جو اپنے دعوی کو ثابت کردے۔آپ انسان اور مرد میدان ہیں تو ان اپنے دونوں دعووں کو حنفیہ کی کتابوں سے حنفی علماء کے مجمع میں ثابت کریں۔یہ نہ ہو سکے (اور ہرگز نہ ہوگا۔آپ میدان میں نہ نکلیں گے۔اور نہ کسی کتاب سے متقدمین حنفیہ کے اس کا ثبوت پیش کریں گے) تو اس باب میں مباہلہ کریں۔میدان میں آویں اور قسموں کے ساتھ کہیں کہ بعض حنفیوں نے بعض احادیث صحیح بخاری کے برخلاف عمل کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی تاویل ومعانی میں اختلاف کیا ہو یا دیگر وجوہات سے ان کی معارض حدیثوں کو ترجیح دی ہو۔یہ بات جھوٹ ہو تو قائل پر خدا کی لعنت ہے۔

خاکسار محمد حسین نے اپنے بیان میں دو دعوی کئے ہیں۔ازانجملہ اول دعوی کے ثبوت میں اقوال علماء محدثین وفقہاء صفحہ ۱۶۵ سے ۲۰۰ تک جلد ۱۴، اشاعۃ السنۃ میں نقل کرچکا ہے۔اور دوسرے دعوی کے ثبوت کے لئے فتح القدیر اور برہان شرح مواہب الرحمٰن کا حوالہ دے چکا ہے۔اس ثبوت خاکسار کو اہل اسلام کی پبلک کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی نہ سمجھے تو میں اور ثبوت دینے کو مستعد ہوں اور مرزا قادیانی مباہلہ چاہے تو میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔
دعویٰ ضعف کے ساتھ لفظ منسوخ کو جو مرزا قادیانی نے ملا دیا، اس میں اس نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ بے شک بعض احادیث صحیحین کو بعض حنفیہ نے منسوخ قرار دیا ہے، مگر کسی حدیث کے منسوخ ہونے سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔ نسخ تو آیات قرآن میں بھی پایا جاتا ہے جس سے کوئی مسلمان یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ وہ آیات ضعیف ہیں، یعنی ان کا قرآن سے ہونا ثابت نہیں۔

مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ کسی حدیث بخاری کو حنفیوں کا ضعیف قرار دینا تو مجھ سے ثابت نہ ہو سکے گا، تو اس کے ساتھ بعض اور منسوخ کے لفظ لگا دیئے۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ مسلمان اس دھوکہ میں نہ آئیں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ منسوخ ہونے سے ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔

ہمارا قول نمبر ۹۔ ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثیں موجب یقین ہیں (اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۱۴ ص ۱۹۴)

مرزا قادیانی کا جواب۔ ابن الصلاح کا قول حجت نہیں۔ اس کا قول حجت ہے تو چاہیے کہ ان لوگوں کا قول بھی حجت ہو جنہوں بخاری و مسلم کی حدیثوں میں قدح کیا ہے۔ تلویح میں لکھا ہے (یہ پوری حدیث پہلے نقل ہو چکی ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس کو قادیانی نے تحریر نمبر ۷ میں صحیح سمجھا ہے اور اس کی دست آویز سے حدیث کو قرآن پر عرض کرنا ضروری ٹھہرایا تھا۔ اب بخاری پر جرح وقدح کرنے کی حرص سے اس حدیث کا علامہ تفتازانی کی تقلید سے موضوع ہونا مان لیا۔ یہ شتر مرغی یا روباہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد حسین) کہ بخاری میں یہ حدیث یکثر لکم الا حادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث اعرضوہ علی کتاب الله ۔ الخ (یعنی جو صاحب تلویح کے نزدیک مجروح وموضوع ہے۔ محمد حسین) مسلم کی شرح نووی میں شریک کی حدیث میں (جو بخاری و مسلم میں ہے) قبل ان یوحی الیہ کا لفظ غلط لکھا ہے، نووی نے شرح مسلم میں حدیث اقض بینی و بین ھذا الکاذب کا جھوٹا ہونا تجویز کیا ہے۔

اس جواب پر ہمارا نوٹ۔ ابن الصلاح یا کسی اور شخص کا قول بلا دلیل تسلیم نہیں کیا جاتا اور نہ تسلیم کرایا جاتا ہے۔ بلکہ جس قول پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو اسی کو تسلیم کیا، کرایا جاتا ہے۔ قول ابن الصلاح کی دلیل، صحت صحیحین پر اجماع امت ہے۔ جس کو مخالفین وموافقین نے نقل کیا ہے۔ اس اجماع سے قطعیت صاف ثابت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے اور طرفہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں خود مان چکے ہیں کہ وہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یقین کرتے ہیں۔ اس اظہار یقین کے بعد انہیں ابن الصلاح کا قول ماننے سے کب عذر ہو سکتا ہے۔

اب ان لوگوں کے اقوال کو دیکھا جاتا ہے جنہوں نے صحیحین کی حدیثوں پر جرح وقدح کیا ہے۔ وہ بے وجہ و بلا دلیل نکلے تو پھر وہ کیونکر لائق تسلیم ہو سکتی ہے۔ تلویح میں جو حدیث یکثر لکم الاحادیث پر جرح کیا گیا ہے، صحیح بخاری اس جرح سے یقیناً پاک ہے۔ وہ حدیث موضوع صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ زندیقوں کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۴ ص ۲۰۹ وغیرہ میں بیان ہوا ہے۔ صاحب تلویح نے جو اس حدیث کو موضوع کہا ہے اور اس پر جرح کیا ہے، تو اس میں صحیح بخاری یا اس کے مصنف کو نشانہ نہیں بنایا اور نہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ مرزا قادیانی نے جو کہا ہے کہ تلویح میں لکھا ہے کہ: صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے،، یہ سفید جھوٹ ہے۔ تلویح میں یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ہوا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔ بلکہ تلویح میں اس حدیث کے رد کرنے اور موضوع قرار دینے کے بعد یہ فقرہ لکھا ہے:

ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لا ینافی الانقطاع او کون احد رواتہ غیر معروف ۔ جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ بخاری کا اس کو اپنی صحیح میں لانا اس کے منقطع اور اس کے راوی کے غیر معروف ہونے کے مخالف نہیں۔

یہ قول صاحب تلویح کا بقول ملا خسرو محشی تلویح کتاب کشف کے مصنف کے اس سوال کا کہ یہ حدیث بخاری میں ہے، رد وجواب ہے۔ صاحب تلویح اس کے جواب میں گویا یہ کہتے ہیں کہ اگر بقول تمہارے یہ حدیث بخاری میں ہے، تو بھی صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ منقطع و غیر متصل ہے اور اس کا راوی غیر معروف ہے۔

قولہ ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لا ینافی الانقطاع اقول فیہ رد علی صاحب الکشف حیث قال ان الامام ابا عبد اللہ محمد بن اسماعیل اورد ھذا الحدیث فی کتابہ ۔(ص ۸۶)۔

صاحب تلویح نے صاحب کشف کے قول کو بطور فرض محال تسلیم کر کے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے علم یا رویت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان نہیں کیا۔

مرزا قادیانی نے یہ لفظ کہ بخاری میں یہ حدیث ہے از خود گھڑ لیا اور صاحب تلویح کی طرف منسوب کر کے اس پر افتراء کیا۔ مباحثہ لدھیانہ کے جلسہ آخیر میں اسے اس کذب پر متنبہ کیا گیا تو اس نے اور اس کے ایک کاسہ لیس نے اس کے جواب میں عذر بدتر از گناہ کیا۔ اور اس جھوٹ پر کئی اور جھوٹ کا ملمع چڑھا دیا۔ مرزا قادیانی نے کہا: ظاہر کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث (یعنی عرض الحدیث علی القرآن) بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابلہ پر یہ عذر کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری، جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان، میں یہ حدیث موجود نہیں، سراسر نا سمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے بکلی عدم لازم نہیں آتا۔ جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے، اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخہ جات بخاری کے، قلمی وغیر قلمی، آپ دیکھ چکے ہیں۔ اگر ثانی الحال کوئی نسخہ قلمی نکل آوے، جس میں یہ حدیث موجود ہو تو پھر آپ کا کیا حال ہو۔ مؤمن کی شہادت عندالشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے، اور فقط ایک مومن کی شہادت رویئت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں علامہ تفتازانی، صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہو سکتی (ازالہ اوہام)

اگر صاحب تلویح اپنی رویت میں کاذب ہوتا تو اسی زمانہ میں علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔ اور جب کہ کوئی جواب پوچھا نہیں گیا۔ تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے کہ در حقیقت اس کی رویت صحیح تھی اور ان سب کا سکوت بطور شواہد مل کر اس امر کو اور بھی قوت دیتا ہے کہ درحقیقت وہ حدیث صاحب تلویح نے بخاری میں دیکھی تھی۔ (ازالہ اوہام)

(ایسا ہی مرزا قادیانی کے ایک مرید نے الحق مباحثہ لدھیانہ کے حاشیہ میں لکھا ہے)۔

اس کلام میں مرزا صاحب نے اول سے آخر تک جو کچھ کہا ہے وہ سراسر کذب و مغالطہ ہے۔ علامہ تفتازانیؒ نے کتاب تلویح میں اس حدیث کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ہم نے نقل کر دیا ہے۔ اس میں علامہ تفتازانیؒ نے نہ اس حدیث کا بخاری میں موجود ہونا بیان کیا ہے، نہ اس حدیث کے متعلق اپنی رویئت ظاہر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور نہ اس حدیث کے بخاری میں ہونے کی شہادت دی ہے۔اس کا کلام مذکور صرف صاحب کشف کے قول کا جواب ہے۔اب قادیانی کے اکاذیب ومغالطات دیکھیں کہ

پہلے اس فقرہ کا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے علامہ پر افتراء کیا۔

پھر علامہ تفتازانی کی رویئت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

پھر علامہ تفتازانی کو اس بیان کا کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، گواہ بنایا۔

پھر اس کی تائید میں یہ مسئلہ گھڑ لیا کہ ایک شخص کی رویئت ہلال رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جاتا ہے، جو علی الاطلاق کسی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔

پھر دوسرے علماء کے اس دعویٰ رویئت پر سکوت کو شہادت بنا دیا۔

جو شخص تلویح کے اس مقام کو دیکھے گا، وہ صاف یقین کرے گا کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے، صاف جھوٹ ہے۔علامہ تفتازانی نے نہ یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے، نہ یہ کہا ہے کہ میں نے اس میں خود دیکھی ہے۔اور نہ اس حدیث کے متعلق علامہ کا بیان اس حدیث کے صحیح بخاری میں پائے جانے کی نسبت شہادت ہے، نہ اور علماء کا اس پر سکوت اس کی شہادت ہو سکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے جو یہ کہا ہے کہ شائد کسی قلمی نسخہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث موضوع وافتراء کفار کا صحیح بخاری میں ہونا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کسی نسخہ قرآن میں یا صحیح بخاری میں شراب یا خنزیر کی حلت کا ہونا ناممکن ہے اگر کوئی یہ کہدے کہ ایک نسخہ قلمی قرآن میں اس مضمون کی آیت ہے کہ خنزیر حلال ہے اور صحیح بخاری کے ایک قلمی نسخہ میں اس مضمون کی حدیث میں نے دیکھی ہے، تو اس کے جواب میں مسلمان یہی بات کہیں گے کہ ایسی آیت اور حدیث کا قرآن اور صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، اور کوئی شخص بجز قادیانی یہ تجویز نہ کرے گا کہ شائد کسی قلمی نسخہ میں یہ آیت وحدیث ہو۔

ایسا ہی محدثین کے نزدیک اس حدیث کا صحیح بخاری میں ہونا ناممکن ہے، کیونکہ اس حدیث کا موضوع وافتراء ہونا اور اس کے مضمون کا مخالف ومعارض قرآن ہونا محدثین کے نزدیک مسلم ہے اور صحیح بخاری موضوعات اور معارضات قرآن سے بالاتفاق پاک ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان سے یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ حدیث ایسی موضوع وافتراء کفار ہے تو علامہ تفتازانی نے نہ سہی، صاحب کشف نے اسکو صحیح بخاری کی حدیث کیوں سمجھا اور علامہ نے اسکے جواب میں صاف کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بخاری میں اس کے موجود ہونے کا دعوی غلط ہے۔ یا اور اصولیوں نے اس کو اس کتاب میں وارد کر کے اس سے کیوں استدلال کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دیا یا کسی اور کتاب کی حدیث صحیح سمجھا، اس نے دوسرے سے سنی سنائی بات پر اعتماد کیا۔ بچشم خود حدیث کی کتابوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔ اور یہ امر غیر واقع و مستبعد نہیں ہے۔ بہت سے ایسے اکابر گذرے ہیں جن کو خاص خاص فنون کا شغل وتعلق رہا ہے، جن میں ان کو امامت کا درجہ بھی حاصل ہوا، لیکن دوسرے فنون کی طرف توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ اور یہ امر ان کے رتبہ امامت میں جو خاص خاص فنون میں ان کو حاصل تھا، خلل انداز نہیں سمجھا گیا۔ اس کی تائید میں ہم ایک عام شہادت پیش کرتے ہیں جو بمنزلہ اصول ہے۔ پھر ایک خاص شہادت پیش کریں گے جو اس عام اصول کی تمثیل ہوگی۔

عام شہادت یہ ہے جو تذکرۃ الحفاظ ملخص طبقات ذہبی سے منقول ہے:

نوح۔ الجامع لجلالته فی العلم ترک حدیثه۔ و کذالک شیخه مع عبادته۔ فکم من امام فی فن مقصر من غیره کسیبویه مثلاً امام فی النحو و لا یدری ما الحدیث و وکیع امام فی الحدیث و لا یعرف العربیة و کابی نواس راس فی الشعر عری من غیره و عبد الرحمن بن مهدی امام فی الحدیث لا یدری ماالطب قط و محمد بن الحسن راس فی الفقه لا یدری ما القرئة و کحفص امام فی االقرئت تالف فی الحدیث و للحرب رجال یعرفونها (ملخص طبقات ذهبی) نوح کی نسبت کہا ہے کہ وہ جامع اور علم میں جلیل الشان تھا۔ متروک الحدیث تھا۔ اور بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں جو ایک فن میں امام تھے، دوسرے میں قاصر۔ جیسے سیبویہ نحو میں امام تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ حدیث کیا چیز ہے اور وکیع حدیث میں امام تھے، علم ادب نہ جانتے تھے۔ ابونواس شعر میں رئیس تھے اور دیگر فنون سے عاری۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں امام تھے اور نہ جانتے کہ طب کیا ہے۔ اور امام محمد بن حسن فقہ کے امام تھے اور نہ جانتے تھے علم قرأت کیا چیز ہے۔ اور امام حفص قرأت میں امام تھے، حدیث سے خالی۔ چنانچہ کہا گیا ہے لڑائی کیلئے مخصوص لوگ ہوتے ہیں جو اس سے پہچانے جاتے ہیں۔

خاص شہادت یہ ہے کہ مفسرین اور فقہاء اصولین اپنی کتابوں میں بہت سے ایسی احادیث لائے ہیں جو موضوع اور ضعیف ہیں اور اس امر کو محدثین اور ان فقہاء نے جن کو علم حدیث میں دخل ہے، بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ طیبی شارح مشکوۃ نے رسالہ اصول حدیث میں کہا ہے:

ولوا ضعون الحديث اصناف و اعظمهم ضرراً من انتسب الى الزهد فوضع احتساباً و وضعت الزنادقه ايضاً جملا ثم نهضت جها بذة الحديث بكشف عوارها و محو عارها و الحمد لله و قد ذهب الكراميه و الطائفة المبتدعه الى جواز وضع الحديث فى الترغيب و الترهيب و منه ما روى عن ابى عصمة نوح بن ابى مريم انه قيل له من اين لك عن عكرمة عن ابن عباس فى فضائل القرآن سورة سورة فقال انى رئيت الناس قد اعرضوا عن القرآن و اشتغلوا بفقه ابى حنيفه و مغازى محمد بن اسحاق فوضعت هذه الاحاديث حسبة ۔ و قد اخطا المفسرون فى ابداعها فى تفاسيرهم الا من عصمه الله و مما ادعوا فيها انه قال ﷺ حين قرء و مناة الثالثة الاخرى ، تلك الغرانيق العلى و ان شفاعتهن لترجى۔ و لقد اشبعنا القول فى ابطاله فى باب سجدة التلاوة و كذا ما اورده الاصوليون من قوله اذا روى عنى حديث فاعرضوا على كتاب الله فان وافقه فاقبلوه و ان خالفه فردوه قال الخطابى وضعه الزنادقة و يدفعه قوله انى قد اوتيت الكتاب و ما يعدله و يروى اوتيت الكتاب و مثله معه ۔ حدیثیں وضع کرنے والے کئی قسم کے لوگ ہیں ازانجملہ بہت ضرررساں وہ لوگ ہیں جو زاہد کہلاتے ہیں، انہوں نے بامید ثواب حدیثیں وضع کی ہیں۔ اور زندیقوں نے بھی حدیثیں وضع کی ہیں۔ پھر ماہرین حدیث کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ان کے عیب کھول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیئے اور اس ننگ کو جو ان احادیث کے سبب اسلام کو لاحق ہوا تھا، مٹا دیا۔ کرامتہ (معتزلہ کا ایک فرقہ ہے) اور بعض بدعتی بھی ثواب کی رغبت دلانے اور ڈرانے کے لئے حدیثوں کو وضع کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال وہ ہے جو ابو عصمہ نوح بن مریم سے منقول ہے کہ اس کو کسی نے پوچھا کہ تیرے پاس جو فضائل قرآن میں عکرمہ عن ابن عباس کی حدیثیں ہیں، یہ تو نے کہاں سے لی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور امام ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کے جنگ ناموں میں مشغول ہیں، تو میں نے خدا کے لئے یہ حدیثیں از خود بنائیں۔ بے شک تمام مفسرین نے، بجز ان لوگوں کے جن کو خدا نے بچالیا، خطا کی کہ ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں نقل کر دیا۔ اور منجملہ موضوعات، وہ حدیث ہے جن کو مفسرین، تفاسیر میں لائے ہیں۔ جس کا یہ مضمون ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سورہ نجم میں و منـاة الثالثه الاخری پڑھا تو اس کے بعد تلك الغرانیق العلی و ان شفاعتهن لترجی بھی ان کی زبان سے نکل گیا۔ ہم نے اس روایت کے ابطال میں باب السجدہ تلاوۃ میں بتفصیل بحث کی ہے۔ واز انجملہ وہ حدیث موضوع ہے جس کو اصولی اپنی کتابوں میں لائے ہیں کہ جب کوئی حدیث مجھ سے روائت ہو تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو، موافق ہو تو قبول کرو، ورنہ ردکردو۔ خطابی نے کہا ہے کہ اس کو چھپے زندیقوں نے وضع کیا اور اس کو آنحضرت ﷺ کا یہ قول رد کرتا ہے کہ میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کی مثل۔

اس مضمون کے اور بہت سے محدثین سے اقوال ہیں جن میں انہوں نے ان احادیث موضوعہ کو نقل کرنے والے مفسرین کے حق میں کہا ہے، فلیسوا من اهل هذا الشان کہ وہ لوگ فن حدیث کے اہل نہ تھے

شیخ عبدالحق محدث احادیث ہدایہ کی نسبت شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

وکتاب ہدایہ کہ در دیار ما مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے رحمۃ اللہ علیہ در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ۔ غالباً اشتغال وقت آن اوستاد در علم حدیث کمتر بودہ است۔

مرزا قادیانی شائد ان اقوال کے ذریعہ بھی عوام حنفیہ کو مشتعل کرے اور یہ کہے کہ ان میں فقہاء و اصولیین کی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے۔ مگر وہ یاد رکھے کہ جیسے پہلے بہتان توہین امام ابوحنیفہ میں اس کو کامیابی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہے، ویسی ہی اس اشتعال میں ہوگی۔ خواص علماء حنفیہ خوب جانتے ہیں کہ ان اقوال میں مفسرین و اصولیین وفقہاء کی توہین نہیں ہوتی۔ ہوتی تو اکابر حنفی علماء مثل شیخ عبدالحق دہلوی کی زبان سے یہ اقوال نہ نکلتے، شریک کی حدیث میں لفظ قبل ان یوحی کا غلط ہونا، جو امام نووی سے مرزا قادیانی نے نقل کیا ہے، اس کا جواب پہلے منقول ہو چکا ہے کہ یہ شریک کی غلطی نہیں بلکہ یہ معترضین کی غلطی فہم ہے

وکم من عائب قولاً صحیحاً   وآفته من الفهم السقیم

حدیث اقض بینی و بین هذا الکاذب کا جھوٹا ہونا، جو مرزا قادیانی نے امام نوویؒ سے نقل کیا ہے، اس میں اس نے کذب وخداع سے کام لیا ہے۔ امام نوویؒ ہرگز اس بات کا قائل نہیں کہ یہ حدیث یا یہ الفاظ راوی کا کذب ہے۔ امام نوویؒ نے صرف مازری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ان الفاظ کی کوئی تاویل نہ ہو سکے اور باب تاویل بند ہو جائے تو راوی کی طرف کذب منسوب کیا جائے گا۔ مگر آگے چل کر اسی مازری نے یہ بھی نقل کر دیا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا ثابت اور صحیح سمجھنا ضروری ہے تو اس لفظ کی تاویل ہو سکتی ہے اور اس کو بیان کیا۔

اس مقام میں امام نووی کا پورا کلام نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس سے ناظرین کو قادیانی کے کذب کا یقین ہو۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۹۰ میں کہا ہے:

قال المازری هذا اللفظ وقع لا یلیق ظاهره بالعباس و حاش لعلی ان یکون فیه بعض هذه الاوصاف فضلاً عن کلها و لسنا نقطع بالعصمة الا للنبی ﷺ ولمن شهد له بها لکنا مامورون بحسن الظن بالصحابة و نفی کل رذیله عنهم۔ و اذا انسدت طرق تاویلها، نسبنا الکذب الی رواتها قال و قد حمل هذا المعنی بعض الناس علی ان ازال هذه للفظة من نسخته تورعا عن اثبات مثل هذا و لعله حمل الوهم علی رواته قال المازری و اذا کان هذا للفظ لا بد من اثباته و لم نصف الوهم الی رواته فاجود ما حمل علیه انه صدر من العباس علی جهة الادلال علی ابن اخیه لانه بمنزلة ابنه و قال مالا یعتقده و ما یعلم براة ذمة ابن اخیه منه و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما .. قصد بذلك ردعه عما يعتقد انه مخطی فيه و ان هذا الاوصاف يتصف بها لو كان يفعل ما يفعله عن قصد و ان عليا كالايراها الا موجبة لذالك فی اعتقاده و هذا كما يقول المالكی شارب النبيذ ناقص الدين و الحنفی يعتقد انه ليس بناقص فكل واحد بحق فی اعتقاده و لا بد من هذا التاويل لان هذه القضية جرت فی مجلس فيه عمر و هو الخليفه و عثمان و سعد و زبير و عبد الرحمن و لم ينكر احد منهم هذا الكلام مع تشددهم فی انكار المنكر و ما ذالك الا لانهم فهمو بقرينة الحال انه تكلم بما لا يعتقد ظاهره مبالغة فی الزجر قال المازری و كذالك قول عمر انكما جئتما ابا بكر فرايتماه كاذباً آثماً غادراً خانياً و كذالك ذكر عن نفسه انهما راياه كذالك و تاويل هذا علی نحو ما سبق و هو ان المراد انكما تعتقدان ان الواجب ان نفعل فی هذه القضية خلاف ما فعلته انا و ابو بكر فنحن علی مقتضی رئيكما لو اتينا و نحن معتقدان ما تعتقدانه لكنا بهذه الاوصاف ۔ کہ مازری نے کہا کہ یہ ایسا لفظ واقع ہوا ہے جو بظاہر معنے حضرت عباسؓ کے مناسب حال نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی شان اس سے پاک ہے کہ یہ اوصاف ان میں ہوں۔اور ہم کو بجز نبی ﷺ کے، یا اس شخص کے جس کے حق میں نبی ﷺ نے شہادت دی ہو، کسی کے معصوم ہونے کا یقین نہیں۔ولیکن ہم تمام صحابہ کے حق میں حسن ظن رکھنے اور ان کی نسبت برے خصائل کی نفی کرنے پر مامور ہیں، جب باب تاویل بالکل بند ہو جائے تو ہم راوی کی طرف کذب کو منسوب کریں گے۔بعض لوگوں نے اس لفظ کے یہی معنی (ظاہری) سمجھے تو اپنے نسخہ سے ان الفاظ کو کاٹ دیا۔شائد اس نے یہ سمجھا ہو کہ ان الفاظ کے بیان میں راوی کو وہم ہو گیا ہے۔ مازری نے کہا ہے کہ جب کہ اس لفظ کا صحیح رکھنا ضروری ہے اور ہم راوی کو وہم سے موصوف نہیں کرتے، تو اس کی عمدہ تاویل یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھتیجا بمنزلہ فرزند سمجھ کر یہ الفاظ زبان سے کہہ دیئے ہیں۔مگر ان کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ حضرت علیؓ ایسے ہیں۔شائد ان کا مقصود (ان الفاظ سے) یہ تھا کہ حضرت علیؓ اس خیال سے رک جائیں جس خیال میں وہ حضرت عباسؓ کے نزدیک خطا پر تھے۔اور یہ مقصود تھا کہ اگر حضرت علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیدہ دانستہ وہ خطا کرتے ہیں تو ویسے ہیں۔ گو حضرت علیؓ اپنے خیال میں ایسے نہ تھے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی مالکی مذہب والا، شیرہ انگور یا کھجور پینے والے کو ناقص الدین کہے، جس کو حنفی اپنے خیال میں ناقص الدین نہیں سمجھتا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک شخص اپنے خیال میں حق پر ہے۔ یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ مقدمہ حضرت عمرؓ، جو خلیفہ وقت تھے، اور حضرت عثمانؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ کے سامنے پیش ہوا، ان میں سے کسی نے ان الفاظ پر انکار ظاہر نہ فرمایا، باوجودیکہ بری بات پر انکار کرنے میں ان کو تشدد تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بقرینہ حال یہ سمجھا کہ وہ ایسے الفاظ بولتے ہیں جن کے ظاہری معنے مراد نہیں لیتے۔ مازری نے کہا ایسا ہی (یعنی اسی معنے سے) حضرت عمر کا ان دونوں (حضرت علی وحضرت عباس) کو یہ کہنا ہے کہ تم ابوبکرؓ کے پاس آئے تو تم نے ان کو کاذب، گنہگار، غادر اور خائن سمجھا، ایسا ہی اپنی نسبت ان کا خیال بیان کیا۔ اس کے معنی بنا بر تاویل مذکورہ بالا یہی ہیں کہ تم جب کہ یہ سمجھ رہے ہو کہ معاملہ اراضی متنازعہ فیھا میں واجبی امر وہ تھا جو تمہارا خیال ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہم تمہارے خیال میں کاذب و غادر و خائن ہیں۔

اس کلام نووی کو دیکھ کر ناظرین داد انصاف دیں کہ امام نووی نے ان الفاظ کو راوی کا کذب قرار دیا ہے یا ان کی تاویل کر کے ان الفاظ کو صحیح و ثابت ٹھہرایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اپنی گذارشات کا اختتام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ہم نے تحریر ہشتم قادیانی کے اقوال کا اول سے نہم تک بطور تمثیل کذب و دھوکہ ظاہر کیا ہے۔ اس تفصیل سے مرزا قادیانی کا کذاب و دھوکہ باز ہونا بخوبی ثابت ہوگیا ہے اور اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ آئندہ اقوال میں بھی اس نے اسی کذب و دھوکہ بازی سے کام لیا ہوگا۔

اور ناظرین غور کریں کہ جس شخص کو اس کا مقابل و مبارز چتھاڑے یا پچھاڑے، وہ پھر اس کے مقابلہ کا مدعی ہو، تو اس کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر پھر اس نے چتھاڑا، یا پچھاڑا تو اس وقت اسے مزید لوگوں کے سامنے (جو پہلے حاضر نہ تھے) ذلت اٹھانی پڑے گی مگر یہ خیال اور دور اندیشی اسی شخص کو ہوتی ہے جو کچھ حیا رکھتا ہو۔ اور جن کو نہ خوف آخرت ہو اور نہ ننگ و حیا دنیا۔ وہ سو دفعہ لتاڑ اور چتھاڑ کھاتے ہیں اور پھر مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم نے بہت لوگ ایسے دیکھے ہیں جو مار کھائے جاتے ہیں اور مارنے والے کو کہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں کہ یک دفعہ پھر مار اور دیکھ تماشا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ان من مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم تستحيي فا صنع ما شئت جس کا خلاصہ یہ مصرعہ ہے: بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

اب اگر کوئی پوچھے کہ اس کا مصداق کون ہے تو وہ مرزا صاحب کا اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء ملاحظہ کرنے کے علاوہ انہی کے ایماء پر جاری ہونے والا ان کے مریدوں کا درج ذیل اشتہار دیکھے جو حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر اور منشی عبدالحق اکونٹنٹ وغیرہ کی طرف سے جاری ہوا، اور ضمیمہ ریاض ہند ۲۲۔اگست ۱۸۹۱ء کے صفحہ اول پر شائع ہوا۔

....

متفرقات

پنڈت لیکھ رام اور تردید قادیانیت

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کے چار حصے شائع کئے تو چونکہ ان میں آریہ وغیرہ کو چیلنج کئے گئے تھے اسلئے آریہ کے پنڈت لیکھ رام نے اس کا جواب لکھا جسے اس نے امرتسر میں ۱۸۸۵ء میں ایک مجمع میں سنایا جس میں شریک ہونے کی مرزا غلام احمد کو بھی دعوت تھی لیکن مرزا صاحب شامل مجمع نہ ہوئے۔ چند سال بعد کچھ اضافات کے ساتھ پنڈٹ لیکھ رام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے شائع کیا۔

پنڈت لیکھ رام بہت بدزبان شخص تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں مرزا غلام احمد کو رگیدنے کے ساتھ اسلام، قرآن اور بانی اسلام پر بھی سخت اعتراضات کئے تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۷ء میں کتاب شحنہ حق شائع کی تو اس میں حصہ پنجم کے جلد شائع کرنے کا وعدہ ان الفاظ میں درج تھا: پنڈت لیکھ رام نے ہماری کتاب براہین احمدیہ کے ردّ میں چند اوراق چھپوائے ہیں۔ اس کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے ہمیں ہرگز امید نہیں کہ کوئی تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھ کر یہ رائے ظاہر کرسکے کہ اسکے مولف کو عقل اور فہم سے کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ ملا ہے یا تہذیب اور فراست سے اس کی فطرت کو کچھ تعلق نہیں۔ہم عنقریب گند اور افتراء اس جہل مجسم کا اپنی مبسوط کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ظاہر کرینگے۔(شحنۂ حق مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۹۹)

لیکن مرزا صاحب نے اس وعدہ سے بھی وہی بے التفاتی کا سلوک کیا جو اپنے دوسرے وعدوں سے فرمایا کرتے تھے۔اور حکیم نورالدین کو تکذیب کا ردّ لکھنے کا کہا(جب انہوں نے لکھ کر آپ کو خبر کی،تو جواباً مرزا صاحب نے لکھا: مجھے یہ بات سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ تکذیب براہین کا ردّ آپ نے تیار کرلیا ہے۔ الحمد للہ و المنۃ اس رد کے شائع ہونے کیلئے عام طور پر مسلمانوں کا جوش پایا جاتا ہے شاید ڈیڑھ سو کے قریب ایسے خط آئے ہونگے جنہوں نے اس کتاب کے خریدنے کیلئے شوق ظاہر کیا ہے...غلام احمد از قادیان ۴ جنوری ۱۸۸۸ء۔الحکم ۲۸ مئی ۱۹۱۰ء) تکذیب وتصدیق کی یہ داستان مناسب موقع پر نقل کی جائیگی،انشاءاللہ۔

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے کہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب (براہین احمدیہ) میں کہیں برہمودھرم والوں سے گالی گلوچ ہو رہی ہے کسی جگہ عیسائیوں کو کوس رہے ہیں، کسی جگہ مسیح کو ابن اللہ بنا رہے ہیں اور کسی جگہ آریوں کو برا بھلا بتا رہے ہیں۔مجھے اس جگہ کسی اور سے سروکار نہیں اور نہ میں کسی غیر کا مختار۔ہاں آریہ دھرم کا پیروکار ہوں..اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ براہین احمدیہ کو میزان انصاف میں تولوں اور ان کا امتحان کروں:

خوش بود کر محک تجربہ آید بیان　　تا سیہ روئی شود ہر کہ دروغش باشد

براہین احمدیہ کی جلد اول میں مرزا صاحب نے ظاہری نمود بسے بود بلکہ روپیہ کمانے کے طور پر بڑے حرفوں میں ایک اشتہار کامل ۸۲ صفحوں پر درج کیا ہے جس سے سوائے ظاہری شیخی کے کوئی کسی طرح کا نتیجہ نہیں نکل سکتا...ایک دانا کا قول ہے مشک آنست کہ خود ببوید، مطلب ان کا اس تمام لاف وگذاف سے صرف یہی ہے کہ کسی طرح روپیہ ہاتھ آئے (تکذیب براہین۔ص ۴)....

مولانا دلاوریؒ نے لکھا ہے: پنڈت لیکھ رام قادیان گیا اور شرائط زیر بحث پر گفتگو کی لیکن مرزا نے سخن تراشی اور لیت ولعل سے کام نکالنا چاہا لیکن بدقسمتی سے ان کا مدمقابل کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو آسانی سے پیچھا چھوڑ دیتا۔پنڈت نے بہتیری کوشش کی کہ الہامی صاحب کسی طرح قادیان کے یک سالہ قیام کے معقول اور منصفانہ شرائط کو منظور کریں اور حیلے حوالے چھوڑ کر راہ راست پر آئیں لیکن کامیاب نہ ہوئے۔جب انہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ لیا کہ یہ حیلہ گری سے کسی طرح باز نہیں آتے اور اب شرائط قیام پر مزید گفتگو عبث ہے تو انہوں نے یک سالہ قیام وانتظار کو بالائے رکھ کر فوری اعجاز نمائی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ پنڈت ہر روز الہامی صاحب کے دولت کدہ پر جاتا اور کہتا کہ اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہو تو کوئی معجزہ اور کرامت دکھاؤ۔ لیکن بے چارے مرزاجی کے لئے سرِ ندامت جھکا لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اسی کے ساتھ پنڈت کا یہ معمول تھا کہ ہر روز سینکڑوں ہندؤوں کو جمع کر کے قادیان کے بازار میں چلا جاتا اور مجمع کثیر میں نہایت زہر آلود تقریر کر کے حاضرین کو خوب ہنساتا۔ خود مرزاجی نے اپنے اسم بامسمی رسالہ فریاد درد میں ان رسوائیوں کا بہت کچھ رونا رویا ہے۔ لکھتے ہیں:

جن دنوں لیکھ رام نے اسلام کی نسبت بدزبانی پر کمر باندھ رکھی تھی اور بات بات میں گالی ان کے منہ میں تھی ان دنوں اس نے جوش میں آ کر یہ کاروائی بھی کی تھی کہ مجھ سے بحث کرنے کیلئے قادیان میں آ کر ایک مہینہ کے قریب رہا۔ میں اس سے بحث کرنے کیلئے اس کے ضلع اور گاؤں نہیں گیا اور نہ میں نے کبھی ابتداء اس سے خط وکتابت کی۔ وہ خود اپنے وحشیانہ جوش سے قادیان میں میرے پاس آیا اور اس بات کے تمام ہندو اس جگہ کے گواہ ہیں کہ ۲۵ دن کے قریب قادیان میں رہا اور سخت گوئی اور بدزبانی سے ایک دن بھی اپنے تئیں روک نہ سکا۔ بازار میں مسلمانوں کے گذر کی جگہ ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیتا رہا اور مسلمانوں کو جوش دلانے والے الفاظ بولتا۔ میں نے اندیشہ نقض امن سے مسلمانوں کو منع کر دیا تھا کہ اسکی تقریروں کے وقت کوئی بازار میں کھڑا نہ ہو اور کوئی مقابلہ کیلئے مستعد نہ ہو... میرے بار بار روکنے سے وہ لوگ اپنے جوشوں سے باز آئے۔ اور لیکھ رام نے یہ طریق اختیار کیا کہ ہر روز میرے مکان پر آتا اور کوئی نشان اور معجزہ مانگتا اور سخت ٹھٹھے اور ہنسی کے الفاظ اسکے منہ سے نکلتے۔ وہ ہمیشہ صبح یا تیسرے پہر قادیان میں میرے مکان پر آتا اور اسلام اور ہمارے نبی ﷺ کی نسبت طرح طرح کی بے ادبیاں کرتا اور جیسا کہ ظالم پادریوں نے مشہور کر رکھا ہے بار بار یہی کہتا کہ تمہارے پیغمبر سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی پوری ہوئی، ملانوں نے مذہب کو رونق دینے کیلئے جھوٹے معجزوں سے کتابیں بھر رکھی ہیں (فریاد درد۔ ص الف)

لیکن سوال یہ ہے کہ جب پنڈت لیکھ رام مرزا صاحب کو ان کے کاشانہ تقدس میں جا کر ذلیل کر رہا تھا، اسلام اور داعی اسلام کی شان اقدس میں دریدہ دہنی کی جا رہی تھی، مجدد وقت کا بری طرح مذاق اڑایا جا رہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، اور پنڈت ہر وقت مصر تھا کہ کوئی معجزہ دکھاؤ ، تو اگر مرزا میں کوئی واقعی اعجازی جوہر ودیعت تھا تو ایسی حات میں ان کی رگ حمیت کیوں جنبش میں نہ آئی ؟ انہوں نے اپنا کوئی عدوافگن معجزہ دکھا کر اس بے باک آریہ کو گھٹنے ٹیکنے پر کیوں مجبور نہ کیا؟ اور اسکا سر نیاز خاک ندامت پر رکھوا کر دوسرے شوریدہ سر اعدائے دین کیلئے اسباب عبرت کیوں مہیا نہ کر دیئے۔ مرزا صاحب کا دعوی تو یہ تھا کہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت میرے بہت زیادہ معجزات اور پیش گوئیاں ہیں بلکہ بعض گزشتہ انبیاء کے معجزات اور پیش گوئیوں کو ان معجزات سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصہ کہانیوں کے ہیں مگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ہزار ہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں گزشتہ نبیوں کے معجزات اور پیش گوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہوسکتا باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں زندہ گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کے بعض معجزات اور پیش گوئیوں کے کروڑ ھا انسان گواہ ہیں (نزول المسیح۔ ص ۸۱۔ ۸۲)۔ لیکن اس دعوی کے باوجود عمل یہ تھا کہ ایک عدوے اسلام کے مجبور کرنے پر بھی اپنے کیسہ معجزات سے ایک عدد معجزہ نکال کر پیش نہیں کر سکتے تھے۔

(رئیس قادیان مصنفہ مولانا رفیق دلاوری۔ ص ۱۷۳۔ ۱۷۷)

قیام قادیان کے حالات لکھتے ہوئے پنڈت لیکھرام نے بتایا ہے کہ:

ایک دن خاص قصبہ قادیان میں مرزا صاحب کے مکان پر بیٹھے ہوئے ایک سال بھر وہاں ٹھہرنے کی شرائط طے ہو رہی تھیں۔ اثناء گفتگو میں لفظ خوارق عادات کی تشریح ہونے لگی۔ میرا یہ دعوی تھا کہ خوارق عادات کہتے ہیں عادت یا سبھاؤ کے توڑنے کو۔ چاقو میں چاک کرنے کی عادت ہے اور آگ میں جلانے کی۔ درخت میں غیر متحرک رہنے کی، اور انسان میں چلنے کی، وغیرہ۔ آپ اگر ان عادتوں کو خدا کی برکت سے توڑ دیویں تب مسلمان ہو جاؤنگا، ورنہ آپ آریہ ہو جائیں۔ اور غلط دعووں سے باز آئیں۔ مرزا نے فرمایا کہ قرآنی اصطلاح میں اس لفظ کے یہ معنی نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ لفظ ہی قرآن میں نہیں ہے اور بتلاؤ اگر کہیں ہے۔ مرزا نے اقرار کیا کہ قرآن میں ضرور ہے۔ میرے پاس قرآن تھا اور اسی وقت پیش کیا کہ اسے ذرا نکالئے اور الہام کی فال ڈالئے۔ چند منٹ تک مرزا ورق گردانی کرتے رہے مگر بالکل وہ لفظ قرآن سے نہ نکالا اور طوعاً و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرھا فرمایا کہ میں اس دعوی سے دستبردار ہوں، قرآن میں یہ لفظ نہیں ہے۔اس وقت حکیم کشن سنگھ ولالہ نہال چند و حکیم دیا رام صاحب و پنڈت اجے کشن ولالہ پچھمی بھائی ومرزا کمال الدین ومنشی مراد علی اور ایک بوڑھا مسافر بیٹھے ہوئے تھے جس سے غالباً مرزا صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا۔(تکذیب براہین۔ص ۸۶)

تردید الہامات قادیانی از پنڈت لیکھ رام

پنڈت لیکھ رام نے مرزا غلام احمد کے الہاموں کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

اول۔ایک سال کا عرصہ ہوا مسمی جان محمد کشمیری جو مرزا صاحب کی مسجد کا امام ہے اس کا لڑکا جس کی عمر اس وقت قریباً پانچ سال ہوگی عارضہ بخار سے بیمار رہا، اور بڑھتے بڑھتے مرض اس قدر بڑھ گئی کہ بخار کے ساتھ ہی اسہال آنے شروع ہوگئے، اور لڑکے کا خورد ونوش بالکل بند ہوگیا، اور ایسا کمزور اور نحیف البدن ہوگیا کہ استخواں ہی استخوان معلوم ہوتے تھے۔غرض ایک روز لڑکا عین نزع کی حالت میں تھا اور اس وقت اس کی حالت کو دیکھ کر مجہول سے مجہول بھی یہی کہتا تھا کہ لڑکا کوئی دم کا مہمان ہے۔غرض اس اضطرابی اور بے قراری کی حالت میں جان محمد مذکور مرزا صاحب کی خدمت میں گئے اور مرزا صاحب اس لڑکے کو دیکھ بھی چکے تھے۔ خیر امام صاحب نے کل احوال عرض کیا اور کہا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس لڑکے کیلئے دعا کیجئے۔مرزا صاحب کو اس لڑکے کی طرف پہلے خیال تھا کیونکہ آپ کی مسجد کا امام زادہ تھا۔فرمایا جان محمد کے آنے سے اول ہی مجھ کو الہام ہوا ہے کہ اس لڑکے کیلئے قبر کھودو۔مرزا صاحب کے منہ سے یہ کلمہ نکلنا تھا کہ امام صاحب کے ہوش یا فت ہوگئے۔اوسان خطا کیوں نہ ہوتے اور ساتھ ہی طوطے کیوں نہ اڑتے کیونکہ اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی پچھلی عمر کا۔غرض امام صاحب اسی یاس اور مایوسی کی حالت میں جو اپنے گھر واپس آئے تو الہام کا اثر برعکس ظہور میں آیا...یعنی لڑکے کے آثار صحت دیکھے۔مرزا صاحب کا الہام فرمانا ہی تھا کہ خداوند کریم کی قدرت کا تماشا دیکھئے لڑکے کو دم بدم آرام ہونا شروع ہوا، اور ایک ہی ہفتہ میں لڑکا تندرست ہوگیا۔اور مرزا صاحب اپنی دروغ بیانی وکذب لسانی وغلطی الہام کی یہ تاویل فرماتے ہیں کہ ہمارا الہام تو ہرگز غلط نہیں، ضرور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی نہ کسی وقت پر پورا ہو جاویگا۔ہم کہتے ہیں کہ کسی وقت بلکہ عنقریب ہی آپکے واسطے قبر کھود یں گے۔

دوم۔...مرزا غلام احمد نے مسمی بشنداس ساکن قادیان کو بلا کر کہا کہ مجھے تمہاری نسبت الہام ہوا ہے (جب کہ میں انبالہ کے سفر میں تھا) کہ تو لڑکے پڑھاتا ہے اور تیرا نام عزیز الدین ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ تو ایک سال تک مسلمان ہو جاوے اور نہ مر جاوے گا۔بشنداس نے پوچھا کہ اگر یہ ضرور بات ہونے والی ہے تو میرا کیا چارہ ہے۔مگر میں آپ سے صلاح پوچھتا ہوں کہ میرا مرجانا اچھا ہے یا مسلمان ہونا؟ مرزا صاحب نے زبان الہام ترجمان سے فرمایا کہ مسلمان ہونا۔

پھر بشن داس نے ایک دو روز بعد دریافت کیا تو کہا کہ مجھے خواب آئی تھی الہام نہ تھا،مگر میری خواب بھی الہام ہوتی ہے،اور اکثر الہام خوابوں میں ہوتا ہے اور خواب نامہ بھی نکال کر دکھلایا۔نتیجہ اس خواب کا لکھا تھا کہ زود بمیر دیا مسلمان شود۔تم اپنا بندوبست کرو میری خواب ضرور سچی ہوگی۔

اگرچہ وہ بشن داس سادہ لوح تھا بہت گھبرایا۔مگر اس تاریخ نامہ نگار (لیکھرام) بھی وہاں تھا جب اس کو کامل طور پر سمجھایا گیا کہ یہ صرف فریب بازی اور چالاکی ہے...تب وہ علانیہ طور پر مرزا غلام احمد سے مقابلہ کرنے لگا۔ پھر مرزا صاحب ہاتھ ملتے رہ گئے اور وہ سونے کا مرغ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔چونکہ اب عرصہ ایک سال کا گذر گیا ہے اور وہ بات بالکل واہیات اور مزخرفات سے بھی کہتر ثابت ہوئی،جھوٹے کی پیشانی پر سیاہی کا داغ قائم رہا اور تا قیامت قائم رہیگا۔انہیں دنوں میں مرزا کے کئی مجاوروں یا فضلہ خوروں یا مریدوں نے گم نام خط بھی بنام بشن داس بطور خیر خواہی کے ارسال کئے اور وہ تمام خطوط بشن داس نے نامہ نگار کے پاس بھیج دیئے۔ افسوس کہ مرزا صاحب دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے اور ابلہانہ چالاکیوں سے نہیں شرماتے حالانکہ بار بار زک اٹھاتے ہیں۔

سوم۔ڈھائی سال کا عرصہ گذرا کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ ان کے گھر میں سے عنقریب ایک احمد مر جاوے گا کیونکہ تثلیث قائم ہوتی ہے۔مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے،بڑے بیٹے کا نام سلطان احمد،چھوٹے کا نام فضل احمد ہے۔اور سادہ لوحی سے یہ بات مشہور بھی کرادی مگر آج تک باوجود گذرنے ڈھائی سال کے ایک احمد بھی نہ مرا اور بدستور زندہ ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دروغ آدمی را کند شرمسار مگر جس کو ہو روسیاہی سے عار

چہارم: مرزا صاحب کو خواب میں خدا نے کہا کہ کسی نے تجھے کتاب کے واسطے ...روپیہ روانہ کئے ہیں۔ اور ایک آریہ صاحب نے بھی وہی خواب دیکھا کہ ہزار روپیہ آیا ہے چنانچہ جونا گڈھ سے مرزا صاحب کو..آ گیا اور ہندو کی خواب میں ..حصہ جھوٹ نکلا کیونکہ وہ دین اسلام سے خارج تھا۔ کئی لوگ اور کئی آریہ گواہ ہیں۔

افسوس کہ مرزا صاحب نے اس دعوی بے معنی کی تصدیق کے واسطے کسی آریہ کا نام نہ لکھا، اور لکھتے کس طرح جب وجود ہی مفقود تھا۔ کئی آریہ لوگ تو ان دنوں قادیان میں موجود نہ تھے اور نہ ان کئی آریوں کے نام ہیں۔

پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے صرف جعل سازی کی اور پہلے اندرونی طور پر بالفرض سچ ہونے کے مرزا صاحب کو خط آچکا تھا چونکہ روپیہ کمانے کیلئے یہ سب چالاکیاں ہوتی ہیں اس لئے خواب میں بھی اگر دیکھا تو کیا عجب بمصداق اس قول کے: تشنہ آب و خواجہ زر سگ استخواں بیند بخواب

پنجم۔ ایک مرتبہ خدا نے ایک راجہ کے مرجانے کی خبر دی اور ہم نے ایک ہندو کو بتلائی جب وہ خبر پوری ہوئی تو ہندو نے کہا کہ کھلم کھلا عالم غیب کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہو گیا،

واہ رے قادیانی الہامی ہم تیری چالاکی کی کیا تعریف کریں۔ نہ تو اس راجہ کا نام لکھا اور نہ اس ہندو کا۔ پس ہمیں کسی طرح اعتبار نہیں۔

ششم: ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے امتحان دیا اور لوگوں نے بھی امتحان دیا، وہ پاس ہو گئے، باقی اس ضلع سے کوئی پاس نہ ہوا، ہم نے ان کو پہلے کہہ دیا تھا۔ اور..اس وکیل نے اطلاع دی کہ میں پاس ہو گیا۔

اے ناظرین! یہاں پر نمبر ۵ سے بھی زیادہ فریب ہے۔ چالاک آدمی بہت سے ایسی باتیں کر کے اکثر لوگوں کو گرویدہ کرتے ہیں۔ افسوس کہ مرزا صاحب نے وکیل کا نام نہ لکھا اور ساتھ ہی کوئی گواہ بھی نہ بتلائے۔ مرزا صاحب کے بڑے بھائی ضلع کے سررشتہ دار تھے اور مرزا صاحب خود بھی عرصہ تک ملازم سرکار رہے اور تجربہ کار ہوئے۔ آج کل یہ بات تو کرامات نہیں کہلاتی بلکہ چالاکی اور واقفیت چاہتی ہے۔ لاہور میں بیسیوں آدمی ایسے ہیں جو اس قسم کی پیش گوئی تیر بہدف کرتے ہیں اور خطا نہیں ہوتی۔ پس یہ امر کسی طرح پیش گوئی نہیں بلکہ یاوہ گوئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفتم۔ایک مجمل بات لکھی ہے: ہم نے ایک آریہ کو ایک پیش گوئی بتلائی اور اس نے تعجب کیا۔مگر ہم اس پیش گوئی کی اس جگہ تصریح نہیں کرتے۔

مرزا صاحب خدا کے چور کیوں بنتے ہو اور ظاہر نہیں کرتے، ذرہ آریہ کا نام اور پیشگوئی کا الہام ظاہر کرو۔

ہشتم۔..ایک ہندو آریہ ممبر آریہ سماج قادیان معجزات محمدیہ سے منکر تھا۔اتفاقاً اس کا ایک عزیز قید ہو گیا ایک ہندو اور بھی اس کے ہمراہ قید ہوا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس مقدمہ کا کیا ہوگا۔میں نے کہا غیب خدا کے پاس ہے۔اس کے اصرار کرنے پر میں نے دعا کی اور خواب میں مجھے خدا نے ظاہر کیا کہ وہ نصف قید تخفیف ہو کر بعد بھگتنے نصف باقی کے رہا ہوگا۔اس میں پنڈت دیانند کے پیرو کی گواہی ہے،اسی طرح ہوا۔

اے چالاک! کیوں راست بیانی سے روگردانی کرتا ہے۔نہ تو اس ہندو کا نام لکھا اور نہ اس آریہ کا پتہ بتلایا۔ان دنوں نامہ نگار قادیان گیا تھا،اس کی تحقیقات بھی کی مگر کوئی گواہ اس قسم کا نہ ملا جو آپ کی تائید کرتا ہو۔البتہ جب الہام کتاب میں درج پایا گیا جو ہندو قید سے چھوٹا تھا وہ اس کی اصلیت سے انکاری ہے۔پس یہ بھی آپ کی چال ہے۔پنڈت صاحب کے کسی پیرو کا آپ نے نام نہ لکھا اور نہ وہ آپ کے الہام کا مصدق ہے،وہ تو کوئی گمنام ہوگا۔میں اعلانیہ معجزات محمدیہ و عیسویہ و غلام احمدیہ کا انکاری ہوں اور لاکھوں آریہ اور صدہا مسلمان بھی میرے شریک ہیں یہ مقدمہ بازوں کی نشانیاں ہیں اور قانون کی دست گردانیاں۔وکیل خصوصاً ان معاملوں میں چالاک ہوتے ہیں اور اس قسم کی پیش گوئیوں میں بے باک۔

نہم:سردار محمد حیات خان جب معطل ہوئے تو ہم کو خواب میں خبر ملی کہ کچھ خوف نہ کرو خداوند ہے وہ تمہیں نجات دے گا۔چنانچہ حیات خان بری ہو گئے۔ساٹھ ستر آدمی گواہ ہیں جن سے دس بارہ ہندو ممبران آریہ سماج بھی ہیں۔

جن دنوں سردار محمد حیات خان معطل ہو رہے تھے ان کے تمام خیر خواہ بریت چاہتے تھے اور اکثر دست بدعا رہتے تھے جن میں ہزاروں اہل ہنود اور ہزاروں مسلمان ہیں۔گورنمنٹ عادل نے جب بعد تحقیقات کامل کے ان کے ذمہ کوئی قصور ثابت نہ پایا تو بری فرمایا جس کا مفصل حال گورنمنٹ گزٹ میں مطبوع ہو گیا۔آپ کا الہام تو سراسر غلط نکلا۔الہام کے فقرے یہ ہیں: خدا قادر ہے تمہیں نجات ہوگی۔،کیا اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی ذی عقل حیات خان کی بریت ظاہر کرسکتا ہے۔جب اس طرح سردار صاحب بری ہوئے اور ان کے ہزاروں روپے خرچ ہوئے۔تو آپ نے براہین احمدیہ کی امداد کے خیال سے خواہ مخواہ خیر خواہوں سے بننا چاہا۔مگر وہاں دال گلنی آپ کی سراسر وہم وخیال ہے اور آپ کا گواہ آریہ بھی انکاری ہے اور کوئی ہندو بھی شہادت نہیں دیتا۔خدا آپ کو شرمندہ کرے۔

دہم: ایک دفعہ خواب میں الہامی صاحب نے مسیح کے ساتھ ایک برتن میں روٹی کھائی اور دونوں کی باہمی برادرانہ محبت ہوئی۔یہ خواب کیسی عظیم الشان ہے اگرچہ اب تک پوری نہ ہوئی مگر پوری ہو جاوے گی۔مسیح کے ساتھ روٹی کھانی تو فخر کی نشانی نہیں ہے اور وہ بھی خواب میں۔مگر مسیح کی زندگی میں یہودا اسکریوطی وغیرہ تمام شاگرد اس کے ساتھ کھاتے رہے اور آخر کار اسکو اسیر کرایا۔اس سے اگر آپ عیسائیوں کو فریب میں لانا چاہیں تو دشوار ہے وہ آپ کے مکروفریب سے بیزار ہیں۔

یازدہم: میں نے براہین احمدیہ کے بنانے کی اجازت بھی خدا سے پائی، اور دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا۔۱۸۶۵ء میں یہ خواب میں نے دیکھا تھا اور اسی روز محمد صاحب (ﷺ) کی زیارت بھی ہوئی اور بی بی فاطمہ نے یہ کتاب مجھے دی۔

مرزا صاحب یہ تو کوئی الہام نہیں بلکہ خیال خام ہے:

تشنہ راے نماید اندر خواب　　　ہمہ عالم بچشم چشمہ آب

دس ہزار روپیہ کے اشتہار کی صلاح آپ کو خدا نے نہیں دی، آپ نے صریحاً جھوٹ بولا۔بلکہ یہ صلاح تو حکیم کشن سنگھ آریہ نے آپ کی جہالت وسفلہ پن کو تمام عالم میں منتشر کرنے کے خیال سے دی تھی۔
دروغ گورا حافظہ نباشد

دوازدہم: ایک ہندو آریہ باشندہ قادیان طالب علم مدرسہ بیمار ہوا۔عمر اس کی بیس سال کی ہے، وہ بمرض دق مبتلا تھا اور میرے پاس آیا کرتا تھا (آپ حکیم ابن حکیم ہیں) خدا نے مجھے الہام دیا قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تو سرد اور سلامت ہو جا۔چنانچہ کئی ہندوؤں کو اس کی بابت اطلاع دی اور اس کو بھی اور خدا کے بھروسے دعویٰ کیا گیا کہ ضرور صحت یاب ہوگا۔آخر وہ ہندو صحت یاب ہوگیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک قادیان کے باشندوں سے واضح ہوا وہ صرف اسی قدر ہے کہ مرزا صاحب کے مسہل دینے اور نیز اپنے خانگی علاجوں سے اسے صحت ہوئی، نہ کہ الہاموں سے...عبارت مرزا صاحب بنا سکتے ہیں۔ پس صرف دعوی ہی دعوی ہے اگر آپ حکیم نہ ہوتے اور وہ آپ کی دوا اور اپنے خانگی علاج نہ کرتا اور آپ میعاد مقرر کرتے اور نگرانی کرنے والے نامہ نگار جیسے ہوتے تب الہام کی حقیت کی قلعی فاش ہوتی بغیر ثبوت کے دعوی زبانی صرف لن ترانی ہے نہ کہ الہام آسمانی۔

سیزدہم: مرزا کو..خداوند کریم نے...روپئہ کا الہام پہنچایا اور خدا کا الہام سچا نکلا۔ایک آریہ اس کا گواہ ہے۔،

اس کی بابت وہی آریہ کہتا تھا کہ ان دنوں ہم کو بہ سبب ضرورت کے...کی خوابیں آیا کرتی تھیں اور مرزا صاحب کو لوگ خطوط ارسال کرتے تھے بعد ازاں روپئہ آتے تھے بلکہ مرزا صاحب کی خوابوں سے تو میری اکثر راست ہوا کرتی تھیں اور مرزا کی دروغ۔

مرزا صاحب کے الہاموں کے گواہ لالہ ملاوامل، ولالہ شرمپت رائے ہیں انہوں نے آج کل ایک اشتہار بھی مرزا کے برخلاف طبع کرایا جو اسی کتاب کے اخیر میں درج ہے۔ .... میں نے مرزا صاحب کی اس قدر زبان درازیاں دیکھ کر ایک خط بنام سکرٹری آریہ سماج قادیان کے ارسال کیا جس کا مضمون ہے:

مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ میں نے آریہ سماج قادیان والوں کو کرامات وغیرہ خوارق عادت بتلائی اور الہامات کی لذتیں چکھائی ہیں اور ان کے دل کی باتیں بھی بوجھی ہیں، آیا یہ سچ ہے یا نہ۔،

اسکے جواب میں ایک خط قادیان سے میرے نام آیا جس کی نقل لفظ بلفظ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

جناب مکرم ومعظم بندگان لیکھ رام صاحب۔نمستے۔تمہارا اشتہار در بارہ استفسار احوال الہامات و غیرہ کے جو مرزا غلام احمد صاحب نے یا ان کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہوگا وہ پہنچا کمال خوشی حاصل ہوئی۔ جناب من! یہاں پر سماج نہیں ہے ہم صرف چار پانچ اشخاص آریہ مت والے یہاں قادیان میں ہیں اور ہم میں سے کوئی کسی قسم کی کرامات وغیرہ..ان کی، کا قائل نہیں ہے ہم لوگوں کے، جو اصول آریوں کے ہیں، وہی ہیں۔فقط نیاز۔شرمپت رائے...کشن سنگھ..رام جیکشن از مقام قادیان ضلع گورداسپور...مارچ ۱۸۸۴ء۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۱۵۶۔۱۶۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنڈت لیکھ رام لکھتا ہے: ایک دفعہ مرزا صاحب کے مکان پر قادیان میں نامہ نگار بیٹھا تھا اور چند معزز آریہ اور چند مسلمان بھی تشریف رکھتے تھے۔ مرزا صاحب نے اثناء گفتگو میں فرمایا۔ مجھ کو فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔، میں نے کہا کہ کیا سچ کہتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے ایک کاغذ کے پرچہ پر پنسل سے حرف ...لکھ کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیا اور پوچھا کہ براہ مہربانی فرشتوں سے پوچھ کر بتلاؤ کہ میں نے کون سا حرف لکھا ہے ۔، ایک عرصہ تک کچھ منہ میں گنگناتے رہے، بعد ازاں کہا کہ اس طرح نہیں، کسی اور جگہ رکھو۔ میں نے اپنی پاکٹ میں ڈال دیا، پھر پوچھا تو ٹھوڑی جھکالی اور خیالی اور وہمی فرشتوں سے پوچھتے رہے، مگر کچھ نہ بتلا سکے اور شرمندہ ہو کر لاجواب ہو گئے۔، اس امر کے وہاں دس بارہ آدمی متفق اللفظ گواہ ہیں، اور مرزا صاحب بھی غالباً حلفاً انکار نہ کر سکیں گے۔ (تکذیب براہین احمدیہ۔ ص ۱۶۷)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

اور پھر اسکے بعد دو دفعہ بذریعہ خط رجسٹری شدہ حقیت دین اسلام بدلائل واضح ان کو متنبہ کیا گیا اور دوسرے خط میں یہ بھی لکھا گیا کہ اسلام وہ دین ہے جو اپنی حقیت پر دوہرا ثبوت ہر وقت موجود رکھتا ہے ایک معقول دلائل سے جن سے اصول حقہ اسلام کی دیوار.... مضبوط اور مستحکم ثابت ہوتی ہیں دوسری آسمانی نشانات وتائیدات اور غیبی مکاشفات اور رحمانی الہامات ومخاطبات ودیگر خوارق عادات جو اسلام کے کامل متبعین سے ظہور میں آتی ہیں جن سے حقیقی نجات اسی جہان میں سچے ایمان دار کو ملتی ہے۔، یہ دونوں قسم کے ثبوت اسلام کے غیر میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور نہ ان کو طاقت ہے کہ اسکے مقابلہ پر کچھ دم مار سکیں۔

جواباً پنڈت لیکھ رام کہتا ہے: آپ شیخی مارنے کو تو شیخ چلی سے بھی بڑھ کر ہیں اور ہے بھی سچ.. پہلے آپ نے پرنس بسمارک وزیر اعظم سلطنت جرمن کو رجسٹری بھیجی۔ آپ نے مسٹر گلیڈ سٹون کو دعوت کی آپ نے نیو یارک میں لارڈ صاحب کو خط لکھا، وغیرہ، ایسے ہی بہت صاحبان کے پاس آپ کی رجسٹری پہنچی جس میں آپ نے لکھا تھا کہ ایک سال تک آ کر میرے پاس ٹھہرو، یا خوارق عادات وآسمانی نشان بتلاؤ نگا ورنہ دوسو روپئہ ماہواری کے حساب سے تنخواہ بطور ہرجانہ یا جرمانہ کے دونگا۔ آپ تیس مار خان بلکہ پچاس مار خان ہیں۔ وہ حقیت دین اسلام والے خط کیوں طبع نہ کرائے کہاں چھپا رکھے۔ میں نے آپ کو اس قدر خط لکھے اور طبع بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرائے اور آپ حیلہ حوالہ فرماتے رہے۔اس وقت وہ حقیت اسلام کا دوہرا ثبوت کہاں تختہ تابوت کی طرح پڑا تھا جب میں دو ماہ قادیان میں رہا آپ کے بالا خانہ میں بھی شرائط مباحثہ کے واسطے حاضر ہوا وہ دوہرا ثبوت کس لاہوت میں گیا تھا..اور کرامات کے متعلق جس قدر الفاظ آپ نے جمع کر کے قافیہ باندھا ہے ان سب کا جواب معجزات کی تردید میں آچکا ہے، زیادہ سوائے فضولیات کے اس میں اور کچھ نہیں ہے۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۲۷۰۔۲۷۱)

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے: دس ہزار روپیہ کا اشتہار آپ کا سراپا جھوٹ اور فریب اور جعل ہے آپ کی منقولہ اور غیر منقولہ کسی قسم کی جائیداد اس قیمت کی نہیں ہے، تمام قصبہ قادیان کے ہندو مسلمان آریہ وغیرہ میرے گواہ ہیں، بلکہ تمام ضلع گورداسپور کے لوگ آپ کی قلاشی اور ذریعہ معاش سے آگاہ ہیں۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۲۷۵۔۲۷۶)

تکذیب براہین الاحمدیہ کے خاتمہ پر پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے:

جس قدر مرزا صاحب نے اپنے الہامی اور قرآنی خزانہ بے معنی اور خیالی اعتراض کئے تھے ان کے جواب اول مرتبہ یکم اکتوبر ۱۸۸۴ء کو روبروئے ایک جماعت کثیرہ کے آریہ سماج گورداسپور میں سنائے گئے تھے۔اس کا باعث صرف یہی تھا کہ شاید کتاب دیر سے طبع ہووے جہاں پر باوجود فاصلہ قریب کے اشتہار ارسال کرنے پر بھی مرزا صاحب مباحثہ کے واسطے تشریف نہ لائے۔دوسری مرتبہ قادیان میں جاکر تمام باشندگان قادیان کو جواب براہین الاحمدیہ کا اول مرزا صاحب کی کتاب سے اعتراض پر اپنی کتاب سے اور زبانی جواب سنائے گئے جس سبب سے اس گردونواح کا بچہ بچہ ان کی مکاری وعیاری سے خبردار ہوگیا۔قادیان جانے کے وجوہات سے ایک وجہ یہ ہے:

مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ جو آریہ ہمارے پاس آوے اور ایک سال رہے اگر اس عرصہ کے اندر خوارق عادات وکرامات وصداقت اسلام سے مشرف نہ ہووے تو ہم اس کو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہرجانہ یا جرمانہ دیویں گے۔.....

مرزا صاحب کو کسی شرط پر قائم کرانے کے واسطے تین مرتبہ الہامی کوٹھ (مرزا جی کے بالا خانہ) پر بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا، مگر مرزا صاحب کسی شرط پر نہ ٹھہرے۔ ایک دن سے لے کر دو سال تک رہنے کی شرائط کو بھی منظور کیا، مگر مرزا صاحب کسی اقرار پر نہ جمے۔ اگر کرامات کا نام ونشان بھی ہوتا تو ٹھہرتے، مگر وہاں تو آسمانی نشان کا نام و نشان ندارد ہے۔ ہاں خدا کے فضل سے اتنا ضرور ہوا کہ ان کی آمدنی کے تمام ناجائز وسائل بند ہو گئے، یکوں میں بیٹھ کر دور دراز شہروں سے مسافروں کا پیر صاحب کی زیارت کو آنا اور نذریں چڑھانا قطعی مسدود ہوا، آخر نوبت بایں جارسید کہ تمام جمع کئے ہوئے سرمایہ کو کھا چکے اور کچھ روپیہ قرض لے کر انبالہ کی طرف ہجرت کر گئے

ہزاروں چوچلے کرتا رہا قسم کے ساتھ　　نہ اک بھی پورا کیا منکر زمانی نے
دکھا کے ناز کرشمہ جہاں کو بہلایا　　بہت سا لوٹا ہے لوگوں کو قادیانی نے
سبھوں کو دیتا تھا بیٹے پر اس کی بدقسمت　　نہ چھوڑا اس کو صحیح حمل کی گرانی نے
نجومی لوگوں کو بتلاتا تھا فلک کے حال　　بلا میں ڈالا اسے قہر آسمانی نے
بڑا جو بول ہے ہر ایک کو گراتا ہے　　رلایا مرزا کو بھی اس کی لن ترانی نے

افسوس! کہ باوجود اس قدر دعاوی کے مرزا نے کسی کو بھی بپایہ صداقت نہ پہنچایا اور ہمیشہ عندالاستفسار مکروفریب کو کام فرمایا۔　　(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۲۹۶۔۲۹۷ ملخصاً)

مراسلت مابین قادیانی ولیکھرام

مولانا دلاوریؒ نے لکھا ہے: پنڈت لیکھرام اوائل میں پشاور کے محکمہ پولیس میں ملازم تھا جب پنڈت دیانند سرستی سے عقیدت ہوئی تو پولیس کو چھوڑ کر آریہ پرچارک بنا۔ پہلے آریہ سماج پشاور میں اور پھر آریہ سماج وچھووالی لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں مرزا غلام احمد کا ایک اشتہار نظر سے گذرا..۔ یہ اشتہار پڑھ کر انہوں نے ارادہ کیا کہ مرزائی ڈھول کا پول ضرور کھولنا چاہیے۔ اس خیال کے پیش نظر مرزا صاحب سے خط وکتابت شروع کر دی۔ (رئیس قادیان۔ص ۱۶۲)

یہ خط وکتابت تکذیب براہین احمدیہ سے نقل کی جاتی ہے۔ لیکھرام کا کہنا تھا کہ خطوط ذیل ماسوائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطوط نمبر ۸۔۹ کے اخبار کوہ نور لاہور، آفتاب پنجاب، خیر خواہ کشمیر میں شائع ہو چکے ہیں۔ (مرزا صاحب کے خطوط، مکاتیب احمدیہ جلد دوم میں بعینہ موجود ہیں۔ بہاء)

جناب مرزا صاحب۔ خدا ہدایت دیوے۔ بعد آداب دوستانہ کے گذارش ہے۔ آپ کا خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہور بلا تاریخ آج میرے مطالعہ سے گذرا۔ خدا آگاہ ہے کہ جب سے آپ نے براہین احمدیہ کا ابتدائی اشتہار سفیر ہند اخبار میں طبع کرایا تھا اس روز سے آج تک آپ نے جس قدر خامہ فرسائی کی ہے سب کو بغور ملاحظہ کرتا رہا اور ہمیشہ اشتیاق ملاقات کا رہا۔ خط کے مضمون کو کما ینبغی پڑھا۔ یہ خط جس کے لکھنے کی آپ کو بفحوائے مضمون خدا کی طرف سے اجازت ہوئی ہے کہ ہم آریہ لوگوں اور غیر مذاہب والوں کو بھی آپ دین اسلام کی طرف مدعو کریں اور جو کوئی ہم میں سے اس منشاء سے بشرط آپکے پاس ایک سال تک رہنے کے اگر وہ کوئی نشان آسمانی یا کرامات صداقت دین اسلام وقرآن شریف کو نہ دیکھے، اور تسلی پا کر مسلمان نہ ہووے، تو آپ اس کو دوسو روپیہ جرمانہ یا ہرجانہ ماہوار کے حساب سے دینا منظور کرتے ہیں۔ پس... راقم الحروف آپ کی خدمت میں بنا بر دریافت نشان آسمانی ومعجزات وصداقت دین اسلام کے حاضر ہونے کو بموجب آپ کے وعدہ کے مستعد ہے۔ مگر بایں شرط کہ آپ اول بحساب دوسو روپیہ ماہوار کے کل ۲۴۰۰ روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرما دیویں اور اقرار نامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات و معجزات وغیرہ سے تسلی نہ پا کر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ ۲۴۰۰ روپیہ بطور ہرجانہ کے بلا عذر وحیلہ خزانہ سرکار سے مجھ کو مل جاوے اور وہ روپیہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکار میں مکفول رہے، اس کے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

جواب اس عریضہ کا اندر میعاد ایک ہفتہ کے بمقام آریہ سماج لاہور میرے پاس ارسال فرماویں۔ اگر حسب شرائط مطبوعہ جناب کے یہ شرائط آپ قبول یا منظور نہ فرماویں گے تو سمجھا جاویگا کہ آپ نے یہ تحریص لغو بتلا کر اپنے خلاف دعوی کو ثابت کرنا چاہا ہے اور اسی سے آپ کے دعوی کی تکذیب بھی لازم آویگی اور عام وخاص میں مشتہر کی جاویگی۔

اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو مندرجہ بالا تحریر کو منظور فرما کر بندوبست کریں۔ مجھے ایک سال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک آپ کی شاگردی سچے دل سے منظور ہے۔ بروقت آنے کامل جواب کے اور داخل ہو جانے مبلغان ہرجانہ کے اور تجویز ہو جانے شرائط اقرار نامہ کے بندہ بلا عذر حاضر خدمت ہو جاوے گا۔۳۔اپریل ۱۸۸۵ء۔

پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور از مقام امرتسر

۲۔قادیانی جواب: از غلام احمد بطرف پنڈت صاحب۔بعد ما وجب۔

آپ کا خط ملا۔آپ لکھتے ہیں کہ خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہوری میرے مطالعہ سے گذرا۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک یہ خط آپ نے مطالعہ نہیں کیا کیونکہ تحریر آپ کی شرائط مندرجہ خط مذکور بالا سے بکلی برعکس ہے۔ اول اس عاجز نے اپنے خط مطبوعہ کے مخاطب وہ لوگ ٹھہرائے ہیں جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور اور مقتداء ہیں جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر مؤثر ہوسکتا ہے مگر آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں ہیں۔اگر میں نے اس رائے میں غلطی کی ہے اور آپ فی الحقیقت مقتداء و پیشوائے قوم ہیں، تو بہت خوب، میں زیادہ تر آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صرف اتنا کریں کہ پانچ آریہ سماج میں یعنی آریہ سماج قادیان، آریہ سماج لاہور، آریہ سماج پشاور، آریہ سماج امرتسر، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں، سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں کہ جو پنڈت لیکھرام صاحب ہم سب لوگوں کے مقتداء اور پیشوا ہیں۔اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائینگے اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لینگے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائینگے ۔پس اگر آپ مقتدائے قوم ہیں تو ایسا اقرار نامہ پیش کرنا آپ پر کچھ مشکل نہیں ہوگا بلکہ تمام لوگ آپ کا نام سنتے ہی اقرار نامہ پر دستخط کر دیں گے۔ کیونکہ آپ پیشوا قوم جو ہوئے۔لیکن اگر آپ اپنا مقتداء قوم ہونا ثابت نہ کرسکیں اور ایسا اقرار نامہ مرتب کر کے دو ہفتہ تک میرے پاس نہ بھیج دیں تو آپ ایک شخص عوام الناس سے سمجھے جائینگے جو قابل خطاب نہیں۔ یہ بات آپ پر واضح رہے کہ اس معاملہ میں خط مطبوعہ میں شرط بھی درج ہے کہ مقتدائے قوم ہو (دیکھو سطر دہم خط مطبوعہ) اب مقتدا ہونا بجز مقتدیوں کے اقرار کے کیونکر ثابت ہو اور یہ بات کہ ہم نے اپنے خط مطبوعہ میں یہ شرائط لازمی کیوں رکھی کہ شخص ممتحن مقتدائے قوم ہو عوام الناس نہ ہو، اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس میں سے کسی کو مغلوب اور قائل کرنا دوسروں پر موثر نہیں ہوسکتا بلکہ ایسے شخص کے تجربہ کو خواص لوگ سادہ لوحی اور عدم بصیرتی پر حمل کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ کوئی گروہ اس کا اتباع کر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہ راست پر آوے حق کی ہدایت یابی کو کسی غرض نفسانی پر مبنی سمجھ لیتے ہیں۔

ماسوا اس کے ان خطوط مطبوعہ کے بھیجنے سے میری غرض تو یہ ہے کہ ہر ایک قوم پر حجت پوری ہو کر حصہ پنجم میں اس تمام حجت کا احوال درج کیا جائے لیکن ایک عامی آدمی کے قائل اور مسلمان ہو جانے سے قوم پر کیونکر حجت پوری ہو جائیگی۔ عامی کا عدم وجود قوم کے نزدیک برابر ہے۔ کیا اس جگہ کے بعض آریہ سماج کے ممبروں کی شہادت سے جنہوں نے بچشم خود بعض نشانوں کو دیکھا ہے آپ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں؟ تو پھر کیوں کر امید رکھیں کہ آپ کی شہادت قوم پر موثر ہو گی حالانکہ آپ قادیان کے بعض آریوں سے جنہوں نے بعض نشانوں کو مشاہدہ کیا ہے، حیثیت اور عزت اور لیاقت میں زیادہ نہیں ہیں۔ بہر حال ہم کو اس خط مطبوعہ پر عمل کرنا لازم ہے جو کہ آپ بنظر سرسری دیکھ چکے ہیں۔ اگر قوم کے مقتدا مخاطب ہونے کیلئے مخصوص نہ ہوں تو یہ سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوگا۔ مناسب ہے کہ آپ بہت جلد اسکا جواب لکھیں کیونکہ اگر آپ مقتداء قوم کے قرار پا گئے تو دوسرے مراتب اس کے بعد طے ہوں گے اور جو مبلغ دو سو روپیہ ماہواری کے حساب سے ۲۴ سو روپیہ بصورت مغلوبیت دینا تجویز کیا ہے یہ بھی اسی لحاظ یعنی مقتدائے قوم کی وجہ سے قرار پایا ہے۔ پھر خواہ وہ مقتدا، تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنے اپنے حصہ ٹھہرالیں۔

اب خلاصہ کلام، آپ یہ یاد رکھیں کہ ہم نے تین ماہ تک حصہ پنجم کا چھپنا ملتوی کر کے ہر ایک کے قوم کے سرگروہ کو خطوط مطبوعہ بصیغہ رجسٹری بھیجے ہیں کیونکہ قوم کے سرگروہ کل قوم کا حکم رکھتے ہیں عوام الناس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں اور نہ اس سے بحث کا سلسلہ کبھی ختم ہو سکتا ہے۔

جو شخص ہمارے مقابل آنا چاہے (آپ ہوں یا کوئی اور ہوں)، اول اس کو یہ ثبوت دینا چاہیے کہ وہ درحقیقت وہ مقتدائے قوم ہے اور اسکی قوم کے لوگ اس بات پر مستعد ہیں کہ اسکے قائل اور اقراری ہو جانے سے بلا حجت وحیلہ دین اسلام میں داخل ہو جائینگے۔ سو مناسب ہے کہ آپ سعی اور کوشش کر کے پانچوں آریہ سماج کے جس قدر ممبر ہوں ان سے حلفاً اقرار نامہ لے لیں اور نام بنام ان سے دستخط کرائیں اور اس اقرار نامہ پر دس یا بیس ثقہ مسلمانوں اور بعض پادریوں کے دستخط بھی ہوں تاکہ وہ اقرار نامہ مع آپکے اقرار نامہ اور ہمارے اقرار کے چند اخباروں میں چھپوایا جائے۔ لیکن جب تک آپ اس طور سے اپنا سرگروہ ہونا ثابت نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں تب تک آپ عوام الناس میں سے محسوب ہونگے۔ ہمارے خط کو غور سے دیکھو اور اس کے منشاء کے مطابق قدم رکھو۔ ان خطوط سے اصل مطلب تو ہمارا یہی تھا کہ قوموں کے سرگروہوں کو قائل یا لاجواب کر کے کل قوموں پر (ہندو ہوں یا عیسائی) اتمام حجت کیا جائے۔ پس جو لوگ سرگروہ ہی نہیں ان کے لاجواب یا قائل کرنے سے ہمارا مطلب کیونکر پورا ہوگا اور حصہ پنجم کے چھپنے کی کب نوبت آئیگی۔ اور اگر خدا توفیق دیوے تو اپنے آریہ بھائیوں کی شہادت کو ہی کافی سمجھو کیونکہ وہ بھی تو تمہارے ہی بھائی ہیں۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۷۔ اپریل ۱۸۸۵ء مطابق یکم رجب ۱۳۰۲ھ

۳۔ لیکھ رام کا جواب: مرزا صاحب! آپکا خط بجواب میرے نیاز نامہ کے آج ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو موصول ہوا۔ اسکے پڑھنے سے اور ہی کیفیت نظر آئی۔ سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھلانے کے اور۔ میرا خیال تھا کہ آپ بموجب مضمون خط کے وعدہ کے بھی ویسے ہی سچے ہونگے، مگر وہ غلط نکلا... آپ بقول شخصے، آب ندیدہ وموزہ از پا کشیدہ، پر عمل کر رہے ہیں مگر قبل از مرگ واویلا خوب نہیں

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں بہ غلط بر ہدف زند تیرے
وقتے از حکیم روشن رائے بر نیاید درست تدبیرے

آپ کا یہ فرمانا کہ آریہ سماج قادیان، آریہ سماج لاہور، آریہ سماج پشاور، آریہ سماج امرتسر، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں، سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں جو پنڈت لیکھ رام صاحب جو ہم سب لوگوں کے مقتداء و پیشوا ہیں اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں گے اور کوئی نشانی آسمانی دیکھ لیں گے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں گے..الخ۔ اس بات کو تصدیق کرتا ہے کہ حیلہ جورا بہانہ بسیار،۔

..کیا آپ مندرجہ ذیل معزز و محقق مسلمانوں کے آریہ ہو جانے سے ویدوکت دھرم کو گرہن کرنے کیلئے مجبور ہو سکتے ہیں۔ نام ان لوگوں کے یہ ہیں جنہوں نے لیاقت علمی و صداقت باطنی و روشنی روحی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیقات کامل کرکے آریہ دھرم کو اختیار کیا ہے اگرچہ وہ تعداد میں کئی ہیں مگر چند بھائیوں کے نام درج کرتا ہوں ۔مولوی محمد عمر، مولوی عبداللہ، مولوی غلام شاہ، قاضی نظام الدین، حافظ غلام مصطفیٰ وغیرہ۔ پس یہاں پر اگر آپ کا قول درج کردوں تو عین مناسب ہے کہ اگر خدا آپ کو توفیق دیوے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی شہادت کو کافی سمجھو کیونکہ آخر وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔الخ

مرزا صاحب! اپنے گھر میں کچھ کا کچھ سمجھ لینا شایان شان عقلمندی نہیں ہے۔ بالفرض محال اگر آپ آریہ ہو جاویں تو کیا آپ کے بھائی رشتہ دار وغیرہ موضع قادیان کے رہنے والے اہل اسلام آریہ دھرم قبول کرلیں گے۔ کبھی نہیں۔ پس اس معاملہ میں زیادہ تحریر واجب نہیں جانتا ہوں مگر صرف اتنا لکھنا ضروری ہے

باندازہ ءبود باید نمود　　　　خجالت نبرد آنکہ بنمود بود

مرزا صاحب ادعائے بے معنی سے سوائے خجالت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے جیسے اگر آپ بعد کامل تحقیقات کے آریہ ہو جاویں تو آریہ دھرم کی صداقت کا عمدہ ثبوت ہے، ویسا ہی ایک میرے جیسے کا خدا نخواستہ مسلمان ہو جانا دین اسلام کی خوارق عادات کا ایک بہتر و برتر معجزہ ہوگا۔ چونکہ مجھے آریہ سماج قادیان کے ممبران سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے پس آزمودہ را آزمودن جہل است۔ علاوہ براں وہاں کوئی ایسی سماج بھی نہیں ہے صرف دو تین ممبر آریہ خیال والے رہتے ہیں۔ آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ خواہ وہ مقتدا تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنا اپنا حصہ ٹھہرا لیں..الخ

یہ درحقیقت آپ کی خوش فہمی ہے ورنہ آریہ سماج والوں کا یہ اعتقاد و خواہش نہیں ہے،

پس اب آخری خلاصۃً یہ عرض ہے کہ آپ کا یہ تحریر کہنا کہ ہر پانچ سماجوں کے ممبروں سے اقرار نامہ حلفاً تحریر کروا کر ارسال کریں، صرف ٹال مٹول اور حیلہ پردازی و ظاہر آرائی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ جس سماج سے چاہیں آپ براہ راست یا میری معرفت وغیرہ طور پر تسلی کر سکتے ہیں کہ میں اس طمع نفسانی سے پاک ہوں اور نہ آپکے گنج قارون کے حاصل کرنے کی تمنا ہے، صرف تحقیق حق منظور ہے مگر افسوس کہ آپ بالکل پہلوتہی فرما رہے ہیں۔ ہاں یہ تو میں خود بھی لکھتا ہوں کہ عوام آریہ نہیں ہوں بلکہ خاص سے ہوں۔ پس مصرعہ، جو اس پر بھی نہ سمجھے پھر تو اس بت سے خدا سمجھے۔ اگر جواب کامل اس کا ایک ہفتہ تک نہ آیا تو مفصل حال آپ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوے کا اخباروں میں طبع کیا جائے گا۔ ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء۔

نیاز مند لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔ از مقام لاہور

۴۔ **قادیانی جواب:** مشفق پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ماوجب۔

آپ کا خط مرقومہ ۹۔ اپریل ۱۸۸۵ء مجھ کو ملا۔ آپ نے بجائے اسکے کہ میرے جواب پر انصاف اورصدق دل سے غور کرتے ایسے الفاظ دور از تہذیب وادب اپنے خط میں لکھے ہیں جو میں خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی مہذب آدمی کسی سے خط وکتابت کر کے ایسے الفاظ لکھنا روا رکھے۔ پھر آپ نے اسی اپنے خط میں تمسخر اور ہنسی کی راہ سے دین اسلام کی نسبت توہین اور ہتک کے کلمات تحریر کئے ہیں اور بغیر سوچنے سمجھنے کے ہجو ملیح کی طرح مکروہ اور نفرتی باتوں کو پیش کیا ہے۔

اگرچہ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس قدر طالب حق ہیں لیکن پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی سخت اور بدبودار باتوں پر صبر کر کے دوبارہ آپ کو اپنے منشاء سے مطلع کروں کیونکہ یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ شاید آپ نے میرے پہلے خط کو غور سے نہیں پڑھا اور اشتعال طبع مانع تفکر وتدبر ہو گیا۔ سو اب میں پھر اپنے اسی جواب کو دوہرا کر تحریر کرتا ہوں۔

صاحب! میں نے جو پہلے خط میں لکھا تھا اس کا خلاصہ مطلب یہی ہے جواب میں گذارش کرتا ہوں، یعنی ان دنوں میں اتمام حجت کی غرض سے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سات سو خط چھپوا کر ان مخالفین مذاہب کی طرف روانہ کروں جو اپنی اپنی قوم کے سرگروہ اور میر مجلس ہیں۔ اور یہ قرار پایا کہ چونکہ ہر ایک قوم میں اوسط اور ادنی درجہ کے آدمی ہزارہا بلکہ لکھوکہا ہوا کرتے ہیں، اس لئے یہی مناسب ہے کہ یہ خطوط مطبوعہ ان چیدہ چیدہ اور اعلی درجہ کے لوگوں کی طرف روانہ کئے جائیں کہ جو خواص اور قلیل الوجود آدمی ہیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سوچا گیا کہ ایسے لوگ اگر قادیان میں ایک برس تک ٹھہرنے کیلئے بلائے جائیں تو ان کی دنیوی عزت اور آمدنی کے لحاظ سے دوسو روپئہ ماہواری ان کیلئے شرط مقرر کرنا مناسب ہوگا کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ وہ لوگ جس قدر اپنے اپنے مکانات میں بذریعہ نوکری یا تجارت وغیرہ وجوہ معاش حاصل کرتے ہیں وہ غالباً اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازہ کے قریب قریب ہوگا۔ غرض جو دوسو روپیہ کی جو رقم مقرر کی گئی وہ محض بنظر اندازہ وجوہ معاش ان اعلیٰ درجہ کے سرگروہوں کے مقرر ہوئی، تاکہ وہ لوگ یہ عذر پیش نہ کریں کہ قادیان میں ٹھہرنے سے ہمارا دوسو روپیہ کا ہرج متصور ہے۔ اور اسی غرض سے خطوط مطبوعہ میں یہ بھی اندراج پایا کہا گر دوسو روپیہ ماہواری کسی صاحب کی حیثیت دنیوی سے کم ہو تو جہاں تک ممکن ہوا ان کو دوسو روپیہ سے کچھ زیادہ دیا جائیگا۔

اب آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ وہ دوسو روپیہ کہ جو اعلیٰ درجہ کے لوگوں کیلئے بلحاظ حیثیت دنیوی ان کے خطوط مطبوعہ میں اندراج پایا ہے، اسی قدر روپیہ ملنے کی شرط سے میں قادیان میں آتا ہوں، سو آپ خود انصاف فرمالیویں کہ آپ کیونکر اس قدر روپیہ پانے کی شرط کرسکتے ہے۔ ہاں اگر آپ کسی جگہ دوسو روپیہ ماہواری پاتے ہیں تو پھر اس صورت میں مجھے کسی طور سے عذر نہیں ہے۔ آپ مجھ پر یہ ثابت کردیں کہ میں اسی حیثیت کا آدمی ہوں اور اگر ایسا ثابت نہ کرسکیں تو پھر آپ کے لئے یہ منظور کرتا ہوں کہ جس قدر آپ نوکری کی حالت میں تنخواہ پاتے رہے ہیں وہی تنخواہ حسب شرائط متذکرہ خطوط مطبوعہ آپ کو دونگا۔ لیکن آپ خود انصاف کرلیویں کہ جو تنخواہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لئے ان کی ماہواری آمدنی کے لحاظ سے اور ان کے ہرجہ کثیرہ کے خیال سے خطوط مطبوعہ میں لکھی گئی ہے وہ کیونکر ان لوگوں کو دی جائے جو اس درجہ کے آدمی نہیں ہیں۔ اور اگر ہر ایک ادنی اعلیٰ کیلئے دوسو روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اسقدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔

آپ تحکم کی راہ سے کلام نہ کریں اور جو میں خطوط کے چھاپنے کے وقت انتظام کیا ہے اس کو خوب سوچ لیں۔ اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ دوتین روز کے لئے قادیان میں آجائیں اور بالمواجہہ گفتگو کرکے اس بات کا تصفیہ کریں۔

مجھے یہ بھی منظور ہے کہ دوتین شریف اور معزز آریہ جیسے منشی جیونداس لاہور میں ہیں وہ مجھ سے ملاقات کرکے جو اس بارہ میں تصفیہ کریں وہی قرار پاجائے۔ میں ناحق کی ضد کرنا نہیں چاہتا، نہ کوئی حیلہ بہانہ کرنا چاہتا ہوں آپ غور سے میرے خط کو پڑھیں۔

اور یہ جو آپ نے اپنے خط کے اخیر پر لکھ دیا ہے کہ قادیان کے آریہ لوگوں سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے، یہ الفاظ بھی منصفین کے سامنے پیش کرنے کے لائق ہیں۔ جس حالت میں قادیان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض آریہ جو میرے پاس آمدورفت رکھتے ہیں اب تک زندہ موجود ہیں اور اس عاجز کے نشانوں کے قائل اور مقر ہیں، تو پھر نہ معلوم کہ آپ نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ وہ لوگ منکر ہیں۔ اگر آپ راستی کے طالب تھے، تو مناسب تھا کہ آپ قادیان میں آکر میرے روبرو اور میرے مواجہہ میں ان لوگوں سے دریافت کرتے تا جو امر حق ہے آپ پر واضح ہو جاتا۔ مگر یہ بات کس قدر دیانت اور انصاف سے بعید ہے کہ آپ دور بیٹھے قادیان کے آریوں پر ایسی تہمت لگا رہے ہیں۔ ذرا آپ سوچیں کہ جس حالت میں، میں نے انہیں آریوں کا نام حصہ سوم و چہارم میں لکھ کران کا شاہد خوارق ہونا حصص مذکورہ میں درج کر کے لاکھوں آدمیوں میں اس واقعہ کی اشاعت کی ہے تو پھر اگر یہ باتیں دروغ بے فروغ ہوں تو کیونکر وہ لوگ اب تک خاموش رہتے، بلکہ ضرور تھا کہ اس صریح جھوٹ کے رد کرنے کیلئے کئی اخباروں میں اصل کیفیت چھپواتے۔ اور مجھ کو ایک دنیا میں رسوا اور شرمندہ کرتے۔ سو منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ لوگ باوجود شدت مخالفت اور عناد کے اسی وجہ سے خاموش اور لاجواب رہے کہ جو جو میں نے شہادتیں ان کی نسبت لکھیں وہ حق محض تھا۔ اور آپ پر لازم ہے کہ آپ اس ظن فاسد سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے قادیان میں آکر اس بات کی تصدیق کر جائیں۔ تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد۔ جواب سے جلد تر مطلع کریں۔ راقم۔ مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء

۵۔ لیکھ رام کا جواب: مہربان من مرزا غلام احمد صاحب تسلیم

آپ کا خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء بہت انتظاری کے بعد ۲۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو مجھے پشاور میں ملا۔ چونکہ پشاور آریہ سماج کا چوتھا سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶، اپریل ۱۸۸۵ء کو تھا، اس واسطے مجھ کو لاہور سے ۱۸۔ اپریل کی گاڑی میں پشاور آنا ہوا۔ ۵۔ ۶ روز کثرت کار جلسہ کے سبب فرصت نہ ملی، آج عندالفرصت جواب عنایت نامہ کا تحریر خدمت کرتا ہوں۔ اس قدر دیری کو معاف فرمایئے۔

یہ خط آپ کا بھی میں نے غور سے پڑھا اور تامل سے بچارا اور ساتھ ہی اپنے خط نمبر ۲ کو حرف بحرف مطالعہ کیا، مگر کوئی حرف یا کلمہ دور از تہذیب و ادب اس میں نہیں دیکھا۔ نہیں معلوم کہ آپ نے اس خط میں اس قدر باتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہاں سے نکال لیں۔ ہاں اگر جواب معمولی سے بھی مزاج مبارک برافروختہ ہوتی ہے تو تحقیق حق و باطل و تصدیق صدق وکذب سراپا محال ہے۔افسوس کہ اپنے خط نمبرا کی تادیب وتہذیب پر دھیان نہیں دیتے ہو،اور میرے صاف خط کو بھی مہذبانہ نہیں بتلاتے۔اگر اس سے اسلامی تحکم جتلانا مراد ہے تو علیحدہ امر ہے ورنہ اس میں کوئی امر مانع اخلاق نہیں ہے۔جس طرح آپ نے اتمام حجت کی غرض سے خطوط ارسال کئے ہیں اسی طرح میں نے بھی تردید حجت پر کمر باندھی ہے۔آپ کے پہلے خط مطبوعہ کا مطلب اور ہے اور خط مورخہ ۷۔ اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور اس خط محررہ ۱۶۔اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ واللہ اعلم آپ اپنی تحریرات سے کیوں پلٹے جاتے ہیں۔خط مطبوعہ کے برخلاف یا اس کی اندرونی تائید کے واسطے بہت باتیں آپ نے دل ہی دل میں پوشیدہ رکھیں۔اور غالباً اب بھی بہت باتیں مطلب براری کے واسطے پوشیدہ ہوں گی ...جو نتیجے آپ کی مختلف تحریروں سے برآمد ہوتے ہیں وہ کسی عاقل کے نزدیک کبھی تسلیم کے لائق نہیں ہیں اور نہ کوئی انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

بماہ ستمبر ۱۸۸۴ء جب میں بتقریب جلسہ آریہ سماج امرتسر کے گورداسپور گیا تھا اور وہاں پر اس امر کی نسبت کہ آپ نے جو دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے، درحقیقت جس حیثیت کے آدمی ہیں، دریافت کی گئی تو ایک معزز آدمی کی زبانی جو آپ کا پورا واقف تھا معلوم ہوا کہ آپ اس قدر جائداد بھی نہیں رکھتے ہیں بلکہ مقروض ہیں۔اب اس کی تصدیق آپ کی ہی تحریر سے ہوگئی کہ اگر ہر ایک کے لئے ۲ سو روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اس قدر روپیہ کہاں سے لاؤں۔

مرزا صاحب!اس سے لاؤ جس نے آپ کو بقول آپ کے نبی بنی اسرائیل کی طرز پر اصلاح خلق کے لئے مامور کیا ہے۔قادیان کے آریہ بھائیوں کی نسبت میں نے تہمت نہیں لگائی اور اپنے دعوی کا نہایت قوی اور مدلل ثبوت رکھتا ہوں جو براہین الاحمدیہ کے جواب تکذیب براہین الاحمدیہ میں درج ہو کر عنقریب چھپنے والا ہے۔اور وہ ان کی خط وکتابت ہے۔ان کو تہمت آپ نے لگائی ہے کہ ان کو میں نے کرامات بتلائی ہیں، جو بالکل صداقت سے خارج امر ہے۔میں آپکے روبرو بھی آنے کو مستعد تھا مگر ایک لائق آریہ برادر کی زبانی جو آپ کی ملاقات کو گیا تھا، معلوم ہوا کہ آپ زود رنج اور غصہ ور آدمی ہیں، تو خیال گذرا کہ شائد ان کی اس قدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہربانیوں کو میں برداشت نہ کرسکوں، اس واسطے ارادہ ملتوی کیا۔ لالہ شرم پت رائے نے شائد آپ کے دعوی کی تکذیب بھی برادر ہند یا ودیا پر کا شک میں کی تھی، مگر افسوس کہ مجھے اس طرح اچھی یاد نہیں ہے۔ اور اس میں میرے مہربان بھائی باوانراین سنگھ جی نے بھی ودیا پرکاشک میں بہت مشرح لکھا ہے العا قل تکفیه الا شارہ۔

اور جو باتیں اپنے پہلے خطوں میں تحریر کر چکا ہوں یا جو شہادتیں مذہبی یا عقلی بیان کی گئی ہیں سب کے ثبوت سلسلہ وار میرے پاس موجود ہیں۔ ایک مولوی صاحب ساکن لاہور جو علم دینی دنیوی وطب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں انہوں نے بھی آپ کی کراماتوں کی مفصل فہرست پیش کی تھی کہ آپ جاہلوں کے آگے بہت دسترس رکھتے ہیں۔... اور میرے اکثر دوست مسلمان جو آپ کے براہین احمدیہ کے خریدار ہیں یا جن کو آپ تبرکاً یا کسی اور پر کتاب دیتے ہیں بہ سبب منکر از کرامات ہونے کے وہی لوگ مجھے آپ کی عنایتوں کا مشکور کرتے رہتے ہیں مگر زیادہ طول دینا مجھے پسند نہیں ہے۔ صرف آخری گذارش ہے کہ اگر درحقیقت وعدے کے سچے اور حق کے محقق اور راستی کے طالب اور اصلاح خلق کے لئے مامور ہوئے ہیں، تو بموجب مضمون میرے پہلے خط کے بحساب دوسو روپئہ ماہوار کے کل دو ہزار چار سو روپئہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرماویں اور اقرار نامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات ومعجزات وغیرہ سے تسلی نہ پا کر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ مبلغان مجھ کو مل جاویں اور وہ روپئہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکاری میں مکفول رہے، اسکے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

اگر آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے بقول اپنے مامور ہوئے ہیں تو اس اقرار نامہ و ادخال روپئہ سے گریز کیوں فرماتے ہیں؟ جب سانچ کو آنچ نہیں اور آپ کو اپنے کراماتی سکہ پر امید ہے کہ قلب نہیں ہے تو کل عذر ومعذرت وحیلہ جوئی بے کار ہے جب خدا نے پیش گوئی فرمائی، اور علاوہ برآں آپ نے کئی مرتبہ آزمائی، تو ہم کو ملزم ولاجواب مغلوب ہی ہونا پڑے گا۔ خدا نے وعدہ آپ سے فرمایا، اور آپ ہی وعدہ پورا کرنے سے پہلوتہی فرما رہے ہیں جیسا کہ آپ کے خطوطات سے ظاہر ہے۔ پس کس طرح مانا جاوے کہ اس میں تخلف کا امکان نہیں ہے۔ جب کہ آپ کو ہی اس کا کامل امتحان نہیں۔ دعوی کرنا اتمام حجت کا اور اشتہار دینا کہ جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا مبلغان ادا کرونگا آپ جیسے کی عقل مندی کو بٹہ لگا رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسبب اسی آپ کے تخلف وعدہ کے کوئی آریہ بھائی آپ کے پاس آنا نہیں چاہتا۔مکرر سہ کرر تحریر کرتا ہوں کہ کراماتی زر کے آزمانے کے واسطے اپنی طبع کو محک امتحان بنانا چاہتا ہوں اور ایک سال تک آپ کی شاگردی اور قادیان کی حاضر باشی صدق دل سے منظور کرتا ہوں۔اگر اس دفعہ بھی وہی طول طویل عبارت اور مطلب حیلہ حوالہ رہا تو زیادہ خط وکتابت بے فائدہ ہوگی۔زیادہ نمستے۔....اپریل ۱۸۸۵ء۔

پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔از مقام پشاور

نمبر۶۔قادیانی جواب : مشفقی پنڈت لیکھرام صاحب۔بعد ماوجب

اگرچہ اس خاکسار نے آپ کے ان خطوط کے جواب میں جن میں آپ نے قادیان میں ایک سال ٹھہرنے کی درخواست کی تھی یہ لکھا تھا کہ چوبیس سو روپیہ لینے کی شرط آپ کا ایسی درخواست کرنا آپ کی عزت اور حیثیت عرفی کے برخلاف ہے لیکن چونکہ آپ اب تک اسی بات پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ میں آریہ سماج کے گروہ میں ایک بڑا عزت دار آدمی ہوں اور بزرگوار اور عالی مرتبت ہونے کی وجہ سے تمام آریہ سماجوں میں مشہور ومعروف ہوں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے اسی دعوی کو بعض اخباروں میں چھپوا کر جابجا مجھے بدنام کرنا چاہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس حالت میں، میں ایسا عزت دار آدمی ہوں اور پھر طالب حق، تو پھر کیوں مجھے آسمانی نشان کے دکھلانے اور اسلام کی حقیت مشاہدہ کرانے سے محروم رکھا جاتا ہے اور کیوں ۲۴ سو روپیہ دینے کی شرط پر مجھ کو قادیان میں ایک سال تک ٹھہرا کر آسمانی نشانوں کے آزمانیکی اجازت نہیں دی جاتی ۔

سو آپ پر واضح ہو کہ ہم نے جو آج تک آپ کی درخواست منظور کرنے میں توقف کیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ ہم اپنے خط مطبوع میں یہ شرط درج کر چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے۔اور ہر چند ہم نے کوشش کی، مگر ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ان معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دو سو روپیہ ماہواری خرچہ پانے کے مستحق ہیں۔مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوی پر غایت درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور سے بمبئی تک جس قدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھ کو معزز اور قوم میں سے ایک بزرگ اور سر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ سمجھتے ہیں اس لئے آپ کی طرف لکھا جاتا ہے کہ اگر آپ سچ مچ ایسے ہی عزت دار ہیں تو ہم آپ کی درخواست منظور کر لیتے ہیں اور جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کو تیار اور مستعد ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ شرائط مندرجہ خطوط مطبوعہ سے تجاوز کر کے اپنی پوری پوری تسلی کرنے کیلئے مجھ سے چوبیس سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں مجھے بھی حق پہنچتا ہے کہ میں بھی آپکے اس اقرار کو جو بعد دیکھنے کسی آسمانی نشان کے بلاتوقف قادیان میں ہی مسلمان ہو جاؤنگا آپ ہی کے اعتبار پر نہ چھوڑوں بلکہ جیسے آپ روپیہ وصول کرنے کے باب میں اپنی پوری پوری تسلی کریں گے ایسا ہی میں بھی آپ کے مسلمان ہونے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کرلوں جس سے مجھے بھی پورا پورا یقین اور کامل تسلی ہو جائے کہ آپ بھی درحالتِ انکار اسلام اپنی عہد شکنی کے ضرر سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

سو عدالت کی بات جس میں میں اور آپ برابر ہیں یہ ہے کہ ایک طرف یہ خاکسار چوبیس سو روپیہ حسب نشان دہی آپ کے کسی جگہ جمع کراوے اور ایک طرف آپ بھی اسی قدر روپیہ حسب نشان دہی اس عاجز کے بوجہ تاوان انکار اسلام کسی مہاجن کی دکان پر رکھوا دیں تا جس کو خدا تعالی فتح بخشے اس کیلئے یہ روپیہ فتح کی ایک یادگار رہے۔

یہ تجویز کسی فریق پر ظلم نہیں بلکہ فریقین کے لئے موجب تسلی وسراسر انصاف ہے کیونکہ جیسے آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ بصورت مغلوب ہونے اس عاجز کے ۲۴ سو روپیہ جبراً وصول نہیں کر سکتے، علی ہذا القیاس مجھے بھی یہ فکر ہے کہ میں بھی بعد مغلوب ہونے آپ کے آپ کو جبراً مسلمان نہیں کر سکتا۔ سو یہ انتظام حقیقت میں نہایت عمدہ اور مستحسن ہے کہ ایک طرف آپ وصولی روپیہ کیلئے اپنی تسلی کر لیں اور ایک طرف میں بھی ایسا بندوبست کرلوں کہ درحالت عدم قبول اسلام آپ بھی شکست کے اثر سے خالی نہ جانے پاویں اور اگر آپ اسلام کے قبول کرنے میں صادق النیت ہیں تو آپ کو روپیہ جمع کرنے میں کچھ نقصان اور اندیشہ نہیں کیونکہ جب آپ بصورت مغلوب ہو جانیکے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم کو آپ کے روپیہ سے کچھ سروکار نہیں ہوگا بلکہ یہ روپیہ تو صرف اس حالت میں بطور تاوان آپ سے لیا جائیگا کہ جب آپ عہد شکنی کر کے اسلام قبول کرنے سے گریز یا روپوشی اختیار کریں گے۔ سو یہ روپیہ بطور ضمانت آپ کی طرف سے جمع ہوگا اور صرف عہد شکنی کی صورت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضبط ہوگا، نہ اور کسی حالت میں۔

رہا یہ امر کہ آپ اس قدر روپیہ کہاں سے لائیں گے تو اس کا فیصلہ تو آپ ہی کے اقرار سے ہوگیا۔ جب کہ آپ نے اقرار کرلیا کہ میں بڑا عزت دار آدمی اور قوم میں مشہور و معروف ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ اتنے بڑے عزت دار ہیں تو اول یہ روپیہ آپ کے آگے کچھ چیز نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ آپ کے دولت خانہ میں جمع ہوگا۔ اور اگر کسی اتفاق سے آپ پر افلاس طاری ہے تو قوم کے لوگ ایسے معزز اور سرگروہ سے امداد وغیرہ کے بارے میں کب دریغ کریں گے بلکہ وہ تو سنتے ہی ہزار ہا روپیہ آپ کے قدموں پر رکھ دیں گے اور صرف آپ کی ایک زبان کے اشارہ سے روپئوں کا ڈھیر جمع ہوجائے گا۔ خدانخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا کہ آریہ سماج کے دولت منداور ذی مقدرت لوگ آپ کو چندروز کے لئے بطور امانت روپیہ وغیرہ دینے سے انکار کریں اور آپ کی دیانت داری اور امانت گذاری میں ان کو کلام ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ادنی آدمی جیسے چوہڑے چمار یا سانسی اپنی قوم میں کچھ ذرا سا اعتبار رکھتے ہیں وہ بھی اپنی برادری میں اس قدر مسلم العزت ہوتے ہیں کہ قوم کے ذی مقدرت لوگ کسی مشکل کے وقت صد ہا روپیہ سے بطور قرضہ وغیرہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ اور آپ تو بقول آپ کے بڑے ذی عزت آدمی ہیں جن کی عزت سارے آریہ سماجوں میں تسلیم وقبول کی گئی ہے۔ ماسوا اس کے جو روپیہ صرف کچھ مدت کے لئے امانت کے طور پر آپ کے ہاتھ میں دیں گے یہ نہیں کہ وہ روپیہ آپ کی ملک کردیں گے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ آج ہم یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اگر بیس دن تک آپ نے ہمارا جواب نہ بھیجا اور قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہرنے کے لئے بات نہ ٹھہرالی اور ان شرائط کو جو عین انصاف اور حق پرستی پر مبنی ہیں قبول نہ کیا تو پھر بعد گذرنے بیس روز کے یہ حال کنارہ کشی آپ کا چند اخباروں میں شائع کرا کر لوگوں پر ثابت کیا جاوے گا کہ آپ کا ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنے کیلئے مجھ سے دریافت کرنا سراسر لاف وگذاف پر مبنی تھا۔ نہ آپ کی نیت صاف و درست تھی، نہ آپ کی ایسی حیثیت وعزت تھی جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔

اب ہم اس خط کو ختم کرتے ہیں اور مدت مقررہ تک ہر روز آپ کے جواب کے منتظر رہیں گے۔ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلام علی من اتبع الہدی۔ از قادیان ضلع گورداسپور۔ مورخہ...جولائی ۱۸۸۵ء۔ خاکسار غلام احمد

۷۔ پنڈت لیکھ رام کا خط : مشفقی جناب مرزا صاحب

بعد از شوق ملاقات بموجب خط مورخہ..جولائی ۱۸۸۵ء کے لکھا جاتا ہے کہ میرے اور آپ کے خط وکتابت کے سلسلہ کی بنیاد فقط آپکا وہ اشتہار ہے جو آپ نے مطبع مرتضائی لاہور سے بلا تاریخ طبع کرا کر شائع کیا تھا اور جس میں آپ نے نہایت صاف الفاظ میں یہ دعوی کیا تھا کہ منجانب اللہ آپ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب غیر مذہب والوں کو دین اسلام کی دعوت کریں اور جو کوئی شخص آپ کے پاس ایک سال تک قادیان میں رہے اور نشان آسمانی وخوارق عادات وصداقت دین اسلام مشاہدہ نہ کرکے اور تسلی نہ پا کر مسلمان نہ ہو جاوے تو مبلغ دو سو روپیہ ماہوار کے حساب سے کل چوبیس سو روپیہ بابت سال تمام کے اس شخص کو ہرجانہ یا جرمانہ دیوینگے جس پر میں نے معقولیت کے ساتھ آپکی خدمت میں التجا کی تھی کہ میں ایک سال تک آپ کی خدمت میں رہنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ زر موعودہ امانتاً سرکاری خزانہ میں داخل کردیویں۔ اب اس ۱۷ جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ ایک نئی حجت پیش کرتے ہیں یعنی یہ دو ہزار چار سو روپیہ میں بھی بالمقابل آپ کے امانتاً داخل کروں تا کہ اگر آپ کے نشان آسمانی یا معجزہ مشاہدہ کرکے اور تسلی پا کر دین اسلام کو قبول نہ کروں تو اس چوبیس سو روپیہ کے جو میں داخل کرونگا آپ مستحق ہوویں۔

صاحب من! آپ اپنے عہد مشتہرہ پر کیوں قائم نہ رہے اور کس واسطے آپ نے جادہ انصاف سے کنارہ کیا۔ کیا دینداروں یا راست بازوں کے یہی کام ہوتے ہیں؟ اور زیادہ تر لطف یہ ہے کہ آپ اپنے اس انحراف قطعیہ کو نہایت عمدہ اور مستحسن فرماتے ہیں جزاک اللہ فی الدارین۔ اب انصاف یہ ہے کہ آپ پہلے اس بات کا اشتہار دے دیں کہ جو آپ نے اول اشتہار دیا تھا وہ بوجوہ ذیل باطل ہوا:

۱۔ اس..جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ چوبیس سو روپیہ راقم سے بھی بالمقابل امانت میں داخل کرانا چاہتے ہیں تا کہ اگر باوجود مشاہدہ نشان آسمانی کے اسلام سے انکار کیا جائے تو زر امانت داشتہ راقم آپ لے لیویں حالانکہ اشتہار میں بالمقابل روپیہ داخل کرنا شرط نہیں۔ اب برخلاف اس کے لکھتے ہیں، اس لئے پہلا اشتہار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم نہ رہا۔

۲۔ جب کہ آپ نے معجزہ کا دعویٰ بذریعہ اشتہار کے شائع کیا تو آپ کا یقین نہایت مضبوط ہونا چاہیے تھا کہ ضرور معجزہ دکھاویں گے اور تاثیر اس کی تیر بہدف ہوگی اور مشاہدہ کنندہ بھی ضرور اسلام قبول کریگا کیونکہ معجزہ کے لغوی معنی عاجز کرنیکے ہیں اگر کسی کو عاجز نہیں کیا تو وہ اعجاز نہیں ہوسکتا۔ اسلئے آپ کو اپنے دعویٰ پر خود ہی شک پیدا ہوگیا کہ میں آپکے معجزہ سے عاجز نہیں ہوسکتا اور اسلام قبول نہیں کرونگا، اسکے عوض میں آپ نے روپئہ مدخلہ میرے کے لینے کی تمنا کی ہے۔ دروغ گو تا بدروازہ باید رسانید۔

آپ کے اس.. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو آپ نے نئی حجت اٹھائی ہے میں اسکے واسطے بھی حاضر ہوں جس وقت چاہیں چوبیس سو روپئہ میں داخل کرسکتا ہوں مگر مجھ کو آپ کے استقلال پر شک ہے۔ اس لئے اس امر کی بھی صراحت ہونی چاہیے کہ کون سا نشان آسمانی آپ مجھ کو دکھائیں گے۔ آسمانی نشان تین یعنی سورج چاند ستارے ہیں پس علاوہ ان قدرتی نشانات کے آپ کوئی ذیل کا آسمانی نشان دکھلاویں یعنی دوسرا آفتاب جس کا طلوع غرب سے ہو اور غروب شرق کو ہو۔ یا شق القمر کا معجزہ جس کا اشارہ حدیث میں ہے اور جو عقلاء کے نزدیک غیر مسلم اور آپ کے خیال میں حق ہے۔ پس اگر اسی کو اعادہ کرکے دوبارہ دکھلاویں یعنی پورنماشی کی رات کو برخلاف عادت موجودہ چاند کے دو ٹکڑے ہوجائیں۔ دوسرا چاند کامل اماوس کی رات کو جیسا کہ پورنماشی کو ہوتا ہے ظہور ہووے۔ ان میں سے کل کو یا جس کو آپ دکھلاسکیں، اور تاریخ اور وقت معجزہ کے دکھلانے کا بھی آپ مقرر کریں تاکہ وہ عام میں مشتہر کرایا جائے۔ اور میں سمجھونگا کہ کہ چوبیس سو روپئہ خرچ کرکے میں نے دنیا کو ایک تماشا دکھلوادیا۔

اگر اب بھی آپ نے اس خط کا جواب صاف الفاظ میں بلا حجت بازی کے نہ دیا، تو تصور کیا جائے گا کہ ایسے بے بنیاد اور لغو دعاوی کا وہی باعث ہے جو عام عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے۔ اور من بعد اس کے خط و کتابت بند ہووے گی۔ اور چونکہ آپ نے اس.. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو طرز تحریر اختیار کی ہے وہ تہذیب سے گری ہوئی ہے مگر میں اس کی پرواہ نہیں کرتا ہوں بلکہ اس کو بھی اسی کے ذیل میں سمجھتا ہوں جس میں آپ کے اور دعاوی ہیں اور اس کا باعث بھی وہی ہے جو عام آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ اب میں اس مضمون کو ختم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ست کا پرکاش اور است کا ناش ہوئے۔ جواب اس کا ایک ہفتہ تک آ جانا چاہیے ورنہ بعدازاں اشاعت کی جاویگی۔..جولائی ۱۸۸۵ء۔الراقم نیاز مند لیکھرام از آریہ سماج امرتسر

نمبر ۸۔ پنڈت لیکھرام نے لکھا ہے جو خط مرزا صاحب کا بجواب خط نمبر ۷ آیا تھا وہ مطبع آفتاب پنجاب لاہور سے پس وپیش ہو گیا ہے اور تلاش سے دست یاب نہ ہوا مگر اس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ ہم یہ شرائط نہیں کر سکتے اور نہ مطلوبہ نشانات بتلا سکتے ہیں بلکہ ہم کو معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظاہر ہوگا یا نہ ہوگا غرضیکہ اس بلائے ناگہانی (دعوے کرامات) سے پلہ چھڑانا چاہا۔ بہت سا حصہ اس خط کا جواب ۹ میں بھی موجود ناظرین ملاحظہ فرماویں۔

(مرزا قادیانی کے مجموعہ مکتوبات میں بھی یہ خط موجود نہیں ہے جو ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء کا بتایا جاتا ہے، بلکہ صفحہ ۵۰ پر اس خط سے وہی اقتباس نقل کر دیئے گئے ہیں جو لیکھرام کے جوابی خط میں موجود ہیں۔مرزا صاحب کا ایک مکتوب بنام لالہ بھیم سین محررہ ۱۴ جون ۱۹۰۳ء موجود ہے جس میں پنڈت لیکھرام کا ذکر موجود ہے۔لالہ بھیم سین کے متعلق شیخ یعقوب علی مرتب مکتوبات احمدیہ نے لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود کے ہم مکتب ایک لالہ بھیم سین صاحب تھے اور زمانہ قیام سیالکوٹ میں حضرت اقدس کی ان کے ساتھ بڑی رسم وراہ تھی..جن ایام میں گورداسپور میں مقدمات کا سلسلہ شروع تھا، تو لالہ بھیم سین صاحب نے اپنے بیٹے کی خدمات بھی پیش کی تھیں جو بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے آ چکے تھے۔حضرت مسیح موعود نے شکریہ کے ساتھ ان کی خدمات کو کسی دوسرے وقت پر عندالضرورت ملتوی کر دیا تھا۔غرض حضرت صاحب کو لالہ بھیم سین صاحب سے محبت اور لالہ بھیم سین کو حضرت مسیح موعود سے اخلاص تھا۔صفحہ ۳۳ مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔

لالہ صاحب کے نام خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھرام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا، قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے۔قرآن شریف خدا کا کلام نہیں۔میں نے اس کو کہا کہ چونکہ تمہارا دعوی ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اس کو اس کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں۔مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ نہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے۔اور اس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آ جاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔پس سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیش گوئی اور میں قرآن شریف والے خدا سے وحی پا کر پیش کرونگا۔پس اس نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مرجائے گا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھرام بذریعہ قتل نابود ہو جائے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا۔اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنے کے تھوڑی مدت بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی۔تمام پیش گوئی میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دی اور یہ بھی شائع کر دیا کہ وید درحقیقت خدا کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماجوں کو چاہیے کہ لیکھرام کی نسبت اپنے پرمیشور سے بہت دعا کریں۔اور ایسا ہی لیکھرام نے میری نسبت اپنی کتاب میں شائع کر دیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائے گا۔آخر لیکھرام اپنے قتل ہونے سے گواہی دے گیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں۔مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۳۷۔۳۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وید بمقابلہ قرآن کی بحث مولانا ابو رحمت حسنؒ نے اپنی کتابوں میں مفصل کی ہے ۔ یہاں اس بات کا ذکر مقصود ہے کہ لیکھ رام کی موت بذریعہ قتل کی پیش گوئی کہیں موجود نہیں ہے۔ ہاں یہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اسے خوارق عادت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ لیکھ رام قتل ہوا، اور قتل ایک معمول کی چیز ہے، روزانہ دنیا میں سینکڑوں قتل ہوتے ہیں، یہ کوئی خارق عادت بات نہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ وغیرہ نے مفصل بحث کر کے ثابت کر دیا تھا کہ لیکھ رام کی موت کا مرزا کی پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے تو اس پیش گوئی کی تکذیب کا تعلق ہے ۔اور جہاں تک لیکھ رام کی پیش گوئی کا تعلق ہے کہ مرزا صاحب تین سال میں ہیضہ سے مر جائے گا، اس سلسلہ میں ہم یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں بقول خود اور بروایت سسر خود ہیضہ سے آنجہانی ہوئے (دیکھو حیات ناصر)۔ ہاں تین سال میں نہیں بلکہ تیس سال میں ۔لیکن مرزا صاحب کا اپنا ایجاد کردہ فارمولہ ہے کہ پانچ اور پچاس برابر ہیں کیونکہ ان میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اسی طرح تین اور تیس بھی بخیال مرزا برابر ہوں گے کیونکہ ان میں بھی ایک ہی نقطہ کا فرق ہے۔ نیز مرزا صاحب، آتھم کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہوا، جو وہ پیش گوئی کی مدت (۱۵ ماہ) سے بعد مرا، آخر مر تو گیا۔ بتاؤ اب آتھم کہاں ہے؟ مرزا صاحب کے اس فرمان میں آتھم کے نام کی جگہ مرزا صاحب کا نام لکھ دیا جائے تو عبارت یوں ہوگی: کیا ہوا جو وہ پیش گوئی کی مدت (۳ سال) سے بعد مرا، آخر مر تو گیا، بتاؤ اب مرزا کہاں ہے؟ بہاء)

نمبر ۹۔ لیکھ رام کا خط بجواب خط مرزا صاحب مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء

مشفقی مرزا غلام احمد صاحب ۔ بجواب خط مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء آپ کے عذرات اور بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید مدلل لکھتا ہوں ۔

ا ۔ عذر اول ۔ پہلے اشتہار میں ۲۴ روپیہ دینے کا وعدہ ضرور ہوا ہے مگر پیشگی جمع کر دینے کی شرط نہیں کی تھی چونکہ آپ نے میرے وعدہ کو معتبر نہ سمجھا اور یہ زائد شرط لگائی کہ زر معہودہ کسی بنک سرکاری میں جمع کر دیا جائے ۔ اس صورت میں میرے لئے بھی برخلاف اس اشتہار کے استحقاق پیدا ہو گیا کہ ۲۴ سو روپیہ بالمقابل پیشگی امانت رکھاؤں ۔

تردید دفعہ ۔ا ۔آپ کو واجب تھا کہ پہلے ہی اشتہار میں صاف لفظوں میں شرط باندھتے کہ بطور قمار بازاں کے ۲۴۰۰ روپیہ دو بدو لگایا جاوے گا تا کہ شرائط کی ترمیم و تنسیخ نہ کرنی پڑتی ۔ پس یہ سراسر بھول آپ کی ہے ۔ ورنہ اگر صاف طور پر لکھا ہوتا تو کوئی عام عقل کا آدمی بھی ایسی قمار بازی کا جواب تک نہ دیتا چہ جائے کہ راقم اس تکلیف کو گوارا کر آپ سے خط و کتابت کرتا ۔مگر افسوس کہ آپ بجائے خجالت اٹھانے اپنی بھول کے حجت کرتے ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ۲۔ آپ کے وعدہ پر اعتبار نہ کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگر چہ مجھ کو ضرور نہیں تھا کہ آپ کی حیثیت کی قلعی کھولی جاوے مگر آپ کی بے جا لاف وگزاف و بے بنیاد دعاوی نے مجبور کر دیا کہ مجملاً آپکی استطاعت کا ضعف بیان کروں کہ آپ نہ کوئی اہلکار، نہ جاگیردار، نہ پنشن خوار، نہ تجار، نہ حرفت کار، نہ کارخانہ دار، نہ زمین دار، نہ صاحب جائداد اعلیٰ ہیں۔ ہاں موضع قادیان جو ایک گاؤں ہے اس کی ملکیت زمینداری کے بہت سے حصہ داران میں سے ایک حصہ دار ہیں، تو ایسی حیثیت عام لوگوں کی ہوتی ہے۔

حیثیت تو یہ ہے اور لاف گزاف یہ کہ آٹھ ہزار دو سو چالیس خطوط بطور اشتہار بنام اکثر معززان و رئیسان و علماء و فضلاء کو جاری کر دیئے کہ جو کوئی شخص ایک سال تک موضع قادیان میں رہ کر کوئی نشان آسمانی مشاہدہ نہ کرے بحساب دو سو روپیہ ماہوار ۲۴ سو روپیہ بابت سال تمام کے پاویگا، اس کا حساب لگایا گیا تو قریب دو کروڑ روپیہ کے ہوتا ہے۔ اس پر خرافات یہ کہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے سرورق پر اپنے اسم مبارک کے القاب میں رئیس اعظم قادیان دام اقبالہ لکھ دیا۔ مزید براں طرہ یہ کہ جو کوئی اس کا ردّ لکھے گا، دس ہزار روپیہ انعام پاویگا۔ خیال کرنا چاہیے کہ اس قدر ممالک وسیع سے سو دو سو اشخاص بھی جداگانہ رد لکھیں گے تو لکھوکھا روپیہ چاہیے۔

دفعہ۳۔ جب کہ آپ ایک ایسے گنج قارون کے مالک ہیں تو اپنی کتاب کے واسطے ہندوان اور مسلمانان سے بھیک کیوں مانگتے ہیں اور طرفہ تر یہ کہ باوجود دریوزہ گری پانچ سالہ کے انطباع کتاب کا خرچ بھی بہم نہ پہنچا سکے

دفعہ۴۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اس لاف زنی سے ایک ذریعہ معاش کا پیدا کر لیا جیسا کہ پنجابی کی مثال ہے روٹی کھائے شکر سے دنیا کھائیے مکر سے۔ نظر بحالت مذکورہ جو میری طرف سے درخواست پیشگی زر معہود کی ہوئی تو کچھ بے جا نہیں ہے اور نہ کوئی منصف مزاج بے جا کہے گا۔

دفعہ۵۔ آپ کا یہ گمان غلط تھا کہ بسبب سختی شرائط کے آپ کے پاس ایک گاؤں میں درمیان دہقاناں و مجہولاں کے ایک سال تک قید بے زنجیر رہنا کوئی آدمی قبول نہ کرے گا، تو بصورت خاموشی معترضان کے آپ کا دعوی بطور ڈگری یک طرفہ ثابت ہو جاوے گا مگر جب کہ آپ کے ابطال دعوی پر بندہ استادہ ہو گیا اور بوجوہ شرط صدر زر معہودہ پیشگی امانت رکھانا چاہا تو آپ نے برخلاف اشتہار کے ایک نیا حیلہ اختراع کیا یعنی مجھ سے بھی بالمقابل ۲۴ سو روپیہ مانگا۔ بندہ نے اپنے ارادہ پر ثابت قدمی کر کے اسی حیلہ جدیدہ کی راہ سے بھی آپ کو بھاگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے کی فرصت نہ دی یعنی ۲۴۰۰ روپیہ جمع کرانا منظور کر لیا پس جب کہ زر مشروط طرفین سے مساوی جمع ہوگا تو شرائط بھی مقبول ومساوی طرفین ہونی واجب ہوئیں۔ نظر برآں آپ کے اس دعوی پر کہ نشان آسمانی خوارق عادات مشاہدہ کو آویں گے میری طرف سے نہایت مناسب طور پر یہ سوال پیش ہوا کہ آسمانی نشان قدرتی تین قسم کے موجود و مشہور ہیں سورج چاند ستارے۔ ان کی نسبت خرق عادت یعنی خلاف قانون قدرت کوئی معجزہ مشاہدہ کرا دیجئے اور معجزہ نمائی کا کوئی وقت تجویز کر کے مشتہر کیجئے۔ اس کے جواب میں جو عذرات آپ نے لکھے ہیں بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید لکھتا ہوں۔

عذر اول: اخیر پر آپ اسی قسم کے نشانوں کو قبول کرتے ہیں کہ ستاروں آفتاب و ماہتاب کے تغیر یا تبدل وغیرہ پر مشتمل ہو۔

تردید: حضرت آپ نے اشتہار میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی صحبت میں ایک سال تک رہ کر آسمانی نشانوں کو بچشم خود مشاہدہ کر لیں۔ تو اگر چاند سورج ستارے موجودہ نشانوں میں خرق عادت نہیں دکھا ویں گے، یا علاوہ ان کے دوسرا سورج یا دوسرا چاند یا اعادہ شق القمر نہیں دکھاویں گے تو پھر آسمانی نشان چہ معنی دارد۔ کیا آسمان سے اپنے جھوٹے دعوی پر خاک دھول برساویں گے۔

عذر دوم۔ پنڈت صاحب ہمارا یہ کام ہرگز نہیں کہ ہم جس طور سے کوئی شخص زمین و آسمان میں انقلاب پیدا کرانا چاہے اس طور سے انقلاب کر کے دکھاویں۔

تردید: ۱۔ جب کہ آپ اس قسم کے لائق نہیں تو مشاہدہ نشان آسمانی کا جھوٹا دعوی کیوں لکھ مارا۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ جس طرح آپ عقل سے کام نہیں لیتے سب کا ایسا ہی حال ہوگا اور کوئی نہ پوچھے گا۔

۲۔ جبکہ آپ نے آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کرانا لکھا تو ایسی بحث کی گئی وہی نشان مانگے گئے اگر زمین کے نشان یا عناصر اربعہ میں سے یا موالید ثلاثہ سے کسی قسم کی چیز پر خرق عادت کا دعوی ہوتا تو اسی پر بحث ہوتی اور اسی کے مطابق سوال کیا جاتا اگر زمین و آسمان کا انقلاب آپ ناممکن سمجھتے ہیں تو آسمان کا لفظ کیوں لکھا تھا۔ سچ ہے

دروغ آدمی را کند بیفروغ　　　مگوائے برادر تو ہرگز دروغ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراماتوں کے ادعائے بے معنی سے سوائے پشیمانی کے اور کیا نتائج نکلتے۔

عذر سوم: ہم صرف بندہ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا کس طور کا نشان ظاہر کریگا۔

تردید: ۱۔ اس کلمہ سے کہ ہم صرف بندہ مامور ہیں اور زیادہ تر آپ کے اشتہار کی سطر اول و دوم کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے اور حضرت عیسیٰ کا نام مبارک لکھ کر ان کے برابر اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ اس سے زیادہ دعوی نبوت کی کیا صراحت ہونی چاہیے۔ اس موقع پر بے جا نہ ہوگا کہ اگر ہم علماء اسلام سے دادخواہی کریں۔ یعنی خاص و عام اہل اسلام پر اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت رسالت پناہ ختم المرسلین (ﷺ) ہیں۔ پس ایسے دعویدار پر تعزیر شرعی کا فتوی کیوں نہیں لگاتے کیونکہ دشمن خانگی سخت خرابی لاتے ہیں اور گھر کے بھیدی لنکا ڈھاتے ہیں۔ اور اگر صداقت قرآن و اتمام حجت اسلام کا دعوی ہے تو بھی نعوذ باللہ کیا قرآن شریف فی نفسہ اپنی صداقت میں مکمل نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات خلاف شرع ہے۔ اور نہ کہیں قادیان میں الہام ربانی اترنے کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ پس عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ (پنڈت لیکھرام نے اس تحریر میں مسلمان علماء سے کہا ہے کہ وہ کیوں مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر دیتے کیونکہ اس کے عقائد خلاف اسلام ہیں۔ بہاء)

۲۔ یہ عذر کہ ہم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالی کس طور کا نشان ظاہر کرے گا، نہایت بیجا ہے۔ جب کہ آپ ایک خاص اور اہم کام پر مامور ہوئے ہیں تو اس کام کے سب اسرار سے آگاہی کیوں نہیں۔ اور جب معلوم نہیں کہ کس طور کا نشان ظاہر ہوگا تو بدون ارشاد الہی نشان آسمانی کا زبانی دعوی کیوں لکھ مارا، صرف نشان کا لفظ کافی تھا۔ جب کہ آپ کے الہام کی بسم اللہ ہی غلط ہے تو آگے کیا کام کریں گے۔ آپ کو واجب تھا کہ وحی آسمانی سے جو آپ کے پاس قادیان میں نازل ہوتی ہے نشان آسمانی کا صحیح پتہ معلوم کر کے اشتہار میں لکھ دیتے۔ بایں ہمہ ناواقفی اعلی ترین درجہ نبوت پر مامور کرخدائے ہمہ دان کا کام نہیں ہوسکتا بلکہ ماورائے خدا تعالی کے کسی اور کا کام ہے۔

عذر چہارم: ہم سمجھتے ہیں کہ نشان اسی شئے کا نام ہے کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

تردید: ہم نے بھی ایسے ہی نشان مانگے تھے جو طاقت انسانی سے بالاتر ہیں، فروتر نہیں مانگے، مگر اس سے بھی آپ گریز کر گئے کہ انقلاب زمین و آسمان نہیں ہوسکتا ہے۔ شامل اس تردید کے عذر دوم کی تردید دفعہ ۲ بھی مطالعہ کرنی چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذر پنجم ۔ ہمارا دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ ضرور ایسا نشان دکھلائے گا جس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں۔

تردید۔اب آپ نے اپنے دعویٰ کا نصف حصہ چھوڑ دیا کہ نشان آسمانی سے صرف ایک جزو نشان کا باقی رکھا اور وہ دوسرا حصہ یعنی لفظ آسمانی بھی بے نشان ومعدوم کر دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا اور کیسا ہوگا۔پس بکلی آپ کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔

عذر ششم : لفظ نشان کو اپنی اصطلاح میں معجزہ قرار دے کر یہ تعریف لکھتے ہیں کہ اس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں تو واقعی معنی معجزہ کے درست ہیں کہ مشاہدین فوراً عاجز ہو کر مشاہدہ کرانے والے پر ایمان لاویں۔اور دور تک موثر ہووے۔غرضیکہ اظہر من الشّمس ہونا چاہیے۔

تردید: باوجود اپنے مندرجہ بالا اقرار کے نہ معلوم یہ عذر کیوں پیش کرتے ہو کہ آپ کے معجزہ پر اثبات یا نفی کی رائے دینے کے لئے منصفان مقبولہ طرفین جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں مقرر ہونے چاہییں ۔عموماً ظاہر ہے کہ جو کوئی مقدمہ یا کوئی امر مجہول الکیفیت اور مہمل پیش ہوتا ہے اس کے واسطے ضرورت منصفان کی ہوا کرتی ہے اور وہ منصفان بھی تیر در تاریکی چلاتے ہیں کیونکہ غیب دانی بشریت سے بعید ہے۔پس اگر آپکا معجزہ بھی ایسا ہی مجہول الکیفیت ہوگا تو اپنے گاؤں کے بھیڑ بکری چرانے والوں کو بتلایا کریں،ہم آپ کی لاف زنی کے معجزہ کو دیکھ کر خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں۔..راقم: لیکھرام از آریہ سماج امرتسر۔۵۔اگست ۱۸۸۵ء

لیکھرام نے لکھا ہے کہ اس آخری خط کا جواب جب عرصہ تین ماہ تک کوئی نہ آیا تو پھر میں نے ایک پوسٹ کارڈ بطور یاد دہانی کے ارسال کیا اس کے جواب میں مرزا جی کا کارڈ آیا کہ:

قادیان کوئی دور تو نہیں ہے، آکر ملاقات کر جاؤ امید کہ یہاں پر باہمی ملنے سے شرائط طے ہو جاویں گی۔

لیکھرام نے لکھا ہے: یہ خطوط ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کے الہامی دعووں وخوارق عادات ومعجزات نبوت و شرطیہ انعامات و دولت مندی و جاگیرداری و زبان درازی وحیلہ سازی ولفاظی اشتہارات کی نسبت رائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگانے اور نتیجہ نکالنے کے تصفیہ کو ہم تکذیب براہین احمدیہ کی ذمہ داری پر چھوڑتے ہیں۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۳۰۶۔۳۲۶ مختصراً؛ مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔ص ۲۵ تا ۵۰)

ذیل میں مرزا قادیانی کی تردید میں اس کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین کی طرف سے شائع کردہ ایک اشتہار نقل کیا جاتا ہے جسے پنڈت لیکھ رام نے اپنی تکذیب براہین میں درج کیا تھا اور ابتدائی طور پر مطبوعہ قانونی ہند امرتسر سے شائع ہوا تھا۔

اشتہار صداقت اظہار

تحقیق حق کے واسطے باطل کو چھوڑ کر چاہتے ہیں ہم کہ توڑ دیں شیشہ فریب کا

ناظرین پر واضح ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب سکنہ قادیان ضلع گورداسپور نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں مجدد وقت اور ملہم اور صاحب کرامات ہوں اور حضرت قادر جل شانہ کی طرف سے نبی ناصری اسرائیلی مسیح کے طرز پر کمال مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کیلئے مامور ہوا ہوں اور میرے حق میں یہ آیت نازل ہوئی انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان و بالحق نزل صدق اللّٰہ و رسول و کان معقولا ۔اور ہر وقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ میں بہت بزرگ ہوں اور کتاب براہین احمدیہ میری مصنفہ کی امداد ومصارف میں مسلمان بھائی جہاں تک ہو سکے توجہ فرمائیں، بلکہ تعمیر مساجد اور حج اور زکوۃ اور خیرات وغیرہ ضائع اخراجات سے کتاب براہین احمدیہ کی امداد میں جو شخص روپیہ بھیجے اس کو ثواب عظیم اور نجات عقبی حاصل ہوگی۔اور اپنے اشتہارات میں یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرے الہامات کی صداقت پر بدظن ہو تو اسکو چاہیے کہ قادیان میں آکر تحقیق کرلے۔ چنانچہ اپنے دعوی کی مضبوطی کے لئے ۲۴ سو روپیہ حرجانہ بحالت عدم مشاہدہ الہام دینا مقرر کیا ہے، جائے غور ہے۔

اول: تو مرزا صاحب کو اپنے مولی کریم پر بھروسہ نہیں ہے کیونکہ اگر ہوتا تو جن شخصوں نے تحقیق کے واسطے درخواستیں کی تھیں ان سے شرائط طے کرنے میں تساہل نہ کرتے۔ازانجملہ پنڈت لیکھ رام پردھان آریہ سماج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پشاور و منشی ملاوامل سکرٹری آریہ سماج قادیان (جس کو مرزا غلام احمد صاحب نے بھی گواہ الہامات مشہور کیا ہے) اور نیز اس طالب صادق نے بارہا خطوط بمراد مشاہدہ نشانات آسمانی بھیجے ہیں جن کا جواب معقول آج تک بجز پہلو تہی اور حیلہ حوالہ کرنے کے نہ دیا۔ بلکہ منشی ملاوامل نے اپنے دلی جوش سے یہاں تک بھی لکھا کہ ایسی کرامت کا میں خواستگار نہیں ہوں جو آپ کے نزدیک ناممکن اور قانون قدرت کے برخلاف ہو۔ میں چاہتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ خواہ کیسی ادنی کرامت اور خرق عادت کا مشاہدہ کرادیں جو طاقت انسانی اور علوم کی رسائی سے باہر ہو۔ بعد مشاہدہ کے میں آپ کی شرط اشتہار کو پورا کرونگا اور عدم ثبوت کی حالت میں ہم حرجانہ کے خواہاں بھی نہیں ہوتے۔ نہیں معلوم کہ باوجود اس قدر مضبوط دعاوی محققوں کے کس لئے تحقیق نہیں کراتے اور کیوں کر ۲۴ سو روپیہ دینے کا دعوی کیا تھا۔

دوم۔ مسمی شام لال کو جو مرزا غلام احمد نے روز نامچہ نویس الہامات کا لکھا ہے اس کی عمر بوقت ملازمت مرزا صاحب کے تقریباً ۱۴ سال کی تھی مگر وہ پرلے درجے کا بے تمیز اور بے سمجھ اور سادہ لوح تھا بلکہ اس وقت بھی سو تک مشکل سے شمار کرسکتا ہے۔ اگر کسی طالب حق و اہل تمیز کو بغرض تحقیق الہامات وغیرہ قادیان آنے کا اتفاق ہو تو ان کو ایسے گواہوں کو بچشم خود دیکھنا چاہیے تاکہ اصلیت حقیقت الہام ظاہر ہو جائے۔

سوم۔ واقعہ ۱۰۔ اگست ۱۸۸۵ء کو اکثر اہل ہنود و معزز و محقق سکنائے قادیان متفق ہو کر مرزا صاحب کے پاس گئے اور یہ کہا کہ آپ نے جو اپنے کو تمام ملک میں صاحب الہام و خوارق عادات و کرامات مشہور کیا ہے ہم کو بالکل یقین نہیں، سراسر جھوٹ سمجھتے ہیں، اگر آپ دعوی خود میں سچے ہیں تو ہم کو بھی تحقیق کرادیویں۔ اس پر مرزا صاحب نے صاف جواب نہ دیا مگر اپنے دعوی کے بچانے کے واسطے صرف حیلہ سازی میں وقت ٹالنا شروع کیا اور کہا کہ آپ سب اہل تحقیق متفق ہو کر ۲۴ سو روپیہ جمع کرو اور اسی قدر ہم بھیکر تے ہیں۔ اگر عرصہ ایک سال میں ہمارے بیس الہامات سے ایک الہام بھی بپایہ صداقت پہنچا تو ہماری حجت قائم ہو جائے گی اور ہم روپیہ لینے کے مستحق بنیں گے۔ اس کے جواب میں اہل تحقیق نے کہا کہ ایسے ٹوے تو نجومی اور رمالی بھی بتا سکتے ہیں اور ضرور دس میں سے دو چار پورے بھی ہو جایا کرتے ہیں، کیا وہ بھی الہامی ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ آپ خواہ میعاد دو سال مقرر کرلیں مگر جس قدر آپ کو الہام ہوا کریں وہ سب کے سب پورے کر دکھلائیں۔ اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاجواب ہوگئے اور اصل بات کو اور طرف لے گئے، اور یہ نامعقول جواب دیا کہ طالب حق کو چاہیے کہ مشاہدہ الہام ربانی میں چوں و چرا نہ کرے۔ جب اہل تحقیق نے اس پر قناعت کی اور کہا کہ خواہ آپ ایک ہی نشان آسمانی مشاہدہ کرادیویں مگر بوقت صدور الہام میعاد مقرر کردیویں کہ فلاں تاریخ یہ الہام ظہور پذیر ہوگا۔ ملہم صاحب نے یہ بھی نہ مانا اور کہا کہ ایسا ہونا امر محال ہے بلکہ مجمع عام میں اکثر الہامات سے (جن کے گواہ حافظ سلطان محمد امام مسجد وغیرہ لوگ موجود ہیں اور ظہور ان کا اب تک نہیں ہوا) صاف منکر ہوگئے کہ ہم کو یہ الہامات ہوئے ہی نہیں۔

چہارم۔ اب نئی امداد کی توقع پر ایک اور اشتہار جاری کیا یعنی دس آدمی ہندو حسب منشاء خود جو عین حق کو مرزا صاحب کی خاطرداری اور لحاظ کے واسطے قسمیہ خلاف کہہ دیویں محققین الہامات قرار دے کر ایک مضمون خود تیار کرکے ان سب کی العبدات کرائی ہیں۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ ان شخصوں نے خوف خدا اور جوش دلی خیال عقبی سے میرے پاس تحقیق اور آزمائش الہامات کے لئے درخواست کی اور میں نے بھی بنظر رفاہ عام ان کا کہنا منظور کرلیا، اور قرار پایا ہے کہ بعد مشاہدہ الہامات وخرق عادات کے تبدیل مذہب کی کسی کو قید نہیں مگر بشرط اثبات الہام صداقت الہام کا اقرار کریں اس لئے یہ معاہدہ واسطے آگاہی خاص و عام مشتہر کیا جاتا ہے۔

پنجم۔ اے اہل بصیرت وصاحبان تمیز آپ ذرہ توجہ فرما کر خیال کریں کہ اول تو مضمون اشتہار مصنف نے خود تراشا ہے، کیونکہ ان سب معاہدین میں سے کسی کو طاقت ایسی مضمون سازی کی نہیں۔ دوم۔ یہ جانتے نہیں کہ الہام کی کیا حقیقت ہے کیونکہ ان میں سے صرف ایک دو نے کسی زمانہ میں قاعدہ ابتدائی شاید پڑھا تھا ورنہ باقی عموماً ناخواندہ ہیں۔ علاوہ اس کے یہ سب مرزا صاحب کے دست نگر اور خوش آمدی ہیں۔ ہاں ان میں سے بر عکس خیال ملہم کے جس کسی کو توفیق الٰہی شامل حال اور خوف عاقبت دامنگیر ہو کر راست راست بیان کردے تو وہ شخص عاقبت اندیش اور خداترس متصور ہوگا بلکہ اس راقم کی پیش گوئی کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔ اور جو طالب حق اور صاحب عقل یہاں قادیان میں آکر ان بناوٹی اور ناواقف ازعلم گواہوں کو دیکھے گا اس پر ملہم صاحب کی کارستانی وراست بیانی من وعن ظاہر ہوجائے گی، گو اس کارسازی سے مصنف صاحب کو ان کے مشیروں و مریدوں نے ہرچند سمجھایا کہ اس بناوٹی کاروائی سے ضرور خلل عائد ہوگا اور کئی طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہوجاویں گے۔ لازم ہے کہ اہل تحقیق واہل علم سے بھی ایک معزز و معتبر آدمی معاہدہ میں شامل کیا جائے مگر مرزا صاحب نے کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نہ مانی، کیونکہ وہ تو جانتے ہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ میر عباس علی لدھیانوی وغیرہ معاونان اس محکمہ نے براہین احمدیہ میں اس قدر سعی وکوشش کی ہے کہ قطع النظر ترغیب دہی رؤساء وامراء اور نوابوں کے غریب آدمیوں سے بھی پیسہ پائی تک نہیں چھوڑا، اور کئی بیوہ عورتوں کو ترغیب وتحریک دے کر چھلہ، مرکی، ڈنڈی تک اتار لیا ہے۔ اور یہاں تک کہ طوائفوں کا مال بھی جس کو قطعی حرام سمجھتے ہیں براہین احمدیہ کی اشاعت امداد میں حلال وطیب متصور ہوا ہے۔ خدا معلوم کہ اس متعصب کاروائی کی امداد میں روپیہ دینے سے کس طرح کا ثواب ہوگا۔

ششم: اہل اسلام واہل ہنود سکنائے قادیان وقرب وجوار قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آج تک کبھی مشاہدہ الہام وغیرہ کا نہیں کیا اور کبھی کسی الہام کا بپایہ اثبات پہنچنا سنا یا دیکھا ہے۔ اور گواہان مندرجہ کتاب بھی تکذیب اثبات الہامات کی بیان کرتے ہیں مگر ان کا باہمی لین دین ان کی عام اشاعت کا ذرہ ہارج ہے۔

ہفتم: مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل وتواضع کا دعوی بھی سراسر خلاف ہے۔ اگر مسکینی ہوتی تو دس ہزار روپیہ... کی شرطیں نہ باندھتے اور فروتنی ہوتی تو زود رنج اور غصہ ور نہ ہوتے۔ اور غربت کے واسطے لازم تھا کہ تعمیر مکان پر مخلوقات کا روپئہ ضائع نہ کرتے۔ اور چوبارہ سے باہر نکل کر اصلاح خلق پر مستعد ہوتے۔ تذلل وتواضع کا یہ حال ہے کہ اکثر سائلوں کو جبر سے نکالا جاتا ہے۔

اس لئے بہ نیت خیر اندیشی مخلوقات یہ اشتہار عام مشتہر کیا جاتا ہے کہ سب لوگ مطلع ہو کر دھوکہ میں نہ پڑیں اور جو اس پر زیادہ شوق رکھیں ان کو لازم ہے کہ بنظر تحقیق وانصاف آزماویں کیونکہ

واعظان کیں جلوہ بر محراب ومنبر میکنند   چوں بخلوت می روند آں کار دیگرے کنند

عجب پیدا ہوئے صاحب ولائت   نہیں اثبات کی دیتے روایت
جو ملہم بن کے دنیا لوٹ کھائے   کرامت ایک نہ ہرگز دکھائے
جسے تحقیق حق کی جستجو ہو   مخالف بے یقیں کہتے ہیں اس کو
ہمیں ضد وتعصب سے نہیں کام   فقط چاہتے ہیں ہم تحقیق الہام

المشتہر۔ مرزا امام الدین رئیس قادیان برادر مرزا غلام احمد ۱۳۔ اگست ۱۸۸۵ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۳۲۷۔۳۳۱)

ذیل میں تردید قادیانی میں پنڈت لیکھرام کا ایک اشتہار تردید نقل کیا جاتا ہے جو شفیق ہند پریس لاہور سے شائع ہوا تھا۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

ناظرین اشتہار اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں گے کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نامی ساکن قصبہ قادیان کے وہم میں عرصہ سے اس قسم کی دھن سمائی ہے کہ الہام وخرق عادت کے ساتھ میری دعا کی درگاہ ایزدی میں رسائی ہے۔ رب العرش مجھے اسرار غیبیہ ونقاط مخفیہ سے ہمیشہ آگاہ کرتا ہے اور انتظام عالم کے سبھی احکام میرے ذریعہ صدور ہوتے ہیں، انبیاء بنی اسرائیل سے اپنا رتبہ مسیح سے کم نہیں جانتے ہیں اور مسلمانان موجودہ ونیکو کاران زمانہ سے اپنا نظیر کسی کو نہیں گردانتے۔ اول آپ نے باوجود قرض دار ہونے کے دعوی کیا کہ جو کوئی میری کتاب براہین احمدیہ کا جواب دیوے وہ دس ہزار روپیہ انعام پاوے۔

مگر وہ بین دلائل والی کتاب پختہ طور سے سنا گیا ہے باوجود گذر جانے آٹھ نو سال کے ابھی تک مرزا صاحب نے تصنیف نہیں فرمائی اور نہ چھپوائی۔ مگر اسی دام تزویر کے ذریعہ دس بارہ ہزار روپیہ مسلمانوں سے کما لیا۔ مگر مال حرام کا بجائے حرام جانا ضرور ہو کر تھوڑے دنوں کے عیش وعشرت سے وہ روپیہ اڑایا۔ براہین احمدیہ کا جواب تکذیب براہین احمدیہ تیار ہو کر ماہ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو گورداسپور میں ان کو سننے کے واسطے بلایا گیا۔ مگر ہٹ دھرمی وغصہ نے انکے دل کو سیاہ کر دیا جس سبب سے انہوں نے بالکل سننا واجب نہ سمجھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب وہ روپیہ اڑا چکے تو ایک اور داؤ پیچ کھیلا کہ جو میرے پاس قادیان میں آن کر ایک سال تک رہے وہ ضرور آسمانی نشانات ومعجزات دیکھ کر اسلام سے مشرف ہوگا ورنہ دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے ایک سال کا ہم حرجانہ وجرمانہ دیویں گے۔ اس پر اول میں نے خط وکتابت شروع کی جو پچھلے سال آفتاب پنجاب، کوہ نور وغیرہ اخبارات میں طبع ہوتی رہی۔ جس سے ناظرین مرزا صاحب کی ابلہ فریبی بخوبی جان گئے ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعدہ منشی اندرمن سے بھی انہوں نے وہی حکمت عملی کی اوران کی کسی شرط کومنظور نہ کیا بلکہ ایک جعلی وفریبانہ اشتہار بطور درخواست ہندوان قادیان سے لکھا کران کے پاس بھیجا اوراخباروں میں چھپوایا جس پراہل ہنود نے مطلع ہوکرایک ٹریکٹ انّ کید قادیان عظیم ، چھپواکرعام مشتہرکردیا کہ یہ مرزاصاحب کا سراسر فریب ہے ہم نے منشی اندرمن کونہیں بلایا۔

پھرمرزاصاحب ایک اورچال چلے یعنی دس ہندوان محض ناخواندہ سکنائے قادیان کے نام پرایک درخواست اپنے نام لکھوائی کہ ہم طالبان حق ہیں، ہم کوآپ آسمانی نشانات بتلاویں۔اورخودبھی نیچے ایک اقبالنامہ تحریرکیا کہ ہمیں اس جماعت عشرہ کی درخواست منظورہے اوراپنے چندفضلہ خورمسلمانوں کوگواہ لکھ کراعلان چھپوا دیا۔جس کارسازی پراہل ہنودنے مطلع ہوکراعلان کابطلان چھپوایا، جوشائقین کے مطالعہ میں آیا ہوگا اورجس کا علیحدہ ٹریکٹ، قادیان کے دس ہندوؤں کی کارسازی اورمرزاغلام احمدکی افتراپردازی، کے نام سے طبع ہوچکا ہے۔غرضکہ مرزانے ایک سال رہنے کی شرط کوبھی مبلغان کے ندارد ہونے کے سبب سے حیلہ حوالہ وغصہ و فریب سے ٹالدیا۔لاچاربندہ دوماہ قادیان میں رہ کراورآریہ سماج استھاپت کرکے وہاں سے چلاآیا۔

اب ایک اورفریب سوچا کہ حضرت کواس نیازمنداورمنشی اندرمن کی وفات وحیات وشادی وغمی کی نسبت الہام ہورہے ہیں مگرنہیں بتلاتے ہیں جب تک کہ ہم ان کواجازت نہ دیویں۔منشی اندرمن کاحال مجھے معلوم نہیں مگرمیں نے ان کوتحریری اجازت نامہ ارسال کردیا۔جس پراب تک کچھ انکشاف نہیں ہوا کہ خیر الماکرین سے مرزاصاحب کوکیاالہام ہوا ہے۔

خیراسی طرح مرزاصاحب کویہ بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کوالہام ہواتھا کہ تمہارے گھرمیں ایک لڑکا عمنوائیل نام پیغمبری کی صفات والا مظہر الاوّل والآخر مظہر الحقّ و العلاء کانّ اللّٰہ نزل من السّماء جس کانزول بہت مبارک اورجلال الٰہی کے ظہورکاموجب ہوگاعنقریب آتاہے، اس کومقدس روح دی گئی ہے اوروہ نوراللہ ہے۔ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے ایک مدت حمل سے تجاوزنہیں کرسکتا۔

چونکہ ان دنوں مرزاصاحب کے ہاں حمل کااشتباہ تھاجسکے حال سے نیازمندبھی آگاہ تھا، مرزا صاحب کوچونکہ حکیم ہیں قیاساً خیال کیاہوگا اوربظاہرمردم فریبی کوالہام وپیش گوئی ومتابعت رسول وبشارت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبریل وغیرہ ناموں سے نامزد کر کے چھپوا دیا۔ مگر بڑا بول ہر ایک کے آگے آتا ہے اور جھوٹے دعووں سے ہرگز دانا پشیمانی اٹھاتا ہے:

ہر کہ گردن افرازد　　خویشتن را بگردن اندازد

آج ایک معتبر رئیس قادیان کے خط سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے گھر میں ۱۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو بجائے عنموائیل کے عنموائیلہ دختر انبالہ میں پیدا ہوئی اور مرزا صاحب کو خط بھی آ گیا ہے۔ پس اے ناظرین مبارک ہو کہ جھوٹ کا ناش اور ست کا پرکاش ہوا۔ مرزا صاحب کو چاہیے کہ اب ایسے جھوٹے دعووں سے باز آویں اور خدا کے نام پر الزام لگانے سے شرماویں۔ مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء۔

المشتہر۔ پنڈت لیکھ رام پردھان آریہ سماج پشاور سرحد (تکذیب براہین احمدیہ۔ ص ۳۳۱۔۳۳۳)

ذیل میں ملاوامل کا اشتہار نقل کیا جاتا ہے جو تکذیب براہین احمدیہ میں درج ہونے سے پہلے چشمہ نور پریس امرتسر سے شائع ہوا تھا۔

اشتہار واجب الاظہار

اے ناظرین! ہماری اس تحریر کو ذرا غور سے پڑھنا اور جو اس تحریر کے شائع کرنے سے ہمارا اصلی منشا ہے اس کو بخوبی سمجھنا۔ شک نہیں کہ انہیں صاحبوں کو ہماری یہ تحریر پسند ہوگی جو راست باز اور محقق مزاج ہیں خواہ کسی ملت کے ہوں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو کسی خاص قوم یا کسی خاص شخص کے ساتھ بغض و عداوت نہیں بلکہ ہم اپنے دوست مرزا غلام احمد صاحب کے مقابلہ میں اشتہار شائع کرنا موجب شرم کا سمجھتے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے یہ ان کی اپنی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں ہمارے دل کو اس اشتہار کے شائع کرنے سے اس قدر رنج اور تکلیف اور بوجھ ہے جو بجز دانائے حقیقی کے غیر نہ جانتا ہوگا۔ مذکورہ بالا فقرات کی تصدیق ذیل کی عبارت سے ہو جائے گی۔ ہمارا مطلب محض راستی کے ظاہر کرنے کا ہے کیونکہ ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمارے خاموش رہنے سے راستی کا خون ہوا ہو جاتا ہے اور ایک قوم ممتاز پر مخالف قوم کی طرف سے زعم خود حجت قائم ہوتی جاتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس لئے ایسے نازک موقع پر شہادت کا اخفا کرنا یا واقعہ کے برخلاف بیان کرنا سخت گناہ ہے۔ حالت پیش آمدہ دیکھ کر ناظرین خود جان سکتے ہیں کہ ایسے وقت پر شہادت میں پس وپیش کرنا یا خاموش رہنا کبیرہ گناہ نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ اس کا صدمہ ایک قوم اور گروہ پر پہنچتا ہے نہ واحد جان پر۔ اور سوائے اس کے ہمدردی اور خیر خواہی سے بھی بعید ہے کیونکہ ایک تو مرزا صاحب اپنی اوقات الہام اور خرق عادت کے دعوی میں جن کا ثبوت پہنچانا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کہ غرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، صرف کر رہے ہیں، دوسرا لوگوں کو تکلیف دے رہے ہیں کیونکہ دور دراز سے صعوبت سفر اور ہر ایک طرح کا ہرج اٹھا کر لوگوں کا آنا اور تمنائے دلی سے محروم اور نامراد ہو کر واپس جانا کس قدر موجب تکلیف طبیعت حق پسند کا ہوتا ہے۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تخمیناً مدت بارہ یا چودہ سال سے ہم دونوں کو مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ سے ملاقات حاصل تھی اس عرصہ میں شائد ایسا دن کوئی گذرا ہوگا کہ تین چار مرتبہ ان کے پاس آنا جانا نہ ہوا ہو۔ خویش وبیگانہ سے کوئی شخص ہم کو ان کے برابر عزیز نہ تھا اور ہم ان کی بہت عزت اور تکریم کرتے تھے۔ ہاں وہ بھی ہمیں اپنے عزیزوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے قریباً عرصہ چھ سات سال کا ہوا ہوگا یا غالباً وہ وقت تھا کہ جب بعض اخبار نویس خوش آمد پسندوں نے خلیفہ صدیق حسن بھوپالیہ کو مجددی کا خطاب دے دیا تھا حکیم مولوی محمد شریف صاحب کلانوری (حال وارد امرتسر) نے جو مرزا صاحب کے بڑے دوست ہیں ہم دونوں کے سامنے مرزا صاحب کو یہ صلاح دی یا یوں کہو کہ پٹی پڑھائی یا کسی طرز اور کنایہ سے کہا جس کا لب لباب یہی تھا کہ آپ مجددی کا دعوی کریں کیونکہ اس زمانہ میں بھی کوئی مجدد ہونا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد شریف صاحب کی اس وقت کی گفتگو نے مرزا صاحب کے دل میں بہت سا اثر پیدا کیا جس کا نتیجہ آج ظاہر ہے۔ حکیم صاحب کا یہ فرمانا ہی تھا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کا مسودہ بنانا شروع کر دیا اور اخباروں میں اشتہار دے دئے اور جا بجا خط روانہ کرائے۔ خوابوں کی تعبیر کا شوق ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو رہا ہے یہاں تک خواب نامہ مرزا صاحب کے سرہانے ہی رکھا رہتا ہے۔ اکثر موقع آمد ورفت میں ایسا ہوا کرتا تھا کہ مرزا صاحب کی خوابیں سننا اور اپنی خوابیں سنانا اور تعبیر نامہ سے تعبیر دیکھنا۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب نے مکاشفہ اور الہام اور خرق عادت کا دعوی شروع کیا۔ جب کچھ مسودہ براہین احمدیہ کا تیار ہوا تو مجھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرمپت رائے اور ملاوامل پر شہادت الہام کا بہتان لگا دیا اور براہین احمدیہ میں نام جڑ دیا اور ہم بھی بسبب کسی مصلحت کے آج تک خاموش رہے۔ اور ہماری خاموشی کو مرزا صاحب آج سرمہ چشم آریہ میں شق القمر کے بارہ میں سنداً اور نظیراً پیش کرتے ہیں ہم وہ سند اور نظیر دیکھ کر حیران رہ گئے اور ہم پر زیادہ کھل گیا کہ اسلام کے پیشواؤں اور پیغمبروں کا یہی قاعدہ چلا آیا ہے جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے۔ سچ ہے، کفر گیرد کا ملے ملت شود۔ کاش ایک الہام سے بھی ہماری تسلی کی ہوتی تو بھی ایک بات تھی اور ہم یہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ گواہوں میں نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے ہمارے سے بالکل صلاح مشورہ نہیں کیا ورنہ ہرگز ایسا نہ ہوتا۔ انہوں نے تو رونق کتاب کو مدنظر رکھا یا دل میں ایسا خیال کر لیا ہوگا کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، کیا میرا کہا نہ مانیں گے؟ اب سب کچھ ناظرین کے آگے دھر دیا ہے خواہ جھوٹے کو گھر تک پہنچائیں یا نہ پہنچائیں مگر اتنا تو ضرور ہوگا کہ صاف باطن اور نیک نہاد، الہام اور خرق عادت کے دعوی کی حقیقت بخوبی تاڑ جائیں گے۔ اور واضح ہووے کہ شرمپت رائے کی طرف سے ایک رسالہ بعد طبع ہونے سراج منیر کے شائع ہوگا جس میں تردید اسلام اور مرزا کے الہامات کی سب کاروائی درج ہوگی۔ فقط۔ ۴ نومبر ۱۸۸۶ء۔

المشتہر۔ ملاوامل از قادیان ضلع گورداسپور (تکذیب براہین احمدیہ۔ ص ۳۳۴۔۳۳۵)

ذیل کے اشتہار مرزا قادیانی کے مجموعہ اشتہارات سے نقل کئے جا رہے ہیں

اعلان شرم پت رائے

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ اور ساہوکاران اور شرفاء اور ذی عزت اہل ہنود قصبہ قادیان میں جو طالب صادق ہونے کے مدعی ہیں آسمانی نشانوں اور پیش گوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدہ کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا حسب وعدہ اپنے پروردگار مرزا صاحب کو دعوی ہے) خط وکتابت باہمی اقرار عہد و پیمان کے ہو کر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار وعہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸۶ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رفت رکھیں گے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے کاغذ اور روز نامہ الہامی پیش گوئیوں پر بطور گواہ دستخط کرتے رہیں گے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیش گوئی کے اس پیش گوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شائع کرا دیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضروری کوئی نشان دکھلا دیں گے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ وہ دونوں تحریریں جو بطور عہد و اقرار کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوئی ہیں شائع کی جائیں۔ سو ہم بہ نیت اشاعت عام و اطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شائع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رؤیت بن کر اس سالانہ کاروائی سے خبر گیراں رہیں گے۔ اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی مدد سے شائع کریں گے تاکہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اٹھائیں اور پبلک کے لئے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو۔ راقم: خاکسار شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد اول)

ساہوکاران قادیان بنام مرزا قادیانی

مخدوم و مکرم مرزا غلام احمد صاحب

بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آ کر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اس کو ایسے نشان در بارہ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں، سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب نا اہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہم بعض نا منصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کرینگے کہ جو اس قسم کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہو کر زمین پر گر جائیں یا ایک سورج کی جگہ تین سورج اور ایک چاند کی جگہ دو چاند ہو جائیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے جا لگے۔ یہ باتیں بلاشبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے۔ لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیر و زبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہییں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیش گوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے۔ سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد اسلام کو قبول کرے۔ سو اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹھ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہو سکتا ہے لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو۔ کسی دل کو ہدایت کیلئے کھول دینا ایک ایسا امر ہے جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے سو ہم لوگ جو صدہا زنجیرو ں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازہ ہدایت اپنے نفس پر کھول دینگے اور جو پرمیشر سرب شکتی مان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے جسکے حصہ میں وہ سعادت مقدر ہے اس کیلئے شرائط کی کیا حاجت ہے اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں کشاں چشمہ ہدایت تک لے آئیگی ایسا کہ آپ بھی اسکو روک نہیں سکتے اور آپ ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کیلئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کرینگے کہ آپکے ان نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیں گے چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرادیں گے اور آپکے منکرین کو ملزم ولاجواب کرتے رہیں گے اور آپکی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے۔ اور بلاشبہ ہم ایک سال تک عند الضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہوکر ہر ایک قسم کی پیش گوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ وروز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نامنصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پر میشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں اور سال جونشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاویگا جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہوجائے گا۔

العبد۔ لچھمن داس۔ پنڈت بھارامل۔ بشنداس ولد رعدا ساہوکار۔ منشی تاراچند کھتری۔ پنڈت نہال چند۔ سنت رام۔ فتح چند، پنڈت ہرکرن۔ پنڈت بیجناتھ چودھری بازار قادیان۔ بشنداس ولد ہیرانند برہمن۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا ص ۹۲۔۹۴)

مرزا قادیان بنام ساہوکاران

عنایت فرمائے من پنڈت نہال چند و پنڈت بھارامل و لچھی رام ولالہ بشنداس و منشی تاراچند ودیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق

بعد ما وجب! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف وحق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمامتر شکر گذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید ونصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپکو دکھلایا جائیگا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پر انصاف خط پڑھنے سے بہت خوش ہوا اور اس سے بھی زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کیلئے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم ولا جواب کرتے رہیں گے اور اس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا پاویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخباروں میں چھپوا دیں ۔ یہ امر کسی نوع سے موجب ناراضگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا بلکہ یہ وہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی ۔ اور ہر ایک منصف بھی ۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اور اخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے کہ خداوند کریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے قوت ہدایت پانے کی بخشے تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہو کر پھر محروم نہ رہیں اے قادر مطلق کریم و رحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور کوئی کہ بجز تیرے فیصلہ کر سکے ۔ آمین ثم آمین ۔

خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد ۔

شہادت گواہان حاضر الوقت: ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں اس معاہدہ فریقین کے گواہ ہیں ہمارے روبرو ساہوکاران قادیانی نے جن کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ۔

گواہ شد: میر عباس علی لدھیانوی ۔ عبداللہ سنوری ۔ شہاب الدین تھہ غلام نبی والا ۔ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی ۔ ج ۱ ص ۹۶)

مندرجہ بالا اشتہار ساہوکاران کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کچھ عرصہ بعد درج ذیل اشتہار چشمہ نور پریس امرتسر سے شائع ہوا جسے تکذیب براہین احمدیہ سے نقل کیا جا رہا ہے:

اعلان کا بطلان

جو اشتہار کہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان نے ہم لوگوں کی نسبت بدیں مضمون کہ یہ لوگ صدق دل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مذہب اسلام کی صداقت والہام وکرامات دیکھنے کے لئے ایک برس تک درخواست کرتے ہیں چھپوا کر مشتہر کیا ہے چونکہ از سرتا پا بے بنیاد ہے اس لئے عام لوگوں کو دھوکہ سے بچنے کے واسطے واضح کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے پنڈت بہارامل، وبشنداس، پنڈت نہال چندوسنت رام وفتح چندو پنڈت ہرکرن جن کے نام اس خط میں درج ہیں بالکل علم فارسی واردو سے محروم مطلق ہیں۔ وچھی رام وتاراچند، وبیجناتھ، وبشنداس ولد ہیرانند تھوڑا سا پڑھے ہوئے ہیں اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس خط کے مساوی یا کم وبیش مضمون بنا سکے یا لکھ سکے بلکہ ہم میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے جو اس مضمون کو بخوبی سمجھ سکیں۔ اس مضمون کے سمجھنے کے لئے بھی مڈل انٹرنس کی ریاضت درکار ہے۔ وہ مضمون مرزا صاحب کا سراپا خود تراشا ہوا ہے اور ہم کو منت وسماجت سے اپنے چوبارہ یعنی بالاخانہ میں متفرق طور پر بلا کر کاغذ پر اس منشاء سے دستخط کرالئے گئے کہ حرام (الہام) بتلایا جاوے گا۔ تم گواہ رہنا۔ نہ ہم کو الہام کے معنی آتے ہیں نہ بتلائے گئے تھے۔ نہ ہم کو وید مقدس کے سوا کسی کتابی الہام یا انسانی الہام پر اعتبار ہے چونکہ ہم کو مضمون خط المشہو راعلان مشتہرہ مرزا غلام احمد سے پہلے آگاہی نہیں تھی، اب جو اس کے مضمون سے بخوبی اطلاع پائی اور اس کے مطالب سے واقفیت حاصل کی تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بالکل مرزا صاحب کا طبع زاد ہے۔ ہم وید مقدس کے سوا کسی اور الہام کے طالب صادق نہیں چونکہ مرزا صاحب کی کاروائی ہماری... اور نہ مرزا صاحب کو نہ ہم کو ایک دم بھر زندگی کا اعتبار ہے، اس واسطے بے ہودہ طور پر ایک سال تک اس طرح کے خام خیال پکانا اور لوگوں کو دھوکے کے جال میں پھنسانا ہمیں منظور نہیں۔ آگے مرزا صاحب جانیں اور ان کی آمدنیات واخراجات کے الہام جانیں، اب جسے روح کو تاریکی میں ڈالنا ہو اور بناوٹی الہام سے دنیاوی کاروبار نکالنا ہو ہم اسکو مرزا صاحب کے حوالہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ پرمیشر اس طرح کے فرضی الہاموں سے ہندو بھائیوں کو بچاوے۔ العبد۔ پنڈت نہال چند۔ پنڈت بھارامل۔ سنت رام۔ بچھی رام۔ بیجناتھ برہمن۔ بشنداس کھتری۔ بشنداس برہمن۔ فتح چند کھتری۔ ہرکرن برہمن۔ پچھمن داس میلارام۔

(تکذیب براہین احمدیہ: ص ۴۳۵۔۴۳۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرزا قادیانی کے مالی معاملات

مرزا صاحب اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں:

مجبی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ایک سے ایک بیماریوں میں رہا اور اب بھی ان کا بقیہ باقی ہے میں چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے جواب لکھوں مگر بباعث بیماری کے نہ لکھ سکا آپ کے پہلے خط کا ماحصل جس قدر مجھے یاد ہے یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے ...کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ روپئہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے، آپ اپنے پاس روپئہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپئہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں۔ اور یہ بھی ذکر تھا کہ اسی روپئہ میں سے باغ کے چند خدمت گار بھی روٹیاں کھاتے ہیں۔ اور ایسا ہی کئی اور قسم کے اسراف کی طرف اشارہ تھا جن کو میں سمجھتا ہوں۔ آپ نے اپنی نیک نیتی سے جو کچھ لکھا بہتر لکھا، میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا رد لکھوں۔ میں آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس کی قسم پورا کرنا مومن کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیت ہے کہ آپ ...کی تمام جماعت کو اور خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے اور کھول کر سمجھا دیں کہ اس کے بعد ہم ..کا چندہ بکلی بند کرتے ہیں اور ان پر حرام ہے اور قطعاً حرام ہے اور مثل گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لئے اپنی تمام زندگی تک ایک حبہ بھی بھیجیں۔ ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دل میں مخفی رکھتا ہے اس کو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں۔ یہ کام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے خواہ وہ کام لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح، درست ہے یا غلط، میں اسی طرح کرتا ہوں۔ پس جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دے گا جو صدق اور اخلاص رکھتی ہوگی جیسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ تعالی مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے ینصرك الله من عنده ینصرو ن ر جا ل نو حی الیهم من السما ء یعنی خدا تیری اپنے پاس سے مدد کرے گا۔ تیری وہ مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کریں گے اور الہام کریں گے۔

پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور کیا وجہ کہ اٹھیں جب کہ میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لئے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز ناتمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں

میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں۔ میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میرے نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جب کہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے۔

ایسا اعتراض آنحضرت پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا سو میں آپ کو دوبارہ لکھتا ہوں کہ آئندہ سب کو کہہ دیں کہ تم کو اس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال میں ان کا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کیلئے کبھی اپنی عمر تک ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا۔ اب قسم کے بعد میرے پاس اور کچھ نہیں کہ اور لکھوں۔ خاکسار مرزا غلام احمد۔

(الحکم قادیان۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۸۔۹)

مرزا صاحب نے جواب دینے میں اپنا زور قلم تو خوب استعمال کیا، لیکن نہ سابقہ اخراجات کا حساب دیا، نہ آئندہ کے لئے کسی ضابطے کی پابند ہونا منظور کیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ میری موت نہیں آئے گی جب تک مالی معاملے میں ان پر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدگمانیاں وغیرہ ختم نہ ہو جائیں دوسری طرف ان کی موت سے چند گھنٹے قبل کا قصہ ہے کہ خود ان کے اخص مرید ان پر مالی بے ضابطگیوں کے الزام لگا رہے تھے۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا صاحب پر (مالی) اعتراضات کیئے تو مرزا محمود احمد قادیانی نے خلیفہ حکیم نورالدین کو اپنے ایک خط میں لکھا:

باقی آپ (نورالدین) سے میں (محمود) یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت (مرزا) صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی آتا۔ کیونکہ یہ لوگ (خواجہ کمال الدین اور محمد علی لاہوری) اندر ہی اندر تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ نواب (محمد علی خان) صاحب نے بتایا کہ ان سے انہوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے، جس دن وفات ہوئی، اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے، کہا کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں، ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ محمد علی نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے۔ اور گھر میں آ کر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا اور کہا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ ان کو اس روپیہ سے کیا تعلق؟ اگر آج میں الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔ پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا، مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت (مرزا) صاحب آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ کو گھٹا کر بھی چندہ دو۔ جس کا جواب مولوی محمد علی نے یہ دیا کہ ہاں اس کا انکار تو نہیں ہو سکتا مگر بشریت ہے۔ کیا ضرور کہ ہم نبی کی بشریت کی پیروی کریں۔ حقیقت اختلاف۔ مصنفہ مولوی محمد علی۔ ص ۵۰ (منقول از ختم نبوت اور تحریک احمدیت۔ غلام احمد پرویز۔ ص ۱۴۳)

محمد علی لاہوری کی حقیقت اختلاف کا انگریزی ترجمہ دیکھنے کو ملا ہے اس میں یہ خط یوں بیان کیا گیا ہے:

I (Mahmud Ahmad) also wish to say that this tribulation, even though the Promised Messiah had been living, would have come unavoidably; for, these people had been making their preparations secretly, as stated by the Nawab sahib that they had said unto him: The time has now come that the Promised Messiah should be asked to render accounts. And the Promised

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Messiah, on the last day of his life, just a short while before his death occured, said: The Khawaja Sahib and Maulvi Muhammad Ali mistrust me and say that Imisuse and misappropriate the funds of the Jamaat. This they should not have done, for the result thereof would not be good. He further added: Today the Khawaja Sahib came to me with a letter from Maulvi Muhammad Ali, and said: Maulvi Muhammad Ali writes that the expenditure of the free kitchen is not much, and what then becomes of all the money that is received. And when the promised Messiah returned home, he gave expression to his resentment, saying, These people suspect that I am dishonest and deceitful. What concern have they with this money? And of I were to cut off all connection and separate, all this income will automatically stop and cease. So when these people inflicted so much pain on the promised messiah when he had only twelve hours more to live on this earth, it was but necessary that their passion should flare up and get inflamed in your time; for in the presence of the promised messiah they spoke rather timidly, fearing that he would kick them out there and then.

Futher more, the Khawaja sahib, when a deputation waited on him, asking for subscription for the construction of the school building, said to Maulvi Muhammad Ali: Himself the promised messiah lives in ease and comfort, but unto us he imparts the sermons that we should cut short and curtail our expenses, and come to his aid and contribute. Alnd Mualvi Muhammad Ali said inreply : Yes, there can be no denying this fact. But it is human nature, and it is not necessary that we should follow a prophet's human weakness. My intention in writing down these things, was to tell you that this daring and defiance of theirs, is not a matter which began today, but it has been simmering and seething ever since the time of the promised messiah. The funds of the free kitchen he used to keep with him. But that too, you have gived into their hands so that they have now become bold enough to try to seize and grab all things. And for their righteousness and fear of God, their bills and the budgets speak clearly whereon they have been raising a hue and cry that they work daily all by themselves."

(Muhammad Ali says) The whole of this statement which had been cooked up in order to set

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

up Hazrat Maulvi Noor-ud-din against us, is a black lie, in the speaking of which Mian Mahmood Ahmad has made an attack not only on us but also on the promised messiah who, according to the Mian sahib, used to say something else in public fearing, but when he went inside, he would whisper in the ears of Mian Mahmud Ahmad that Maulvi Muhammad Ali and Khawaja Kamal Din were hypocrites who wanted to snatch money from his hands, and called him dishonest and corrupt. Why did he not tell this thing to Maulvi Noor al Din or Maulvi Muhammad Ahsan, or any one else, or even to us directly or by means of a poster or pamphlet? Up to his last illness the pen wan in his hand and he had been writing paigham-i- sulah,. In brief, when outside the house, he heard objections levelled against himself, he quietly went in and related his tale of woe to Mian Mahmud Ahmad who was only eighteen years old then, saying that we people called him dishonest and currupt. again, the ascription of such words to the promised messiah as, "If I were to cut off all connection and separate, all this income will automatically stop and ceae," is to suggest that the purpose of the promised messiah's advent was the achievement of some monatry gains. "If I were to cut off all connection and separate" can a man raised by the Most High God for the execution of a particular mission, utter these words; can even such a thought cross his mind, on a follower's objection, that he may, renouncing his claim, sit aside and separate? Itcannot, however, be denied that in concoction of this story, the Mian Sahib has displayed a shrewed adroitness, that the event took place only twelve hours before the Promised Messiah's death, so that it cannot be subjected to any enquiry or rxamination. (The Facts about the Split , Muhammad Ali, Tran. Mirza Mas'd Beg . Ahmadia Anjuman Ishat Aslam, 1966. pp. 21-24)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادیانی اشتہار ۳ مئی ۱۸۹۱ء

چونکہ اکثر یہ عاجز سنتا ہے کہ لودیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ صاحب مولوی محمد صاحب مولوی عبدالعزیز صاحب مولوی مشتاق احمد صاحب مولوی شاہ دین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز (غلام احمد قادیانی) سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلی طور پر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہے..اوراس عاجز نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے ہم بحث کے لئے تیار ہیں لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے اور نیز جس میں کیفیت بحث پر غور کرنے سے ہر یک کو حاضرین وغائبین میں سے کامل طور پر موقع مل سکتا ہے قبول نہیں کرتے، ناچار ایک اور طریق سہل، وآسان تجویز کر کے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے لیکن قبل اس کے کہ ہم وہ طریق لکھیں پہلے اس بات کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اول بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کو ہے کیونکہ وہ شہر کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتداء ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کو تیار ہیں کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے۔اور درحقیقت ان سے بحث کرنا نہایت ضروری بھی ہے کیونکہ خاص شہر لدھیانہ کی نظر انہیں پر ہے۔سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لئے بغرض اظہار حق تیار ہے۔اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لئے آمادہ کریں۔اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کر لیں گے۔ہماری طرف سے تو مولوی صاحب موصوف کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب سے بحث کرنے کے لئے منت کریں اور اگر وہ بھی بوجہ اپنی کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہوں گے جواب دے دیں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں اور اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑیں اور ان سے اس سختی کے وقت میں دست گیری چاہیں اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں اور وقت پر کام نہ آویں تو پھر قریب قریب یقین کے ہے کہ دوم درجہ کے مفتی صاحب یعنی مولوی شاہ دین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے اور ان کو اپنی منطق اور وسعت معلومات کا دعویٰ بھی بہت ہے اور اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر استاد طائفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی خدمت میں مولوی شاہ دین صاحب سے درخواست کرا دیں اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر موحدین کے گروہ میں سے اس شہر میں چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لودہانہ ہیں کہ جو در حقیقت علاوہ کمالات علمی بڑے نیک اخلاق کے آدمی ہیں اور نیک نیت اور بردبار اور حلیم الطبع شخص ہیں ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیے۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے مقرر کر دیں... مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اختیار ہے کہ وہ بطور خود اس جلسہ میں تشریف لاویں اور اگر دوسرے ان کی وکالت منظور کریں تو وہی بحث کے لئے قدم آگے بڑھاویں ہمیں بہر حال منظور ہے۔... واضح ہو کہ یہ جلسہ بحث عید کے دوسرے دن قرار پانا چاہیے تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہو سکیں اور دور سے آنے والے پہنچ سکیں، یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں۔ المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد لودہانہ محلہ اقبال گنج ۲۳؟ مئی ۱۸۹۱ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد اول ص ۲۷۰۔۲۷۳)

اس اشتہار کے شائع ہونے پر بقول دوست محمد قادیانی:

لدھیانہ کے مولوی دبک گئے اور بحث کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک مرید اور دست و باز و مولوی شاہ دین صاحب تھے۔ انہوں نے اپنے پیر و مرشد کو لکھا کہ میں مرزا صاحب سے مباحثہ کروں تو کس طرح کروں اور کس مسئلہ میں کروں؟ جواب آیا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا تمہارا کام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔اول تو ٹال دینا اور بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو ہی جائے تو نزول (مسیح) میں بحث کر لینا چنانچہ مولوی شاہ دین صاحب کو جب بحث کے لئے اصرار سے کہا جانے لگا تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مرزا صاحب بے علم آدمی ہیں۔ میری شان سے بعید ہے کہ ایک بے علم آدمی سے بحث کروں لدھیانہ، دیوبند، سہارن پور، گنگوہ میں اس بارے میں خفیہ مشورے ہوئے کہ کیا کرنا چاہیے لیکن مباحثہ کے لئے کوئی آمادہ نہ ہوا۔

(تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۲۹۔۲۳۰)

دوست محمد قادیانی نے یہ بھی بتایا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی سے مرزا صاحب کے مباحثہ کی بات بھی چلی لیکن شرائط پر سمجھوتہ نہ ہو سکا اور مباحثہ کی نوبت نہ آئی۔اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی:

دعوت مباحثہ پر اور تو کوئی سامنے نہ آیا۔لیکن مولوی محمد حسین کو اپنے علم پر بہت گھمنڈ تھا اور وہ ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کر کے ان سے خط و کتابت کرنے کے علاوہ حکیم نورالدین صاحب سے بھی نوک جھونک جاری رکھے ہوئے تھے۔اسی ترنگ میں وہ شملہ سے لدھیانہ پہنچے اور آتے ہی شہر میں شور مچا دیا کہ مرزا صاحب کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مناظرہ کریں۔(تاریخ احمدیت۔ج ۲۔ص ۲۳۷)

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله رب العالمین۔

فقیر بارگاہ صمدی : محمد بهاء الدین۔ ۱۶۔جولائی ۲۰۱۲ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ